

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فتح الحجاب

في معارف

آيات الجهاد

- سُورَةُ الْفَتْحِ • سُورَةُ الْمَجْرَاتِ • سُورَةُ الْحَدِيدِ • سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ
• سُورَةُ الْجَبْرِ • سُورَةُ الْمُتَحَنِّنِ • سُورَةُ الصَّفِّ • سُورَةُ التَّائِبِينَ
• سُورَةُ التَّحْرِيمِ • سُورَةُ الْعَادِيَاتِ • سُورَةُ النَّصْرِ

٢

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَفِظَهُ اللَّهُ تَعَالَى

مَكْتَبَةُ عَمْرٍو فَن لَآبُو

www.fathulhujwad.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب فتح الجواز فی معارف آیات الجہاد (جلد چہارم)

مؤلف مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

اشاعت اول رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

تعداد ۲۲۰۰

صفحات ۵۹۲

قیمت ۳۵۰ روپے

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

مکتبۃ الایمان دکان نمبر ۱۳۱، ندیم ٹریڈ سینٹر، محلہ جنگلی، عقب قصہ خوانی بازار پشاور 0321-9013592

رحمانی کتاب گھر دکان نمبر 2، نزد نور سبحانی مسجد، بسیلہ چوک کراچی 0300-2249928

مکتبہ ابن مسعود، مدرسہ ابن عبداللہ، چشمہ جات نزد کمپنی باغ کوہاٹ 0321-5782621

مکتبہ عثمان علی، نزد بندھن شادی ہال، کوثر کالونی بہاولپور 0321-6837145

کتب خانہ رشیدیہ، مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار راولپنڈی 051-5771798

ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، فون 061-4514929

مکتبۃ السلام، اعظم مارکیٹ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5178392



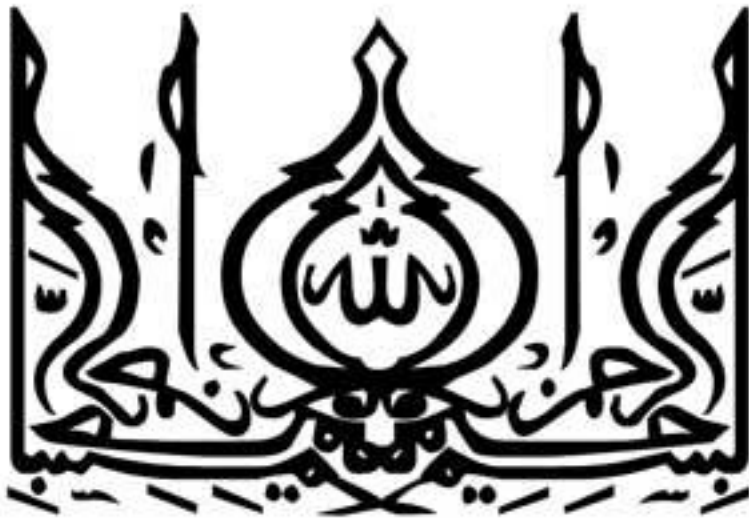
ناشر

37-حق شریٹ
اردو بازار-لاہور

مکتبۃ ابن مبارک

اسٹاکسٹ

موبائل: 0321-4066827



مختصر فہرست

- ۵ ← سُورَةُ الْفَتْحِ
- ۱۸۲ ← سُورَةُ الْحَجَرَاتِ
- ۲۰۰ ← سُورَةُ الْحَدِيدِ
- ۲۳۱ ← سُورَةُ الْمَجَادِلِ
- ۲۶۰ ← سُورَةُ الْحَشْرِ
- ۳۲۸ ← سُورَةُ الْمُتَحَنِّنِ
- ۳۶۳ ← سُورَةُ الصَّفِّ
- ۴۰۴ ← سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ
- ۴۳۴ ← منافقین کے بارے میں آیات کی فہرست
- ۴۳۶ ← سُورَةُ التَّحْرِيمِ
- ۴۴۰ ← سُورَةُ الْعَادِيَاتِ
- ۴۵۳ ← سُورَةُ النَّصْرِ
- ۴۹۷ ← کلام بَرَكَاتِ
- ۵۱۳ ← مزید دو مدنی آیات
- ۵۱۶ ← مکی سورتیں اور اشاراتِ جہاد
- ۵۶۱ ← چار مختصر فہرستیں
- ۵۶۷ ← مفصل فہرست

سورة

الفاتحة

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں مکمل سورۃ الفتح کے
مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

سورة مبارکہ کا نام

اس سورة مبارکہ کا نام ”سورة الفتح“ ہے اس میں ”فتح مبین“ کا تذکرہ ہے فتح مبین کا مطلب آیت (۱) کے معارف الجہاد میں ملاحظہ فرمائیے۔

تین بڑے واقعات

اس سورة مبارکہ میں تاریخ اسلام کے تین بڑے واقعات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے

۳ عمرۃ القضاء

۲ غزوة خیبر

۱ غزوة الہدیہ

بیس اہم مضامین

اس سورة مبارکہ کے اہم مضامین درج ذیل ہیں

- ۱ • سورة فتح کا سورة محمد ﷺ سے ربط۔
- ۲ • ”فتح مبین“ کا مصداق اور حضور ﷺ کی جماعت حضرات صحابہ کرام کا ہر اعتبار سے کامل ہونا۔
- ۳ • ”سیکنہ کا مطلب اور اسکی عجیب تشریح۔
- ۴ • اللہ تعالیٰ کے لشکر۔
- ۵ • جہاد میں خواتین کا کردار۔
- ۶ • حضور ﷺ کے فضائل اور مناقب اور آپ ﷺ کی تعظیم و اطاعت کا لزوم۔
- ۷ • بیعت علی الجہاد اور اس کے فوائد۔
- ۸ • بیعت رضوان کس بات پر تھی؟
- ۹ • منافقین کے حالات اور انکی صفات، اور مسلمانوں اور جہاد کے خلاف انکی سازشیں۔
- ۱۰ • جہاد سے معذور افراد کا حکم۔
- ۱۱ • صحابہ کرام خصوصاً اصحاب حدیبیہ کے فضائل اور مناقب۔
- ۱۲ • مسلمانوں سے فتوحات کے وعدے۔
- ۱۳ • بہت اہم عسکری نکتے اور قوانین۔
- ۱۴ • مجاہدین کے لئے اہم اسباق۔

- ۱۵۔ عجیب پیرائے میں دعوت جہاد۔
- ۱۶۔ مسلمانوں کے خون کی قیمت۔
- ۱۷۔ اسلام کے غلبے کا وعدہ۔
- ۱۸۔ اسلام کے غلبے کا نصاب۔
- ۱۹۔ جماعت صحابہ کرامؓ کی خصوصیات۔
- ۲۰۔ کتب سابقہ اور حضرات صحابہ کرامؓ۔

اہم جہادی مضامین

- ۱۔ جہاد ”فتح“ کا ذریعہ ہے۔ آیت ۱
- ۲۔ جہاد ”مغفرت“ کا ذریعہ ہے۔ آیت ۲
- ۳۔ جہاد ”ہدایت“ کا راستہ اور ذریعہ ہے۔ آیت ۲
- ۴۔ جہاد ”نصرت“ کے نازل ہونے کا ذریعہ ہے۔ آیت ۳
- ۵۔ جہاد اور قتال کی حکمتوں پر دل کا پوری طرح سے مطمئن ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمت اور ”سیکنہ“ ہے۔ آیت ۴
- ۶۔ جہاد پر یقین سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ آیت ۴
- ۷۔ مجاہدین زمین پر اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں۔ آیت ۴
- ۸۔ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے لشکر۔ آیت ۴
- ۹۔ جہاد کا حکم مسلمانوں کے لئے کامیابی اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آیت ۵
- ۱۰۔ خواتین اور جہاد۔ آیت ۵
- ۱۱۔ ان عورتوں کیلئے بشارت جو جہاد کو دل سے مانتی ہیں اور حسب استطاعت اس میں تعاون کرتی ہیں۔ آیت ۵
- ۱۲۔ جہاد سراسر کامیابی ہے۔ آیت ۵
- ۱۳۔ منافقین کا گمان کہ اسلام کے غلبے کے وعدے کبھی پورے نہیں ہونگے اسلام کبھی غالب نہیں آئے گا، مسلمان ختم ہو جائیں گے۔ آیت ۶
- ۱۴۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو مغلوب کرنے پر قادر ہے خواہ وہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں۔ آیت ۷
- ۱۵۔ آپ ﷺ کی صفات، ختم نبوت اور جہاد۔ آیت ۸
- ۱۶۔ اے مسلمانو! جہاد کے ذریعے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت کرو۔ آیت ۹
- ۱۷۔ بیعت رضوان کی تمہید۔ آیت ۸، ۹

۱۸ • بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد۔ آیت ۱۰

۱۹ • اس بیعت کی عجیب کیفیات۔ آیت ۱۰

۲۰ • منافقین اپنے مال و اولاد کی مشغولیات کو جہاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ آیت ۱۱

۲۱ • منافقین ہمیشہ جہاد میں مسلمانوں کی شکست اور ہلاکت کی توقع اور تمنا رکھتے ہیں۔ آیت ۱۲

۲۲ • ایسے بے ایمان لوگوں کا انجام۔ آیت ۱۳

۲۳ • ان کو توبہ کی دعوت۔ آیت ۱۳

۲۴ • منافق کم عقل اور بے سمجھ لوگ ہیں وہ صرف دنیا کے مفادات کو اپنا مقصد بنا تے ہیں اور جس جہاد میں لڑائی کا

خطرہ نہ ہو اور مال ملنے کی زیادہ امید ہو اس میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔ آیت ۱۵

۲۵ • منافق کی توبہ کی سچائی یہ ہے کہ وہ آئندہ جہاد میں اخلاص کے ساتھ شریک ہو۔ آیت ۱۶

۲۶ • جہاد سے معذور افراد کا حکم۔ جہاد کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا اجر۔ آیت ۱۷

۲۷ • بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان اور ان کے لئے انعامات

کا اعلان۔ آیت ۱۸

۲۸ • بیعت علی الجہاد کے دس عظیم الشان فوائد۔ آیت ۱۸، ۱۹، ۲۰

۲۹ • قرسی فتح کا مصداق۔ آیت ۱۸ (غزوہ خیبر)

۳۰ • فتوحات اور غنیمتوں کے بکے وعدے۔ آیت ۱۹

۳۱ • فتوحات، غنیمتیں، دشمنوں کا مرعوب ہو کر جنگ نہ کر سکرنا۔ آیت ۲۰

۳۲ • توکل اور جہاد۔ آیت ۲۰

۳۳ • مکہ مکرمہ کی فتح کا وعدہ۔ آیت ۲۱

۳۴ • مایوسی اور کمزوری دور کرنے والی آیت۔ آیت ۲۱

۳۵ • کفار اگر لڑائی کرتے تو شکست کھاتے۔ آیت ۲۲

۳۶ • یہ اللہ تعالیٰ کا قدیم طریقہ ہے کہ انجام کار اہل حق کو فتح ملتی ہے۔ آیت ۲۳

۳۷ • حق کا غلبہ ”سُنَّةَ اللہ“ ہے۔ آیت ۲۳

۳۸ • اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے موقع پر جنگ روکی۔ آیت ۲۴

۳۹ • مشرکین کے وہ جرائم جنکی وجہ سے وہ قتل و قتل کے لائق تھے۔ آیت ۲۵

۴۰ • کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو روکا۔ آیت ۲۵

- ۳۱ صحابہ کرامؓ نہ خوف میں مبتلا ہوئے اور نہ ہی ضد اور اکڑ میں آئے عجیب عسکری سبق۔ آیت ۳۶
- ۳۲ مجاہدین اور کلمۃ التقویٰ۔ آیت ۳۶
- ۳۳ حضور اکرمؐ کا خواب سچا ہوا۔ ایک محاذ سے ہٹا کر دوسرے محاذ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ آیت ۲۷
- ۳۴ اسلام کے غلبے کا دائمی اعلان۔ آیت ۲۸
- ۳۵ اسلام کے غلبے کا زریں اصول اور جماعت صحابہ کرامؓ کے مناقب۔ آیت ۲۹

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانِيهِ آیت ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝

بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔

خلاصہ

۱ ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطاء فرمائی ہے:-

غزوہ حدیبیہ، بیعت رضوان

سورۃ الفتح کی اس آیت مبارکہ اور دیگر کئی آیات کا تعلق غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان کے واقعہ سے ہے اس لئے ان آیات کی تشریح سے پہلے ملاحظہ فرمائیے غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان کا واقعہ۔

ملاحظہ

امام بخاریؒ اور دیگر بڑے محدثین کرام اس واقعہ کو ”غزوۃ الحدیبیہ“ کے نام سے یاد کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاریؒ ”باب غزوۃ الحدیبیہ وقول اللہ تعالیٰ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ“ چنانچہ تاریخ اسلام کے اس واقعہ کو غزوۃ الحدیبیہ کے عنوان سے ذکر کیا جا رہا ہے



تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ

عزوة الحلیبیہ

ذوالقعدہ ۶ھ

غزوۃ الحدیبیہ (کیم ذی القعدۃ الحرام ۶ھ)

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، محبت طبری فرماتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور باقی حصہ حن میں۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

اس واقعہ کا سبب بروایت عبد بن حمید و ابن جریر و بیہقی وغیرہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں مع صحابہ کرام کے امن و اطمینان کیساتھ داخل ہوئے اور احرام سے فارغ ہو کر کچھ لوگوں نے حسب قاعدہ سرکا حلق کرایا، بعض نے بال کٹوائے اور یہ کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اور بیت اللہ کی چابی آپ کے ہاتھ میں آئی، یہ اس واقعہ کا ایک جزو ہے جس کا ذکر اسی سورت میں آنے والا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس صورت کا واقع ہونا یقینی ہو گیا مگر خواب میں اس واقعہ کے لئے کوئی سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا، اور درحقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو خواب سنایا تو وہ سب کے سب مکہ مکرمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کے ایسے مشتاق تھے کہ ان حضرات نے فوراً ہی تیاری شروع کر دی اور جب صحابہ کرام کا ایک مجمع تیار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ارادہ فرمایا کیونکہ خواب میں کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں تھا تو احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

منافقین کا چلنے سے انکار

ابن سعد وغیرہ کی روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تو آپ کو یہ خطرہ سامنے تھا کہ قریش مکہ ممکن ہے کہ ہمیں عمرہ کرنے سے روکیں اور ممکن ہے کہ مدافعت کے لئے جنگ کی صورت پیش آجائے اسلئے آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے قریبی دیہات میں اعلان کر کے ان لوگوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی، ان میں سے بہت سے اعراب (دیہاتیوں) نے ساتھ چلنے سے عذر کر دیا اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) اور انکے اصحاب ہمیں قریش مکہ سے لڑوانا چاہتے ہیں جو ساز و سامان والے اور طاقتور ہیں اور ان کا انجام تو یہ ہونا ہے کہ یہ اس سفر سے زندہ واپس نہ لوٹیں گے۔

مکہ کی طرف روانگی

امام احمد و بخاری، ابوداؤد و نسائی وغیرہ کی روایت کے مطابق روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے غسل فرمایا اور نیا لباس زیب تن فرمایا اور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو ساتھ لیا اور آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار اور دیہات کے آنے والوں کا بہت بڑا مجمع تھا جن کی تعداد اکثر روایات میں چودہ سو بیان کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے

خواب کی وجہ سے ان میں کسی کو شک نہیں تھا کہ مکہ اسی وقت فتح ہو جائے گا، حالانکہ بجز تلواریں کے انکے ساتھ اور کچھ اسلحہ نہ تھا۔ آپ مع صحابہ کرام کے شروع ماہ ذیقعدہ میں پیر کے دن روانہ ہو گئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر احرام باندھا۔

اہل مکہ کی مقابلے کیلئے تیاری

دوسری طرف جب اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے ایک بڑی جماعت صحابہ کیساتھ مکہ کے لئے روانہ ہونے کی خبر ملی تو جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کیساتھ عمرہ کے لئے آرہے ہیں اگر ہم نے ان کو مکہ میں آنے دیا تو تمام عرب میں یہ شہرت ہو جائے گی کہ وہ ہم پر غلبہ پا کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے حالانکہ ہمارے اور انکے درمیان کئی جنگیں ہو چکی ہیں سب نے عہد کیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے اور آپ کو روکنے کے لئے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں ایک جماعت کو مکہ سے باہر مقام کُزاع النعمیم پر بھیج دیا اور آس پاس کے دیہات والوں کو بھی ساتھ ملا لیا اور طائف کا قبیلہ بنو ثقیف بھی انکے ساتھ لگ گیا، انہوں نے مقام بلدح پر اپنا پڑاؤ ڈال لیا، ان سب نے آپس میں رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے اور آپکے مقابلے میں جنگ کرنے کا عہد کر لیا۔

آپ ﷺ کے جاسوس

آنحضرت ﷺ نے بُسر بن سفیان کو آگے مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا کہ وہ خفیہ اہل مکہ کے حالات جا کر دیکھیں اور آپ کو اطلاع کریں۔ وہ مکہ سے واپس آئے تو اہل مکہ کی ان جنگی تیاریوں اور مکمل مزاحمت کے واقعات کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افسوس ہے قریش پر کہ متعدد جنگوں نے ان کو کھالیا ہے پھر بھی وہ جنگ سے باز نہیں آتے، اُن کے لئے تو اچھا موقع تھا کہ وہ مجھے اور دوسرے اہل عرب کو آزاد چھوڑ دیتے اگر یہ عرب لوگ مجھ پر غالب آجاتے تو اُن کی مراد گھر بیٹھے حاصل تھی اور میں اُن پر غالب آجاتا تو پھر یا تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر یہ نہ کرتے اور جنگ ہی کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ تازہ اور قوی ہوتے اور پھر وہ میرے مقابلے پر آجاتے، معلوم نہیں کہ یہ قریش کیا سمجھ رہے ہیں قسم ہے اللہ کی کہ میں اُس حکم پر جو اللہ نے مجھے دیکر بھیجا ہے ہمیشہ انکے خلاف جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تنہا میری گردن رہ جائے۔

صحابہ کرام کا جذبہ جہاد

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور مشورہ لیا کہ اب ہمیں یہیں سے ان عربوں کے خلاف جہاد شروع کر دینا چاہیے یا ہم بیت اللہ کی طرف بڑھیں، پھر جو ہمیں روکے اُس سے قتال کریں حضرت ابو بکر صدیق اور دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں کسی سے جنگ کے لئے نہیں نکلے اسلئے آپ اپنے قصد پر رہیں ہاں اگر کوئی ہمیں مکہ سے روکے گا تو ہم اُس سے قتال کریں گے، اسکے بعد حضرت مقداد بن اسود اُٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہیں لادھبُ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا

(یعنی جائے آپ اور آپ کا رب لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں) بلکہ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سکر فرمایا، بس اب اللہ کے نام پر مکہ کی طرف چلو۔ جب آپ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے اور خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے آپ کو مکہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر کی صفوں قبلہ کی طرف مستحکم کر کے اسے کھڑا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عباد بن بشرہ کو لیک دستہ فوج کا امیر بنا کر آگے کیا، انہوں نے خالد بن ولید کے لشکر کے بالمقابل صفوں بنا لیں۔

صلوۃ الخوف کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ خالد بن ولید اور ان کے سپاہی دیکھتے رہے۔ بعد میں خالد بن ولید نے کہا کہ ہم نے بڑا اچھا موقع ضائع کر دیا جب یہ لوگ سب نماز میں تھے اُس وقت ہم ان پر ٹوٹ پڑتے مگر کچھ بات نہیں اب ان کی دوسری نماز کا وقت آنے والا ہے اسکا انتظار کرو مگر جبرئیل علیہ السلام صلوۃ الخوف کے احکام لیکر نازل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادوں سے باخبر کر کے نماز کے وقت لشکر دو حصوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ بتلادیا اور ان کے شر سے محفوظ رہے۔

حدیبیہ میں پڑاؤ

رسول اللہ ﷺ نے وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستے سے نکل کر مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ اس مقام سے جب آپ نے اپنی اُونٹنی کو مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو وہ اُونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اُونٹنی کو اٹھانے کی غرض سے خل، خل کہا ہر چند اُونٹنی کو اٹھانا چاہا مگر اُونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ لوگوں نے کہا خَلَاتِ الْقَصْوَاءِ خَلَاتِ الْقَصْوَاءِ اُونٹنی بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں لیکن اللہ عزوجل نے اس کو روکا ہے۔ اور بعد ازاں یہ فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریش مجھ سے جس ایسے امر کی درخواست کریں گے جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوتی ہو میں ضرور اس کو منظور کروں گا یہ کہہ کر اُونٹنی کو کوچا دیا۔ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہاں سے ہٹ کر آپ نے حدیبیہ پر آکر قیام فرمایا۔ گرمی کا موسم تھا پیاس اور پانی کی قلت تھی، گڑھے میں جو تھوڑا بہت پانی تھا وہ کھینچ لیا گیا۔ صحابہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ پانی نہیں رہا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیا کہ اُس گڑھے میں گاڑ دیا جائے، اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

سفیروں کی روانگی

حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد آپ نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، جنگ کے لئے نہیں آئے۔ اہل مکہ نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پکڑ کر بچا دیا۔

حضرت خراشؓ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں۔ اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے اگر آپ حضرت عثمانؓ کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور رؤساء مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو اور جو مسلمان مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان و اظہار نہیں کر سکتے ان کو یہ بشارت سنا دو، کہ گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر اور غالب کرے گا۔ عثمان بن عفانؓ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔

سب مشرکین نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تم اگر چاہو تو تنہا طواف کر سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کے کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔

اہل مکہ اور مسلمانوں میں آویزش اور اہل مکہ کے ستر آدمیوں کی گرفتاری

اسی عرصہ میں قریش نے اپنے پچاس آدمی اس کام پر لگائے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ کر موقع کا انتظار کریں اور موقع ملنے پر (معاذ اللہ) آپ کا قصہ ختم کر دیں۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت و نگرانی پر مامور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قید کر کے حاضر کر دیا، دوسری طرف حضرت عثمانؓ جو مکہ میں تھے اور انکے ساتھ تقریباً دس مسلمان اور مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے تھے۔ قریش نے جب اپنے پچاس آدمیوں کی گرفتاری کا حال سنا تو حضرت عثمانؓ سمیت ان سب مسلمانوں کو روک لیا اور قریش کی ایک جماعت مسلمانوں کے لشکر کی طرف نکلی اور مسلمانوں کی جماعت پر تیر اور پتھر پھینکے اس میں مسلمانوں میں سے ایک صحابی ابن زینمؓ شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے ان قریشیوں کے دس سواروں کو گرفتار کر لیا، اور رسول اللہ ﷺ کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔

بیعتہ الرضوان

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں گا یہاں سے حرکت نہ کروں گا اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں فروکش تھے بیعت یعنی شروع کر دی کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد و قتال کریں گے مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابوسان اسدیؓ نے بیعت کی۔ محم طبرانی میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے ابوسنانؓ آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائیے آپ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرتا ہے؟ ابوسنان نے کہا اُس چیز پر جو میرے دل میں ہے، آپ نے فرمایا تیرے دل میں کیا ہے؟ ابوسنان نے کہا یا رسول اللہ میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزوجل آپکو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں، آپ نے اُن کو بیعت فرمایا اور اسی پر سب نے بیعت کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سلمہ بن اکوعؓ نے تین مرتبہ بیعت کی ابتداء میں اور درمیان میں اور اخیر میں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت سے فارغ ہوئے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے (رواہ البخاری)۔

زرقانی میں ہے کہ داہنا ہاتھ آپ کی طرف سے تھا اور بائیں ہاتھ حضرت عثمانؓ کی جانب سے تھا۔ حضرت عثمانؓ اس واقعہ کو ذکر کرتے فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کا بائیں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا۔ اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں ذکر فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَ مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَ كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جو سوت کے وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا تھا وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قرہی فتح عطا فرمائی اور وہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نعمتوں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

مشرکین پر رعب

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔

قبیلہ خزاعہ اگرچہ ہنوز مشرف باسلام نہ ہوا تھا لیکن ہمیشہ سے آپ کا حلیف اور خیر خواہ اور راز دار تھا۔ مشرکین مکہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے اس سے آپ کو مطلع کیا کرتا تھا۔ اس قبیلہ کے سردار ہدیل بن ورقاء خزاعہ کے چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قریش نے نواح حدیبیہ میں پانی کے بڑے بڑے چشموں پر آپ کے مقابلے کے لئے لشکر عظیم جمع کیا ہے کہ آپ کو کسی طرح مکہ میں داخل نہ ہونے دیں اور دودھ والی اونٹنیاں ان کے ساتھ ہیں (یعنی طویل قیام کا ارادہ ہے تاکہ کھاتے پیتے رہیں اور مقابلہ کیلئے ڈٹے رہیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم فقط عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت صلح کی مقرر کر دوں اُس مدت میں ایک دوسرے سے کوئی تعرض نہ کریں اور مجھ کو اور عرب کو چھوڑ دیں۔ اگر اللہ کے فضل سے میں غالب ہو تو وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں اور فی الحال چند روز کے لئے تم کو آرام ملے اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو تمہاری تمنا پوری ہوگی لیکن میں تم سے کہہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے اس دین کو غالب کر کے رہے گا۔ اور اس دین کے ظہور اور غلبہ فتح اور نصرت کا جو وعدہ اُس تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا، یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ بدیل آپ کے پاس سے اٹھ کر قریش کے پاس گئے اور یہ کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے ایک بات سن کر آ رہا ہوں اگر چاہو تو تم پر پیش کروں جو احمق اور نادان تھے، انہوں نے یہ کہا ہمیں ضرورت نہیں ہم ان کی کوئی بات سننا نہیں چاہتے مگر جوان میں ذی رائے اور سمجھدار تھے انہوں نے کہا ہاں بیان کرو۔ بدیل نے کہا تم لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لڑائی کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے کہا بیشک وہ لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے لیکن مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا اے قوم کیا میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے اور تم میرے لئے بمنزلہ اولاد کے نہیں۔ لوگوں نے کہا بے شک کیوں نہیں عروہ نے کہا کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی رکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، عروہ نے کہا اس شخص نے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) تمہاری بھلائی اور بہتری کی بات کہی ہے۔ میرے نزدیک اس کو ضرور قبول کر لینا چاہیے اور مجھ کو اجازت دو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملکر اس بارے میں گفتگو کروں لوگوں نے کہا بہتر ہے۔

عشق نبوی کا مظاہرہ

عروہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے وہی فرمایا کہ جو بدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ نے کہا اے محمد تم نے سنا بھی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود ہلاک اور برباد کیا ہو۔ علاوہ ازیں اگر دوسری صورت پیش آئی (یعنی قریش کو غلبہ ہوا) تو میں دیکھتا ہوں کہ مختلف قوموں کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عروہ کو گالی دے کر فرمایا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے کہا یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا ابو بکر ہیں۔ عروہ نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا تو ضرور جواب دیتا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کر دی اور جب کوئی بات کرتے تو رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرہ بن شعبہ (یعنی عروہ کے بھتیجے) مسلح تلوار لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔ بارگاہِ نبوی میں اپنے چچا کی یہ جرأت گوارا نہ

ہوئی اور فوراً عروہ سے کہا۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے ہٹالے، ایک مشرک کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مس کر سکے۔ مغیرہ چونکہ خود وغیرہ پہنے ہوئے تھے اس لئے عروہ نے ان کو پہچانا نہیں اور غصہ ہو کر آپ سے دریافت کیا یہ کون ہے آپ نے فرمایا یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہؓ ہے۔ اب عروہ نے مغیرہؓ کو پہچانا۔

بعد ازاں عروہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی حسن عقیدت اور صدق و اخلاص کا ایسا عجیب و غریب منظر دیکھا کہ جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ جب آپ کوئی حکم دیتے تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اس حکم کو بجالاؤں جب کبھی آپ کے دہن مبارک سے تھوک یا بلغم نکلتا ہے تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتا ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے چہرے پر مل لیتے ہیں۔ جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے غسل وضو پر بھی لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، قریب ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ کے جسم کا کوئی بال گرنے نہیں پاتا تھا کہ فوراً اس کو لے لیتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ایک سناٹا ہو جاتا ہے، گویا کہ ہر شخص سراپا گوش بنا ہوا ہے کسی کی مجال نہیں کہ نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔ گویا کہ بزبان حال یہ عروہ کی اس بدگمانی کا جواب تھا جو اس نے ابتداء میں آپ کے جان نثاروں کے متعلق ظاہر کی تھی کہ اگر قریش کو غلبہ ہو تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ یہ اخلاص و عقیدت اور محبت و عظمت کا حیرت انگیز منظر عروہ کی حضرات صحابہؓ کے ساتھ بدگمانی کا شافی اور کافی جواب تھا کہ جن کی شیفتگی اور وارفتگی اور محبت و عقیدت کا یہ حال ہو بھلا وہ آپ کو چھوڑ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔

عروہ جب آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو قریش سے جا کر کہا اے قوم واللہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر خدا کی قسم عقیدت و محبت تعظیم و اجلال کا یہ عجیب و غریب منظر کہیں نہیں دیکھا۔

(یہ منظر نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہے۔ آپ خاتم الانبیاء تھے عقیدت و محبت کا یہ حیرت انگیز منظر آپ پر ہی ختم ہو گیا)

ایک روایت میں ہے کہ عروہ نے یہ کہا کہ اے قوم میں نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا مگر محمد ﷺ جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ بادشاہ نہیں معلوم ہوتے۔ (رواہ ابن ابی شیبہ مرسلًا)

عروہ نے صاف طور سے تو نہیں کہا کہ آپ نبی ہیں مگر اشارۃً یہ بتلا دیا کہ یہ شان بادشاہوں کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی ہوتی ہے۔

حلیس کی آمد

عروہ کی یہ گفتگو سن کر حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کنانی نے کہا مجھ کو اجازت دو کہ میں آپ سے مل کر آؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے حلیس کو دور سے آتے دیکھا تو یہ فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو یہ شخص ان لوگوں میں سے

ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں حلیمس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستہ ہی سے واپس ہو گیا اور جا کر قریش سے یہ کہا قسم ہے رب کعبہ کی یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکا جاسکتا۔ قریش نے کہا بیٹھ جا، تو تو جنگلی آدمی ہے سمجھتا بوجھتا نہیں حلیمس کو غصہ آ گیا اور کہا اے گروہ قریش خدا کی قسم ہم نے تم سے اس کا عہد و پیمانہ نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے اس کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں حلیمس کی جان ہے اگر تم محمد کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں تمام حبشیوں کو لے کر تم سے یکتخت علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا اچھا آپ خنانہ ہوں بیٹھے ذرا ہم غور کر لیں بعد ازاں مجمع میں سے مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں آپ کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مرکز کو آتے دیکھ کر فرمایا یہ آدمی برا ہے حدیبیہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ مرکز نے پچاس آدمیوں کو لے کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا اور مرکز فرار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا۔

سہیل بن عمرو کی آمد اور معاہدہ

مکرز آپ سے گفتگو کر رہا تھا کہ اتنے میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کے لئے پہنچ گئے رسول اللہ ﷺ نے سہیل کو آتے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا:

قَدْ سَهَّلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ

البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔

اور یہ فرمایا کہ قریش اب صلح کی طرف مائل ہو گئے ہیں اس شخص کو صلح کے لئے بھیجا ہے۔ سہیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب شرائط صلح طے ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ لکھنے کا حکم دیا۔

عرب کا قدیم دستور یہ تھا سرنامہ پر ”بِاسْمِ اللّٰهِ“ لکھا کرتے تھے، اس بنا پر سہیل نے کہا کہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نہیں مانتا۔ قدیم دستور کے مطابق بِاسْمِ اللّٰهِ لکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا یہی لکھو اور پھر فرمایا یہ لکھو۔

هَذَا مَا قَاضَىٰ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔

بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبد اللہ لکھئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم میری

تکذیب کرو اور حضرت علیؑ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر ان کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھ دو۔ حضرت علی کرم اللہ

وجہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُس لفظ کو مٹایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔ شرائط صلح حسب ذیل تھیں:

شرائط صلح

- ۱ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔
 - ۲ قریش کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائیگا وہ واپس کیا جائیگا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔
 - ۳ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے گا۔
 - ۴ اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔
 - ۵ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال بغیر عمرہ کے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔
 - ۶ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں ہو جائیں۔
- چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے۔ بنو خزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے۔

ابو جندل کی مظلومیت

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل پابز نجیر قید سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو پہلے سے مشرف باسلام ہو چکے تھے اور کفار مکہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچا رہے تھے۔ سہیل نے کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا یعنی لکھے جانے اور دستخط ہو جانے کے بعد اُس پر عمل شروع ہونا چاہیے۔ آپ نے بار بار سہیل سے کہا کہ ابو جندل کو ہمارے حوالے کر دیا جائے مگر سہیل نہ مانا۔ بالآخر آپ نے ابو جندل کو سہیل کے حوالہ کر دیا۔

مشرکین مکہ نے ابو جندل کو طرح طرح سے ستایا تھا اس لئے ابو جندل نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا افسوس اے گروہ اسلام میں کافروں کے حوالے کیا جا رہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل کو تسلی دی اور یہ فرمایا:

يا ابا جندل اصبر واحتسب فانہ لا نغدر و ان اللہ جاعل لك فرجا ومخرجا

اے ابو جندل صبر کرو واللہ سے امید رکھو ہم خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری

نجات کی کوئی صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی بہت شاق گزری۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور وہ میرا معین اور مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ ابو بکر صدیقؓ نے لفظ بہ لفظ وہی جواب دیا جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا جو اضطراب اور بے چینی ہے وہ نعوذ باللہ کسی گستاخی کی نیت سے نہیں بلکہ درحقیقت یہ سب کچھ ان کے عشق رسول اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر تھا۔ کیونکہ ظاہری طور پر اس معاہدے میں آنحضرت ﷺ نے مشرکوں کو بہت زیادہ مراعات دی تھیں مگر نبی کا فیصلہ آسمانی فیصلہ تھا اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو سر بلندی اور انجام کار جو کامیابی پوشیدہ تھی اس کو دور بین نظریں دیکھ رہی تھیں۔ دوسرے لوگوں پر حقیقتیں عیاں نہیں تھیں اس لئے حضرت عمرؓ پر ایک دم تحیر کی کیفیت پیدا ہو گئی شرائط کی ظاہری نوعیت سے جب انہوں نے یہ سمجھا کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی ہتک ہوتی ہے اور مشرکوں کا پلا بھاری نظر آتا ہے تو اس حیرانی کی کیفیت نے اضطراب اور بے چینی کی صورت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ اسی عالم میں اُنھوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے عرض معروض کی پھر وہ صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچے جو صرف انکے اضطراب اور عشق رسول اللہ ﷺ کا ایک مظاہرہ تھا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

گفتگو نے عاشقان درکار رب
جوش عشق است نے ترک ادب

یعنی پروردگار کے کاموں میں اس کے عاشقوں کا گفتگو اور کلام کرنا ان کے بڑھے ہوئے عشق اور جوش محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خدا نخواستہ بے ادبی یا گستاخی یا جسارت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ پر ندامت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ عمر بھر اس کے لئے توبہ و استغفار کرتے رہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں سے جاوے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں سے جو شخص مسلمان ہو کر ہماری

طرف آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی میں اس کے لئے کوئی نجات کی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔

(علاوہ ازیں بحمد اللہ ایسی صورت پیش بھی نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو)۔

صلح نامہ کی تکمیل اور صحابہ کرامؓ کو واپسی کا حکم

الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سرمنڈانے کا حکم دیا صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر معنوم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت کے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں کر سکے آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں، باہر تشریف لے جائیے اور قربانی کر کے سرمنڈائیے یہ خود بخود آپ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔

حق تعالیٰ شانہ ام المومنین ام سلمہؓ کو جزائے خیر دے جن کی صائب رائے نے یہ عقدہ حل کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خاطر خاطر سے اس تکدر کو دور فرمایا جس طرح شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صائب اور نہایت صحیح تھا اسی طرح ام المومنین ام سلمہؓ کا یہ مشورہ بھی نہایت صائب اور موجب خیر و برکت ہوا۔

بشارت کا نزول

تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو سورہ فتح نازل ہوئی۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الی آخر السورۃ۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الی آخر السورۃ سنائی۔ صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح میں فرمایا سن کر ازراہ تعجب آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔ (رواہ احمد و ابوداؤد و الدجالیم)

صلح کے ثمرات

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی۔ آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکتے تھے صلح کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ اعلانیہ طور پر احکام اسلام بجالانے لگے، آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع

ملاء، مسائل اسلامیہ پر گفتگو اور مناظرہ کی نوبت آئی۔ قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

اسلام تو مکرم اخلاق اور محاسن اعمال کا معدن اور سرچشمہ اور تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ کرام بھی فضائل و فواضل، محاسن و شمائل کی زندہ تصویر تھے۔ اب تک عناد اور منافرت اور بغض اور عداوت کی آنکھیں ان کے ادراک سے مانع بنیں۔

چشم بد اندیش کہ برکنده باد

عیب نماید ہنرش در نظر

اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی دلفریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مرد ہٹانی کی پیشانی کا نور

کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

صلح سے پیشتر کفار مکہ و لکن لای شعرون کے مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمانوں کا نور ان سے پوشیدہ اور چھپا ہوا تھا۔ صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دور ہوئی تو اب ذی شعور بنے اور ہٹانی لوگوں کی پیشانی کا نور ان کو نظر آیا۔

ابو بصیرؓ کی تدبیر

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچ گئے تو ابو بصیرؓ مشرکین کی قید و بند سے بھاگ کر مدینہ پہنچے قریش نے فوراً ہی دو آدمی انکے لینے کے لئے پیچھے روانہ کئے آپ نے از روئے معاہدہ ابو بصیرؓ کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا اور ابو بصیرؓ سے فرمایا کہ میں خلاف عہد نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ ابو بصیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو مشرکین کی طرف واپس کئے دیتے ہیں جو مجھ کو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھ کو ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی صورت پیدا فرمائے گا۔ یہ دونوں آدمی ابو بصیرؓ کو لے کر روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو کھجوریں ساتھ تھیں وہ کھانے لگے۔ ابو بصیرؓ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہاں ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے، بارہا میں اس کو آزما چکا ہوں ابو بصیرؓ نے کہا ذرا مجھ کو دکھاؤ۔ اس شخص نے تلوار ابو بصیرؓ کو دے دی۔ ابو بصیرؓ نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ تو ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا شخص یہ واقعہ دیکھتے ہی فوراً بھاگا اور سید حامد بنہ پنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جانے والا ہوں۔

اس کے بعد ابوبصیرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا، آپ تو مجھ کو ان کے حوالہ فرما چکے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان سے نجات دی۔ یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھ کو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے۔ یہ جو کچھ میں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو۔ ابوبصیرؓ سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھ کو پھر کفار کے حوالہ کر دیں گے اس لئے مدینہ سے نکل کر ساحل بحر پر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے۔

گوریلا چھاؤنی کا قیام اور مشرکین کی بے بسی

مکہ کے بے بس اور بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا تو چھپ چھپ کر ابوبصیرؓ کے پاس پہنچنے لگے اور سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندلؓ بھی وہیں پہنچ گئے اس طرح ستر آدمیوں کا ایک جتھا وہاں جمع ہو گیا۔ قریش کا جو قافلہ وہاں سے گزرتا اس سے تعرض کرتے اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گزراوقات کرتے۔ قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدی بھیجے کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ابوبصیرؓ اور ان کی جماعت کو مدینہ بلا لیں۔ اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپ نے ایک والا نامہ ابوبصیرؓ کو لکھوا کر روانہ کیا۔ جس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا اس وقت ابوبصیرؓ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ آپ کا والا نامہ ابوبصیرؓ کو نے دیا گیا وہ یہ پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابوبصیرؓ جان بحق تسلیم ہوئے اور والا نامہ ان کے سینے پر تھا۔

ابوجندلؓ بن سہیل نے ابوبصیرؓ کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ ان کو دفن کیا اور قریب میں ایک مسجد بنائی اور بعد ازاں ابوجندلؓ اپنے تمام رفقاء کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اس شخص کے قتل کی خبر پہنچی جس کو ابوبصیرؓ نے قتل کیا تھا وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا۔ سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے۔ ابوسفیان نے کہا محمد (ﷺ) سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابوبصیرؓ کو تمہارے قاصد کے حوالے کر دیا۔ اور ابوبصیرؓ نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ از خود قتل کیا۔ اور اس دیت کا مطالبہ ابوبصیرؓ کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابوبصیرؓ ان کے دین پر نہیں۔

عورتوں کی واپسی کی ممانعت

معاہدہ کے بعد جو مسلمان مرد مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو از روئے معاہدہ واپس کر دیا کچھ

عرصہ بعد کچھ مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں اہل مکہ نے از روئے معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے اُن کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہیں۔ لایاتیہ رجل الغنم نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ رجل کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہو سکتا ہے۔ مشرکین مکہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَاْمْتَحِنُوهُنَّ ۗ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۗ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُفَّارِ فَرَسَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ①
وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا
وَآتُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ② (الممتحنہ آیت ۱۰-۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو۔ جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو انکا امتحان کر لو (کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں) پس اگر امتحان کر کے تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعی مومن ہیں تو پھر ان کو کافروں کی طرف واپس مت کرو یہ عورتیں اُن کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافران عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور اُن کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کرو اور تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ان مہاجر عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اور اے مسلمانو تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور طلب کرو کافروں سے جو تم نے خرچ کیا ہے اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا ہے یہ اللہ کا حکم ہے جو تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں کی طرف چلی جائے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انہوں نے اپنی بیبیوں پر خرچ کیا تھا اس کے برابر ان کو دے دو اور ڈرو اس اللہ تعالیٰ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس کے بعد کفار بھی خاموش ہو گئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

صلح کی اقسام اور احکام

① بادشاہ اسلام اور ذی رائے مسلمان کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور مصلحت سمجھیں تو صلح کر لینا جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ
وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔
اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں۔ مگر اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھیں۔

یعنی صلح پر بھروسہ نہ کریں۔

۲ اگر صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع نہ ہو تو دہ کر صلح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ایسی صلح مسلمانوں کی تذلیل اور فریضہ جہاد و قتال کی تعطیل کا باعث ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

فَلَا يَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ

پس مت سستی کرو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

یعنی جہاد پر قدرت رکھتے ہوئے کافروں سے صلح جائز نہیں اور صلح کے معنی ترک قتال کے ہیں نہ کہ اتحاد کے اسی وجہ سے فقہاء نے صلح کے لئے لفظ موادعت کا استعمال کیا ہے اور موادعت کے معنی لغت میں ایک دوسرے کو جنگ اور قتال سے چھوڑ دینے کے ہیں۔

۳ ضرورت کے وقت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لے کر تینوں طرح صلح جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ دیئے اور لئے معاہدہ فرمایا اور اس وقت یہ صلح فرمائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے اور نصارائے نجران سے مال ٹھہرا کر صلح فرمائی اور غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن فزاری سے مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا مفصل قصہ غزوہ احزاب کے بیان میں گزر چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ تینوں طرح صلح جائز ہے۔

۴ اہل اسلام اور اہل کفر میں جب کسی مدت معینہ کے لئے صلح طے پا جائے تو اس کا لکھ لینا مناسب ہے۔

۵ عہد نامہ کی دو نقلیں ہونی چاہئیں تاکہ ہر فریق کے پاس ایک ایک نسخہ موجود ہو۔

۶ ہر ایک نقل پر فریقین کے سربراہ آوردہ لوگوں کے دستخط ہونے چاہئیں۔

۷ شرائط صلح میں سے کسی شرط کے خلاف کرنا بد عہدی اور عہد شکنی ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل اور ابوبصیر کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ہم عہد کر چکے ہیں اس کے خلاف نہ کریں گے۔

۸ اگر کسی ایک علاقہ کا مسلمان فرمانروا کسی سے کوئی معاہدہ کرے تو دوسرے علاقہ کا فرمانروا اور دوسرے علاقہ کے مسلمان اس کے پابند نہ ہوں گے۔

ابوبصیر اور ابو جندل نے جس جگہ جا کر پڑاؤ ڈالا وہ حدود مدینہ سے بالکل خارج تھا۔ ابوبصیر کی جماعت نے جو کچھ کیا وہ حدود مدینہ سے باہر کیا نیز آپ کے حکم اور اجازت سے نہیں کیا۔

۹ جو عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئے تو اس کا نکاح شوہر سے فسخ ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی مرد مسلمان ہو کر دار الحرب سے دارالاسلام میں چلا آئے تو اس کا نکاح اس کی بیوی سے فسخ ہو جاتا ہے۔

- ۱۰ لَا تَمْسِكُوا بِعَصِيهِ الْكُوفِرِ كَافِرٍ عورتوں کی عصمت کو روک نہ رکھو یعنی ان کو چھوڑ دو اور ازواجی تعلقات ان سے منقطع کر دو اور مسلمان کو رو انہیں کہ ایک مشرکہ عورت کو اپنے نکاح میں رکھے۔
- ۱۱ واقعہ حدیبیہ میں صدیق اکبرؓ کا دو طرح فضل و کمال ظاہر ہوا۔ اول تو اس طرح کہ اس صلح سے تمام صحابہ حتیٰ کہ فاروق اعظمؓ بھی مغموم اور رنجیدہ تھے مگر صدیق اکبرؓ رسول اللہ ﷺ کی طرح مطمئن تھے۔ دوم یہ کہ جب عمر بن الخطابؓ نے اپنا اضطراب حضرت ابو بکرؓ سے جا کر بیان کیا تو ابو بکرؓ نے حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔
- ۱۲ رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کو نحر اور حلق کا حکم دیا اور صحابہ نے اس میں ذرا توقف کیا تو آپ نے ام المومنین ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے مشورہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا فہم اور فراست اور تقویٰ اور دیانت داری قابل اطمینان ہو۔

بیعت کی فضیلت

لفظ بیعت ”بیع“ سے نکلا ہے جس کے معنی خرید و فروخت کے ہیں۔ شریعت کی نظر میں اپنی جان کو جنت کے بدلے اللہ رب العزت کے ہاتھ فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔ سودا نفس کا ہے، قیمت اس کی جنت ہے، بیچنے والا انسان ہے اور خریدنے والے اللہ عزوجل ہیں۔ پھر یہ بات ہر عقل مند کے نزدیک مسلم ہے کہ خرید و فروخت ہو جانے کے بعد بیچنے والی چیز بیچنے والے کی ملکیت سے نکل کر خریدار کی ملکیت میں آجاتی ہے اور وہی اب اس میں ہر طرح کے تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن جب بیعت کر لیتا ہے تو اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا اس لئے اسے چاہیے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے کوئی تصرف نہ کرے۔

بیعت کا یہ معاملہ اللہ عزوجل سے براہ راست نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کرامؑ اور ان کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تو دراصل یہ اللہ رب العزت سے بیعت تھی اور رسول اللہ ﷺ درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ خرید و فروخت میں ایک شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب نکل آئے تو خریدار کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ عیب دکھا کر معاملہ توڑ دے اور خریدی ہوئی چیز لوٹا کر قیمت واپس لے لے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو خیار عیب کہتے ہیں لیکن اگر خریدار معاملے کے وقت ہی یہ کہہ دے کہ میں اس سودے پر مکمل راضی ہوں تو پھر اس کا یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے اور وہ عیب کے سبب خریدی ہوئی چیز رد کر کے قیمت واپس نہیں لے سکتا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے جب درخت کے نیچے بیعت کی تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جسوقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیعت ہوتے ہی اپنی رضا کا اعلان فرما کر گویا ”خیار عیب“ ساقط فرمایا اور یہ ظاہر فرما دیا کہ ان حضرات کے حق میں اب یہ معاملہ پکا ہو چکا کہ انہیں اللہ کی طرف سے جنت ملے گی اور ان کی جانیں اللہ رب العزت نے قبول فرمائیں۔ اب ان میں سے کسی کے حق میں بھی یہ معاملہ فصیح نہیں ہوگا۔ دوسری طرف حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اس خرید و فروخت پر خوشی اور رضامندی کا اظہار کیا۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے

اب چونکہ دونوں جانب سے رضامندی کا اعلان ہو چکا اس لئے ان کے حق میں یہ معاملہ پکا ہو گیا باقی لوگوں کا معاملہ خطرے میں ہے، نہ جانے کس کی بیعت ”عیب“ کے سبب رد کر دی جائے اور کون بد نصیب ہو جو خود اس سودے کو توڑ بیٹھے جیسا کہ روایات میں ہے ایک اعرابی نے آ کر نبی کریم ﷺ سے کہا

اقلنی بیعتی

میری بیعت مجھے لوٹا دیجئے

لیکن اگر دل میں اس طرح صداقت ہو جیسے حضرات صحابہ کرامؓ کے قلوب میں تھی اور ایسے ہی خوشی ہو جیسی صحابہ کرامؓ کو ہوئی تو امید ہے کہ اللہ رب العزت اپنی رحمت سے بعد والوں کی بیعت بھی ایسے ہی قبول فرمائیں جیسی صحابہ کرامؓ کے حق میں قبول ہوئی۔

الحاصل

جن حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے دلوں کو سکینت اور طمانیت کی بیش بہا دولت سے معمور کیا اور فتح قریب اور مغناہم کثیرہ کا ان سے وعدہ فرمایا۔ کما قال تعالیٰ۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَ مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جسوقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا تھا وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی فتح عطا فرمائی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نعمتوں کو لیس گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور سورہ توبہ میں بیعت کوفہ کو بزرگ عظیم (بڑی کامیابی) فرمایا۔

فَاسْتَبَشِّرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۗ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: پس خوشیاں کرو اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی کا معاملہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اسلام پر اور کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر اور کبھی ترک منکرات پر مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، زنا اور چوری نہ کریں گے، اولاد کو قتل نہ کریں گے، کسی پر بہتان نہ باندھیں گے اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور کبھی اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے، پانچوں نمازیں ٹھیک ٹھیک ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے، ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، اپنے امیر اور والی کی اطاعت کریں گے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دے، کسی سے سوال نہ کریں گے، والدین کے ساتھ احسان کریں گے وغیرہ پر بیعت لینا بھی آیات قرآنیہ اور متعدد احادیث سے ثابت ہے۔

۱۳ عثمان غنی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ غائبانہ بیعت بھی صحیح ہے۔

۱۴ سلمہ بن اکوع کا تین بار بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بیعت کی تجدید اور اس کا تکرار کرنا مسنون اور مستحب ہے۔

۱۵ حدیبیہ میں جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حق جل شانہ نے بلا کسی قید و شرط کے ان سے اپنی رضا

اور خوشنودی کا اعلان فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اور فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ سے ان کے دلی اخلاص کو بیان فرمایا اور فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ سے ان کے اطمینان اور یقین قلب کو بیان فرمایا کہ ان کے قلوب بالکل مطمئن ہیں۔ اضطراب کا کہیں نام و نشان نہیں اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ راضی ہوا اور جس کے دل پر سکینت و طمانیت کو نازل فرمایا ایسا شخص نہ فی الحال منافق ہے اور نہ آئندہ مرتد ہو سکتا ہے۔ احادیث میں ان کے بہت سے فضائل آئے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

اور یہ آیت مذکورہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ سے ان کا مؤمن مخلص اور اللہ کا پسندیدہ ہونا ظاہر ہے۔

دشمنان صحابہ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ کو ذرا غور سے پڑھیں کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہ نے ان کے دلوں کے اخلاص کو ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عمل تقیہ کی بنا پر نہ تھا بلکہ اخلاص اور صدق نیت سے تھا۔ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ کے بعد تقیہ کا احتمال باقی نہیں رہتا جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی اخلاص کی شہادت

دے دی تو اب نفاق اور تقیہ کا احتمال ختم ہوا۔ **وَآتَايَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً** سے دور تک سلسلہ کلام چلا گیا ہے جس میں انہیں حضرات سے فتح خیبر اور **مَغَانِمَ كَثِيرَةً** سے فتوحات کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ بھی انہی مخلصین سے تھا معلوم ہوا کہ جن حضرات پر یہ مغانم تقسیم کئے گئے وہ اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے تھے۔

بڑی فتح اور ذمہ انقلاب

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ اسلام میں فتح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں ہے مگر لوگ ان حقیقتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے پروردگار کے درمیان نمایاں تھیں۔ انسان کے مزاج میں جلدی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی جلدی کی وجہ سے اپنے کاموں میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ اس کے کام اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب وہ چاہتا ہے۔

میں نے سہیل ابن عمروؓ کو حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے مسلمان ہونے کے بعد اسی جگہ پر کھڑے دیکھا جہاں قربانیاں کی جاتی ہیں وہ آنحضرت ﷺ کو قربانی کے جانور پیش کر رہے تھے اور آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو ذبح فرما رہے تھے۔ اس کے بعد سہیلؓ نے آنحضرت ﷺ کا سر منڈانے کے لئے حجام کو بلایا۔ اس وقت میں سہیلؓ کو دیکھ رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا جو بھی بال گرتا تھا وہ اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اس وقت مجھے صلح حدیبیہ کے وقت ان ہی سہیل ابن عمروؓ کی وہ روش اور انداز یاد آ رہا تھا کہ جب معاہدہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا گیا تھا تو اسے انہوں نے کٹوا دیا اور جب محمد رسول اللہ لکھا گیا تو انہوں نے اس پر اعتراض کر کے اسے کٹوا دیا تھا۔ میں نے یہ واقعات یاد کر کے اس ذات پاک کا شکر یہ ادا کیا جس نے انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ وسیرت حلبیہ ومعارف القرآن)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهَا آیت ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝۱

بیک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ”واقعہ حدیبیہ“ کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ یعنی یہ واقعہ بعد والی فتوحات کے لئے بنیاد بن گیا۔ ان فتوحات میں مکہ مکرمہ کی ”فتح مبین“ بھی خاص طور سے شامل ہے۔

چند ضروری مضامین

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں ان شاء اللہ یہ چند ضروری مضامین بیان کئے جائیں گے۔

- ۱ سورۃ الفتح کا سورۃ محمد سے ربط۔
- ۲ اس سورۃ اور آیت مبارکہ کا شان نزول۔
- ۳ فَتْحًا مُّبِينًا (کھلی فتح) سے کونسی فتح مراد ہے اور اسکو ”کھلی فتح“ کہنے کی وجہ کیا ہے۔

سورۃ الفتح کا سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ربط

۱ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب تھی اور فرمایا گیا تھا کہ جو بخل کرے گا، وہ اپنا نقصان کرے گا اب اس سورۃ کے آغاز میں فرمایا گیا کہ جہاد میں جان و مال لگانے سے اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتنی بڑی بڑی فتوحات عطا فرمائیں اور انہوں نے جو مال خرچ کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مال ان کو مل گیا اگر وہ مال کو روکے رکھتے تو یہ فتوحات کیسے نصیب ہوتیں۔

تفسیر حنفی میں ہے:-

پچھلی سورۃ میں فرمایا تھا وَمَنْ يَبْغُلْ فَإِنَّمَا يَبْغُلْ عَنْ نَفْسِهِ کہ تم جہاد میں خرچ کرنے سے کس لئے بخل کرتے ہو ہم نے تمہارے لئے ایک فتح مقرر کر دی ہے جس میں اپنے خرچ کئے ہوئے مال سے کئی گنا مال پالو گے۔ (حنفی، تسہیل) امام رازی لکھتے ہیں:-

والاول مناسب لآخر ما قبلها من وجوه (احدها) انه تعالى لما قال هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ

تَدْعُونَ لِتَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الی ان قال-

وَمَنْ يَبْغُلْ فَإِنَّمَا يَبْغُلْ عَنْ نَفْسِهِ بین تعالیٰ انه فتح لهم مكة وغنموا ديارهم

وحصل لهم اضعاف ما انفقوا ولو بخلوا لضاع عليهم ذلك فلا يكون بخلهم الا

على انفسهم- (تفسیر کبیر)

یعنی پچھلی سورۃ میں جہاد میں مال خرچ کرنے اور بخل نہ کرنے کی ترغیب تھی اس سورۃ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ کی فتح عطاء فرمائی مسلمانوں کو خوب مال غنیمت ملا اور جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مال کے مالک بنے اگر وہ بخل کرتے تو محروم رہتے اور ان کا بخل خود انہیں کو نقصان پہنچاتا۔

نکتہ

پس ان دو مبارک سورتوں کے جوڑ سے معلوم ہوا کہ مسلمان جب جہاد میں خوب مال خرچ کرتے ہیں تو اسلام کو غلبہ اور مسلمانوں کو فتوحات اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جب مسلمان مال کو بنانے اور بڑھانے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اور جہاد میں اپنا مال قربان نہیں کرتے تو ان کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ آج کل مسلمانوں کی حالت دیکھ لیں کہ وہ جہاد کو چھوڑ کر اور مال کو مقصود بنا کر کس قدر نقصانات اٹھا رہے ہیں۔

۲ پچھلی سورۃ میں ”قتال“ کا حکم ہے اور سورۃ کا ایک نام سورۃ ”القتال“ ہے۔ قتال سے مسلمانوں کو کیا ملتا ہے تو ”سورۃ الفتح“ میں بتایا گیا کہ ”قتال“ سے ان کو ”فتح“ ملتی ہے۔ پس اگر وہ دشمنوں پر غلبہ اور فتح چاہتے ہیں تو قتال فی سبیل اللہ کے فریضے کو زندہ کریں۔ کیونکہ ”القتال“ سے ”الفتح“ ملتی ہے۔ علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

ولا يخفى حسن وضعها هنا لأن الفتح بمعنى النصر مرتب على القتال- (روح المعانی)

۳ سورۃ محمد ﷺ میں بتایا گیا کہ حق والی جماعت وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی اور قائد مانے۔ مسلمان ہی برحق ہیں کیونکہ وہ دین محمد ﷺ پر ہیں۔ جب جماعت بن گئی اور امیر جماعت مقرر ہو گئے تو فتح آ گئی۔ اور یہ فتح ”بیعت رضوان“ کے ذریعہ آئی۔ جب صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر جہاد اور موت کی بیعت کر لی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا- (واللہ اعلم بالصواب)

۴ سورۃ محمد ﷺ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ جہاد میں سستی نہ کریں اور کافروں کو خود صلح کی طرف نہ بلائیں بلکہ مضبوطی کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں۔ اب اس سورۃ میں بتایا گیا کہ جب مسلمان مضبوطی کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں گے تو کافر خود ان کے سامنے صلح کے لئے جھکیں گے جس طرح حدیبیہ میں ہوا کہ مسلمانوں نے مرتے دم تک لڑنے کی بیعت کی تو مشرکین پر رعب پڑا اور وہ خود صلح کا پیغام لیکر آ گئے اور یہ صلح مسلمانوں کے لئے بے شمار فتوحات کا ذریعہ بن گئی۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:-

لما قال تعالى 'فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ' وكان معناها لاتسئلوا الصلح من عندكم، بل اصبروا

فانہم یسئلون الصلح ویجتہدون منه کما کان یومر الحدیبیۃ وهو المراد بالفتح فی احد الوجوہ وکما کان فتح مکہ حیث اتی صناید قریش مستأمنین مؤمنین ومسلمین۔ (تفسیر کبیر)

۵ سورۃ محمد ﷺ میں ارشاد فرمایا تھا کہ **وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ** اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور فرمایا تھا **وَ اَنْتُمْ الْاَغْلٰوْنَ** کہ تم ہی غالب رہو گے اب اس سورۃ میں اس بات کا ثبوت پیش فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہیں فتح عطا فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ پاک تمہارے ساتھ ہے۔

امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

لما قال **وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ** وقال **اَنْتُمْ الْاَغْلٰوْنَ** بین برہانہ بفتح مکہ فانہم کانوا ہم الاغلون۔ (تفسیر کبیر)

ان دو سورتوں کے درمیان حضرات مفسرین نے اور بھی کئی طرح کی مناسبات اور ربط بیان فرمائے ہیں۔ شائقین طلبہ تفسیر البحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

شان نزول

یہ پوری سورت واقعہ حدیبیہ کے بارے میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان راستے میں نازل ہوئی۔

نزول سورۃ الفتح بین مکہ والمدینۃ فی شأن الحدیبیۃ من اولہا الی آخرہا۔ (القرطبی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر جبکہ صحابہ کرام غم اور صدمے کی حالت میں تھے اور قربانی کے جانور حدیبیہ میں ذبح ہو چکے تھے یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے لقد أنزلت علیّ آية هی أحبّ الیّ من الدنیا جمیعاً۔ (صحیح مسلم، القرطبی)

☆ حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے ایک روز رات کے وقت ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کچھ سوال کیا آپ ﷺ نے جواب نہ دیا، پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا تیری ماں تجھے گم کرے (پریشانی کے وقت اہل عرب اپنے بارے میں یہ کلمات بول دیا کرتے تھے) تو نے تین بار سوال کر کے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف میں ڈالا میں نے تین بار سوال کیا آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا یہ سوچتے ہوئے میں جلدی سے اپنے اونٹ کو حرکت دے کر سب مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا اور میں اس بات سے ڈرنے لگا کہ میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیات نازل نہ ہو جائیں ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ایک پکارنے والے نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا، میں ڈر گیا کہ واقعی میرے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہو چکی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان سب چیزوں

سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کی تلاوت فرمائی۔

(صحیح بخاری، انوار البیان)

کون سی ”فتح“ مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

بے شک ہم نے آپ کو واضح اور کھلی فتح عطاء فرمائی۔

اس فتح سے کونسی فتح مراد ہے؟

حضرات مفسرین کے کئی اقوال ہیں

۱ حدیبیہ کا پورا واقعہ مسلمانوں کے لئے ایک بڑی فتح تھی

۲ حدیبیہ کے موقع پر جو ”بیعت رضوان“ ہوئی اسکو فتح قرار دیا گیا

۳ اس فتح سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے، جو ”فتح مبین“ تھی

۴ اس فتح سے مراد ”خیبر“ کی فتح ہے

۵ ”فتح“ یہاں فیصلہ کے معنی میں ہے کہ ہم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ آپ آئندہ سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔

۶ فتح سے مراد اسلام کا غلبہ ہے دلائل اور حجت کے ذریعے بھی اور تیر و تلوار کے ذریعے بھی۔

۷ فتح سے ”روم“ کی فتح اور دیگر فتوحات اسلام مراد ہیں واقعہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں نے جس ہمت، قوت،

جذبے، اطاعت، بہادری، تحمل، وفاداری اور مثالی اجتماعیت کا ثبوت دیا اسکی برکت سے ان پر فتوحات کے

دروازے کھل گئے۔ پہلے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر دشمنوں کے علاقے کی طرف ”بے خوف“

روانہ ہو گئے۔ مشرکین جنگ شروع کرنے لگے تو صحابہ کرام کو تحمل کا حکم دیا گیا انہوں نے اس حکم کی تعمیل

کی۔ پھر بیعت علی الجہاد کا حکم ملا تو وہ جان دینے پر فوراً تیار ہو گئے۔ پھر انہیں صلح کی شرائط پر عمل کا حکم دیا گیا تو

انہوں نے تعمیل کی۔ پھر انہیں بغیر عمرہ واپسی کا فرمایا گیا تو وہ واپس چل پڑے۔ موت پر بیعت کے بعد ان

سے کہا گیا کہ اب لڑنا نہیں ہے بلکہ صلح کو قبول کرنا ہے تو انہوں نے یہ بات بھی مان لی۔ یہ وہ بے مثال بہادری

، اطاعت اور اجتماعیت تھی جس نے انہیں دنیا کی حکمرانی کا اہل ثابت کر دیا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہیں

کھلی فتح دے دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اب ان تمام اقوال کے بارے میں حضرات مفسرین کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

فتح حدیبیہ

۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

فتح مبین سے مراد حدیبیہ ہے۔ (بخاری، قرطبی)

۲ علامہ نسفی لکھتے ہیں:-

ایک قول یہ ہے کہ فتح سے مراد حدیبیہ کی فتح ہے اس میں سخت لڑائی تو نہیں ہوئی البتہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان تیر اندازی اور پتھراؤ ہوتا رہا اور مسلمانوں نے تیر اندازی کر کے مشرکین کو ان کے شہر کی طرف پسا کر دیا تب مشرکین نے صلح کی درخواست کی تو یہ ایک کھلی فتح تھی۔ امام زجاج فرماتے ہیں فتح حدیبیہ میں مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی نشانی ظاہر ہوئی کہ ایک خشک کنویں میں رسول اللہ ﷺ نے نکلی فرما کر وہ کلی والا پانی ڈال دیا تو کنویں سے پانی ایلنے لگا یہاں تک کہ سب لوگ اس سے سیراب ہوئے ”وقبل هو فتح الحديبية ولم يكن فيه قتال شديد ولكن ترام بين القوم بسهام وحجارة، فرمى المسلمون المشركين حتى ادخلوهم ديارهم وسألوا الصلح فكان فتحا مبينا۔ (المدارك)

۳ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ:- حدیبیہ کی فتح مسلمانوں کے لئے ایک عظیم نشانی تھی۔

وقال كان فتح الحديبية آية عظيمة۔ (القرطبي)

۴ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ:-

حدیبیہ سے واپسی پر ایک صاحب نے کہا یہ فتح نہیں ہے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو سب سے بڑی فتح ہے مشرکین اس بات پر راضی ہوئے کہ تمہیں اپنے شہر سے صحیح سالم واپس آنے دیں، انہوں نے خود صلح کی درخواست کی اور امن کی خاطر تمہارے پاس آئے اور انہوں نے تمہاری طرف سے وہ چیزیں دیکھ لیں جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں (یعنی شجاعت، اطاعت، وفاداری، رسول اللہ ﷺ کی بے مثال محبت اور اجتماعیت وغیرہ) (القرطبی، لمبہتی)

۵ ضحاک فرماتے ہیں:-

یہ فتح بغیر لڑائی کے مل گئی، یہ صلح بھی فتح ہی کا ایک حصہ تھی

وقال الضحاک إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً بغیر قتال و كان الصلح من الفتح۔ (القرطبي)

۶ شععی فرماتے ہیں:-

فتح حدیبیہ ہی فتح مبین تھی اس سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو وہ چیزیں ملیں جو کسی اور غزوہ میں نہیں ملیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے عام مغفرت کا اعلان فرمایا، اسی واقعہ میں بیعت رضوان ہوئی۔ مسلمانوں نے خیبر کی کھجوریں کھائیں۔ قرمانی کے جانور اپنے مقام کو پہنچے اور رومی اہل فارس پہ غالب آئے، جو سیوں کے خلاف اہل کتاب کی اس فتح سے مسلمانوں کو خوشی پہنچی۔ (القرطبی)

۷ زہریؒ فرماتے ہیں:-

حدیبیہ کی فتح سب سے بڑی فتح ہے اور وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ حدیبیہ میں تشریف لائے۔ پھر جب صلح ہو گئی تو لوگوں کو ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا اور کافروں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور پہچانا اور ان میں سے جس نے بھی مسلمان ہونا چاہا اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی پس ابھی اس واقعہ کو دو ہی سال گزرے تھے کہ دس ہزار مسلمان مکہ مکرمہ فتح کرنے نکل کھڑے ہوئے (یعنی انکی افرادی اور عسکری قوت بہت بڑھ گئی) (القرطبی)

۸ حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ (حدیبیہ) فتح ہے۔ (القرطبی، المسد رک)

نکتہ

۹ علامہ بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ اس صلح کو فتح اس لئے فرمایا کہ یہ صلح ہی اس وقت ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ مشرکوں پر غالب آچکے تھے، یہی وجہ تھی کہ صلح کی درخواست مشرکوں کی طرف سے کی گئی اور یہی صلح فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو باقی عرب کی طرف متوجہ ہونے کی فراغت مل گئی آپ نے ادھر سے فارغ ہو کر کئی مقامات فتح کئے اور بکثرت مخلوق حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔ (مظہری)

۱۰ ابن کثیرؒ اور دیگر کئی مفسرین نے اس مقام پر ابوداؤد کی یہ روایت نقل فرمائی ہے:-

حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ جو قرآن پاک کے قاری تھے فرماتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں حاضر تھے پھر جب ہم وہاں سے واپس لوٹے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اونٹوں کو تیز دوڑا رہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی لوگوں کے ساتھ اونٹوں کو دوڑا کر پہنچ گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر مقام ”کراع النمیم“ کے پاس تھے، لوگ آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ سورت تلاوت فرمائی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کیا یہ فتح ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ فتح ہے، پس خیبر کا مال غنیمت صرف ان ہی لوگوں میں تقسیم کیا گیا جو حدیبیہ میں شریک تھے آپ ﷺ نے اُس مال غنیمت کے اٹھارہ حصے بنائے مسلمانوں کا لشکر پندرہ سو افراد پر مشتمل تھا جن میں تین سو گھڑسوار تھے، چنانچہ پیادے کو ایک حصہ اور گھڑسوار کو دو حصے دیئے گئے۔ (ابن کثیر، ابوداؤد)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ فَتْحًا مُّبِينًا کے معنی ہیں بالکل کھلی اور واضح فتح اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ اسکی وجہ سے بہت زیادہ خیریں مسلمانوں کو نصیب ہوئیں۔

فَتْحًا مَبْنُوعًا ای بینا ظاهرا والمراد به صلح الحديبية فانه حصل بسببه خيرٌ جزیل۔ (ابن کثیر)

دوسرا قول

بیعت رضوان بڑی اور کھلی فتح ہے

صحیح بخاری کی روایت ہے:-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

تم لوگ ”فتح“ فتح مکہ کو کہتے ہو بے شک فتح مکہ بھی ”فتح“ ہے مگر ہم حدیبیہ کے دن ”بیعت رضوان“ کو فتح کہتے ہیں۔ ہم چودہ سو افراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس میں سے پانی نکالا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا، یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی آپ ﷺ تشریف لے آئے اور کنویں کے کنارے بیٹھ گئے آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگایا اور وضو فرمایا اور کھلی فرمائی اور دعاء کی پھر وہ پانی کنویں میں ڈال دیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی، ہم نے دیکھا کہ وہ پانی سے بھر گیا اور ہم نے اپنے لئے اور اپنی سوار یوں کے لئے جس قدر چاہا اس میں سے لیا۔ (ابن کثیر از بخاری)

تیسرا قول

فتح مکہ کھلی اور واضح فتح ہے

کئی مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں ”فتح مبین“ سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے۔ امام ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں:-

والأظهر انه فتح مكة بالغلبة والقهر

کہ زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس سے مکہ مکرمہ کی فتح مراد ہے جو قوت اور طاقت سے حاصل ہوئی۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

وقيل ان قوله تعالى 'فَتْحًا' يدل على ان مكة فتحت عنوة لان اسم الفتح لا يقع مطلقا الا على فتح عنوةً
یعنی ایک قول یہ ہے کہ فَتْحًا سے مکہ مکرمہ کی فتح مراد ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ تلوار سے فتح ہوا ہے
کیونکہ فتح کا لفظ مطلق وہاں بولا جاتا ہے جہاں فتح تلوار اور طاقت سے ملی ہو۔ (القرطبی)
تفسیر مظہری میں ہے:-

ابو جعفر رازیؒ نے حضرت قتادہ کے واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے یعنی فتح مکہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چونکہ مکہ مکرمہ کی فتح یقینی تھی اس لئے ماضی کے لفظ سے اسکو بیان کیا گیا گویا اللہ تعالیٰ مکہ کی فتح عطا فرما چکا ہے۔ اس قول پر آیت میں بطور معجزہ ایک پیشین گوئی ہے۔ (مظہری)

امام رازیؒ لکھتے ہیں:-

فی الفتح وجوه : احدها فتح مكة وهو ظاهر- والمختار من كل الوجوه: احدها فتح مكة والثاني فتح الحديبية والثالث فتح الاسلام بالآية والبيان والحجة والبرهان والاول مناسب لآخر ما قبلها من وجوه..... الخ

یعنی ایک قول یہ ہے کہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

امام نسفیؒ نے بھی اس قول کو دوسرے اقوال سے پہلے بیان فرمایا ہے۔

ثم قيل هو فتح مكة وقد نزلت فرجع رسول الله ﷺ عن مكة عام الحديبية عدة له بالفتح وجني به على لفظ الماضي لانها في تحققها بمنزلة الكائنة۔ (المدارك)

اس عبارت کا ترجمہ تفسیر مظہری کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں جو اوپر گزری چکی ہے۔

دیگر اقوال

”فتح مبین“ کے بارے میں دیگر اقوال کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر القرطبی، تفسیر الکبیر، البحر المحیط اور روح المعانی

واقعہ حدیبیہ فتوحات کا دروازہ

تفسیر عثمانی میں ہے:-

”حدیبیہ“ کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے، اور شرائط صلح پڑھ کر ظاہری طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا، چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری صورت دیکھ کر سخت غمگین اور مضطرب تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے؟ کیوں تمام جھگڑوں کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں ان احوال اور نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوچھل تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار حالات پر تحمل کرنے کے لئے کھول دیا تھا۔ آپ ﷺ بے مثال استغناء، توکل اور تحمل کے ساتھ انکی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو ”اللہ ورسولہ اعلم“ کہہ کر تسلی دیتے رہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس صلح اور فیصلہ کا نام ”فتح مبین“ رکھا۔ لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا ہاں بہت بڑی فتح، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کا بیعت علی الجہاد کرنا۔ اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکتا اور نبی کریم ﷺ کا جنگ اور انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود ہر موقع پر چشم پوشی اور عفو و درگزر سے کام لینا اور محض بیت اللہ کی تعظیم کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برا فروختہ نہ ہونا۔ یہ واقعات ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد

اور رحمت کے اُترنے کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے۔ اگرچہ ”عہد نامہ“ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی۔ لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور ﷺ کے حق میں ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ”فتح مبین“ رکھ کر حجتہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ ﷺ کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن الولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے، یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا ”حدیبیہ“ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباڑ تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جہاد آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی تمام فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زریں دیاچہ کے تھی۔ (تفسیر عثمانی، تسہیل)

حقانیت اسلام کی دلیل

تفسیر حقانی میں ہے:-

ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال نبی ﷺ عمرہ کرنے مکے چلے اور مشرکوں نے بمقام حدیبیہ آپ ﷺ کو روک دیا اور اس بات پر فیصلہ ٹھہرا کہ اگلے سال آپ ﷺ عمرہ کریں اور آنحضرت ﷺ نے وہیں اپنی قربانی ذبح کر دی، اس سے صحابہ کی ایک جماعت کو رنج تھا جن میں عمر بن الخطاب بھی تھے، پھر جب قربانی کر کے مدینہ کو واپس چلے تب یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں ان شکستہ دل مسلمانوں کو مژدہ ہے کہ یہ صلح تمہارے لئے فتح و ظفر ہے چنانچہ بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اے لوگو تم مکہ فتح ہو جانے کو فتح سمجھتے ہو وہ بھی سہی، ہم تو یوم حدیبیہ میں ”بیعت الرضوان“ کو فتح سمجھتے ہیں ”فتح مبین“ میں علماء کے چند اقوال ہیں بعض کہتے ہیں فتح مکہ کو اس وقت تک نہ ہوئی تھی مگر یقینی چیز کو بلنظ ماضی تعبیر کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ بعض کہتے ہیں فتح روم وغیرہ جو اہل اسلام کو یکے بعد دیگر اس سورت کے بعد سے ہونی شروع ہوئیں۔ خیبر فتح ہوا، اور علاقے عرب کے زیر حکومت ہوئے، یمن میں تسلط ہوا، خراج بھی آئے، بعض کہتے ہیں براہین و حج اسلامیہ، بعض کہتے ہیں صلح حدیبیہ جو مقدمہ ہے

جمع فتوحات کا۔ یہ اقوال باہم متعارض نہیں ہر ایک درست ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو ایک رنج پہنچا تھا کہ کفار قریش نے مکہ کے قریب سے مسلمانوں کو اور حضرت محمد ﷺ کو مکہ میں آنے نہ دیا اور اگلے سال پر ٹال دیا۔ گویا مسلمان دب گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس جگہ فروتنی (یعنی تواضع) کو اختیار کیا، جنگ و جدل کرنا مناسب نہ جانا اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے حضرت پر اور حضرت کے پیروؤں پر کھول دیئے، تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ خیبر فتح ہوا۔ جس سے مدینہ کے مسلمانوں کا فقر و فاقہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد مکہ فتح ہوا اور بہت سی فتوحات ظاہر ہوتی گئیں جنکی مفصل کیفیت کتب تاریخ میں موجود ہے۔ اور اسلام کو جو یومنا فیوماً (یعنی دن بدن) غلبہ ہوتا گیا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام پسند ہے (یعنی برحق ہے) اور آنحضرت ﷺ ہرگز یدہ بارگاہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب) ہیں کیونکہ جھوٹے ہوتے تو بموجب بشارت تو ریت سفر استثناء کے فروغ نہ پاتے۔“ (تفسیر حقانی)

فتوحات کے اہل

واقعہ حدیبیہ پر غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں نے اس واقعہ میں ثابت کر دیا کہ وہ فتوحات کے اہل ہیں اور مکہ مکرمہ سمیت تمام عرب اور روم و فارس پر حکومت کرنا ان کا حق ہے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کو ہر طرح سے آزما یا گیا مگر وہ ڈٹے رہے اور جڑے رہے اور تھوڑے بہت زبانی احتجاج کے علاوہ ان میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ایک مکمل اور منظم اور صالح جماعت بن چکے ہیں اور قرآن پاک کا اعلان ہے۔

ولقد كتبنا فی الزبور من بعد الذکر أن الارض یرثها عبادی الصلحون (الانبیاء، ۱۰۵)

ترجمہ: اور یقیناً ہم زبور میں نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔ تفسیر عثمانی میں ہے:-

کامل و فادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو دنیا و آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائے گا چنانچہ فرمایا۔

ان الارض لله یرثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین۔ (الاعراف آیت ۱۴۸)

اور فرمایا

ان لننصر رسلاً والذین آمنوا فی الحیوة الدنیا و یومر یقوم الشہاد۔ (المؤمن آیت ۵۱)

اور

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلح لیس تخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم

و لیمکننہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم۔ (نور آیت ۵۵)

یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی ”لوح محفوظ“ اور ”ام الکتاب“ میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اعلان کرایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب ”زبور“ ۳۷-۲۹ میں ہے کہ ”صادق زمین کے وارث ہوں گے“

چنانچہ اس امت میں کے کامل، وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے شرق و غرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی، عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے، دین حق کا ڈنکا چار داگ عالم میں بجا دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔

ان اللہ تعالیٰ زویٰ لی الارض فرایت مشارقہا و مغاربہا وان امتی سیبلغ ملکھا مازویٰ لی منها۔
(یعنی اس امت کی حکومت زمین کے بڑے حصے پر قائم ہوگی۔)

اور اسی قسم کی دوسری پیشینگوئی امام مہدیؑ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔ (عثمانی) حدیبیہ کے واقعہ میں حضرات صحابہ کرامؓ نے ثابت کر دیا کہ وہ زمین پر حکمرانی کے اہل اللہ تعالیٰ کے مکمل فرمانبردار بندے ہیں تو فرمایا گیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

کہ ہم نے ”فتح مبین“ آپ ﷺ کو عطاء فرمادی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حدیبیہ سے فتح تک

- ۱ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ حضور اقدس ﷺ کی جماعت مضبوط، منظم اور متحد ہے جبکہ مشرکین کا باہمی اختلاف ہر موقع پر کھل کے سامنے آیا۔
- ۲ ظاہری طور پر حضور اکرم ﷺ نے جو خواب صحابہ کرامؓ کو بیان فرمایا تھا وہ اتنے بڑے سفر کے باوجود پورا نہ ہوا۔ یہ بات بہت شک میں ڈال سکتی تھی مگر حضرات صحابہ کرامؓ بالکل شک میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ جب ان کو کہا گیا کہ خواب سچا ہے مگر اس کا وقت یہ نہیں ہے تو انہوں نے فوراً یہ بات بھی مان لی اور اپنے کامل ایمان کا ثبوت دیا۔
- ۳ مشرکین کی طرف سے عسکری چھیڑ چھاڑ کے جواب میں حضرات صحابہ کرامؓ کو صرف دفاع کا حکم دیا گیا۔ جنگ کے دوران دفاع اور اقدام میں فرق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ثابت کر دیا کہ وہ اطاعت میں کامل ہیں۔ چنانچہ وہ حملہ آور مشرکین کو پکڑتے اور گرفتار کرتے رہے اور کسی موقع پر بھی جذبات سے مغلوب ہو کر قتل و غارت پر نہ اترے۔
- ۴ اپنے علاقے سے بہت دور دشمنوں کے مرکز اور گڑھ میں لڑنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ وہ جنگ کے لئے نکلے بھی نہیں تھے، سب نے احرام باندھ رکھے تھے اور جنگ کی زیادہ تیاری ان کے پاس نہیں

تھی مگر جب اُن کو ”بیعت علی الجہاد“ کے لئے بلایا گیا تو وہ دیوانہ وار دوڑے اور موت پر بڑھ چڑھ کے بیعت کرنے لگے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ شجاعت میں کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور وہ شہادت سے محبت رکھتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پیشکش کی کہ وہ طواف اور عمرہ کر لیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ احرام میں تھے اور اُن کے لئے یہ بہترین موقع تھا کہ وہ انوار کعبہ سے سیراب ہوتے اور احرام کا حق ادا کر لیتے مگر انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ اور اپنے رفقاء کے بغیر طواف نہیں کر سکتا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرام ”باہمی وحدت“ میں کامل تھے اور اپنی انفرادی غرض کو اجتماعی مفادات پر قربان کرنے کے خوگر تھے۔

مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے سب کو بیعت کے لئے بلایا تمام صحابہ کرام نے انتہائی جوش اور جذبے سے بیعت کی اور ایک ”مسلمان کے خون“ کے لئے چودہ سو افراد کی یہ قدسی جماعت قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرام ”اجتماعیت“ اور ”باہمی اخوت“ میں کامل تھے۔

جب جذبات مکمل طور پر بھڑک چکے ہوں تو اس وقت واپس لوٹنا مشکل بلکہ بظاہر ناممکن ہوتا ہے۔ صحابہ کرام موت پر بیعت کر چکے تھے وہ لڑائی کے لئے خود کو مکمل طور پر تیار کر چکے تھے، تب ان کو نہ لڑنے اور واپس لوٹنے کا حکم ملا تو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے دل، دماغ اور جذبات سب شریعت کے تابع ہو چکے ہیں۔ اور شریعت ہی ان کا مزاج بن چکی ہے۔ اور ان میں حکم پر آگے بڑھنے کی طرح حکم پر رک جانے کی طاقت بھی ہے۔ کامل مسلمان وہی ہوتا ہے جس میں ”بڑھنے“ اور ”رکنے“ دونوں طرح کی قوتیں موجود ہوں۔ ”بے وقوف“ وہ ہوتا ہے جو جذبات کی لہروں میں اتر جائے تو پھر ”وقوف“ نہیں کر سکتا۔ یعنی رک نہیں سکتا۔ وہ جذبات پر عمل کرنے کو اپنا حق اور اپنی عزت سمجھنے لگتا ہے، مگر سچا مسلمان شریعت کے سامنے اپنی کوئی رائے نہیں رکھتا۔ حضرات صحابہ کرام کو لڑنے کا حکم ملا تو انہوں نے موت پر بیعت کر لی اور زندہ رہنے کا خیال ہی دل سے نکال دیا، پھر جب انہیں رکنے کا حکم ملا تو انہوں نے اسے غیرت اور ناک کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ فوراً رک گئے اور اس موقع پر لڑنے کا خیال بھی دل سے نکال دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضو اعنہ۔

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جب انتہائی مظلومیت کی حالت میں مکہ مکرمہ سے بھاگ کر ”حدیبیہ“ پہنچ گئے اور انہوں نے مسلمانوں سے پناہ مانگی تو ان حالات میں اُن کو واپس کرنا بہت مشکل تھا۔ مسلمان تو اپنے اسیر ساتھیوں کے لئے ہمیشہ تڑپتے تھے اور مسجد نبوی میں اسیران اسلام کی رہائی کے لئے خاص دعائیں مانگی جاتی تھیں اب ان کے ایک اسیر ساتھی ان کے درمیان موجود تھے اور صحابہ کرام میں ایثار اور غیرت کے صالح

جذبات ٹھانٹیں مار رہے تھے مگر مشرکین مکہ بھند تھے کہ معاہدہ ہو چکا ہے حضرت ابو جندلؓ ہمیں واپس کئے جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو واپس کرنے کا حکم فرما دیا۔ حضرت ابو جندلؓ بھی مان گئے اور مسلمانوں نے بھی روتی آنکھوں کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیا۔

یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ مسلمان معاہدوں کی پاسداری کرنے میں کامل ہیں اور وہ نظم و ضبط میں کمال کے آخری درجے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ بے شک ایسے لوگ ہی زمین پر اللہ تعالیٰ کے ”خليفة“ بن سکتے ہیں۔ ورنہ ہر جذبے اور ہر دھکے کے ساتھ لڑھک جانے والے لوگ تو اتنی بھاری ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے۔

معاہدہ ہونے کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ ان پے در پے مشکل امتحانات کی وجہ سے صدے سے بے حال تھے۔ اتنی سخت آزمائشوں نے گویا ان کو شن کر دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے قربانی کے جانور ذبح کرنے اور حلق کرنے کا حکم دیا تو پریشانی کی وجہ سے وہ کچھ نہ سمجھ سکے۔ مشرکین کی ظاہری فتح اور اسلام کی یہ ظاہری ہزیمت ان کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ مگر انکی آنکھیں ان تمام اثرات سے محفوظ تھیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود جانور ذبح فرمایا اور حلق کے لئے تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرامؓ کی آنکھوں نے محبوب کا منشاء سمجھ لیا اور ان کے پورے جسم میں اطاعت اور محبت کی بجلی دوڑ ادی۔ وہ بھاگ بھاگ کر جانوروں کو ذبح کرنے لگے اور دوڑ دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک جمع کرنے لگے یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرامؓ ”دوبارہ سنبھلنے“ کے معاملے میں کامل ہیں۔ انسان اپنی زندگی میں کئی بار گرتا ہے۔ کچھ لوگ گرنے کے بعد اٹھنے اور سنبھلنے کی طاقت نہیں پاتے اور مزید گرتے اور دھستے چلے جاتے ہیں۔ مگر اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سنبھل جاتے ہیں اور گرتے ہی فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے ثابت کر دیا کہ وہ اس قوت اور صلاحیت میں کامل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی وہ جنت سے زمین پر اتارے گئے۔ یہ ایک طرح کا گرنا تھا مگر انہوں نے اٹھنے اور سنبھلنے میں دیر نہ لگائی اور فوراً توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی اور ان کو دوبارہ جنت کا مستحق بنا دیا۔ اولاد آدم کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے وہ گرتے ہیں پھر جو اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کے سچے طریقے پر ہوتے ہیں وہ سنبھلنے، اٹھنے اور توبہ کرنے میں دیر نہیں لگاتے حضرات صحابہ کرامؓ بھی اولاد آدم علیہ السلام کے کامل ترین افراد میں سے ہیں۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کا مقام ہے۔

مشکل امتحان اور سخت آزمائش میں انسان اگر کامیاب بھی ہو جائے تب بھی اسکی طبیعت پر بوجھ بہر کیف رہتا ہے اور خوشی اور بشارت کے بحال ہونے میں وقت لگتا ہے۔ مگر حضرات صحابہ کرامؓ اپنے حواس کو قابو رکھنے میں بھی کامل تھے۔ وہ کئی مشکل آزمائشوں کا بوجھ اٹھائے واپس جا رہے تھے راستے میں ”سورة الفتح“ نازل ہوئی اور ان کو بتایا گیا کہ یہ ”فتح“ ہے۔ ظاہری طور پر توفیق کا نام و نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا مگر

انہوں نے فوراً اسے تسلیم کر لیا اور ان کے حواس پر ایسی خوشی چھا گئی کہ آگے بڑھ بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو مبارکبادیں دینے لگے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رسول اللہ ﷺ کی عظیم فتح اور کامیابی

اوپر جو دس باتیں بیان ہوئی ہیں ان سے حضرات صحابہ کرام کا ہر طرح سے ”کامل“ ہونا معلوم ہوا۔ حضرات صحابہ کرام کا کامل ہونا دراصل رسول اللہ ﷺ کا ”کمال“ تھا کہ آپ نے ایک ایسی جماعت تیار فرمائی جو اس قدر کامل اور باصفات تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد رسول اللہ ﷺ کی محنت کا نتیجہ تھا اور یہ آپ ﷺ کی خصوصی تربیت کا کمال تھا۔ آج حدیبیہ میں یہ جماعت اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جا رہی تھی اور وہ امتحان میں کامیاب ہو چکی تھی تو اللہ پاک نے اس جماعت کے امام اور مربی حضرت محمد ﷺ کو مبارکباد اور خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا: **إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا** کہ اب آپ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور اب آپ کے اس دین کو دنیا میں پھیلنے اور غالب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا یہ اعلان اتنا بڑا تھا اور یہ خوشخبری اتنی عظیم تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم (واللہ اعلم بالصواب)

قریش مکہ صلح پر مجبور ہوئے

حضرت کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:-

قریش نے اسلام کی رفتار اور گفتار اور اس کے کردار سے اندرونی طور پر سمجھ لیا کہ اب اسلام دبنے والا نہیں اور جو لشکر حضور پر نور ﷺ کے ساتھ ہے وہ کوئی بادشاہی فوج نہیں بلکہ وہ عاشقوں اور جانبازوں اور پروانوں کا کوئی لشکر ہے، جن کے عشق کا یہ عالم ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ کرام کے ہاتھوں پر گرتا ہے جسکو وہ اپنے منہ پر مل لیتے ہیں اور جب حضور پر نور ﷺ ہوتے ہیں تو ستائے گئے کہ یہ عالم ہوتا ہے کہ گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہیں، قریش نے یہ منظر دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ شخص کوئی بادشاہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے جس پر ”محبوبیت“ ختم ہے اور یہ مسلمان جو آپ ﷺ کے گرد جمع ہیں ان پر ”عاشقیّت“ ختم ہے ان دیوانوں اور پروانوں سے جنگ کرنا آسان نہیں اس لئے صلح پر آمادہ ہو گئے بیس سال سے عدوات کا جو نشہ سر پر چڑھا ہوا تھا وہ ڈھیلا ہو گیا اور آجکل کی اصطلاح میں صلح کے معنی ہتھیار ڈال دینے کے ہیں، قریش ظاہر میں بڑائی کی باتیں کرتے تھے مگر دل سے خوفزدہ تھے اور آنحضرت ﷺ دل سے مطمئن تھے اور قریش کی ہر شرط کو منظور کرتے جاتے تھے اس لئے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ سب چند روز کا قصہ ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

ایک ایسے

آجکل کے کئی دانشور ”صلح حدیبیہ“ کا حوالہ دیکر مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں۔ اور کافروں کے سامنے ذلت

کے ساتھ دبنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ واقعہ حدیبیہ تو جہاد کے آسمان پر چمکنے والا ایک روشن ستارہ ہے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے بیعت رضوان ہے جو مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت تھی اور صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کا جہاد اور مکہ مکرمہ کی جہادی فتح ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے جہاد کو بالکل بھلا رکھا ہے وہ کس منہ سے ”صلح حدیبیہ“ کی بات کرتے ہیں۔ صلح حدیبیہ تو اسلام کی عزت کا معاہدہ تھا جبکہ یہ لوگ غلامی کے ذلت ناک معاہدوں کو نحوذبا اللہ صلح حدیبیہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایسے دانشوروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ جہاد کے ذریعہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کی بشارت ہے

تفسیر جلالین میں ہے:-

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ قَضِيْنَا بِفَتْحِ مَكَّةَ وَغَيْرِهَا عِنْوَةَ بِجِهَادِكَ فَتَحْنَا مُبَيَّنًا بَيْنَنَا وَظَاهِرًا-

یعنی ہم نے آپ کیلئے مکہ مکرمہ اور دیگر علاقے آپ کے جہاد کی قوت کے ذریعہ فتح کرانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ (جلالین)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانِيهِ آيَت ۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر تمام

عَلَيْكَ وَ يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۱ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا

کر دے اور تاکہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست

عَزِيزًا ۲

مدد کرے۔

خلاصہ (الف)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ”فتح مبین“ عطا فرمائی تاکہ

- ۱ اللہ تعالیٰ آپ کی پچھلی تمام لغزشیں معاف فرمادے۔ ۲ اور آپ ﷺ پر اپنی نعمت مکمل فرمادے۔
- ۳ اور آپ ﷺ کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے۔ ۴ اور آپ ﷺ کی زبردست نصرت فرمائے۔

(ب)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے ”فتح مبین“ کا فیصلہ فرمایا ہے یہ فتح جہاد کے ذریعہ ہوگی اور جہاد گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ اور اس فتح اور جہاد کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کا موقع ملے گا۔ اور دین کے غلبے کی وجہ سے لوگوں کے لئے صراط مستقیم پر چلنا آسان ہو جائے گا۔ دین کی نعمت قیامت تک کے لئے جاری اور تمام ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناقابل شکست نصرت کا نزول ہوگا۔

(ج)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ”فتح مبین“ عطا فرمائی یہ فتح مبین اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور بخشے ہوئے بندے ہیں اور دین کی نعمت آپ پر مکمل ہوگی اور قیامت تک یہی دین معتبر ہوگا۔ اور اس دین کو ایسا غلبہ ملے گا کہ لوگوں کے لئے صراط مستقیم پر چلنا آسان ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط نصرت کا آپ ﷺ پر نزول ہوگا اور اس نصرت کی بدولت یہ دین پھیلتا جائے گا اور کوئی اسے دبانہ سکے گا اور جب دین پھیلے گا تو

اس سے رسول اللہ ﷺ کے درجات میں مزید بلندی ہوتی جائے گی اور آپ ﷺ کے نور ہدایت میں بھی ترقی ہوگی۔

دو آیات کے مضامین

۱ ”فتح مبین“ کی بشارت کے بعد حضور اقدس ﷺ کے لئے چار بڑے انعامات کا اعلان۔

۲ کیا ”فتح“ ان انعامات کے ملنے کی علت (یعنی وجہ) ہے؟

۳ ”فتح“ کا گناہوں کی مغفرت سے کیا تعلق ہے؟

۴ حضور اقدس ﷺ تو گناہوں سے معصوم ہیں تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہونے کا کیا مطلب ہے؟

۵ نعمت مکمل ہونے کا کیا مطلب ہے؟

۶ حضور اقدس ﷺ تو ”ہدایت“ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ آپ کو صراطِ مستقیم کی

ہدایت عطاء ہوگی؟

۷ نصراً عزیزاً کا کیا مطلب ہے؟

۸ نصرت تو فتح سے پہلے ہوتی ہے یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی تاکہ آپ کی نصرت فرمائے تو

اس کا کیا مطلب ہے؟

ملاحظہ فرمائیے ان آٹھ مضامین کے بارے میں حضرات مفسرین کی عبارتیں اور مفید جہادی نکتے۔

فتح اور مغفرت

چار انعامات میں سے پہلا انعام ”مغفرت“ ہے۔ اگر لیغفر کالام علت کے لئے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک نے آپ

کو فتح عطاء فرمائی تاکہ آپ کی مغفرت فرمائے تو فتح کے ذریعے مغفرت کس طرح سے ملتی ہے؟ ملاحظہ فرمائیے چند عبارات۔

۱ فتح مبین کا اس مغفرت کے لئے سبب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس فتح مبین سے بہت لوگ جو درجہ جوق اسلام

میں داخل ہوں گے اور اسلام کی دعوت کا عام ہو جانا آپ ﷺ کی زندگی کا مقصدِ عظیم اور آپ ﷺ کے اجر و

ثواب کو بڑھانے والا ہے اور اجر و ثواب کی زیادتی سبب ہوتی ہے گناہوں کی معافی کا۔ (بیان القرآن تسہیل)

۲ فتح جہاد سے ملے گی اور جہاد شرک کو مٹانے اور دین کو سر بلند کرنے کا ذریعہ ہے اور ناقص افراد کو ابتداء میں

زور اور قوت سے کامل بنانے کا ذریعہ ہے، تاکہ آئندہ آہستہ آہستہ اپنے اختیار کے ساتھ درجہ کمال تک پہنچ

سکیں۔ اور کمزور مسلمانوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے رہا کرانے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ تمام امور گناہوں کی

بخشش کا ذریعہ ہیں۔ (مظہری تسہیل)

امام قرطبی لکھتے ہیں:-

ويجوز ان يكون فتح مكة من حيث انه جهاد للعدو سبباً للغفران والثواب۔ (القرطبي)

۳ فتح کو صرف مغفرت کا ذریعہ نہیں فرمایا بلکہ اکٹھی چار نعمتوں کے جمع ہونے کا ذریعہ بتایا اور چاروں نعمتوں کا اجتماع فتح کے بعد ہی ہوا کہ نعمتِ اسلام مکمل اور غالب ہوئی، نصرت عام ہوئی اور ہدایت کی ہوائیں دور دور تک پہنچنے لگیں۔ (تفسیر کبیر تخلص)

۴ فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور فتح مکہ کی بدولت کعبہ شریف بتوں سے پاک ہوا پس کعبہ کا پاک کرنا مغفرت کا ذریعہ بنا۔ (تفسیر کبیر)

۵ تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ ”مغفرت“ جہاد کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اور امت کے افراد بھی جہاد کریں گے تو ان کو ”مغفرت“ ملے گی۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ تو معصوم تھے آپ ﷺ کی مغفرت کا اعلان امت کو جہاد کی ترغیب دینے کے لئے ہے کہ وہ جہاد کریں گے تو ان کے گناہ بخشے جائیں گے۔

ليغفر لك الله بجهادك ماتقدم من ذنبك وما تأخر منه لترغب امتك في الجهاد وهو مؤول لعصمة الانبياء عليهم الصلوة والسلام بالدليل العقلي القاطع من الذنوب۔ (جلالین)

فتح دلیل ہے مغفرت کی

ایک قول یہ ہے کہ ”فتح“ کو مغفرت کا سبب قرار نہیں دیا گیا بلکہ ”فتح“ کو مغفرت کی دلیل بنایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو فتح عطاء فرمائی تاکہ سب لوگ پہچان جائیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بخشے بخشائے مقبول بندے ہیں، اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ مکہ مکرمہ پر کوئی ایسا شخص غالب نہیں آسکتا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو۔ ہاتھی والے واقعہ کے بعد ان کا یہ عقیدہ پختہ ہو چکا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ کعبہ شریف کا فاتح صرف وہی شخص ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا محبوب اور بخشا بخشایا بندہ ہو۔

تفسیر کبیر میں ہے:-

المراد منه التعريف تقديره انا فتحنا لك ليعرف انك مغفور معصوم فان الناس كانوا علموا بعد عام القيل أن مكة لاياخذها عدو الله المسخوط عليه وانما يدخلها وياخذها حبيب الله المغفور له۔ (تفسیر کبیر)

یہ شفاعت کبریٰ کا وعدہ اور بڑی تسلی ہے

حضور اقدس ﷺ تو گناہوں سے معصوم ہیں تو پھر اگلے پچھلے گناہ بخشنے کا کیا مطلب ہے حضرات مفسرین نے کئی جوابات دیئے ہیں۔

۱ ذنب سے مراد بعض امور میں ترکِ افضل ہے

۲ گناہ سے مراد آپ کی جماعت کی وہ غلطیاں تھیں جو ان سے سرزد ہوئیں۔

۳ معافی سے مراد حفاظت ہے کہ اللہ پاک آپ ﷺ کی ہر طرح کے گناہوں سے حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے۔

◎ المراد ذنب المومنین

◎ المراد ترك الافضل

◎ المراد العصمة وقدیننا وجہہ فی سورة القتال۔ (تفسیر کبیر)

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جانے کا وعدہ حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی کے ساتھ نہیں ہوا اور یہ وعدہ دراصل آپ ﷺ کے لئے ”شفاعت کبریٰ“ کے مقام کا اعلان ہے کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کو یہ مقام دیا جائے گا جو آپ ﷺ کے سوا کسی رسول، نبی اور فرشتے کو نہ ملے گا۔

ملاحظہ فرمائیے چند عبارتیں

۱ یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو نہیں فرمائی کہ اگلے پچھلے گناہ بخشے، اگرچہ بہت بندے ہیں بخشے (ہوئے) اس میں نڈر کر دینا ہے۔ (یعنی تسلی دیکر بے خوف فرما دیا کہ آپ ﷺ کے لئے کسی طرح کے مواخذے کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے) (موضح القرآن)

۲ خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ ﷺ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفرانِ ذنوب (یعنی گناہوں کی معافی) ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ ﷺ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندہ کے لئے نہیں فرمائی، مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا۔ فرماتے افلا کون عبدا شکورا تو کیا میں اُس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ظاہر ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت اسی بندہ کو سنائیں گے جو سن کر نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے، شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب (کئی انبیاء علیہم السلام کی معذرت کے بعد) مخلوق جمع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے گی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جنکی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے، بجز ان کے (یعنی اُن کے علاوہ) کسی کا یہ کام نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۳ اس (معافی کے اعلان) سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو ابرار کی نیکیاں بھی اہل قرب کے لئے لغزش ہوتی ہیں۔ (مظہری)

دوسرا انعام

اسلام کی تکمیل اور غلبے کا وعدہ

دوسرا انعام ”اتمام نعمت“ کا ہے، ارشاد فرمایا **وَيُتِمَّرُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ**۔

کہ اپنی نعمت آپ پر مکمل کر دے۔

اس انعام میں چند چیزوں کی بشارت ہے۔

۱۔ اسلام کو غلبہ اور قوت و شوکت ملے گی اور یہ خوب پھیلے گا۔

۲۔ دین اسلام مکمل ہوگا، کلمہ اسلام کو سر بلندی ملے گی اور جاہلیت کا قلعہ مسمار ہوگا اور مسلمان اطمینان و سکون کے ساتھ حج و عمرہ ادا کر سکیں گے۔

۳۔ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین ساری دنیا میں پھیلے گا اور قیامت تک قائم رہے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم یا علاقے کے لئے نہیں ہے آپ ﷺ تمام بنی نوع انسان (وجنات) کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ ﷺ کو دشمنوں پر عام اور تمام غلبہ نصیب ہوگا۔

۴۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی ظاہری، باطنی، روحانی اور مادی نعمتیں ہیں انکی تکمیل ہوگی اور ان نعمتوں میں سب سے بڑی اور عظیم تر نعمت یہ ہوگی کہ آپ ﷺ کا دین کامل اور تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔

۵۔ منکمر اور جاہر لوگ آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور اپنی ضد چھوڑ کر دین اسلام اختیار کریں گے۔

۶۔ اللہ پاک کی رضا آپ کو نصیب رہے گی اور آپ دشمنوں پر غلبہ پائیں گے اور مکہ، طائف اور خیبر فتح ہوں گے۔

۷۔ جنت میں آپ کو بہت اونچی نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کے آپ پر بہت احسانات ہیں اُس نے آپ کو نبوت دی قرآن پاک دیا، بہت سے علوم دیئے بہت سے اعمال کا ثواب دیا اب ان احسانات کی اور زیادہ تکمیل فرمائے گا یعنی ایک نعمت یہ دے گا کہ آپ کے ہاتھ پر بہت سے آدمی مسلمان ہوں گے جس سے آپ کا اجر اور قرب بڑھے گا۔

۹۔ دنیا میں آپ نے فتح کی جو دعاء فرمائی وہ قبول ہوگی اور آخرت میں ہر طرح کے گناہگاروں کے حق میں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۱۰۔ عرب کی سرزمین آپ کے دشمنوں سے خالی کر دی جائے گی اور اسلامی احکام کو مکمل کر دیا جائے گا اور اسلامی احکامات ایک بڑی نعمت ہیں۔

فائدہ

”اتمام نعمت“ کے لفظ میں یہ تمام نعمتیں اور بشارتیں درج ہیں اور وعدے کے مطابق یہ تمام نعمتیں حضور پاک ﷺ

کو نصیب ہوئیں۔ ان بشارتوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، المدارک، روح المعانی، بیان القرآن، البحر المحیط، مظہری، عثمانی، حقانی اور معارف القرآن کا ندھلوی۔ یہاں طلبہ علم کی سہولت کے لئے چند عبارات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

۱ **وَيُتِمَّرُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ** بأعلاء دينك وفتح البلاد على يدك۔ (المدارك)

۲ **وَيُتِمَّرُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ** قال ابن عباس في الجنة وقيل بالنبوة والحكمة وقيل بفتح مكة والطائف وخيبر وقيل بخضوع من استكبر وطاعة من تجبر۔ (القرطبي)

۳ **وَيُتِمَّرُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ** باظهارك على عدوك ورضاه عنك۔ (البحر المحیط)

۴ **وَيُتِمَّرُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ** بأعلاء الدين وانتشاره في البلاد وغير ذلك مما افاضه تعالى عليه صلى الله عليه وسلم من النعم الدينية والدنيوية۔ (روح المعانی)

۵ **وَيُتِمَّرُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ** يحتمل وجوهاً أحدها ان التكليف عندالفتح تمت حيث وجب الحج وهو آخرالتكليف والتكليف نعم ثانيها يتم نعمته عليك باخلاء الارض لك من معانديك فان يوم الفتح لم يبق للنبي عليه الصلوة والسلام عدو ذو اعتبار، فان بعضهم كانوا اهلكو يوم بدر، والباقيون آمنوا واستأمنوا يوم الفتح ثالثها ويتم نعمته عليك في الدنيا باستجابة دعائك في طلب الفتح وفي الآخرة بقبول شفاعتك في الذنوب۔ (تفسیر کبیر)

تیسرا انعام

صراط مستقیم کی ہدایت

حضور اقدس ﷺ سے جن چار انعامات کا وعدہ کیا گیا ان میں سے تیسرا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے گا یہ بات واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ تو پہلے سے صراط مستقیم پر تھے اور آپ ﷺ کو ہدایت نصیب تھی بلکہ آپ تو خود ”ہادی“ تھے یعنی لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے تو فتح کے بعد صراط مستقیم کی ہدایت ملنے کا کیا مطلب ہے؟ حضرات مفسرین نے اس جملے کے کئی مطلب بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً:

۱ اب آپ ﷺ کے لئے صراط مستقیم پر چلنا بغیر کسی روک ٹوک کے آسان ہو جائے گا، اگر چہ آپ ﷺ کا صراط مستقیم پر چلنا پہلے سے یقینی ہے مگر اس میں کفار کی طرف سے مزاحمت ہوتی تھی، اب یہ مزاحمت نہیں رہے گی۔ (مفہوم بیان القرآن)

۲ فتح کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے آئندہ جہاد کرنا آسان ہو گیا کیونکہ انہوں نے جہاد کے فوری اور آئندہ فوائد کو اچھی طرح سمجھ لیا اور جہاد ہدایت کا راستہ ہے اسی لئے غازی کو مجاہد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ پس صراط مستقیم

۳ کی ہدایت کا مطلب ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ہدایت کا راستہ یعنی جہاد اب آسان ہو جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہدایت و استقامت کی سیدھی راہ پر ہمیشہ قائم رکھے گا، لوگوں کے جسموں اور دلوں پر اسلام کی حکومت قائم کرنے کے راستے میں آپ ﷺ کے لئے کوئی رکاوٹ حاصل نہیں ہو سکے گی لوگ جوق در جوق اسلام کے سیدھے راستے پر آئیں گے اور اس طرح آپ ﷺ کے اجور اور حسنت میں بے شمار اضافہ ہوگا۔ (مفہوم عثمانی)

ای یثبتک علی الهدی الی ان یقبضک الیہ۔ (القرطبی)

۴ یہاں صراط مستقیم کی ہدایت سے ”حدود اللہ“ قائم کرنے کی قوت، اسلامی حکومت کے قوانین اور ضوابط کا خاص علم اور تبلیغ رسالت میں آسانی مراد ہے۔ (روح المعانی، مظہری)

۵ ہدایت صراط مستقیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا دین اور شریعت ایسا سیدھا، واضح اور ہموار راستہ ہوگا کہ اس پر چلنے میں نہ کسی کور کاوٹ ہوگی نہ کوئی ابہام و خفا باقی رہے گا، جس طرح کہ سورج کی روشنی میں سیدھی راہ پر چلنے والا مسافر بلا روک ٹوک سہولت کے ساتھ اپنا سفر طے کر رہا ہو۔ (معارف القرآن کا نہ حلوی)

۶ صراط مستقیم پر چلانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ تو پہلے سے صراط مستقیم پر تھے مگر بہت سے لوگ اس بات کو نہیں مان رہے تھے فتح کے بعد انکی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے پہچان لیا کہ آپ ﷺ صراط مستقیم پہ ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۷ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ”نور ہدایت“ میں مزید ترقی ہوگی کیونکہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے جس کے درجات بہت زیادہ ہیں پس فتح کے بعد آپ کے درجات ہدایت میں اور اضافہ ہوگا۔ (معارف القرآن)

خلاصہ

خلاصہ ان تمام اقوال کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشارت دی کہ اس فتح کی بدولت آپ ﷺ کیلئے ہدایت کا پھیلانا آسان ہو جائے گا، اسلامی قوانین پر عمل اور ان کا نفاذ آسان ہو جائے گا۔ لوگوں کیلئے ہدایت کا راستہ سمجھنا آسان ہو جائے گا اور جہاد جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے لوگوں کے لئے آسان ہو جائے گا اور آپ ﷺ کے درجات ہدایت میں مزید ترقی ہوگی اور دین کی دعوت کے راستے کی رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

چوتھا انعام

اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت

۱ چوتھا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دشمنوں پر زبردست فتح عطا فرمائے گا۔ (حسانی)

۲ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایسا غلبہ دے گا جس میں عزت ہی عزت ہوگی یعنی جس کے بعد آپ کو کبھی کسی سے دینا نہیں پڑے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تمام جزیرۃ العرب پر آپ ﷺ کا تسلط ہو گیا۔ (مفہوم بیان القرآن) ای قویاً منیعاً لاذل بعده اہدا۔ (المدارک)

۳ یعنی اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد آئے گی جسے کوئی نہ روک سکے گا نہ دبا سکے گا اور اسی کی مدد سے فتح اور کامیابی آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوگی سورہ ”نصر“ میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور فتح آجائے اور لوگ فوج و رفوج دین الہی میں داخل ہونے لگیں تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار کیجئے ظاہر ہے کہ اس ”فتح مبین“ پر بھی آپ ﷺ نے استغفار کیا ہوگا تو اس کے جواب میں يَغْفِرْ لَكَ اللَّهُ کا مضمون اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے نبی علیہ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (مفہوم عثمانی) اللہ تعالیٰ آپ کی بے مثال نصرت فرمائے گا، ایسی نصرت جو عام طور پر نہیں کی جاتی۔

بنا علیٰ احد معانی العزة وهو قلة الوجود و صعوبة المنال والمعنى ينصرك الله نصراً يقل وجود مثله ويصعب مناله۔ (روح المعانی)

ایک اشکال کا جواب

نصرت تو فتح سے پہلے ہوتی ہے جب کہ یہاں فرمایا گیا کہ ہم نے آپ کو فتح دی تاکہ اللہ پاک آپ کی زبردست نصرت فرمائے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ جواب اگر فتح سے مراد ”صلح حدیبیہ“ ہے تو یہ صلح آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں فرمائی۔ اور حکم کی تعمیل کرنا نصرت کے اترنے کا ذریعہ بنتا ہے اور اگر فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو آیت میں فتح کا وعدہ ہے اور اس وعدہ پر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے گا تو آپ کو فتح ملے گی۔ (مفہوم مظہری)

عجیب نکتہ

تفسیر کبیر میں ہے کہ وَيَنْصُرُكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا میں لفظ ”اللہ“ اسم ظاہر لایا گیا جبکہ وَيُغْفِرُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ اور يَقْدِرُ عَلَيْكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا میں ضمیر پر اکتفا کیا گیا اس میں اس بات کی تاکید ہے کہ غلبہ اور نصرت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے، کیونکہ نصرت ”صبر“ کی بدولت ملتی ہے اور ”صبر“ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے چنانچہ ”اللہ“ اسم ظاہر لاکر ترغیب دے دی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور غلبہ چاہتے ہو تو ”اللہ“ کا خوب ذکر کرو۔ (مفہوم تفسیر کبیر)

ایک جامع عبارت

چوتھا انعام ”نصر عزیز“ کہ ایسی کامیابی اور غلبہ جو نہایت مضبوط و مستحکم ہو جو کسی کی مخالفت و مقابلہ اور بغاوت سے

متاثر نہ ہو سکے اور اسلام کے واسطے اس طرح راستہ کشادہ ہو جائے گا کہ بلا کسی روک ٹوک کے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگیں گے اور جب فتح و نصرت اور غلبہ دین اور اشاعت و قبولیت اسلام کا یہ منظر آپ ﷺ کے سامنے آجائے تو سمجھ لینا کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جس غرض کے واسطے دنیا میں آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا وہ غرض پوری ہو گئی تو بس مخلوق سے فارغ و یکسو ہو کر صرف اپنے خالق کی طرف رجوع کرنا اور اسی کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جانا جس کو سورہ نصر میں فرمایا

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۖ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

اور جب دار دنیا سے روانہ ہو کر دار آخرت میں قدم رکھیں تو رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کی ہر بات سے درگزر کر لیا ہے اور جو ”فتح مبین“ اور ”نصر عزیز“ آپ ﷺ کو عطاء کی گئی اسکی تکمیل اور باقی ماندہ رفعت و بلندی کے مراتب آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے جانشینوں کے ہاتھوں پورے ہو جائیں گے چنانچہ ایران اور شام کی سرزمین آپ کے خلفاء نے فتح کی اور قیصر و کسریٰ کے خزائن تقسیم کئے گئے۔ (معارف القرآن کا مدہلوی)

اہم سبق

مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ انکی بخشش ہو، ان کے انفرادی اور اجتماعی گناہ معاف ہوں۔ ان کو نعمت اسلام پر مکمل عمل کرنے کی توفیق ملے اور ہدایت کا راستہ ان کے لئے آسان ہو اور ان کو اپنے دشمنوں پر غلبہ ملے تو وہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ اور ”بیعت علی الجہاد“ کے عمل کو زندہ کریں۔ سورۃ الفتح کی تین آیات میں اس اہم سبق کی طرف اشارہ موجود ہے، جبکہ اصالة ان انعامات کا ذکر جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آيَةُ ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا

وہی تو ہے جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ

إِيمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ ۗ وَ لِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَ كَانَ اللّٰهُ

ہو جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

خبردار حکمت والا ہے۔

خلاصہ

- ۱ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں پر سکون کی خاص کیفیت نازل فرمائی تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جائے سکون کی اس کیفیت کی وجہ سے ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم ماننا آسان ہو گیا۔ اور کفار سے لڑنا اُن کے لئے مشکل نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت اُن کے دلوں میں بیٹھ گئی اور جہاد کے فوائد اور حکمتیں اُن کے دلوں میں ایسی راسخ ہو گئیں کہ انہوں نے جہاد کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا۔
- ۲ اور آسمان و زمین کے سب لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ چاہے تو ایک فرشتہ بھیج کر اپنے سب دشمنوں کو ہلاک فرمادے مگر اُس نے ایمان والوں پر جہاد فرض کیا کیونکہ اس میں بہت بڑی حکمت ہے اور اللہ تعالیٰ بہت علم و حکمت والا ہے۔

سکینہ بہت بڑی نعمت

ارشاد فرمایا:-

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيْمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ-

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں پر ”سکینہ“ نازل فرمایا تاکہ اُن کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ ”سکینہ“ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ”حدیبیہ کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت صحابہ کرام کو عطا فرمائی۔ آئیے ”سکینہ“ کے معنی پر ایک نظر ڈالیں تاکہ اس نعمت کی عظمت اور وسعت کو سمجھا جاسکے۔ ویسے اردو میں ”سکینہ“ کا ترجمہ ”اطمینان قلب“ سے کیا جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے چند اقوال:-

۱ سکینہ کا مطلب ہے دل کا اُن حکمتوں پر پوری طرح مطمئن ہو جانا جنکی وجہ سے قتال کیا جاتا ہے۔ پس صحابہ کرامؓ کا دل جہاد کی حکمتوں پر مکمل طور پر مطمئن ہو گیا چنانچہ انہوں نے جہاد کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کو بھی فتح کر لیا۔

لأن المعنى سكون النفس الى الايمان بالبصائر التي بها قاتلوا عن دين الله حتى فتحو مكة - (احکام القرآن، بصائر)

پس جہاد کا اچھی طرح سے سمجھ میں آ جانا اور جہاد کیلئے دل کا پوری طرح سے مطمئن اور تیار ہو جانا یہ ”سکینت“ ہے۔

۲ ”سکینہ“ کا مطلب ہے کہ انسان کو ”عقل“ نصیب ہو جائے اور اس کے دل سے رعب اور دنیاوی خواہشات نکل جائیں۔ وقيل هي العقل ويقال له سكينه اذا سكن عن الميل الى الشهوات وعن الرعب - (روح المعانی)

۳ ”سکینہ“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا وقار اور عظمت دل پر بیٹھ جائے۔ جب یہ کیفیت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر حکم ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ وقيل هي الوقار والعظمة لله تعالى ولرسوله ﷺ - (روح المعانی)

۴ ”السکینة“ ایک فرشتے کا نام ہے جو مؤمن کے دل میں سکون اور امن کی کیفیت ڈالتا ہے۔

وقيل السکينة ملك يسكن قلب المؤمن ويؤمنه - (روح المعانی)

۵ ”سکینہ“ کا مطلب ہے طبیعت کا کسی چیز کی طرف مائل ہونا تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے قلوب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات قبول کرنے کا میلان نازل فرمادیا۔

وقيل هي من سكن الي كذا اذا مال اليه أي انزل في قلوبهم السكون والميل الي ما جاء به الرسول ﷺ من الشرائع - (روح المعانی)

۶ ”سکینہ“ کا مطلب ہے اطمینان، چین، سکون، تحمل اور قوت برداشت۔ اکثر مفسرین حضرات نے یہی معنی بیان فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

یعنی چین سے رسول ﷺ کے حکم پر رہے، ضدیوں کے ساتھ ضد نہ کرنے لگے، اس میں ان کو ایمان کا درجہ بڑھا۔ (موضح القرآن)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

”اطمینان اتارا یعنی باوجود خلاف طبع ہونے کے رسول ﷺ کے حکم پر جسے رہے ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہ کرنے لگے، اسکی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا اور مراتب عرفان وایقان میں ترقی ہوئی، انہوں نے اول بیعت جہاد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ

تھا اُس کے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو انکے ایمان کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ اپنے پر جوش جذبات و عواطف کو زور سے دبا کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے آگے گردن انقیاد خم کر دی (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) (عشانی)

تفسیر حقانی میں ہے:-

اُس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان و قرار نازل کیا جس سے اُن کا اور بھی ایمان قوی ہو گیا۔ حقیقت میں فتح و شکست کا باعث دل کی استقامت اور بے ثباتی پر ہوتا ہے بہت سے لشکر جن کے دل ہل جاتے ہیں تھوڑے سے آدمیوں سے جو قوی دل اور ثابت قدم ہوتے ہیں شکست کھا جاتے ہیں، قلت و کثرت سامان و اسلحہ، حرب و ضرب بالائی باتیں ہیں۔ اللہ پاک نے اس ارشاد کے بموجب صحابہؓ کے دل میں وہ قوت اور ثبات پیدا کر دیا تھا کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتیں تھوڑے سے دنوں میں اکھاڑ کر پھینک دیں اور چھوٹے موٹوں کا کیا ذکر ہے۔ (حقانی)

تفسیر مظہری میں ہے:-

”سکینہ“ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر ثبات اور اطمینان یعنی مسلمانوں کے دلوں کو اس مقام پر ثبات و اطمینان عطا فرمایا جہاں دلوں میں تردد پیدا ہو جاتا ہے اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں۔ (مظہری)

④ ”سکینہ“ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر استقامت۔

وقیل: السکینۃ الصبر علی امر اللہ والثقة بوعد اللہ والتعظیم لامر اللہ۔ (المدارک)

فائدہ

ان سات اقوال سے ”سکینہ“ کا معنی کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ آپ ان سات اقوال کو جمع کر لیں تو ان سب کے مجموعہ کا نام ”سکینہ“ ہے تفسیر کبیر میں ہے کہ سکینہ کا معنی ہے ”یقین“ جبکہ بعض مفسرین نے کچھ اور معانی بھی بیان فرمائے ہیں۔ دراصل سکینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ایک بڑی نعمت ہے اور یہ ایسی لذیذ اور مضبوط کیفیت ہے کہ اس میں وہ تمام چیزیں آ جاتی ہیں جو آپ نے ابھی مفسرین کے اقوال میں پڑھی ہیں۔

اللَّهُمَّ اِنَّا سَنَلِكُ السَّكِينَةَ اللَّهُمَّ اِنزِلِ السَّكِينَةَ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ اِنَّا سَنَلِكُ الثَّبَاتِ فِي الْأَمْرِ
وَالْعَزِيمَةِ عَلَى الرَّشْدِ - آمِينَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ -

لیزادوا ایما نامع ایما نهم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارنا تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

۱ صحابہ کرام کو گود بیہ کے واقعہ سے پہلے ہی حضرت نبی ﷺ کے فرمانے سے اس بات پر ایمان تھا کہ ایک روز اسلام غالب ہوگا مگر اس واقعہ کے بعد جب کہ ان کے دل میں اطمینان و ثابت قدمی نازل کی تو ان کا یقین اور بھی کامل ہو گیا۔ (حقانی)

۲ دین کے احکامات نازل ہوتے گئے اور وہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان لاتے گئے تو اس طرح ایمان بڑھتا گیا ان احکامات میں سے جہاد کا حکم بھی ہے۔ بشرائع الدین کلما نزل واحدة منها آمنوا بہا، منها الجہاد۔ (جلالین)

۳ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:-

صحابہ کرام کے سامنے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے توحید پیش فرمائی پھر نماز اور زکوٰۃ کا حکم آیا پھر حج اور جہاد کا حکم آیا (وہ ہر حکم پر ایمان لاتے گئے) تو اس طرح ان کا ایمان بڑھتا گیا۔

وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان اول ما اتاہم بہ النبی ﷺ التوحید ثم الصلوٰۃ والزکوٰۃ ثم الحج والجهاد فاذا دوا ایمانا مع ایمانہم۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ کے لشکر

ارشاد فرمایا:-

وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔

۱ بیان القرآن میں ہے:-

اور آسمان و زمین کے سب لشکر جیسے ملائکہ اور سب مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کے لشکر ہیں اس لئے کفار کی شکست اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ تعالیٰ تمہارے قتال و جہاد کا محتاج نہیں وہ اگر چاہیں تو اپنے فرشتوں کے لشکر بھیج دیں جیسا کہ بدر، احزاب، حنین کے غزوات میں اس کا مشاہدہ ہو چکا اور یہ لشکر بھیجنا بھی مسلمانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے ہے، ورنہ ایک فرشتہ بھی سب کے لئے کافی ہے اس لئے تم لوگوں کو نہ تو کفار کی کثرت دیکھ کر جہاد و قتال میں کوئی تردد ہونا چاہیے اور نہ جس وقت اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کا حکم قتال نہ کرنے کا ہو اس وقت ”ترک قتال“ میں کوئی تردد ہونا چاہیے کہ افسوس صلح ہوگئی اور کفار بچ گئے ان کو سزا نہ ہوئی۔ (بیان القرآن، تسہیل)

۲ صاحب تفسیر حقانی ایک اور نکتے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ کی فوجیں آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی، اگر وہ چاہتا تو آسمانی لشکر یعنی ملائکہ سے ان قدمی گمراہوں، سرکشوں، منکر تروں کو پامال کر دیتا، مگر اُس نے زمین کے لشکر سے کام لیا، صحابہؓ کے دل میں قوت و اطمینان

دے کر ان کو زمین میں خدائی لشکر کر دیا، پھر خدا کے لشکر سے کون مقابلہ کر سکتا تھا؟ (حقانی)

۳ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:-

اگر اللہ تعالیٰ اپنا ایک فرشتہ بھیج دے تو وہ اُس کے دشمنوں کو تباہ کر کے رکھ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لئے جہاد و قتال مشروع فرمایا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت، قطعی حجت اور واضح نشانیاں ہیں اسی لئے آگے فرمایا وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا۔ (تفسیر ابن کثیر)

۴ امام ابو حیان فرماتے ہیں:-

آسمانوں میں فرشتے اور زمین پر مجاہدین اللہ تعالیٰ کے لشکریوں میں سے ہیں:

ومن جنود الله الملائكة في السماء والغزاة في سبيل الله في الارض۔ (البحر المحیط)

۵ ”اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی خبردار، حکمت والا ہے، اس کے علم سے دشمنانِ اسلام کی کوئی سازش اور مخالفت پوشیدہ نہیں اور وہ اپنی حکمت سے جب چاہے گا، اپنے لشکروں کو جہاد کے واسطے حکم دے دے گا اور جب اُس کے لشکر میدانِ جہاد میں آئیں گے تو پھر کسی کو مقابلہ کی تاب نہ ہوگی“ (معارف القرآن کا مدھلوی)

۶ ”اس میں یہ بتا دیا کہ آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے بہت لشکر ہیں وہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے“ اس میں کافروں کو بھی تشبیہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان تھوڑے سے ہیں ہم انہیں دبا لیں گے چونکہ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں اس لئے ان کی تعداد کو نہ دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنے دوسرے لشکروں سے بھی کام لے سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لئے بھی تذکیر ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں وہ تمہاری تائید کے لئے اور کافروں کو زک دینے کے لئے اپنی دوسری مخلوقات کو بھی استعمال فرما سکتا ہے۔ (انوار البیان)

۷ صاحب تفسیر مظہری آیت مبارکہ کے اس حصے سے یہ نکتہ سمجھاتے ہیں:-

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی حدیبیہ میں صلح کرنے کا حکم مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے نہیں دیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کا تقاضا یہی تھا، اللہ تعالیٰ کی مصلحت اسکی مقتضی تھی۔ (تفسیر مظہری)

تفسیر کبیر میں وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے مصداق پر تین اقوال ذکر فرمائے ہیں طلبہ علم ملاحظہ فرمائیں۔

حضرات صحابہ کرام کے لئے بشارات

”گذشتہ آیات فتح مبین کی بشارت کے ساتھ ان بشارتوں اور کرامتوں پر مشتمل تھیں جو آں حضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھیں اب ان آیات میں وہ کرامات اور بشارتیں ذکر فرمائی جا رہی ہیں جو آپ ﷺ کے ہمراہ رفقاء حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق ہیں۔ (معارف کا مدھلوی)

سُورَةُ الْفَتْحِ مَلَانِيهِ

آیت ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی

خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ

فَوْزًا عَظِيمًا ۝

بڑی کامیابی ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد کا حکم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے زمینی لشکر یعنی مجاہدین کو اسلام کی فتح اور غلبے کے لئے استعمال فرمانے کا فیصلہ فرمایا۔

تاکہ

اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنت نصیب فرمائے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ اللہ

تعالیٰ ان کے گناہوں کو مٹا دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے کہ ایک مسلمان کے تمام گناہ معاف

کر دیئے جائیں اور اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل فرما دیا جائے۔

جہاد کا حکم مسلمانوں کی کامیابی کے لئے ہے

تفسیر جلالین میں ہے:-

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد کا حکم فرمایا تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کر دے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں

یہ بڑی کامیابی ہے۔

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا (جلالین)

جہاد میں عورتوں کی کامیابی؟

عورتوں پر تو جہاد فرض نہیں ہے تو پھر وہ اس آیت میں کس طرح سے شامل کی گئی ہیں؟ حضرات مفسرین نے کئی جوابات دیئے ہیں مثلاً:

① تفسیر حقانی میں ہے:-

اگرچہ اور معاملات میں اللہ تعالیٰ نے مردوں ہی کی طرف خطاب کیا ہے اور عورتیں تبعاً شامل ہیں، مگر یہاں ”جہاد“ کے صلے میں انعام مذکور ہوئے ہیں اور عورتیں جہاد میں شریک ہو نہیں سکتی جس سے گمان ہو سکتا (تھا) کہ عورتوں کو یہ انعام نہ ملے گا مگر ایسی جو ان مردی (کرنے والی) عورتیں بھی ان معاملات میں دل سے شریک ہوتی ہیں، جب مرد باہر ہوتے ہیں پیچھے انتظام خانہ داری کرتی ہیں اور چلتے وقت سامان مہیا کرتی ہیں اس لئے اس کریم نے انکی تصریح کر دی مؤمنین کے بعد مؤمنات کا لفظ بھی بڑھا دیا، اس طرح گمراہوں کی عورتیں ان کے شریک حال ہوتی ہیں ان کا بھی عذاب میں نام لیا گیا۔ (اگلی آیت میں) (حقانی)

یہ تقریر تفسیر کبیر اور روح المعانی کی تقریر سے قدرے ملتی جلتی ہے۔

② تفسیر عثمانی میں ہے:-

”مؤمنات“ کا ذکر تعظیم کے لئے یعنی مرد ہو یا عورت کسی کی محنت اور ایمان داری ضائع نہیں جاتی، احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ (عثمانی)

③ حضرت تھانویؒ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جہاد اور صلح وغیرہ کا حکم فرمایا انہوں نے اطاعت کی تو انہیں جنت ملی پس عورتیں بھی اگر ان احکامات میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیئے ہیں اطاعت کریں گی تو ان کے لئے بھی جنت کی کامیابی کا وعدہ ہے۔ (بیان القرآن)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد اور صلح کو مسلمان عورتوں نے دل سے پسند کیا تھا پس اس لئے وہ اس بشارت میں شامل ہو گئیں۔ (بیان القرآن)

④ مسلمان عورتوں کے تعاون کے بغیر مسلمان مردوں کا جہاد میں نکلنا اور تحریک جہاد کا قائم ہونا بہت ہی مشکل ہے حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے زمانے میں جتنا بھی جہاد ہوا اُسکے مسلمان خواتین کا والہانہ تعاون شامل تھا اور آخری زمانے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے جہاد میں بھی مسلمان عورتیں بہت تعاون کریں گی۔ مسلمان عورتیں اگر اپنے مردوں کو جہاد میں جانے سے روکیں، پیچھے اُن کے گھروں کی دیکھ بھال نہ کریں، جہاد کے لئے اموال کی فراہمی میں رکاوٹ ڈالیں تو مسلمان کس طرح سے جہاد کر سکتے ہیں۔ پس جہاد کو دل سے ماننا اور اُسکے قیام کے لئے تعاون کرنا مسلمان عورتوں کی ذمہ داری ہے اور فریضہ جہاد کا انکار کفر

ہے خواہ یہ انکار مرد کریں یا عورتیں۔ چنانچہ جو عورتیں جہاد کو مانتی ہیں اور اس میں حتی الوسع تعاون کرتی ہیں اُن کے لئے بڑی بشارت ہے کہ اُن کے گناہ معاف ہوں گے اور انہیں جنت نصیب ہوگی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ سیکنہ نازل ہونے کا نتیجہ ہے

کئی مفسرین حضرات نے اس آیت کو پچھلی آیت کے مضمون یعنی سیکنہ نازل ہونے اور ایمان میں اضافہ ہونے کے ساتھ جوڑا ہے ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت :-

”یعنی اللہ تعالیٰ نے اطمینان و سیکنہ اُتار کر مؤمنین کا ایمان بڑھایا تاکہ انہیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور اُنکی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرمادے، حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی ان میں سے ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (عثمانی)

زمینی لشکر استعمال کرنے کی حکمت

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا تعلق واللہ جنود السموات والارض کے ساتھ ہے کہ اللہ پاک آسمانوں اور زمین کے لشکروں کا مالک ہے وہ چاہے تو آسمانی لشکر یعنی فرشتے بھیج کر زمین سے کافروں کا صفایا فرمادے مگر وہ علم و حکمت والا ہے اُس نے زمینی لشکر یعنی مجاہدین کو اسلام کے غلبے کے لئے استعمال فرمانے کا فیصلہ فرمایا تاکہ جہاد میں شرکت کی برکت سے ایمان والوں کے گناہ معاف ہوں اور انہیں جنت نصیب ہو۔ ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت :-

پہلے فرمایا تھا وکان اللہ علیما حکیما اب زمینی لشکر سے اسلام کو فتح یاب کرنے کی حکمت بتلاتا ہے لیدخل تاکہ ان جاں فشائے ایمانداروں کو (یعنی جانثار ایمان والوں کو) جنت میں داخل کرے اور اُن کے مساعی جلیلہ کو اُن کے گناہوں کا کفارہ کر دے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بہتری اور انسان کی کامیابی ہے۔ اس سے زیادہ انسان کے لئے اور کیا مراد اور تمنا ہو سکتی ہے کہ اُس کے گناہوں پر مؤاخذہ (یعنی پکڑ) نہ ہو اور وہ ہمیشہ جنت میں رہا کرے“ (حقانی)

طلبہ علم کے لئے

لیدخل متعلقة بقوله انا فتحنا وقيل متعلقة بينصرك وقيل متعلقة بمحذوف

یناسب المقام۔ (حقانی)

مفسرین نے بعض اور متعلقات بھی لکھے ہیں ملاحظہ فرمائیے البحر المحیط اور روح المعانی

شان نزول

امام ابن کثیرؒ اور دیگر کئی مفسرین نے اس آیت کریمہ کے شان نزول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ جب حدیبیہ سے واپسی پر سورۃ الفتح کی ابتدائی آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج

رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو مبارکباد دی اور عرض کیا کہ یہ تو آپ کا انعام ہو گیا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی يُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْآيَةَ۔ (مفہوم ابن کثیر)

جنت کی طلب کمال ہے

حضرت شاہ صاحب نے اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ایک بڑی غلطی کا ازالہ فرمایا ہے، ملاحظہ کیجئے اُن کا یہ ایمان افروز نکتہ تفسیر عثمانی کے الفاظ میں:-

”بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال بزرگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت کی طلب کرنا ناقصوں کا کام ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ہی بڑا کمال ہے۔ (عثمانی)

کیونکہ ارشاد فرمایا وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قُوَّةً عَظِيمًا۔

اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی

جہاد سراسر کامیابی

اس آیت مبارکہ پر حضرات مفسرین کے کلام کو پڑھ کر بس یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمان اگر جہاد کرے اور جہاد پر اُس کا دل مطمئن ہو تو اُس کے لئے مغفرت بھی ہے اور جنت بھی۔ جہاد کے دوران بعض غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں تو اس لئے خاص طور سے گناہوں کی معافی کا وعدہ ارشاد فرمایا گیا۔ تو اب ایک مسلمان کو اور کیا چاہیے؟ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آیت ۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيُعَذِّبُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیۡتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكِیۡتِ الظَّالِمِیْنَ

اور تاکہ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةٌ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ

میں برا گمان رکھتے ہیں انہی پر بری گردش ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب نازل کیا اور ان پر لعنت کی

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وِسَاءً مَّصِیۡرًا ۝۱ وَ لِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

اور ان کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے سب لشکر آسمانوں اور زمین میں

وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیۡزًا حَكِیۡمًا ۝۲

ہیں اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔

خلاصہ

جہاد کا حکم دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دیتا ہے۔ مشرکوں اور منافقوں میں نفاق اور شرک کے علاوہ ایک اور بڑا عیب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے غلبہ کا جو وعدہ کیا ہے وہ (نعوذ باللہ) غلط ہے اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مدد نہیں فرمائے گا۔

ان منافقوں اور مشرکوں کے لئے چار سزائیں ہیں۔

۱ ان کو بُرے حالات گھیر لیں گے

۲ اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے

۳ اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہے

۴ اور جہنم اُن کے لئے تیار ہے

یہ منافقین اور مشرکین اس گمان میں نہ رہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے پاس اُن کو شکست دینے کی قوت نہیں ہے وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان و زمین کے لشکر ہیں وہ جب چاہے ان کو ہلاک کر سکتا ہے وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ (مخلص حقانی)

ترکیب

يُعَذَّبُ كَاعْطَفُ يَدْخُلُ پر ہے اس لئے متعلق کے بارے میں جو احتمالات اُس میں تھے وہ یہاں بھی ہیں۔ چنانچہ کئی مفسرین حضرات نے اس آیت کو بھی ”سکینہ“ کے نازل ہونے کے ساتھ جوڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا جسکی وجہ سے اُن پر فتوحات اور ترقیات کے دروازے کھل گئے جس کے نتیجے میں منافقین اور مشرکین پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا کہ وہ مغلوب ہوئے، مقتول ہوئے، قید اور ذلیل ہوئے اور منافقین کی تمام عمر حسرت اور پریشانی میں گذری، اسلام بڑھتا گیا اور یہ لوگ غم اور حسد سے پکھلتے گئے، وہ مسلمانوں کے حق میں برے حالات کی پیشین گوئیاں کرتے تھے مگر برے حالات نے خود اُن کو گھیر لیا۔ (ملاحظہ فرمائیے المدارک، مظہری، بیان القرآن، عثمانی وغیرہا)

جامع تفسیر

”اور جہاد کے حکم میں یہ مصلحت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں حجت تمام کر کے منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے گا۔ دنیا میں قتل کئے جائیں، اسیر ہوں، گھربار لوٹے جائیں اور آخرت میں جہنم میں چلیں اس مقام پر منافقوں اور مشرکوں کا ایک عیب بیان کیا جو نفاق و شرک کے علاوہ ہے اور وہ یہ کہ الظَّالِمِينَ يَا لِلّٰهِ اللّٰهُ تَعَالٰی سے بدگمانی کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو اللہ تعالیٰ نے دین کے غلبہ کا وعدہ کیا ہے (وہ غلط ہے کیونکہ) باوجود بے سروسامانی کے کس طرح پیغمبر کی جماعت غلبہ پائے گی؟ یہ محض جھوٹے وعدے ہیں، اس کے جواب میں فرمایا ہے۔ (۱) عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ یعنی انہیں یہ حادثہ پڑے گا نہ کہ مسلمانوں پر جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں۔ (۲) ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ (۳) اُسکی لعنت ہے۔ (۴) ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ اس گمان میں نہ رہیں کہ پیغمبر ﷺ کے پاس اسباب ظاہری نہیں وہ کس طرح سے فتح پائیں گے اس لئے کہ وَيَلِدُ جُنُودَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللّٰهُ تَعَالٰی کے پاس آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں جس سے چاہے کام لے وہ رب الافواج ہے کون اُس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ زبردست ہے اور حکیم بھی ہے، حکمت کے ساتھ زور بہت کام دیتا ہے۔ (حفانی، تسبیل)

مسلمانوں کے خاتمے کا خواب

اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا:-

الظَّالِمِينَ يَا لِلّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بُر اور فاسد گمان رکھتے ہیں۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ اس برے گمان سے مراد منافقین اور مشرکین کا یہ خیال تھا کہ اسلام کبھی غالب نہیں آئے گا اور مسلمان ختم ہو جائیں گے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اُن منافقین کا یہ خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام قتل کر دیئے جائیں گے اور ان کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔

یظنون بالرسول ﷺ واصحابه رضی اللہ عنہم ان یقتلوا ویذہبوا بالکلیۃ۔ (ابن کثیر)

ابوحیانؒ لکھتے ہیں:-

ان منافقین کا خیال تھا کہ مشرکین مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور مسلمانوں پر کوئی نصرت نازل نہیں ہوگی۔

وهوان المشرکین یستأصلونہم ولا ینصرون۔ (البحر المحیط)

تفسیر مظہری میں ہے:-

یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی مدد نہیں کرے گا اور رسول اللہ ﷺ مدینے کو

صحیح سلامت نہیں لوٹیں گے۔ (مظہری)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:-

ان کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں کی نصرت نہیں فرمائے گا اور انہیں مکہ مکرمہ کو قوت کے زور

پر فتح کرنے کی طاقت نہیں دے گا والمراد ظنہم ان اللہ تعالیٰ لا ینصر الرسول والمؤمنین ولا یرجعہم الی

مکة ظافریں فاتحیہا عنوة وقہرا۔ (المدارک)

ان تمام عبارتوں کو غور سے پڑھیں اور اپنے زمانے کے مشرکوں، کافروں اور منافقوں کی باتوں کو دیکھیں وہ بھی

یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ مجاہدین عنقریب ختم ہو جائیں گے ان کا نام و نشان ہی مٹ جائے گا اور کچھ ان میں سے کہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی باتیں (نعوذ باللہ) دھوکا ہیں یہ مجاہدین کافروں کی طاقت اور ٹیکنالوجی کے سامنے چند دن

بھی نہیں ٹھہر سکیں گے اور عنقریب ختم ہو جائیں گے۔ قرآن پاک کے اعجاز کو دیکھیں کہ کس طرح سے ہر زمانے کے

لوگوں کے حالات ٹھیک ٹھیک بیان فرماتا ہے۔

ایک منافق کے دل کی حسرت

مسلمانوں کو اگر فتح بھی مل جائے تو منافق یہ اُمید لگا لیتے ہیں کہ آج نہیں تو کل ضرور ان مسلمانوں کا خاتمہ

ہو جائے گا۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

”جب صلح حدیبیہ نافذ ہو گئی تو عبداللہ بن ابی (منافق) نے کہا کیا محمد ﷺ یہ گمان کر رہے ہیں کہ وہ اگر اہل مکہ سے

صلح کر لیں گے یا مکہ فتح کر لیں گے تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا؟ ابھی تو روم و فارس بھی موجود ہیں اس پر قرآن

مجید نے۔ (اگلی آیت میں) جواب دیا کہ زمین و آسمان میں موجود اللہ تعالیٰ کے لشکر روم و فارس سے بہت زیادہ ہیں۔

وقیل لما جرى صلح الحدیبیة قال ابن ابی۔ الخ (القرطبی)

آج کل کے مغرب زدہ دانشوروں کا بھی یہی حال ہے اگر کسی جگہ مسلمانوں کو فتح مل جائے تو وہ اُسے تسلیم نہیں

کرتے بلکہ کافروں کی قوت اور طاقت کے تذکرے کرتے رہتے ہیں، جس طرح عبداللہ بن ابی روم و فارس سے اُمیدیں لگائے بیٹھا تھا کہ وہ اُس کے دل کی حسرت پوری کر دیں گے۔

تکرار نہیں ہے

آیت ۵ میں بھی فرمایا تھا **وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** اور آیت ۷ میں بھی فرمایا ہے **وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ دونوں میں تکرار نہیں ہے وہاں مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب کرنے پر قادر ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مغلوب کرنے پر قادر ہے اس لئے وہاں **عَلَيْهِمَا حِكْمًا** فرمایا تھا اور یہاں **عَزِيزًا حَكِيمًا** ارشاد فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر، البحر المحیط، بیان القرآن، عثمانی) تفسیر عثمانی میں ہے:-

”یعنی وہ سزا دینا چاہے تو کون بچا سکتا ہے، خدائی لشکر ایک لمحہ میں پیس کر رکھ دے مگر وہ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے، حکمتِ الہی متقاضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال (یعنی خاتمہ) کیا جائے۔ (عثمانی)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِمْ آيَةٌ ۸، ۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ ۸ ۝ لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

بیشک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول

وَتَعَزَّوْهُ وَتُقْرَوْهُ وَتَسْبِحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ ۹ ۝

پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرو۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

شَاہِدًا یعنی گواہ اپنی امت پر اور تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے۔

مُبَشِّرًا یعنی ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری دینے والے۔

نَذِيرًا یعنی کفر اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانے والے۔

حضور اقدس ﷺ پر نبوت اور رسالت مکمل ہو گئی۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے آپ ﷺ ان سب کے گواہ ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض ٹھیک ٹھیک ادا فرما دیا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں بلکہ اب جو کوئی آپ ﷺ پر ایمان لائے گا اُس کے لئے جنت کی بشارت ہے اور جو آپ ﷺ کا انکار اور نافرمانی کرے گا اُس کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اس لئے تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔

اور

رسول اللہ ﷺ کی بھرپور نصرت کریں

اور

رسول اللہ ﷺ کی بہت تعظیم کریں

اور

صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔

یا تمام لوگوں پر لازم ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور رسول کی مدد کریں۔

اور

اللہ تعالیٰ کی بہت تعظیم کریں۔

اور

صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔

آپ ﷺ کی نصرت جہاد کے ذریعہ

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

وَتُعِزُّوهُ كَمَا مَعْنَى حَضْرَتِ قِتَادَةَ كَيْ نَزْدِيكُ يَهْ كَيْ تَمْ جَنْبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كِي مَدْ كَرُوْا وَاوْرَآءِ ﷺ كَا دِفَاعُ كَرُوْ
اور حضرت ابن عباسؓ اور عمرؓ کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ تم اُن کے ساتھ مل کر تلوار سے قتال کرو۔

وقال قتادة: تنصروه وتمنعوا منه وقال ابن عباس و عكرمة تقاتلون معه
بالسيف۔ (القرطبي)

مختصر تفسیر

”یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو خوشی اور نافرمانوں کو ڈر سنا تے ہیں اور خود اپنے احوال بتلاتے ہیں
جیسے انا فتحاً سے یہاں تک تینوں قسم کے مضامین آچکے اور آخرت میں بھی اپنی اُمت پر نیز انبیاء علیہم السلام کے حق
میں گواہی دیں گے۔ تُعِزُّوهُ اور تَوَقَّرُوهُ کی ضمیریں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے سے
مراد اُس کے دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہوں تو پھر کوئی اشکال نہیں
وَسَيِّئُوهُ یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو خواہ نمازوں کے ضمن میں ہو یا نمازوں کے باہر“ (عینی)

فائدہ

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وَتُعِزُّوهُ وَتَوَقَّرُوهُ كِي
ضمیریں رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہیں، کیونکہ مدد اور تعظیم حقوق رسالت سے ہے اور ظاہر ہے کہ اعانت اور مدد
پیغمبر ﷺ ہی کی ہو سکتی ہے اُس کے احکام اور دین کی اشاعت اور مقاصد دین کی تکمیل کے لئے۔ اور تسبیح و پاکی اللہ
تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے اس وجہ سے سَيِّئُوهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک
وَتَوَقَّرُوهُ پر وقف لازم ہے۔ (معارف القرآن کا مدخلی تسہیل)

بیعت رضوان کی تمہید

ان دو آیات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے مقام اور آپ ﷺ کے حقوق بیان فرمائے پھر اگلی آیت میں بیعت
رضوان کا تذکرہ آتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کے حقوق ادا کئے اُن کا کتنا اونچا مقام ہے اور جن لوگوں نے آپ ﷺ
کے حقوق ادا نہیں کئے انہوں نے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا۔ پس پوری اُمت کے لئے لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ

کے مقام اور حق کو پہچانے کیونکہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی گواہی سے ہی کام بنے گا، حضرات صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت کی، پس اُمت کو چاہیے کہ وہ بیعت علی الجہاد کے طریقے کو جاری رکھے اور آپ ﷺ کے ادب و احترام اور تعظیم و توقیر میں کسی طرح کی کمی نہ کرے۔ (واللہ اعلم بالصواب) تفسیر حقانی میں ہے:-

رسول کریم ﷺ کی تعظیم واجب و فرض ہے ذرا بھی کوئی توہین کرے گا فیض رسالت سے ابدالاً بادمحروم رہے گا وَتَسْبِيحُوهُ بَكْرَةً وَاَصْبِيحًا اور اللہ تعالیٰ کی صبح و شام تسبیح بیان کر دے "سبحان اللہ و بجمہ" کہو۔ بعض کہتے ہیں نماز پڑھنا مراد ہے کیونکہ تسبیح سے نماز بھی مراد ہوا کرتی ہے، یہ شکر ہے اُس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمارے لئے ایسا رسول بھیجا، اب اگلی آیت میں بندوں میں سے ایک جماعت کی تعریف بیان ہوتی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کیا۔ (حقانی، تسہیل)

فائدہ

تفسیر مظہری میں ہے:-

تَعْبُدُوهُ اسکی مدد کرو تَوْقِرُوهُ اسکی تعظیم کرو وَتَسْبِيحُوهُ نازیبا صفات سے اس کی پاکی کا اظہار کرو یا تسبیح سے مراد ہے نماز پڑھنا، تینوں جگہ ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں (تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر کبیر، المدارک میں بھی اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے) بغوی نے لکھا ہے کہ تَعْبُدُوهُ اور تَوْقِرُوهُ کی ضمیریں رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہیں اور تَسْبِيحُوهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، اس تفسیر پر ضمیروں میں انتشار ہو جائے گا، اس لئے زختری نے اس تفسیر کو بعید قرار دیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جب قرینہ موجود ہو اور مطلب میں اشتباہ نہ ہو تو انتشار ضمائر میں کوئی حرج نہیں۔ (مظہری)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانِيهِ آيَت ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ۗ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۗ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهِ

ہے پس (جو اس عہد کو) توڑ دے گا سو توڑنے کا وبال خود اسی پر ہوگا اور جو وہ عہد پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ فَاَسِیْوٰتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝۱۰

سے کیا ہے سو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

خلاصہ

بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا بیان کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ جو بیعت علی الجہاد کو توڑے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو نبھائے گا وہ اجر عظیم پائے گا۔

بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرام نے اسے نبھایا اور وہ اجر عظیم کے مستحق ہو گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

رسول اللہ ﷺ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے

نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل و تاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتے ہیں۔ قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمایا گیا ہے۔ مَنْ یُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ۔ (ابن کثیر، عثمانی)

جہاد کے لئے تلوار تھا منا اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے

امام ابن کثیر نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سلّ سیفہ فی سبیل اللّٰہ فقد بایع اللّٰہ

جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تلوار تولی (یعنی نکالی) تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی۔ (ابن کثیر)

آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کا بیان ہے

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی عظمت و شرافت اور عزت کا بیان فرماتا ہے کہ بے شک جن لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - (النساء: ۸۰)

کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ کو جان و مال بیچنا

بیعت کا لفظ بیع سے ہے اور بیع کہتے ہیں بیچنے کو اس قسم کے معاہدہ کو بیعت اس لئے کہتے ہیں کہ بیعت کرنے والا اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَّ اللَّهُ عَلَيْكَ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْإِحْسَانِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبة: ۱۱۱)

ترجمہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں یہ تو رات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اُسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے پس جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اس پر خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

عجیب کیفیات

حضرات صحابہ کرام کی خوش نصیبی دیکھیں کہ ایک تو ان کے ہاتھوں کو جناب رسول کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا مصافحہ اس بیعت میں نصیب ہو رہا تھا بجائے خود یہ بہت بڑی سعادت تھی مگر اللہ پاک جب نواز نے پر آئے تو اُس کی رحمت بہت وسیع ہے چنانچہ فرمایا کہ یہ ”بیعت“ خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس جملے کی لذت اور کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ایک انسان کو مالک الملک جل شانہ سے بیعت کی سعادت مل رہی ہے۔ پھر اس پر اور اضافہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اللہ، اللہ، اللہ۔ عجیب فضیلت ہے اور عجیب سعادت۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی کیا کیفیت ہے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر تشبیہ اور مثال سے پاک ہے مگر اس جملے کی کیفیت کا

خاص سرور اور مقام حضرات صحابہ کرام کو نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، محبت اور نصرت اُن کی طرف متوجہ ہوئی۔ حضرات صحابہ کرام کو یہ تمام سعادتیں بیعت علی الجہاد کے عمل میں نصیب ہو رہی ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بیعت علی الجہاد کا عمل اللہ تعالیٰ کو کتنا محبوب ہے۔ مسلمان جب بھی اس عمل کو شرعی شرائط کے مطابق زندہ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، نصرت اور فتوحات پاتے ہیں۔ کاش یہ عظیم سنت آج پھر مسلمانوں میں زندہ ہو جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت کی پابندی لازم ہے

”لفظ بیعت“ دراصل کسی خاص کام پر عہد لینے کا نام ہے، اس کا قدیم اور مسنون طریقہ باہم عہد کرنے والوں کا ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے، اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرط اور ضروری نہیں بہر حال جس کام کا کسی سے عہد کیا جائے اُس کی پابندی شرعاً واجب و ضروری ہے اور خلاف ورزی حرام اس لئے ارشاد فرمایا **فَمَنْ كَفَرَ بِالآيَةِ** کہ جو شخص اس عہد بیعت کو توڑے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا تو اُس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر دینے والا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے **فَسَيُؤْتِيكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا** کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

لا يدخل النار أحد ممن بايع تحت الشجرة

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا ان لوگوں میں سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ (معارف القرآن، ابن کثیر)

فائدہ

بیعت رضوان کی کچھ تفصیلات ”غزوہ حدیبیہ“ کے بیان میں گذر چکی ہیں جبکہ مزید بعض روایات ان شاء اللہ سورۃ الفتح آیت ۱۸ کے معارف میں بیان کی جائیں گی۔



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آيَةُ ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا

عقرب آپ سے وہ لوگ کہیں گے جو بدویوں میں سے پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور اہل و عیال

فَأَسْتَغْفِرُنَا يَقُولُونَ يَا لَسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ

نے مشغول رکھا سو آپ ہمارے لیے مغفرت مانگیے وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں

لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ط بَلْ

ہے کہہ دو وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لیے کسی چیز کا (کچھ بھی) اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں

كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۱۱ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ

کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر خبردار ہے۔ بلکہ تم نے خیال کیا تھا کہ

وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيْنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ

رسول اللہ تعالیٰ اور مسلمان اپنے گھر والوں کی طرف کبھی بھی واپس نہ لوٹیں گے اور تمہارے دلوں میں یہ بات اچھی

ظَنَّ السَّوْءَ ۝۱۲ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۳ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

معلوم ہوئی اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

فَانَا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۴ وَاللَّهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

پر ایمان نہیں لائے سو ہم نے ایسے کافروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی حکومت

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۵

اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ جسے چاہے بخشنے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

خلاصہ

حضور اقدس ﷺ جب عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے آس پاس رہنے والے دیہاتیوں کو بھی ساتھ نکلنے کی دعوت دی۔ مگر وہ ڈر گئے اور ساتھ نہیں گئے حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچیں گے تو پیچھے رہ جانے والے دیہاتی آپ ﷺ کے پاس عذر کرنے اور استغفار کرانے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور واپسی پر وہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

★ انہوں نے کہا ہمارے مال، اولاد اور عورتوں کی ہمارے پیچھے دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا اس لئے ہم نہ جاسکے آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرمائیں اور ہمارا یہ گناہ بخشوائیں۔

★ یہ لوگ یہ تمام باتیں اوپر اوپر سے زبانی کہہ رہے تھے وہ تو اپنے نہ جانے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے تھے اور نہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے استغفار کی کوئی پرواہ تھی۔

★ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو بتایا جائے کہ نفع نقصان کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے تم جہاد میں اس لئے نہیں نکلے کہ پیچھے گھریا رکھنا نقصان نہ ہو تو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی نقصان میں ڈالنا چاہے تو کیا تم گھر بیٹھ رہنے کی وجہ سے اس سے بچ سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ تم جہاد میں نکلو اور وہ تمہیں ظاہری فائدے مال اور گھریا میں نصیب فرمادے۔

★ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کو جانتا ہے اس سے کیا چھپاتے ہو۔ تمہارے عذر بھی جھوٹے ہیں، تمہارا استغفار کی درخواست کرنا بھی جھوٹ ہے اور تمہارے دلوں میں نفاق ہے، تم آپ ﷺ کے ساتھ اس لئے نہیں گئے کہ تمہیں اس بات کا غالب گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء اس سفر سے واپس نہیں آسکیں گے، مشرکین مکہ ان سب کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور تمہاری تمنا اور آرزو بھی یہی تھی کہ ایسا ہو جائے اور یہ بات تمہارے دلوں میں ایسی پختہ ہو چکی تھی کہ تم اسے یقینی سمجھ رہے تھے۔ اور تم نے یہ برا گمان بھی دل میں پالا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے سچے نہیں ہیں اور اس برے گمان نے تمہیں ہلاکت میں ڈال دیا۔

★ تم اپنے نفاق کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ پر برے گمان باندھنے کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے کفر میں جا پڑے ہو اور کافروں کا انجام تو جہنم کی بھڑکتی آگ ہے۔

★ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور جہاد کا محتاج نہیں ہے، اُسے تمہارے کفر اور نفاق سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اُسکی مرضی جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے اس لئے اُسی کی طرف رجوع کرو اور سچے دل سے توبہ کرو۔

شانِ نزول

تفسیر بغوی میں ہے:-

قال ابن عباس ومجاهد: یعنی اعراب بنی غفار ومزنیة وجھینہ واشجعہ واسلم الخ

بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ترجمہ اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیے:

”معالم التنزیل ص ۱۹۱ ج ۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جس سال حدیبیہ کا واقعہ پیش

آیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے آس پاس میں یہ منادی کرادی کہ ہم عمرہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں، مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ بھی عمرہ کر لیں اور قریش مکہ کی طرف سے کوئی جنگ کی صورت پیدا ہو جائے یا وہ بیت اللہ سے روکنے لگیں تو ان سے نمٹ لیا جائے آپ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی (حج کی قربانی) بھی ساتھ لی تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ آپ ﷺ جنگ کے ارادہ سے روانہ نہیں ہو رہے اس وقت ایک بڑی جماعت آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی (جنگی تعداد چودہ سو یا اس سے کچھ زیادہ تھی) اس موقع پر دیہات میں رہنے والوں میں بہت سے لوگ پیچھے رہ گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں نہ گئے ابھی رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ واپس نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں پہلے سے آپ کو خبر دے دی اور فرمایا سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ الْآيَةَ۔ (انوار البیان)

منافقین کی نظروں میں مسلمان ہمیشہ کمزور

تفسیر قرطبی میں ہے:-

منافقین کہتے تھے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی مٹھی بھر لوگ ہیں یہ زندہ سلامت واپس نہیں آئیں گے۔

وذلك انهم قالوا: ان محمد ا واصحابه اكلة رأس لا يرجعون۔ (القرطبی)

وذلك انهم قالوا ان محمد ا واصحابه اكلة رأس فلا يرجعون فاین تذهبون معه انتظروا

مایکون من امرهم۔ (بغوی)

یعنی اور لوگوں کو بھی روک رہے تھے کہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ جاؤ بلکہ انتظار کرو اور دیکھو کہ ان کا کیا بنتا ہے۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا

آیت میں الْمُخَلَّفُونَ کا لفظ ہے (مفعول کا صیغہ) یعنی وہ لوگ جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ تفسیر بغوی میں ہے

یعنی الذین خلفهم اللہ عزوجل عن صحبتك

یعنی وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صحبت سے پیچھے چھوڑ دیا۔ اس سفر میں جنگ کا امکان موجود تھا اسی

لئے آپ ﷺ نے انہیں نکلنے کا حکم فرمایا تھا۔ وذلك ان رسول اللہ ﷺ حين اراد المسير الى مكة عام

الحدیبیة معتمرا استنفر من حول المدينة من الاعراب واهل البوادی ليخرجوا معه حذرًا من قریش

ان يعرضوا له بحرب۔ (بغوی)

منافقین کا خیال بد

منافقین کہتے تھے کہ اہل مکہ (اتنے بہادر اور طاقتور ہیں کہ) مدینہ منورہ آ کر لڑتے رہے ہیں (جنگ احد،

احزاب وغیرہ میں) اس لئے اب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ اس خیال بد سے

وہ سفر میں ساتھ نہ گئے ان کا دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہی نہیں اور بے ایمانوں کے لئے جہنم ہے اور انکی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو پرواہ ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں آسمان و زمین ہے جسکو چاہے معاف کرے یا عذاب دے۔ (مفہوم حقانی)

توبہ کی دعوت

”وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور کفر پر جسے رہے اور جھوٹے منہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے استغفار کیجئے اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادے گا، کافر کی توبہ بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوتی۔“ (انوار البیان)

ان قبائل اور دیہاتیوں میں سے بعض کو توبہ اور اسلام کی توفیق مل گئی۔ (حقانی)

دو فریق

بعض مفسرین فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے دو فریق بیان فرمائے ہیں ایک وہ جنہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی اور دوسرے وہ جو ڈرا اور برے گمان کی وجہ سے ساتھ ہی نہیں گئے تو آخری آیت میں فرمایا يَعْفُو لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ کہ اللہ پاک اپنی مشیت سے پہلے فریق کو مغفرت دے گا اور دوسرے کو عذاب (اگر انہوں نے توبہ نہ کی) (تفسیر کبیر)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَبَانِيَتُهُ آیت ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَائِمٍ لِّتَأْخُذُواهَا

عزیرب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے جب تم غنیمتوں کی طرف ان کے لینے کیلئے جانے لگو گے کہ

ذُرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللّٰهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا

ہمیں چھوڑو ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بدل دیں کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ

كذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسَدُونَا بَلْ كَانُوا

نہ چلو گے اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی ایسا فرمایا ہے پس وہ کہیں گے کہ (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے

لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلاً ۝۱۵

ہو بلکہ وہ لوگ بات ہی کم سمجھتے ہیں۔

خلاصہ

★ جب خطرے اور قربانی کا وقت ہو تو منافق بھاگ جاتے ہیں اور جب دنیوی فائدے کی لالچ ہو تو وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

★ اللہ تعالیٰ نے ”حدیبیہ“ میں شریک مسلمانوں سے ”خیبر“ کے مال غنیمت کا وعدہ فرمایا کہ وہ خاص انہیں کے لیے ہوگا۔ ان مسلمانوں کو اہل مکہ سے جنگ کرنے سے روکا گیا تو وہ رُک گئے اُس کے بدلے اللہ پاک نے اُن کو ”خیبر“ کی غنیمتوں کا مالک بنا دیا۔

★ وہ لوگ جو ڈر اور خوف کی وجہ سے ”حدیبیہ“ میں شریک نہیں ہوئے تھے اُن کو غزوہ خیبر میں ساتھ لے جانے کی ممانعت فرمادی گئی۔

★ منافق کم عقل اور کم سمجھ لوگ ہیں وہ صرف دنیا کے مفادات کو سمجھتے ہیں اور یہی اُنکی ناتجہی کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ دنیا تو فانی ہے اور آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑی اور کم ہے۔

کلام برکت

”جب مکے سے پھرے وہاں سے حکم ہوا کہ خیبر پر چلو اور ان لوگوں (یعنی اہل حدیبیہ) کے سوا کوئی ساتھ نہ چلے، مدینے میں تین دن رہ کر ارادہ کیا۔ جو لوگ پہلے سفر میں ڈر کر رہ گئے تھے اس سفر میں لالچ کو تیار ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ کا منع سنا دیا۔ خیبر میں یہود تھے جو جنگ احزاب میں قوموں کو چڑھالائے تھے۔“ (موضح القرآن)

مخلص اور منافق کا عظیم فرق

صحابہ کرام کو حکم ملا کہ مرتے دم تک لڑنے کی بیعت کرو، انہوں نے فوراً بیعت کر لی۔ پھر حکم ملا کہ جس کام کی بیعت کی ہے وہ نہیں کرنا یعنی لڑائی نہیں کرنی تو وہ فوراً رک گئے۔ اللہ پاک اُن سے راضی ہو گیا اور دنیا و آخرت میں اُنکی کامیابی کا اعلان ہو گیا۔ دوسری طرف منافق ہیں ان کو حکم دیا گیا کہ عمرے کے لیے چلو کہنے لگے موت کے منہ میں کون جائے۔ چنانچہ نہیں گئے اور مسلمان حدیبیہ سے واپس آ گئے اور خیبر کی طرف جانے لگے اور ان منافقوں سے کہا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ نہ چلیں، اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو فوراً کہنے لگے کہ نہیں ہم تو ضرور جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا آپ لوگ ہمیں حسد کی وجہ سے ساتھ نہیں لے جا رہے۔ عجیب بے عقل لوگ تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

گھائے کا سودا کرنے والے

عمرہ کے سفر میں سعادتیں ہی سعادتیں تھیں اور شہادت ملنے کا امکان بھی۔ یہ منافق اُس سفر میں ساتھ نہیں گئے۔ اور خیبر کے سفر میں مال غنیمت ملنے کی امید تھی تو یہ ساتھ جانے پر تیار ہو گئے۔ وہ اسے اپنی عظمت ہی سمجھ رہے تھے۔ اور منافق ہمیشہ جان بچانے اور دنیا کمانے کو اپنی عظمت ہی سمجھتا ہے۔ ارشاد فرمایا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا کہ یہ لوگ بہت کم سمجھ ہیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

يعنى لا يعلمون الا امر الدنيا

کہ بس صرف دنیا کے فائدے کو جانتے ہیں۔ (القرطبی)

ابو حیانؒ لکھتے ہیں:-

قليل من امور الدنيا و ظاهره ليس لهم فكر الا فيها

یعنی دنیا کے ظاہری فائدے کو دیکھتے ہیں اور انہیں صرف دنیا ہی کی فکر لگی رہتی ہے۔ (البحر المحیط)

آجکل کے وہ دانشور جو جان بچانے کو عظمت ہی سمجھتے ہیں وہ اس آیت مبارکہ پر غور کریں۔

آیت مبارکہ کی آسان تفسیر

”صلح حدیبیہ“ کے فوراً بعد ”خیبر“ فتح ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ شرکاء حدیبیہ کو خیبر کے اموال غنیمت ملیں گے۔ اور یوں اُس نقصان کی تلافی ہو جائے گی جو اہل مکہ سے جنگ نہ کرنے کی وجہ سے ہوا کہ اُن کے اموال مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ (تفسیر خازن)

اللہ تعالیٰ نے پہلے سے خبر دے دی کہ جب مسلمان خیبر کی غنیمت فتح کرنے چلیں گے تو جو لوگ حدیبیہ کی شرکت

سے جان بوجھ کر رہ گئے تھے وہ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں اللہ تعالیٰ نے تو خیبر کی غنیمتیں صرف اہل حدیبیہ کے ساتھ خاص فرمادی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ حدیبیہ سے رہ جانے والوں کو خیبر میں ساتھ نہ لیا جائے۔ (بغوی)

قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا أَرْبَابًا بَدَّلْنَا بَدَلًا كَبِيرًا ان سے فرمادیجئے کہ تم لوگ سفر خیبر میں ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے یعنی ہم تمہیں ساتھ نہیں لے جائیں گے (یہ ممانعت صرف ”غزوہ خیبر“ کے لیے تھی بعد میں ان قبائل میں سے کئی نے توبہ کر لی تھی اور جہاد میں شریک ہوئے تھے۔) (البحر المحیط)

فَسَيَقُولُونَ بَلْ نَحْسَدُ وَنَنَا كَذِبًا أَوْ أَنَّا صَادِقُونَ ان سے کہو گے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ مال میں شریک نہ ہوں۔

بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا اے مسلمانو! بات یہ نہیں کہ تم حسد کر رہے ہو بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ بہت کم سمجھ والے ہیں صرف دنیوی معاملات سمجھتے ہیں دین کی نصرت، جہاد اور فکرِ آخرت کی سمجھ ان کو نصیب نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب

اس آیت مبارکہ میں کلام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ خیبر کی غنیمتیں صرف اہل حدیبیہ کو ملیں گی اور کسی کو نہیں۔ تفسیر خازن میں اسے جمہور مفسرین کا قول قرار دیا گیا ہے۔ یریدون ان یغیروا ویبدلوا مواعید اللہ لاهل الحدیبیۃ حیث وعدہم غنیمۃ خیبر لہم خاصۃ وهذا قول جمہور المفسرین۔ (خازن)

جبکہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے اموال غنیمت میں سے ”مہاجرین حبشہ“ کو بھی اموال عطاء فرمائے۔ اس کا جواب امام کرمانی نے یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ نے یا تو ان حضرات کو مجاہدین خیبر کی اجازت سے مال دیا یا انہیں خمس میں سے عطاء فرمایا جو کہ آپ ﷺ کا حق ہے امام بخاری نے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے۔

وقال الكرمانی: انما اعطاهم ﷺ برضا اصحاب الوقعة أو اعطاهم من الخمس الذی هو حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ومیل البخاری الی الثانی۔ (روح المعانی)

حجیت حدیث کی مضبوط دلیل

حدیبیہ سے رہ جانے والے قبائل نے جب ”غزوہ خیبر“ میں شرکت کا اصرار کیا تو ان کے جواب میں قرآن مجید نے فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی اُس کے حکم کو بدلنا چاہتے ہیں یُرِيدُونَ اَنْ يُبَدِّلُوْا كَلِمَۃَ اللّٰهِ اور مراد اس حکم سے غزوہ خیبر اور اس کی غنیمتوں کا اہل حدیبیہ کے ساتھ مخصوص ہونا ہے، اسی طرح كَذَّبْتُمْ عَنْكُمْ كَلِمَۃَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ کا بھی یہی مطلب بیان کیا گیا ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تو کسی جگہ یہ نہیں ہے کہ ”خیبر کی غنیمتیں حدیبیہ والوں کے ساتھ خاص ہیں“ تو پھر اس وعدے کو کَلِمَۃَ اللّٰهِ اور قَالَ اللّٰهُ کہنا کیسے صحیح ہوا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ

یہ ”تخصیص اہل حدیبیہ“ کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اس کا قرآن میں کہیں صراحتاً ذکر نہیں بلکہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے ”وحی غیر متلو“ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے سفر حدیبیہ میں فرمایا تھا، اسی کو اس جگہ کَلِمَ اللّٰهِ اور قَالَ اللّٰهُ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ احکام قرآن کے علاوہ جو احکام احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں وہ اس آیت کی وضاحت کے مطابق کَلِمَ اللّٰهِ اور قَالَ اللّٰهُ میں داخل ہیں۔ جو ”ملحدین“ احادیث رسول اللہ ﷺ کو حجت دین نہیں مانتے یہ آیتیں ان کے الحاد کو کھولنے کے لیے کافی ہیں اسی سورۃ الفتح میں اگرچہ فتح خیبر کا ذکر موجود ہے وَاثَابَهُمْ فَتَحَاقِرُ يٰۤاٰمَنُوْنَ مٰمَرُ اس کا کہیں ذکر نہیں کہ خیبر کی فتح میں صرف اہل حدیبیہ کے لیے مخصوص ہوگی۔ (معارف القرآن مخص)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آيَةُ ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِيٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ

ان پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تمہیں ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کیلئے بلایا جائے گا

تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ ۚ فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ أَجْرًا حَسَنًا

تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کر لے گی پھر اگر تم نے حکم مان لیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت ہی اچھا

وَأِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۶

انعام دے گا اور اگر تم پھر گئے جیسا کہ پہلے پھر گئے تھے تو تمہیں سخت عذاب دے گا۔

خلاصہ

وہ لوگ جو بلانے کے باوجود ”حدیبیہ“ میں شریک نہیں ہوئے تھے، اور ان کو بطور سزا غزوہ خیبر میں جانے سے روک دیا گیا تھا یہ کئی قبائل کے بہت سے لوگ تھے، ان میں سے ایسے بھی تھے جن کے بارے میں توبہ اور بھلائی کا امکان تھا تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ کی قبولیت کے لیے اس آیت مبارکہ میں ایک علامت مقرر فرمادی۔ وہ یہ کہ انہیں عنقریب ایک بہت سخت جنگجو قوم کے مقابلے میں جہاد کے لیے دعوت دی جائے گی اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور جہاد میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ انہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے گا اور اگر انہوں نے اس موقع پر بھی پہلے کی طرح نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ انہیں دردناک سزا دے گا۔ (تفسیر خازن)

مختصر تفسیر

”یعنی ذرا صبر کرو، اس لڑائی (یعنی غزوہ خیبر) میں تو نہیں جاسکتے لیکن آگے بہت موقعے پیش آنے ہیں بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے، جن کا سلسلہ اسوقت تک جاری رہے گا جب تک وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ دیکر اسلام کی مطیع ہو جائیں اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اسوقت میدان میں آ کر دادِ شجاعت دینا اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ دے گا (متنبیہ) ان ”جنگجو قوموں“ سے ”بنو حنیفہ“ وغیرہ مراد ہیں جو ”میسلمہ کذاب“ کی قوم تھی یا ”ہوازن“ و ”ثقیف“ وغیرہ جن سے ”حنین“ میں مقابلہ ہوا یا وہ مرتدین جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی یا فارس و روم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانے میں لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے بہت سے بے لڑے بھڑے مسلمان ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت آیا۔ (تفسیر عثمانی)

آیت مبارکہ کے مضامین

- ۱ وہ جنگجو قوم کونسی ہے جس کے خلاف جہاد کا وعدہ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے۔ حضرات مفسرین نے اس پر مفصل بحثیں تحریر فرمائی ہیں علامہ آلوسیؒ نے ”کُرْد“ قوم کے نسب کی بھی تحقیق فرمائی ہے۔
- ۲ کئی مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے برحق ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر قرطبی روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، المدارک، تفسیر مظہری اور معارف القرآن کاندھلویؒ میں یہ ایمان افروز بحث موجود ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ”ازالۃ الخفاء“ میں اس آیت مبارکہ پر جو تحقیق رقم فرمائی ہے وہ تحقیق معارف القرآن کاندھلویؒ میں نقل کر دی گئی ہے اس میں روافض کے اشکالات کا جواب بھی آ گیا ہے۔
- ۳ اس آیت مبارکہ میں اسلامی فتوحات کی وسعت کا وعدہ ہے کہ جہاد دور دور تک ہوگا اور بڑی بڑی کافروں میں اس جہاد کی برکت سے مغلوب ہوگی البحر المحیط میں اس نکتے کی طرف اشارہ ہے۔
- ۴ اَوْ يَسْلَمُونَ سے مراد اسلام قبول کرنا ہے یا فرمانبردار ہونا ہے خواہ اسلام کے ذریعہ سے ہو یا جزیہ کے ذریعے سے حضرات مفسرین نے اس بحث کے ساتھ ائمہ کرام کا مسلک بھی ذکر فرمایا ہے کہ کن کافروں سے جزیہ لینا جائز ہے اور کن سے نہیں۔
- ۵ آیت مبارکہ کا مفہوم تو یہ ہے کہ تم اُن سے لڑو گے یا وہ بغیر لڑے فرمانبرداری قبول کر لیں گے مگر ایک قرأت اَوْ يَسْلَمُونَ کی بھی ہے اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اُن سے لڑو گے یہاں تک کہ وہ فرمانبرداری قبول کر لیں کئی مفسرین حضرات نے اس دوسری قرأت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

چند اقوال

امام قرطبیؒ نے ”جنگجو قوم“ (جس کے خلاف جہاد کا اس آیت مبارکہ میں تذکرہ ہے) کے بارے میں یہ چند اقوال ذکر فرمائے ہیں۔

- ۱ اس سے مراد ”فارس“ ہیں (ابن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء، مجاہد، ابن ابی لیلیٰ، عطاء الخراسانی) حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے اُن کے کلام کا خلاصہ یہ ہے ”حق تعالیٰ نے فارس کے لوگوں کو بڑے لڑاکو فرمایا، ان کی سلطنت ہمیشہ زبردست رہی تھی، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے وقت فارس کا ملک فتح ہوا اور کچھ ان میں سے بغیر لڑے مسلمان ہوئے، وہاں سے بہت غنیمتیں ہاتھ لگیں۔ (موضح القرآن، تسہیل)
- ۲ اس سے مراد ”روم“ ہیں۔ (کعب، حسن، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ)
- ۳ روم اور فارس مراد ہیں۔ (حسن بصری)

۴ ہوازن اور غطفان مراد ہیں۔ (قائدہ)

۵ ہوازن اور ثقیف مراد ہیں۔ (ابن جبیر)

۶ بنو حنیفہ، یمامہ کے لوگ جو مسلمہ کذاب کے ساتھی تھے وہ مراد ہیں۔ (زہری، مقاتل)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے یہ آیت پڑھا کرتے تھے سَتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ آوِيَتْ بآپس شکر پیدائیں اور ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ سخت جنگجو قوم کونسی ہے پھر جب حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں ”بنو حنیفہ“ سے لڑنے کے لیے بلایا تو ہم جان گئے کہ یہ وہی قوم ہے۔

وقال رافع بن خديج: والله كما نقرأ هذه الآية فيما مضى سَتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ آوِيَتْ بآپس

شكرًا يدا فلا نعلم من هم حتى دعانا ابو بكر الى قتال بني حنيفة فعلمنا انهم هم۔

۷ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ابھی تک اس آیت کا مصداق ظاہر نہیں ہوا۔ (حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک

روایت میں اس سے مراد ”کرد“ اور ایک میں ”ترک“ ہیں) (القرطبی)

تَعَاتِلُوهُمْ أَوْ يُسَلِّمُوا امام ابن کثیر لکھتے ہیں:-

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُن سے لڑنے کا حکم دیا ہے اور تم اُن سے برابر لڑتے رہو گے اور تمہیں اُن پر غلبہ نصیب ہوگا یا وہ فرمانبردار ہو جائیں گے کہ بغیر لڑائی کے تمہارے دین کو قبول کر لیں گے۔ (یا جزیہ دینا مان لیں گے) (ابن کثیر)

نکتہ

اس آیت مبارکہ میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کو توبہ اور کامیابی کی علامت قرار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ گناہگار لوگوں کو اپنی مغفرت اور کامیابی کے لیے جہاد کا رخ کرنا چاہیے کیونکہ جہاد گناہوں کی معافی اور آخری کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اہم سبق

جہاد کے معاملے میں کسی غفلت یا سستی پر اگر کسی کو سزا دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے اور سزا پانے کے بعد بدل ہو کر نہ بیٹھ جائے اور نہ ہی ضد میں آ کر متنفر ہو، اصل کامیابی آخرت کی ہے اُس کو پانے کے لیے جہاد کے ساتھ جزار ہے۔ جو لوگ حدیبیہ میں نہیں گئے تھے اُن کو بطور سزا غزوہ خیبر میں ساتھ نہیں لے جایا گیا اور پھر فرمایا کہ آگے کی لڑائیوں میں تمہیں بلایا جائے گا تب جہاد کرو گے تو بڑی کامیابی پالو گے۔ تو جن لوگوں نے سزا قبول کی اور پھر بدل نہیں ہوئے بلکہ تائب ہو کر بعد کے جہاد میں شریک ہوئے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَا نَزَّلَتْهُ آيَةٌ ۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْبٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْبٌ وَلَا عَلَى الْمُرِيضِ

نہ اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ

حَرْبٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی

وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

ہوں گی اور جو نافرمانی کرے گا اسے سخت سزا دے گا۔

خلاصہ

وہ مسلمان جن کو کوئی حقیقی عذر ہو وہ اگر جہاد میں نہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جیسے نابینا، لنگڑا اور سخت بیمار۔ جو کوئی جہاد اور دیگر معاملات میں اللہ تعالیٰ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے جنت عطا فرمائے گا۔

اور جو نافرمانی کرے گا، جہاد چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُسے دردناک سزا دے گا۔

شان نزول

تفسیر قرطبی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب آیت کریمہ وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا نازل ہوئی (جس میں حکم جہاد سن کر عمل نہ کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید ہے) تو جو لوگ اپنا حق قسم کے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا کیا بنے گا ہم تو جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے اس پر یہ آیت کریمہ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى الْإِيْتَةُ نازل ہوئی جس میں یہ بتا دیا کہ جو لوگ مجبوری کی وجہ سے جہاد میں نہ جاسکیں مثلاً نابینا ہوں یا لنگڑے ہوں یا بیمار ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے یہ مضمون سورۃ التوبہ میں تفصیل سے گذرا ہے ملاحظہ فرمائیے سورۃ التوبہ آیت ۹۱ ۹۲ (القرطبی)

جنت کا وعدہ

ارشاد فرمایا وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

فی الجہاد وغیر ذلک۔ (المدارک)

یعنی فی امر الجہاد وغیرہ۔ (الغازن)

یعنی جو کوئی جہاد کے حکم میں اور دیگر احکامات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

جہاد چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہو جانے والوں کی عذاب

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:-

پھر اللہ تعالیٰ جہاد کی اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ کہ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وَمَنْ يَتَوَلَّ اور جو جہاد کو چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہو جائے گا يُعَذِّبُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا اللہ تعالیٰ اُسے دردناک سزا دے گا دنیا میں ذلت کی سزا اور آخرت میں جہنم کی آگ

ای ينكل عن الجهاد ويقبل على المعاش يُعَذِّبُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا بِالذَّلَّةِ وَفِي الْآخِرَةِ
بِالنَّارِ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔ (تفسیر ابن کثیر)

معذور اگر جہاد میں شرکت کریں تو زیادہ اجر کے مستحق

امام ابو حیان لکھتے ہیں:-

معذور مسلمان اگر جہاد میں شرکت نہ کریں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں لیکن اُن کے لیے جہاد میں شرکت جائز ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے زیادہ اجر ملے گا، نابینا مسلمان جہاد کی صف میں زیادہ ڈٹ کر کھڑا ہوتا ہے اور بھاگتا نہیں، حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے انہوں نے قادیسیہ کی جنگوں میں حصہ لیا اور وہ اسلامی لشکر کے علم بردار ہوتے تھے ومع ارتفاع الحرج، فجائز لهم الغزو، واجرهم فيه مضاعف والا عرج احرى بالصبر، وان لا يفر وقد غزا ابن اُم مکتوم وکان اعمى في بعض حروب القادسية وکان رضی اللہ عنہ یمسک الراية۔ (المحر الحلیط)

دعوت جہاد کا عجیب اسلوب

پچھلی آیات میں جہاد کی دعوت ہے اور جہاد نہ کرنے کی وعیدیں اب اس آیت میں اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جن پر جہاد لازم نہیں اور جہاد نہ کرنے کا اُن پر کوئی گناہ نہیں مگر اس آیت کے آخر میں پھر جہاد کی ترغیب دے دی کہ مسلمان کا کام عذر اور بہانے ڈھونڈنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہے اس لئے کوئی خود کو زبردستی معذور قرار دے کر جہاد سے نہ بیٹھے جائے یاد رکھو جہاد اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے بلکہ دردناک سزا کے مستحق ہوتے ہیں اللہم انا نعوذ بک من عذابک۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر مسلمانوں کا محاصرہ ہو جائے

امام ابو حیانؒ نے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ مسلمانوں کا محاصرہ ہو جائے تو معذور افراد پر بھی اُن کی طاقت اور وسعت کے مطابق جہاد کا حکم متوجہ ہو جائے گا۔

فلو حصر المسلمون فالغرض متوجه بحسب الوسع فی الغزو۔ (البحر المحیط)

مثلاً لنگڑے افراد اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے کام لے سکتے ہیں لشکر کی پہرے داری کر سکتے ہیں یہی حال دیگر معذور افراد کا بھی ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ کام کر سکتے ہیں۔ وہ مسلمان جو ماشاء اللہ صحیح سالم ہیں وہ ان احکامات پر غور فرمائیں اور سوچیں کہ انہوں نے آخر کیوں جہاد چھوڑ رکھا ہے؟ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک درد بھری عبارت

”پھر فرمایا وَمَنْ يَتَوَلَّ اور جو کوئی روگردانی کرے گا، احکام الہی کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اُن پر عمل پیرا نہیں ہوگا اور خاص طور پر جہاد سے گریز کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَعْزِبُ عَنْكَ اَبَا اَكِيْمًا تو وہ اُسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ عذاب میں جسمانی ذہنی، مادی ہر قسم کی سزا شامل ہے غلامی بھی بڑی شدید قسم کی سزا ہے جس میں مسلمان عرصہ دراز سے مبتلا چلے آ رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہی کا نتیجہ ہے، اسی غلامی کی وجہ سے مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں، ان میں جہاد اور قربانی کا جذبہ ختم ہو چکا ہے، ضمیر بک چکا ہے اور یہ لہو و لعب میں مشغول ہیں مسلمانوں کی دنیا میں پچاس سے زیادہ ریاستیں ہیں مگر کوئی امریکہ کا غلام ہے کوئی روس کا اور کوئی کسی دوسرے یورپی ملک کا صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین نے جذبہ جہاد کو بیدار کیا، موت کی فکر کو قبول کیا تو ساری دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا مگر آج مسلمان کی نہ سیاست اپنی ہے نہ معیشت اور نہ معاشرت ہر معاملے میں نظریں غیروں کی طرف اٹھتی ہیں ہمارے منصوبے اغیار بناتے ہیں اور پھر اُن پر عملدرآمد کرتے ہیں ہمارے تمام وسائل انکی جیب میں پڑے ہیں اور ہم لاچار بن کر اُن کا منہ تک رہے ہیں، ہمارے سلف نے تلوار کی دھار پر چل کر اس دین کو زندہ رکھا مسلمانوں کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں عزت اور غلبہ دیا مگر جب ہم اپنے ہی اصولوں کو ترک کر بیٹھے، سہل انگار ہو گئے اور دوسروں کے اشاروں پر ناپنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہم سے رخ پھیر لیا اور ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔“ (معالم العرفان)



سُورَةُ الْفَتْحِ - آيت ١٨ ١٩ ٢٠

میں اسلامی تاریخ کے اہم معرکے غزوہ خیبر کا تذکرہ ہے

ان آیات کے "معارف" پڑھنے سے پہلے ملاحظہ فرمائیے غزوہ خیبر کا مختصر واقعہ

غزوة خیبر

ماخوذ از سیرت حلبیہ و سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

غزوة خیبر۔ محرم الحرم ۵ھ

وَعَدَاكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ (سورہ فتح)

(وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا جن کو تم لوگ پس یہ خیبر کی غنیمت اللہ تعالیٰ نے تم کو جلدی دے دی۔)

لفظ خیبر

یہ لفظ خیبر خ پر زبر کے ساتھ جعفر کے وزن پر ہے (خیبر ایک مقام اور قلعہ کا نام ہے) قوم عمالیت میں ایک شخص تھا جس کا نام خیبر تھا۔ وہ شخص اس جگہ آیا تھا اور یہیں آباد ہو گیا تھا۔ یہ خیبر اس شخص کا بھائی تھا جس کا نام یثرب تھا اور جس کے نام پر مدینہ شہر کو یثرب کہا گیا تھا جیسا کہ بیان ہوا ہے۔

بعض مؤرخین نے یوں لکھا ہے کہ یہودیوں کی زبان میں لفظ خیبر کے معنی حویلی کے ہیں چنانچہ اس ہستی کو خیبر کہا جاتا تھا کیونکہ اس میں حویلیاں اور گڑھیاں بہت زیادہ تھیں (عربی میں گڑھی کے لیے حصن کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہم نے حویلی کے کئے ہیں جسے ایک طرح کا چھوٹا قلعہ کہنا چاہئے)۔

خیبر شہر

خیبر ایک بڑا شہر تھا جس میں بڑی بڑی حویلیاں، کھیت اور بے شمار باغات تھے۔ اس شہر اور مدینہ شریف کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ تھا جیسا کہ علامہ دمیاطی نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے یہ بات واضح ذہنی چاہئے کہ ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے (لہذا مدینہ منورہ اور خیبر کا درمیانی فاصلہ کل چھانوے میل کا ہوا)۔

خیبر پر حملے کا حکم

آنحضرت ﷺ جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورہ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعت الرضوان سے خصوصاً یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو بہت سی فتوحات ہوں گی اور بہت سی غنیمتیں ملیں گی اور بالفعل اس بیعت الرضوان کے انعام میں فتح خیبر دی اور فتح مکہ جو اس وقت ہاتھ نہ لگی سمجھ لو کہ وہ بھی مل ہی چکی ہے اور آئندہ چل کر تم کو اور بھی فتوحات نصیب ہوں گی جن کا علم ہم کو ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ سے خیبر ہی کی فتح مراد ہے اور علیٰ ہذا گذشتہ آیت وَآتَاهُمُ فَتْحًا قَرِيبًا میں بھی فتح قریب سے خیبر ہی مراد ہے۔

چنانچہ آپ حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے اس اثناء میں حضور ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے اور جو بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کفار مکہ کو مدینہ پر چڑھا کر لائے تھے۔

حدیبیہ کے غیر حاضرین

حق تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کو یہ خبر دیدی کہ فتح خیبر کی بشارت سن کر منافقین بھی آپ سے استعا کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں چلتے ہیں اللہ کا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ اس سفر میں ہرگز نہ جائیں اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِنَاخِذُوا هَا ذُرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ نَحْسَدُوكُمْ وَإِنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمُونَ إِلَّا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (الفح ۱۵)

(جو لوگ سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے چلو گے تو یہ طامع (یعنی الہی) لوگ تم سے یہ کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ خیبر چلیں حق تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم اور اس کے وعدہ کو بدل ڈالیں آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ حکم دے دیا ہے پھر یہ اہل طمع یہ اعتراض کریں گے کہ تم ہم پر حسد کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ غنیمت میں ہم تمہارے شریک نہ ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے صحابہ کرام کے قلوب حسد اور حرص سے پاک ہیں بلکہ یہی لوگ بات کو بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔ (جن حضرات کی نظر میں پوری دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ہو ان کے متعلق حسد کا تصور ہی کمال الہی و نادانی (یعنی بڑی بے وقوفی) ہے)

خیبر کو کوچ اور مدینہ میں قائم مقامی

آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں کچھ قیام کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام ۷ھ میں چودہ سو پانچ سو اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا، ازواج مطہرات میں سے اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۶)

ردائگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں حضرت نمیلہ رضی اللہ عنہ کو اور ایک قول کے مطابق حضرت سباع ابن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس سلسلے میں علماء نے حضرت سباع ابن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے نام کو ہی درست قرار دیا ہے۔

عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع کی حدی خوانی

صحیح بخاری میں سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کے وقت خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے:

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ کوئی صدقہ اور خیرات کر سکتے اور نہ ایک نماز پڑھ سکتے۔

وَالَّذِينَ سَكِنَتْ عَلَيْهِمْ

فَاغْفِرْ فِدَاءَ لَكَ مَا اتَّقَيْنَا

اے اللہ! ہم تجھ پر فدا اور قربان ہیں جو احکام ہم نہیں بجالائے ان کو معاف فرما اور خاص سکینت اور طمانینت ہم پر نازل فرماتا کہ قلب کو سکون اور چین حاصل ہو اور ہر قسم کی پریشانی اور بے چینی دل سے دور ہو۔

إِنَّا إِذَا صَبَحْنَا بِهَا

وَكُتِبَتْ الْأَقْدَامُ إِنَّا لَا قَهِنَا

اور دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ، ہم کو جب جہاد و قتال کے لیے پکارا جاتا ہے تو دوڑ کر پہنچتے ہیں

وَبِالصَّبَاحِ عَوْلُوا عَلَيْنَا

اور پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۷)

إِذَا رَأَوْا فِتْنَةً

إِنَّا الْأُولَىٰ قَدْ بَغَوْنَا عَلَيْهِمْ

تحقیق جن لوگوں نے ہم پر ظلم اور تعدی کی جب وہ ہم کو کفر اور شرک کے کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَفْنَيْنَا

اے پروردگار ہم تیرے فضل و کرم سے مستغنی اور بے نیاز نہیں۔

عامر کی شہادت کا اشارہ.....

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ حدی پڑھنے والا کون ہے لوگوں نے کہا۔ عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا۔ یرحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا غفر لک ربک پروردگار تیری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی کو خاص کر کے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ! اس کے لیے تو جنت واجب ہوگئی، کاش آپ عامر کی شجاعت سے اور چند روز ہم کو متمتع اور منتفع ہونے دیتے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۷)

جنت کا خزانہ

حضرت عبداللہ بن قیسؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے پیچھے تھا۔ میں نے اس وقت لاحول ولاقوة الاہل اللہ العلی العظیم پڑھی تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا۔

”اے عبداللہ! کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے“

میں نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

آپ نے فرمایا وہ کلمہ ہے لاحول ولاقوة الاہل اللہ۔ (مقصد یہ بتلانا تھا کہ تم نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ جنت کے

خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور یہ کلمہ حق تعالیٰ کو بہت محبوب ہے)

راستہ میں جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ نے نعرہ کبکیر بلند کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی دعا

جب خیبر کے قریب پہنچے تو صحابہ کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور یہ دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرْضِينَ وَمَا أَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضَلَلْنَ وَرَبَّ
الرِّيَاحِ وَمَا أَذَيْنَ فَإِنَّا نَسَأُ لَكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا
وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا

ترجمہ: اے اللہ! تو آسمانوں کا بھی پروردگار ہے اور ان کی سایہ فگنی کا بھی مالک ہے۔ تو ہی زمینوں کا مالک ہے اور تو ہی ان بلند یوں کا مالک ہے جو زمین پر قائم ہیں۔ تو ہی شیطانوں کا بھی پروردگار ہے اور تو ہی ان کی گمراہیوں کا بھی پروردگار ہے۔ تو ہی ہواؤں کا مالک ہے اور تو ہی ان چیزوں کا مالک ہے جنہیں وہ اڑا کر لے جاتی ہیں۔ ہم تجھ سے اس بستی کی خیر مانگتے ہیں، اس کے مکینوں کی خیر مانگتے ہیں اور اس کے مال و متاع کی خیر مانگتے ہیں۔ تجھ سے ہی ہم اس بستی کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور تجھ سے ہی اس کے مکینوں اور سامان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:-

اقْدِمُوا بِسْمِ اللَّهِ

اب بسم اللہ کہہ کر آگے بڑھو۔

آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے (ابن ہشام ۱۸۵)

آنحضرت ﷺ کا خیبر کے سامنے پڑاؤ

چونکہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ غطفان نے یہود خیبر کی امداد کے لیے لشکر جمع کیا ہے اس لئے آپ مدینہ سے چل کر مقام رجع میں جو خیبر اور غطفان کے مابین ہے پڑاؤ ڈالا تاکہ یہود غطفان مرعوب ہو کر یہود خیبر کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ یہود غطفان کو جب یہ معلوم ہوا کہ خود ہماری ہی جان خطرہ میں ہے تو واپس ہو گئے۔ (ابن ہشام ص ۱۸۵ ج ۲)

اسلامی لشکر کی اچانک آمد پر یہود کی بدحواسی

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر میں رات کو پہنچے آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ رات میں کسی پر حملہ نہیں فرماتے تھے، صبح کا انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو حملہ نہ فرماتے ورنہ حملہ فرماتے۔ اسی سنت

کے مطابق خیبر میں بھی صبح کی اذان کا انتظار فرمایا۔ جب صبح کی اذان نہ سنی تو حملہ کی تیاری کی۔ صبح ہوتے ہی یہود کدال اور پھاؤ لے لے کر اپنے کاروبار کے لیے نکلے۔ آپ کے لشکر کو بڑھتے دیکھ کر یہ کہا ”محمد و الخمیس“ یعنی محمد اپنی کل فوج اور لشکر کے ساتھ آگئے۔

لشکر کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔

مقدمہ۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ ساقہ

آپ نے ان کو دیکھ کر دعاء کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا۔

اللہ اکبر عریت خمیبر انا اذانزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذین (بخاری وفتح الباری ص ۳۵۹ ج ۷)

خیبر میں یہودیوں کی کئی حویلیاں اور گڑھیاں تھیں جن کو چھوٹے قلعے کہنا چاہئے آنحضرت ﷺ نے حملہ کی ابتداء جس گڑھی سے کی اس کا نام نطات تھا۔ آپ نے اس گڑھی پر شق نامی گڑھی اور ایک قول کے مطابق کثیہ نامی گڑھی سے پہلے حملہ کیا کیونکہ یہودیوں نے اپنا تمام مال و دولت کثیہ نامی گڑھی میں محفوظ کر دیا تھا لیکن لڑنے والے تمام جوان نطات نامی گڑھی میں جمع ہو گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے نطات نامی گڑھی کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔

حباب کا مشورہ.....

جب آپ نے نطات کے قریب پڑاؤ ڈالا تو حضرت حباب بن منذر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

”یا رسول اللہ! آپ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا ہے۔ اگر آپ نے آسمانی حکم پر ایسا کیا ہے تو اس میں بولنے کی گنجائش

نہیں ہے لیکن اگر آپ نے اپنی رائے سے ایسا کیا ہے تو ہم اس بارے میں کچھ عرض کریں!“

آپ نے فرمایا نہیں یہ صرف میری رائے ہے۔ تب حباب بن منذر نے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! نطات کے لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ ایسے قادر تیر انداز ہیں کہ ان سے زیادہ دور تک تیر

پھینکنے والا اور ان سے بہتر نشانہ باز کوئی نہیں ہے وہ لوگ ہمارے مقابلے میں بلند جگہ پر ہیں اور ان کے تیر زیادہ تیزی

سے ہماری طرف آئیں گے ہم ان کی زد میں ہیں۔ پھر یہ کہ وہ لوگ گرد و پیش کی جھاڑیوں میں چھپ کر رات کو اچانک

ہماری بے خبری میں حملہ کر سکتے ہیں اس لئے یہاں سے ہٹ جانا مناسب ہے۔“

پڑاؤ میں تبدیلی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

”تمہاری رائے ٹھیک ہے انشاء اللہ شام کو ہم اس جگہ سے ہٹ جائیں گے۔!“

اس کے بعد آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے لئے یہاں سے دور پڑاؤ کی مناسب جگہ

تلاش کرو۔ محمد بن مسلمہ نے گھوم پھر کر جگہ دیکھی اور پھر آپ کو بتایا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کے لیے پڑاؤ کی ایک

مناسب جگہ تلاش کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے نام کی برکت سے ٹھیک رہے گی۔ شام کو آپ خود یہاں سے ہٹ گئے اور مسلمانوں کو پڑاؤ اٹھانے کا حکم دیا۔

خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل و عیال کے قلعوں میں محفوظ ہو گئے آپ نے ان قلعوں پر حملے شروع کئے، یکے بعد دیگرے فتح کرتے جاتے تھے۔

۱ قلعہ ناعم

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح فرمایا، محمود بن مسلمہ اس قلعے کے دامن میں تھے کہ یہودیوں نے اوپر سے ان پر ایک چکی کا پاٹ گرایا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

۲ قلعہ قوص

قلعہ ناعم کے بعد قلعہ قوص فتح ہوا یہ قلعہ خیبر کے قلعوں میں نہایت مستحکم تھا۔ جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو آنحضرت ﷺ دردمندی کی وجہ سے میدان میں تشریف نہ لاسکے اس لئے نشان دے کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، باوجود پوری جدوجہد کے قلعہ فتح نہ ہو سکا واپس آ گئے دوسرے روز فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نشان دے کر روانہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری جدوجہد سے قتال کیا لیکن بغیر فتح کئے ہوئے واپس آئے۔

سات دن ناکام حملے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نطات والوں سے آنحضرت ﷺ سات دن تک برابر جنگ کرتے رہے۔ آپ روزانہ حضرت محمد بن مسلمہ کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے نکلتے اور پڑاؤ میں حضرت عثمان کو نگران بنا جاتے۔ شام ہو جاتی تو آپ اسی جگہ واپس آ جاتے اور زخمی مسلمانوں کو بھی وہیں لے آیا جاتا یہاں ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔

نبی کی زبانی پرچم دینے کا اعلان

اس کے بعد (اگلی صبح) آنحضرت ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا۔
”آج میں اپنا پرچم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو پیٹھ دکھانے والا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے بھائی کے قاتل پر قابو عطا فرمائے گا۔“

پرچم کے لیے صحابہ کی آرزو

اس ارشاد کے بعد صحابہ میں ہر اس شخص کو جس کی آپ کے نزدیک کچھ بھی قدر تھی۔ یہی امید تھی کہ آنحضرت ﷺ کا پرچم اسے ملے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھے اس دن کے سوا کبھی دستہ کا امیر بننا محبوب نہیں ہوا (یعنی آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد اس روز میری بھی یہ آرزو تھی کہ دستے کا امیر مجھے بنا کر پرچم عنایت فرما دیا جائے)

ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے تمام شب اسی تمنا اور اشتیاق میں گزری جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ حضرت علیؑ کی آنکھیں اس وقت آشوب کی ہوئی تھیں بلا کر آنکھوں کو لعاب دہن لگایا اور دعا پڑھی۔ فوراً اسی وقت آنکھیں اچھی ہو گئیں گویا کبھی کوئی شکایت پیش نہیں آئی تھی اور نشانِ مرحمت فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ جہاد و قتال سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ان کو خبردار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم۔ اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے حضرت علیؑ نشان لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ (رواہ البخاری)

مرحب کا خروج

یہود کا مشہور و معروف بہادر پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کیلئے نکلا۔

قد علمت خیبرانی مرحب شاک السلاح بطل مجرب
اہل خیبر کو خوب معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش اور بہادر اور تجربہ کار ہوں
عامر بن اکوعؓ اس کے مقابلہ کے لیے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قد علمت خیبرانی عامر شاکي السلاح بطل مغامر

عامرؓ نے اس کے پیر پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا کہ تلوار پلٹ کر خود ان ہی کے گھٹنہ پر آگئی جس سے انہوں نے وفات پائی۔ سلمۃ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ عامرؓ کے اعمال حبط ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے آپ نے فرمایا جس نے کہا غلط کہا۔ وہ بڑا مجاہد ہے اور انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے لیے دوا جر ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا کہ وہ شہید ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اسد اللہ میدان میں

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ پر جم کو لہراتے ہوئے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اور آخرا انہوں نے اسے قلعہ کے نیچے نصب کر دیا۔ قلعہ کے اوپر بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے ان کو دیکھا تو پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا میں علی بن ابوطالب ہوں۔ یہودی نے کہا۔

”تم لوگوں نے بڑا سراٹھایا ہے حالانکہ حق وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا“

اس کے بعد قلعہ والے نکل کر ان کی طرف بڑھے ان میں سے آگے آگے حرث تھا جو مرحب کا بھائی تھا۔ (مرحب یہود کا سردار تھا) حرث اپنی بہادری کے لیے بہت مشہور تھا۔ مسلمان اس کو بڑھتا دیکھ کر راستہ چھوڑتے گئے اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہے۔ آخر حرث نے آ کر حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھوڑی دیر

دونوں میں تلوار کے وار ہوئے اور ذرا ہی دیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا حرث کے قتل ہوتے ہی یہودی تیزی سے پسپا ہو کر واپس قلعہ میں گھس گئے۔

مرحب سے مقابلہ

جب مرحب نے دیکھا کہ اس کا بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے تو وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے تمام ہتھیار لگا کر قلعہ سے نکلا۔ اس نے دوزر ہیں پہن رکھی تھیں، دو تلواریں لگا رکھی تھیں اور دو عمامے پہن رکھے تھے اور ان دونوں عماموں کے اوپر خود پہن رکھا تھا خود میں سے دیکھنے کے لیے سامنے تھوڑا سا سوراخ بنا ہوا تھا۔ مرحب کے ہاتھ میں نیزہ تھا جس میں تین پھل لگے ہوئے تھے وہ یہ رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا۔

قد علمت خمیرانی مرحب شاکي السلاح بطل مجرب

ترجمہ: خمیر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں جو ایک ہتھیار بند، بہادر اور نہایت تجربہ کار سو رہا ہے۔

بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے پڑھے۔

أنا الذي سَمَّيتني أُمِّي حیدرة کَلِیثِ غَاہَاتِ کرِیہ المنظرۃ

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے جنگل کے شیر کی طرح نہایت مہیب ہوں۔

علی رضی اللہ عنہ کا جان لیوا وار

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب پر تلوار کا وار کیا تو مرحب نے وار کو ڈھال پر روکا تلوار نے ڈھال کو بھی پھاڑ ڈالا اور خود کو بھی۔ اس خود کے نیچے جو پتھر تھا اسے بھی توڑا اور اس کے نیچے جو دو عمامے تھے ان سے گزر کے تلوار نے اس کی کھوپڑی چاک کر دی اور مرحب کی داڑھ کے دانتوں میں آ پھنسی۔

مرحب کے بھائی یاسر کی لکار!

پھر مرحب کے بعد اس کا بھائی سامنے آیا اس کا نام یاسر تھا۔ وہ یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خمیرانی یاسر شاکي السلاح بطل مغادر

ترجمہ: خمیر کا ذرہ ذرہ جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں جو ہتھیار پوش بہادر اور کشتوں کے پستے لگانے والا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مقابلے میں

یہ یاسر بھی یہودیوں کے مشہور شہ سواروں اور بہادر سوراؤں میں سے تھا۔ اس نے سامنے آتے ہی لکار دی اور کہا کون ہے جو میرے مقابلے میں آئے گا۔ اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسلم صفوں سے نکلے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ان کو نکلتے دیکھ کر حضرت صفیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا

رسول اللہ ﷺ یہ یا سر میرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔ مگر آپ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ انشاء اللہ تمہارا بیٹا اس کو قتل کرے گا۔!“
چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔

اسود راعی کا اسلام

غزوہ خیبر میں مسلمانوں کا جنگی نعرہ اُمّت اُمّت تھا۔ ایک روایت کے مطابق یا منصور اُمّت اُمّت تھا۔ مسلمانوں میں سے اس غزوہ میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں اسود راعی تھا جو ایک یہودی کے ملازم کی حیثیت سے اس کی بکریاں چرایا کرتا تھا یہ ایک حبشی غلام تھا جس کا نام اسلام تھا۔ کتاب امتاع کے مطابق اس کا نام یہاں تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو یہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اسلام پیش کیجئے (یعنی اسلام کی خوبیاں اور احکام بیان فرمائیے) آپ ﷺ نے اس کو اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے آپ سے عرض کیا میں مسلمان ہوتا ہوں مجھے اس کے نتیجے میں کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا جنت۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔

جب اسود راعی مسلمان ہو گیا تو آپ ﷺ سے کہنے لگا۔

”یا رسول اللہ! میں ان بکریوں کے مالک کے پاس چرواہے کے طور پر ملازم ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ امانت ہیں اور ان میں مختلف لوگوں کی ہیں کسی کی ایک بکری اور کسی کی دو بکریاں ہیں اور کسی کی اس سے زیادہ ہیں۔!“
آپ نے فرمایا۔

”ان کو سامنے کی طرف ہنکا دو یہ خود ہی اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں گی.....!“

چنانچہ اسود نے ایک پیالے میں کنکریاں بھر کر ان بکریوں کے منہ پر پھینک دیں اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ کیونکہ خدا کی قسم اب میں تو تمہارا ساتھ دینے والا نہیں ہوں۔ چنانچہ بکریاں اس طرح اکٹھی ہو کر واپس چلیں جیسے کوئی چرواہا انہیں ہنکار رہا ہے یہاں تک کہ وہ سیدھی قلعہ میں داخل ہو گئیں۔

اسود رضی اللہ عنہ کا جہاد اور شہادت

اس کے بعد اسود راعی اس قلعہ کی طرف بڑھے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے لگے جنگ کے دوران ایک پتھران کے آ کر لگا۔ ایک روایت کے مطابق کسی ان دیکھے تیر انداز کا تیر آ کر ان کے لگا جس سے وہ اسی وقت شہید ہو گئے جب کہ ابھی تک انہوں نے اللہ کے حضور میں ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔

اسود کا بلند مقام

صحابہ کی ایک جماعت ان کی لاش لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آنحضرت ﷺ نے اسود کی لاش دیکھ کر فوراً منہ پھیر لیا اور وہاں سے ہٹ گئے۔ صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اس کی طرف سے منہ کیوں پھیر لیا۔ آپ نے فرمایا:

”اس وقت اس کے پاس اس کی دونوں بیویاں ہیں جو جنت کی حوریں ہیں اور وہ اس کے چہرے سے مٹی جھاڑ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک میں ملائے جس نے تمہارے چہرے کو گرد آلود کیا اور اللہ تعالیٰ قاتل کو قتل کرے.....!“

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو بلند مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے اور اسے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ اسلام ایک سچائی اور حق کی حیثیت سے اس کے دل میں جاگزیں تھا.....!“

الغرض یہ قلعہ بیس روز کے محاصرہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں صفیہ رضی اللہ عنہا، جی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی اور کنانہ بن الربیع کی بیوی بھی تھیں۔

۳ قلعہ صعّب بن معاذ

قلعہ قنوص فتح ہو جانے کے بعد صعّب بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا۔

مسلمانوں کو کھانے کی تنگی

قلعہ کے اس محاصرہ کے دوران مسلمانوں کو کھانے پینے کی سخت تنگی ہو گئی اور وہ بھوک سے بے حال ہونے لگے چنانچہ بنی اسلم کے مسلمانوں نے اسماء ابن حارثہ اور اس کی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بنی اسلم آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ بھوک سے بد حال ہو رہے ہیں اس پر لوگوں نے انہیں ملامت کی اور کہا کہ کیا تم عربوں کے درمیان ہوتے ہوئے ایسی بات کہہ رہے ہو۔ اس پر اسماء کے بھائی زید بن حارثہ نے کہا۔

”خدا کی قسم میں اس آرزو میں ہوں کہ یہ وفد جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہے خیر و برکت کی کنجی ثابت ہوا“

آنحضرت ﷺ کی دعا

اس کے بعد اسماء، آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو بنی اسلم کا پیغام پہنچایا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

”اے اللہ! تجھے ان کے حال کا پتہ ہے اور یہ کہ ان کے پاس کوئی قوت اور استطاعت نہیں ہے میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو میں ان کو دے سکوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! ان میں سے اکثر قلعوں کو اس حال میں فتح کرا کہ ان میں رزق اور گھی کی فراوانی ہو.....!“

اس کے بعد آپ نے حضرت حبابؓ بن منذر کو پرچم عنایت فرمایا اور لوگوں کو جنگ کے لیے براہیختہ کیا تاہم نامی قلعہ کے یہودیوں میں سے جو لوگ جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے وہ صعّب نامی قلعہ میں پہنچ گئے جو نطحات کے قلعوں میں سے ایک تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صعّب نامی قلعہ اسی دن سورج غروب ہونے سے بھی پہلے فتح کرادیا۔ اس سے پہلے دو دن سے اس قلعہ کا محاصرہ چل رہا تھا (لیکن پھر حق تعالیٰ نے اس کو نہایت آسانی سے فتح کرادیا)

رسد کے زبردست ذخائر

خیبر کے قلعوں میں یہی وہ قلعہ تھا جس میں کھانے پینے کا سامان سب سے زیادہ تھا۔ یعنی صعّب قلعہ میں گیہوں، کھجور، گھی، زیتون کا تیل، چربی، مویشی اور دوسرے ہر قسم کے مال و متاع کی سب سے زیادہ فراوانی تھی۔

قلعہ صعّب پر شخصی مقابلے

اس قلعہ صعّب میں پانچ سو جانباز تھے اس کے فتح ہونے سے پہلے قلعہ میں سے ایک شخص نکل کر سامنے آیا اور اس نے اپنے مقابل کو لکارا۔ اس شخص کا نام یوشع تھا۔ اس کے مقابلے کے لیے حضرت حبابؓ بن منذر گئے اور اسے قتل کر آئے۔

اس کے بعد ایک دوسرا یہودی نکلا اور اس نے بھی شخصی مقابلے کے لیے لکارا۔ اس کا نام دیال تھا اس کے مقابلے کے لیے حضرت عمارہ بن عقبہ غفاری نکلے انہوں نے ایک دم دیال کی کھوپڑی پر وار کرتے ہوئے کہا۔ لے اسے سنبھال۔ میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔ (بظاہر یہ ایک سادہ سا جملہ ہے مگر صحابہ کرام نے سمجھا کہ حضرت عمارہ نے اپنی بڑائی اور تکبر کے لیے یہ بات کہی ہے۔ اگرچہ جنگ میں ایسے جملے جائز ہیں) اس پر صحابہ نے کہا کہ عمارہ نے اپنے جہاد کا ثواب ختم کر لیا۔ مگر جب آنحضرت ﷺ کو عمارہ کا یہ کلمہ اور لوگوں کا یہ تبصرہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کو اس عمل کا اجر بھی ملے گا اور اس کا یہ کارنامہ قابل تعریف بھی ہے۔

یہود کا شدید حملہ

اس کے بعد یہودیوں نے ایک نہایت زبردست حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان پسا ہوئے اور ادھر ادھر منتشر ہوتے چلے گئے یہود آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت گھوڑے سے اتر کر زمین پر کھڑے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا جوانی حملہ اور فتح

اس وقت حضرت حبابؓ بن منذر انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ جے رہے اور یہودیوں کا مقابلہ کرتے رہے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے ابھارا جس پر مسلمان رکے اور انہوں نے پلٹ کر یہودیوں پر ایک بھر پور حملہ کیا اور حضرت حبابؓ بن منذر نے دشمن پر یلغار کی۔ یہودی اس حملے کی تاب نہ لا سکے اور تیزی سے پسا

ہونے لگے یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی حویلیوں تک پہنچ گئے اور انہوں نے اندر گھس کر دروازے بند کر لئے۔ مسلمانوں نے قلعہ پر یلغار کی اور یہودیوں کو قتل اور گرفتار کرنے لگے (یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا) اس قلعہ میں بڑے پیمانہ پر گیسوں، کھجوریں، گھی، شہد، شکر یعنی کھانڈ، زیتون کا تیل اور چربی مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھ آئی۔

اسی روز آپ نے یہ دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے، پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ گوشت پکا رہے ہیں آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت ہے کہا ابلی گدھوں کا گوشت ہے آپ نے فرمایا وہ نجس ہے سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر گوشت پھینک دیں اور برتنوں کو دھولیں اس کی اجازت ہے آپ نے فرمایا اچھا برتنوں کو دھو ڈالو۔

۴ حسن قلہ

اس کے بعد یہود نے حسن قلہ میں جا کر پناہ لی یہ قلعہ بھی نہایت مستحکم تھا پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اسی وجہ سے اس کا نام حسن قلہ تھا۔ قلہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں جو بعد میں قلعہ زبیر کے نام سے مشہور ہوا۔ اس لئے کہ یہ قلعہ تقسیم غنائم کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔

تین روز تک آپ اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے حسن اتفاق سے ایک یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم! آپ اگر مہینہ بھر ان کا محاصرہ کئے رہے تب بھی ان لوگوں کو پرواہ نہیں ان کے پاس زمین کے نیچے پانی کے چشمے ہیں رات کو نکلتے ہیں اور پانی لے کر قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں آپ اگر ان کا پانی قطع کر دیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کا پانی بند کر دیا مجبور ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور سخت مقابلہ ہوا، دس یہودی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ قلعہ قلہ علاقہ نطاۃ کا آخری قلعہ تھا اس کی فتح کے بعد حضور پر نور ﷺ علاقہ شق کے قلعوں کی طرف بڑھے اور اس علاقہ میں سب سے اول قلعہ اُبی کو فتح کیا جو شدید معرکہ کے بعد فتح ہوا اور مسلمان اس میں داخل ہوئے اس کے بعد دوسرے قلعوں کی طرف پیش قدمی کی۔

۵ وضح اور سلام

حسن قلہ کے بعد نبی اکرم ﷺ بقیہ قلععات کی طرف بڑھے، جب تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا تو اخیر میں وضح اور سلام کی طرف بڑھے اور بعض روایت میں الکتیبہ کا بھی ذکر آیا ہے اس سے پیشتر تمام قلعے فتح ہو چکے تھے صرف یہی دو قلعے باقی تھے یہود کا تمام زور ان ہی پر تھا۔ یہود ہر طرف سے سمٹ کر انہی قلعوں میں آ کر محفوظ ہو گئے تھے۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست منظور کی۔ یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے بھیجا آپ نے اس شرط پر جان بخشی کہ خبیر کی سر زمین کو یکفخت خالی کر دیں یعنی سب جلا

وطن ہو جائیں اور سونا اور چاندی اور ہتھیار اور سامان حرب سب یہاں چھوڑ جائیں اور کسی شئی کو چھپا کر نہ لے جائیں اگر اس کے خلاف ہو تو اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہیں۔

مگر یہود باوجود اس عہد و میثاق کے پھر اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور حیی بن اخطب کا ایک چرمی تھیلا جس میں سب کا روزیور محفوظ رہتا تھا اس کو غائب کر دیا۔ آپ نے کنانہ بن الربیع کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ تھیلا کہاں گیا کنانہ نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا زمانہ تو کچھ زیادہ گزرا نہیں اور مال بہت زیادہ تھا یہ ابن سعد کی روایت ہے ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سعید سے دریافت فرمایا، بیہقی اور ابن سعد کی دوسری روایت میں ہے کہ کنانہ اور اس کے بھائی وغیرہ سے بھی دریافت کیا۔ سب نے یہی کہا کہ خرچ ہو گیا آپ نے فرمایا اگر وہ تھیلا برآمد ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں یہ کہہ کر آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں دبا ہوا ہے چنانچہ وہ صحابی گئے اور مال برآمد کیا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی اس جرم میں یہ لوگ قتل کئے گئے جن میں ایک صفیہ کا شوہر بھی تھا جن کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔

علاوہ ازیں کنانہ کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ کنانہ نے محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ کو اسی معرکہ میں قتل کیا تھا اس لیے آنحضرت ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کیا کہ اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلہ میں اس کو قتل کریں (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت صفیہؓ جنگی قیدیوں میں

رسول اللہ ﷺ کو اس غزوہ میں جو جنگی قیدی ملے ان میں حضرت صفیہؓ بنت حیی ابن اخطب بھی تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں ان قیدیوں میں سے آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو اپنے لئے انتخاب فرمایا۔

اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو اختیار دے چکے تھے کہ اگر وہ چاہیں تو آپ ان کو آزاد کر دیں اور وہ اپنے ان رشتہ داروں کے پاس چلی جائیں جو زندہ باقی رہ گئے ہیں اور یا مسلمان ہو جائیں تو اس صورت میں آپ ان کو اپنی ذات بابرکات کے لیے قبول فرمائیں گے۔ یہ سن کر حضرت صفیہؓ نے عرض کیا۔

”نہیں۔ میں اپنے لئے اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کرتی ہوں!“

حضرت صفیہؓ کا خواب

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو اپنے ساتھ عروسی فرمائی تو آپ نے ان کی ایک آنکھ کے اوپر ایک سبزی مائل نشان دیکھا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ بزن نشان کیسا ہے۔ حضرت صفیہؓ نے عرض کیا۔

”ایک روز میں ابن ابی حقیق یعنی اپنے شوہر کی گود میں سر رکھے ہوئے لیٹی تھی۔ اس وقت میں دلہن تھی اور اسی

حالت میں سو رہی تھی میں نے خواب دیکھا کہ اچانک چاند میری گود میں آگرا۔ میں نے بیدار ہو کر یہ خواب ابن ابو حنیفہ سے بیان کیا تو اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ تو عرب کے بادشاہ کی آرزو کر رہی ہے!

شوہر اور باپ کی مار

(یعنی یہ اس طمانچہ کا نشان ہے) ایک روایت میں یہ واقعہ یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سامنے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دلہن بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے سورج نیچے اترنا شروع ہوا یہاں تک کہ ان کے سینہ پر آگرا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا تو اس نے کہا۔

”خدا کی قسم تو اسی بادشاہ یعنی آنحضرت ﷺ کی تمنا کر رہی ہے۔ جس نے ہمارے مقابلے میں آ کر ڈیرہ ڈالا ہے!“

یہ کہہ کر اس نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے ان کی آنکھ پر نیل پڑ گیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا یہ خواب اپنے باپ حمی بن اخطب سے بیان کیا تھا جس پر اس نے اُن کے طمانچہ مارا تھا اور ان دونوں باتوں کے پیش آنے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ممکن ہے انہوں نے دونوں سے یہ خواب بیان کیا ہو اور دونوں نے ہی اُن کو مارا ہو۔

فتح فدک

جب اہل فدک کو اس کی اطلاع ہوئی کہ یہود خیبر نے ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہماری جانوں کو امان دیا جائے ہم تمام مال و اسباب چھوڑ کر یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا اور محیضہ بن مسعود کے واسطے سے گفتگو ہوئی چونکہ فدک بغیر کسی حملہ اور فوج کشی کے فتح ہوا اس پر نہ سوار لیجانے پڑے اور نہ پیادہ اس لئے فدک خالص رسول اللہ ﷺ کے قبضہ اور تصرف میں رہا اور خیبر کی طرح غانمین پر تقسیم نہیں ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ

اس غزوہ میں چودہ (۱۲) یا پندرہ (۱۵) مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے (۹۳) کافر مارے گئے۔

مخبرہ

جب خیبر فتح ہو گیا اور اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کی ہو گئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہود (حسب معاہدہ) یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں لیکن یہود نے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمین پر ہم کو رہنے دیجئے ہم زراعت کریں گے جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں گے آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحت فرمادیا۔

تقرکہ علیٰ ذلك ماشئنا

جب تک چاہیں گے اس وقت تک تم کو برقرار رکھیں گے۔ (بخاری شریف ص ۱۰۳۱ ج ۱)

اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے معاملہ کا نام خیبرہ ہو گیا۔

جب یثائی کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لیے عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجے

(باب الخرم سنن ابی داؤد ص ۲۸ ج ۲)

عبداللہ بن رواحہؓ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو یہود اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہتے کہ ایسے ہی عدل اور انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ یہ فرماتے۔

يا معشر اليهود انتم ابغض الخلق التي قتلتهم انبياء الله و كذبتم على الله وليس يحملني

بغضى اياكم ان احيف عليكم

اے گروہ یہود! تمام مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تم ہو، تم ہی نے اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا۔ تم ہی نے اللہ پر جھوٹ باندھا لیکن تمہارا بغض مجھ کو کبھی اس پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

غنیمتِ خیبر کی تقسیم

خیبر کی غنیمت میں سونا اور چاندی نہ تھا، گائے نیل اور اونٹ اور کچھ سامان اور سب سے بڑی چیز خیبر کے زمینات اور باغات تھے زمینات کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضور نے نص قرآنی کے مطابق غنمین پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اب رہا یہ امر کہ خیبر کی زمینوں کو آپ نے کس طرح تقسیم فرمایا سو اس کی کیفیت سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کر لیا یعنی مسلمانوں کی ضروریات کے لیے مخصوص کر لیا۔ اور مجاہدین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اراضی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپ نے تقسیم نہیں کیا اس میں الکیتبہ اور الوطیحہ اور السلالمہ اور اس کی مالحقہ زمینیں تھیں۔

اور نصف حصہ آپ نے اہل حدیبیہ میں تقسیم کیا اس میں الشق اور النطاۃ اور اس کی مالحقہ زمینیں تھیں، یہ روایت سنن ابی داؤد میں سہل بن ابی حمزہ صحابی سے موصولاً اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسل مروی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی تمام زمینوں کو تقسیم نہیں کیا صرف شق اور نطاۃ اور ان کی مالحقہ زمینیں مجاہدین پر تقسیم کیں اور باقی تمام زمینیں مصالح المسلمین کیلئے محفوظ فرمادیں۔

اب رہا یہ امر کہ یہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سوان میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت میں ہے کہ کل چودہ سو آدی جن میں دو سو گھڑ سوار تھے چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہو گئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا اور امام مالکؒ امام شافعیؒ و احمدؒ اور دیگر علماء کے نزدیک سوار کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چار سہام ہو گئے اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ ۱۸ سہام پورے ہو گئے۔

اور سنن ابی داؤد میں مجمع بن جار یہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے پس آپ نے ہر سوار کو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ۔

یہ روایت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہے ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا جیسا کہ حضرت علیؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔

الحاصل آنحضرتؐ نے اراضی خیبر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور ان کے علاوہ کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفرؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ اور ان کے رفقاء جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرتؐ نے ان کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔

یہ معلوم نہیں کہ ان حضرات کو اصل غنیمت میں سے حصہ دیا یا مال غنیمت کے خمس میں سے دیا یا اموال منقولہ میں سے قبل از تقسیم غنیمت بطور اعانت کچھ عطا فرمایا اور پھر یہ کہ حضورؐ نے محض اپنی رائے اور اختیار سے دیا یا غائبین اور مجاہدین کی اجازت سے دیا۔ واللہ اعلم

اور غزوہ خیبر میں کچھ غلام اور کچھ عورتیں بھی مجاہدین کی خدمت اور اعانت کے لیے شریک ہوئیں تھی ان کو آنحضرتؐ نے خیبر کے حاصل شدہ سامان میں سے بطور اعانت کچھ عطا فرمایا۔ باقی زمینات میں سے مردوں کی طرح ان کو کوئی حصہ نہیں عطا کیا جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

ابو ہریرہؓ کی حاضری

ابو ہریرہؓ اور ان کے ساتھ چند رفقاء فتح خیبر کے بعد خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے مگر آپ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا۔ (بخاری شریف غزوہ خیبر)

زہر دینے کا واقعہ

فتح کے بعد آنحضرتؐ نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک دن زینب بنت حارث زوجہ سلام بن مشکم نے ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ نے چکھتے ہی ہاتھ روک لیا۔ بشر بن براء بن معرورؓ جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انہوں نے کچھ کھا لیا تھا۔ آپ

نے فرمایا ہاتھ روک لو اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔

زینب کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ اس میں زہر ملا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دے گا اور اگر آپ نبی کاذب ہیں تو لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے چونکہ آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا لیکن بعد میں جب بشر بن براء بن معرور اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو زینب و اربابان بشر کے حوالے کر دی گئی اور انہوں نے اس کو بشر کے قصاص میں قتل کیا۔

نبیہتی کی ایک روایت میں ہے کہ زینب اقرار جرم کے بعد اسلام لے آئی اور کہا کہ مجھ کو اب آپ کا صادق ہونا بالکل واضح ہو گیا۔ آپ کو اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور اقرار کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ زہری اور سلیمان نے ابتداً نہ قتل کرنے کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ وہ اسلام لے آئی تھی۔

رد مناع الانصار

یعنی مہاجرین کی طرف سے انصار کے باغات کی واپسی

ابتداء ہجرت میں جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین کی اعانت اور امداد کے لیے انصار نے ان کو کچھ زمینیں اور باغات دیئے کہ ان میں کام کریں اور خود بھی منتفع ہوں اور کچھ ہم کو نفع پہنچائیں۔

خیبر کی فتح کے بعد مہاجرین کرام اعانت اور امداد سے مستغنی ہو گئے تو مہاجرین نے انصار کی زمینیں اور درخت واپس کر دیئے۔

مسائل و احکام

اس غزوہ میں حلال و حرام کے جو احکام نازل ہوئے یا جو ہم مسائل اس غزوہ کے پیش آمدہ واقعات سے فقہاء کرام نے مستنبط کئے وہ بالا جمال یہ ہیں۔

۱ شہر حرام میں قتال

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غزوہ خیبر کے لیے حضور ﷺ نے ماہ محرم الحرام میں خروج فرمایا تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتل و قتال ممنوع نہیں اور جن آیات اور احادیث سے شہر حرام میں قتل و قتال کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہے تفصیل اگر درکار ہو تو يَسْتَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ اور سورہ توبہ کی یہ آیت مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

۲ تقسیم اراضی

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پُرَنُوصلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کل زمین کو غامنین پر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ صرف اشق اور الطاقہ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور الکعبہ اور الوطح اور السلام اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لیے محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو اراضی مفتوحہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں کے تصرف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور صاحبین اور سفیان ثوری کا مسلک یہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کا بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور شوافع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ قہر اُفح ہو اور نصف حصہ صلح اُفح ہو واپس جو نصف قہر اُفح ہو اس کو حضور پُرَنُوصلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور جو نصف صلح اُفح ہو وہ تقسیم نہیں فرمایا مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت سخت جنگ اور سخت مقابلہ اور شدید مقاتلہ کے بعد فتح ہوا جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے نیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا مزدوروں کی طرح اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے ان کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے ان کو اس زمین سے نکال دیں گے یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پُرَنُوصلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ کرتے ہوئے صراحتاً ان سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بنا پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام زمینیں اُن سے واپس لے لیں اور اُن کو ملک سے نکال باہر کیا معلوم ہوا کہ تمام خیبر قہر اُفح ہوا ہے اور جن اکابر جیسے امام مالک وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا نصف حصہ قہر اُفح اور نصف صلح اُفح ہو اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابتداء میں یہود نے مقابلہ اور مقاتلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس نہ لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیبر لڑائی سے فتح ہوا اور آدھا خیبر بدون لڑائی کے فتح ہوا اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو ازالہ الخفاء للشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب ما یفعل الامام بالارض المفتوحہ کی مراجعت کریں۔

نیز تیسیر القاری و شرح شیخ الاسلام کی بھی مراجعت کریں۔

۳ ممنوعات خیبر

خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزوں سے منع فرمایا۔ ① ابلی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ② مال غنیمت

جب تک تقسیم نہ ہو جائے اُس کے بیچنے سے منع فرمایا ۲ اور لہسن (یعنی کچے لہسن) کے استعمال سے منع فرمایا۔
 ۲ اور لہجوم خیل کی اجازت دی (جس میں فقہاء کا اختلاف ہے) ان تمام امور کی تفصیل زرقانی از۔ ص ۲۳۳ ج ۲
 تا ص ۲۳۹ ج ۲ میں دیکھیں۔

۴ تحریم متعہ

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ علاوہ
 ازیں قرآن کریم کی متعدد آیات سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ يَغُرُّوهُمْ حٰفِظُونَ ۝۱۰۱ إِلَّا عَلَىٰ أَنْزِلِ وَأَجْرُهُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ

غَيْرُ مَكْلُومِينَ ۝۱۰۲ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ ۝۱۰۳

یعنی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں سوائے بیوی اور شرعی
 باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو طریقوں کے سوا کوئی اور طریقہ نکالے تو وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے
 والا ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کی عورت شیعوں کے نزدیک بھی نہ باندی ہے اور نہ بیوی ہے اس لئے کہ متعہ کی عورت کے
 لیے نہ شہادت ہے نہ اعلان ہے نہ نان و نفقہ ہے نہ کنی ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ لعان ہے اور نہ طہار ہے اور نہ ایلا ہے
 اور نہ عدت ہے نہ میراث ہے ۲ نیز حق جل شانہ نے فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبْعًا
 میں نکاح کی حد مقرر فرمادی ہے کہ چار سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں اور متعہ میں نہ حد متعین ہے اور نہ کوئی عدد خاص
 ہے۔ ۳ نیز اس رسم قبیح کے جاری ہونے کی صورت میں نکاح کی بھی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اکثر نکاح
 کرنے والے نفسانی خواہش کے پورا کرنے کے لیے نکاح کرتے ہیں اور یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہو سکے گی تو
 پھر نکاح ہی کی کیا ضرورت رہے گی۔ (سیرت حلبیہ و سیرت المصطفیٰ ﷺ)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آیت ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے

مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝۱۹

جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر الطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔ اور

مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۹

بہت سی غنیمتیں بھی دے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

خلاصہ

بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد، بیعت علی الموت

بیعت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان۔ بیعت کرنے والوں کے دل میں جو ایمان، اخلاص، جذبہ جہاد اور ایثار تھا اللہ تعالیٰ نے اُسے پسند فرمایا۔ اور اُن کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا۔ اور اُن پر فتوحات اور غنیمتوں کا دروازہ کھول دیا اور انہیں فوری طور پر ”خیبر“ کی فتح اور وہاں کی غنیمتیں عطا فرمائیں۔

یادگار لمحات کی منظر کشی

★ اُن یادگار لمحات کی منظر کشی جب راہِ حق کے مسافروں نے اپنی منزل کو پایا۔ ایک مؤمن کی آخری اور سب سے اونچی منزل ”اللہ تعالیٰ کی رضا“ ہے وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور اعلان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا۔ بیعت علی الجہاد کا عمل کتنا عظیم اور مبارک عمل ہے اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کر دینے کا پختہ عزم ایمان کا کتنا اونچا درجہ ہے کہ اللہ پاک نے دنیا ہی میں اپنی رضا کا اعلان فرمادیا۔

★ ایک مسلمان کے خون کی قدر و منزلت، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنتے ہی البیعة کا اعلان ہوا کہ اے مسلمانو! جلدی آؤ بیعت کرو، روح القدس اتر چکے ہیں۔ صحابہ کرام تیزی سے لپکے۔ بیعت شروع ہو گئی ہم بیعت کرتے ہیں کہ مرتے دم تک لڑتے رہیں گے۔ ہم بیعت کرتے ہیں کہ میدان جہاد سے پیٹھ نہیں پھیریں گے۔ چودہ پندرہ سو افراد نے اللہ تعالیٰ کی خاطر مرنے کا ارادہ کیا تو زمین و آسمان میں ہلچل مچ گئی۔ اور مشرکین مکہ اپنے گھر میں مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔ اور وہ سمجھ گئے کہ تمام مسلمان ایک جسم ہیں ایک جان ہیں۔ اور انہیں زندہ رہنے کا شوق نہیں۔ تب وہ صلح کا پیغام لے کر پہنچ گئے۔ بے شک

نصیب فرمائی ہیں جو آپ نے اپنی کسی مخلوق کو عطاء نہیں فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سب سے اعلیٰ اور افضل ایک چیز اور دوں! اہل جنت عرض کریں گے اے ہمارے رب وہ کیا ہے جو اس جنت اور اسکی نعمتوں سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم کو اپنی رضاء عطا فرماتا ہوں اس کے بعد اب میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم)

اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا۔ جنت اور اسکی تمام نعمتوں سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے ورضوان من اللہ اکبر
اب اس حدیث شریف کو سامنے رکھ کر یہ آیت مبارکہ تلاوت کریں لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔
یقیناً اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر مکمل قربانی کے لیے پیش کر دینا بہت بڑی سعادت ہے کاش مسلمان ”بیعت علی
الجہاد“ کی حقیقت کو سمجھیں اور اس کو اپنائیں تو ان کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

زخمی دلوں کا سکون

اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ اسی کی رضاء کے لیے حضرات صحابہ کرام کی تمام محنتیں تھیں اور تمام قربانیاں۔ انہوں نے
ماریں کھائیں، وطن سے نکالے گئے دنیا کی ہر گالی اور ہر ظلم نے ان کو ستایا، بھوک، پیاس، زخم اور حالات کے تھیرے۔
ہر دن نئی آزمائش اور ہر رات نیا خوف۔ یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا، دنیا کے مال و دولت کی خاطر؟ یہاں کے آرام عیش
اور عزت کی خاطر؟ نہیں ہرگز نہیں یہ سب کچھ تو وہ چھوڑ کر آئے تھے۔ بے شک اُن کے جسموں اور دلوں پر جو ان گنت
زخم تھے اُن کا بدلہ دنیا کی کوئی چیز بن ہی نہیں سکتی تھی۔ اُن کے دلوں کا سکون بس یہی چیز تھی جس کا اعلان اس آیت
مبارکہ میں ہوا لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ زخمی دلوں کے سکون کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مرہم نہیں تھا۔
اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ یہی تو انکی آخری تمنا تھی۔ یہی تو انکی سب سے بڑی چاہت تھی اور یہی وہ چیز تھی جس کی خاطر اُن کا
مرنا اور جینا تھا۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ یہ اعلان انہیں کس موقع پر سنایا گیا؟ ”بیعت علی الجہاد“ کے موقع پر وہ گھر سے عمرہ
کرنے نکلے تھے مگر اب اُن کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جان دینی ہے۔ ایک مسلمان کے خون کا بدلہ لینا ہے۔ اور
مرتے دم تک لڑنے پر بیعت کرنی ہے۔ اسوقت وہ ذرہ برابر نہیں ہچکچائے وہ بیعت کے لیے کیکر کے درخت کی طرف دوڑ
پڑے جہاں حضرت محمد ﷺ بیعت لے رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اپنی قیمتی
زندگیاں بیچ دیں۔ واپسی کا اور گھروں کا خیال دل سے نکال دیا۔ انہوں نے جان دے کر اپنے مالک کی رضا خریدنے کا
اعلان کر دیا۔ زندہ رہنے کا خیال دل سے نکلا اور جان دینے کا عزم پختہ ہوا تو آسمان سے پیغام آ گیا

”بے شک اللہ تعالیٰ بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا“

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت علی الجہاد کی عجیب فضیلت

پچھلی آیت میں ارشاد فرمایا

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

اب اس آیت میں حضرات صحابہ کرام (اہل حدیبیہ) کے لیے تینوں چیزیں ثابت ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور جنت

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ اللَّهُ پاك کے راضی ہونے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا، اِذْ يَبَايِعُونَكَ کہ جب وہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کی۔

پس اُن کے لیے جنت واجب ہو گئی اور اس کا ثبوت بھی لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ سے ہوا کیونکہ اللہ پاک کا راضی ہونا جنت میں داخلے کی پکی ضمانت ہے۔ (غلامہ تفسیر کبیر)

یعنی جہاد کی بیعت ذریعہ بن گئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا اور جنت کے ملنے کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی خاطر جان دینے کا پکا عزم وہی شخص کر سکتا ہے جس کا ایمان کامل ہو اور جسے آخرت کی فکر ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر مکمل یقین رکھتا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

وفي هذه الآية بين ان طاعة الله والرسول وجدت من أهل بيعة الرضوان۔ (تفسیر کبیر)
علامہ آلوسی لکھتے ہیں:-

والمعنى الموجب للرضا فيها هو المبايعة۔

کہ اس آیت مبارکہ میں بیعت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب اور ذریعہ بتایا گیا ہے۔

درخت کے نیچے

قرآن پاک کے ہر لفظ میں حکمتوں کے خزانے ہیں کیونکہ یہ ”رَبِّ حَكِيم“ کا حکمت والا کلام ہے۔ ارشاد فرمایا کہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ الْاٰیةِ اللّٰہِ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو جب وہ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ ”درخت کے نیچے“ ایک تو اس تذکرے میں عجیب مٹھاس ہے کہ وہ منظر اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اُس کی کیفیت تک اپنی مبارک کتاب میں بیان فرمادی۔ محبت کے ساتھ کسی بات کا تذکرہ اسی طرح ہوتا ہے کہ جگہ اور مقام بھی بتایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کی مزید تاکید کے لیے فرمایا کہ یہ وہ بیعت ہے جو درخت کے نیچے ہوئی تھی اور

آپ ﷺ نے کسی خوف کی وجہ سے یہ بیعت نہیں لی بلکہ کھلم کھلا ایک درخت کے نیچے جذبہ جہاد کے ساتھ یہ بیعت لی۔

تحت الشجرة اشارة الى مزيد وقع تلك المبايعة وانها لم تكن عن خوف منه عليه
الصلوة والسلام۔ (روح المعانی)

اس درخت کے بارے میں کئی روایات ہیں:-

مشہور یہ ہے کہ لوگوں نے اُسکی زیارت شروع کر دی تھی اور وہاں آ کر نماز پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسکو کٹوا دیا تاکہ فتنہ نہ ہو کیونکہ ابھی جاہلیت کا زمانہ قریب ہی تھا جس میں لوگ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے۔

والمشهور ان الناس كانوا يأتونها فيصلون عندها فيبلغ ذلك عمر رضی اللہ عنہ فامر

بقطعها خشية الفتنة بها لقرب الجاهلية وعبادة غير الله تعالى فيهم۔ (روح المعانی)

لیکن بخاری اور مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے ہی میں حضرات صحابہ کرام ﷺ اس جگہ کو بھول گئے تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں حکمت تھی۔ حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں میرے والد بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی وہ فرماتے تھے کہ اگلے سال ہم اس جگہ گئے تو اس درخت کو نہ ڈھونڈ سکے۔ (تفسیر بغوی)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار وہاں سے گذرے تو پوچھا وہ درخت کہاں تھا؟ لوگ مختلف جگہیں بتانے لگے تو آپ نے فرمایا آگے بڑھو وہ درخت جاچکا۔

فلما كثر اختلافهم قال سيروا قد ذهبت الشجرة۔ (تفسیر منطہری)

اس درخت کی جگہ تو بھلا دی گئی کیونکہ اس میں ”فتنہ“ کا خطرہ تھا مگر اُس درخت کا تذکرہ اور جو کام اس درخت کے نیچے ہوا تھا وہ سب قرآن پاک میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہے۔ یہ وہ منظر تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان نازل ہوا اور مسلمانوں کے لیے فتوحات اور غلبے کا وعدہ کیا گیا۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس منظر کو بار بار زندہ کریں اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کے غلبے کو تلاش کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت رضوان کا آغاز

جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے تو آپ ﷺ نے ”خراش بن امیہ الخزاع“ کو بلایا اور انہیں اپنے اونٹ پر (جس کا نام ثعلب تھا) سوار کر کے مکہ مکرمہ کے سرداروں کے پاس بھیجا تاکہ وہ انہیں آپ ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد بتا سکیں۔ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کو ذبح کر دیا اور خراش بن امیہ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے مگر جیشیوں نے انہیں بچا لیا اور وہاں سے بھجوا دیا پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا مگر پھر انہیں کے مشورے

سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مشرکین مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تو ہم مشرکین سے ضرور لڑیں گے۔ اس وقت آپ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی۔

اے مسلمانو! روح القدس نازل ہو چکے ہیں بیعت کا حکم آ گیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر بڑھو اور بیعت کرو تو لوگ بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے:

الان روح القدس قد نزل علی رسول اللہ ﷺ فامرہ بالبیعة فاخرجوا علی اسم اللہ
تعالی فبايعوه فثار المسلمون الی رسول اللہ ﷺ وبايعوه۔ (خلاصہ از بغوی، روح المعانی)

مبارک مجموعہ

حضور اقدس ﷺ نے اہل حدیبیہ کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں اور اس بیعت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام نے بھی مختلف واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ ان فضائل اور واقعات اور بیعت علی الجہاد کی فضیلت پر ملاحظہ فرمائیے چالیس روایات کا ایک دلچسپ، مفید اور مبارک مجموعہ ان میں سے اکیس روایات کا تعلق بیعت رضوان سے جبکہ باقی کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ بیعت علی الجہاد سے ہے۔

۱

عن جابر بن عبد اللہ قال قال لنا رسول اللہ ﷺ يوم الحديبية انتم خير اهل الارض وكنا الفاو اربع مائة ولو كنت ابصر اليوم لاريتكم مكان الشجرة۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر ہم سے فرمایا تھا کہ تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو اور ہم چودہ سو افراد تھے اگر آج میری آنکھوں میں بینائی ہوتی تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہما آخر عمر میں ناپیدنا ہو گئے تھے:

۲

عن جابر رضی اللہ عنہ۔ قال رسول اللہ ﷺ

لا يدخل النار أحد ممن بايع تحت الشجرة

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر)

۳

عن أم مبشر رضی اللہ عنہا انہا سمعت رسول اللہ ﷺ يقول عند حفصة لا يدخل النار ان شاء الله من اصحاب الشجرة الذين بايعوا تحتها احد: قالت ہلی یا رسول اللہ ﷺ فانتہرہا فقالت حفصة وَاِنَّ مِّنْكُمْ اِلَّا وَاِرِدُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ نَبِيَّيَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُوا الظُّلُمَاتِ فِيهَا جِثِيًّا

رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا ”ان شاء اللہ“ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (جہنم میں سے تو ہر کسی کو گذرنا ہوگا) آپ ﷺ نے ان کو جھڑک دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت

پڑھی (ترجمہ) اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس جہنم پر سے گذر نہ ہو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ) پھر ہم انہیں بچالیں گے جو متقی ہیں اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔ (مسلم، تفسیر ابن کثیر)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سورہ مریم کی آیت ۴۱ پڑھ کر اپنا سوال عرض کیا تو جناب رسول کریم ﷺ نے اگلی آیت پڑھ کر جواب ارشاد فرمادیا۔

۴

عن یزید بن ابی عبید قلت لسلمة بن الاكوع علی ای شہین بايعتم رسول الله ﷺ
يوم الحديبية؟ قال علی الموت۔

یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ حضرات نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز پر بیعت کی تھی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ ”موت پر“ (بخاری)

۵

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: ان عبد الحاطب بن ابی بلتعہ جاء يشكو حاطباً فقال: يا
رسول الله لهد خلن الحاطب النار فقال رسول الله ﷺ كذبت لايد غلها فانه قد شهد
بدا والحديبية۔ (مسلم، ابن کثیر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام انکی شکایت لیکر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم غلط کہتے ہو حاطب جہنم میں نہیں جائیں گے کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔

۶

عن الشعبي قال: لمادعا رسول الله ﷺ الناس الى البيعة كان اول من انتهى اليه
ابو سنان الأسدي فقال ابسط يدك اباعك فقال النبي ﷺ علامه تبايعني؟ فقال ابو سنان
رضي الله عنه علي ما في نفسك۔

”جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو سب سے پہلے جو صاحب آپ ﷺ تک پہنچے وہ حضرت ابوسنان الاسدی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں آپ ﷺ نے فرمایا تم کس چیز پر مجھ سے بیعت کرو گے حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو کچھ بھی آپ ﷺ کے دل میں ہے اُس پر بیعت کرتا ہوں۔ (تفسیر کبیر)

حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ”وہب بن محصن“ ہے آپ حضرت عکاشہ بن محصن کے بھائی ہیں۔

(ابن کثیر، روح المعانی)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ نے بیعت کے وقت فرمایا یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کے سامنے اپنی تلوار لیکر لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ غلبہ دے دے یا میں قتل کر دیا جاؤں۔ (طبرانی، مظہری)



عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال: لقد رأيتني يوم الشجرة والنبي ﷺ يبایع الناس وأنا رافع غصنا من اغصانها عن رأسه ونحن اربع عشرة مائة قال ولم نبا يعه على الموت ولكن بايعناه على الألفر۔ (مسلم)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن نبی کریم ﷺ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے اور میں درخت کی ایک شاخ آپ ﷺ کے سر مبارک کی طرف سے اٹھائے ہوئے تھا اور ہم چودہ سو افراد تھے اور ہم نے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ اس پر بیعت کی کہ ہم میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔



عن البراء رضی اللہ عنہ قال تعدون انتم الفتح فتح مكة وقد كان فتح مكة فتحا ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان يوم الحديبية۔ (بخاری)

حضرات براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو فتح مکہ بے شک فتح تھی لیکن ہم حدیبیہ کے موقع پر ”بیعت رضوان“ کو حقیقی فتح سمجھتے تھے۔



عن قتادة: فقال لي سعيد حدثني جابر كانوا خمس عشرة مائة الذين بايعوا النبي ﷺ يوم الحديبية۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حدیبیہ کے موقع پر پندرہ سو افراد نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ (بخاری)

غزوہ حدیبیہ میں حضرات صحابہ کرام کی تعداد کے بارے میں کئی روایات ہیں چودہ سو، پندرہ سو، پندرہ سو و پچیس، سولہ سو، تیرہ سو اور ایک قول سات سو کا بھی ہے جسکو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اکثر محدثین کے نزدیک چودہ سو کا قول زیادہ مضبوط ہے۔

وكانت عدة المومنين الف واربع مائة على الاصح عند اكثر المحدثين۔ (روح المعانی)

تعداد میں یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ لشکر میں بعض اوقات غلام، خادم اور چھوٹی عمر کے افراد بھی ہوتے ہیں، بعض

نے تمام کو شمار کیا اور بعض نے صرف مجاہدین کو۔

وجمع بين الروايات بانها بناءً على عددالجميع اوترك الا صاغر والا تباع والا وسطا
اونحوذلك۔ (روح المعانی)



عن ابى الزبير سمع جابراً يقول لم نبايع رسول الله ﷺ على الموت انما با يعناه
على ان لانفر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے موت پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر کی تھی
کہ ہم میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔ (نسائی)
بعض روایات میں موت پر بیعت کا تذکرہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی روایات زیادہ صحیح ہیں، بعض
روایات میں میدان جہاد سے نہ بھاگنے پر بیعت کا تذکرہ ہے اور بعض روایات میں ڈٹ کر لڑنے کی بیعت کا ذکر ہے،
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے ایک جماعت نے موت پر بیعت کی اور ایک جماعت نے
میدان جہاد سے نہ بھاگنے پر تو اس طرح سے دونوں طرح کی روایات درست ہیں۔

قال ابو عيسى: معنى الحديثين صحيح بايعة جماعة على الموتِ اى لانزال نقاتل بين
يديك مالم نقتل وبايعة آخرون وقالوا: لانفر۔ (تفسیر بغوی)

ابن حجر فرماتے ہیں کہ روایات میں تین طرح کے الفاظ آئے ہیں بیعت علی الموت بیعت علی الصبر،
بیعت علی ان لانفر۔

یہ تینوں دراصل بیعت علی الجہاد تھیں یعنی جہاد کے لیے بیعت ہوئی تھی اور تینوں عنوانات سے ہوئی تھی، جس راوی
نے جو محفوظ کیا اسے نقل کر دیا۔ (فتح الباری) ملاحظہ فرمائیے بخاری شریف کی یہ روایت:

عن سلمة قال بايعة النبي ﷺ يوم الحديبية ثم تنحيت فقال رسول الله ﷺ يا سلمة
الا تبايعة قلت قد بايعة قال قبل فبايعة فدنوت فبايعة قلت علام بايعة يا سلمة؟
قال على الموت۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ سے بیعت کی پھر تھوڑا ہٹ
کر بیٹھ گیا آپ ﷺ نے (تھوڑی دیر بعد) فرمایا اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ
میں بیعت کر چکا ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آگے بڑھو اور بیعت کرو میں قریب ہوا اور میں نے دوبارہ بیعت کی
یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں میں نے حضرت سلمہ بن اکوع سے پوچھا آپ نے کس چیز پر بیعت کی تو حضرت

سلمہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا موت پر۔ (بخاری، ابن کثیر)

روایات میں آیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کو اس دن تین مرتبہ بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، آپ نے ابتدائی لوگوں میں بھی بیعت کی، پھر درمیان والوں کے ساتھ بھی اور پھر آخری لوگوں کے ساتھ بھی۔ دوسری اور تیسری بیعت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاص طور پر دعوت دی جو ان کے لیے عظیم اعزاز ہے اور بیعت کے موقع پر آپ ﷺ نے ان کو ایک ڈھال بھی عطا فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر)

سیرت حلبیہ میں ہے:

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:-

حضور اکرم ﷺ کا حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما کو مزید دو بار بیعت کے لیے بلانا انکی فضیلت بڑھانے کے لیے تھا چونکہ آنحضرت ﷺ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما کی شجاعت و بہادری، اسلام سے لگاؤ اور ثابت قدمی سے واقف تھے اس لئے آپ انکی بیعت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)



عن عروة بن الزبير..... وارتهن كل من الفريقين من عنده من الرسل ونادى منادى رسول الله ﷺ الا ان روح القدس قد نزل على رسول الله ﷺ وامر بالبيعة فاخرجوا على اسم الله تعالى فبايعوا فصار المسلمون الى رسول الله ﷺ وهو تحت الشجرة فبايعوه على ان لا يفروا ابدا فارعب ذلك المشركين وارسلوهم كان عندهم من المسلمين ودعوا الى الموادة والصلح۔ (تفسیر ابن کثیر، کنز العمال)

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے: دونوں فریقوں (یعنی مسلمانوں اور مشرکوں) نے ایک دوسرے کے افراد کو روک لیا اور رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کر دیا کہ اے لوگو! روح القدس رسول اللہ ﷺ پر نازل ہو چکے ہیں اور بیعت کا حکم آچکا ہے پس اللہ تعالیٰ کے نام پر نکلو اور بیعت کرو، مسلمان رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے آپ ﷺ درخت کے نیچے تھے مسلمانوں نے آپ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم میدان جہاد سے کبھی نہیں بھاگیں گے (اس بیعت نے) مشرکین پر رعب طاری کر دیا انہوں نے مجبوس مسلمانوں کو چھوڑ دیا اور صلح کی پیشکش کرنے لگے۔



قال ابن اسحاق: فحدثني عبدا لله بن ابي بكر ان رسول الله ﷺ قال حين بلغه ان عثمان قد قتل لا يبرح حتى نناجز القوم ودعا رسول الله ﷺ الناس الى البيعة فكانت بيعة الرضوان تحت الشجرة فكان الناس يقولون بايعهم رسول الله ﷺ على الموت۔

رسول اللہ ﷺ کو جب حضرت عثمانؓ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اب ہم اسوقت تک

یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک مشرکین سے جنگ نہیں کر لیں گے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا یہ ”بیعت رضوان“ تھی جو درخت کے نیچے ہوئی اور لوگ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے موت پر بیعت لی۔ (ابن کثیر، سیرت ابن ہشام)



فقال رسول الله ﷺ اللهم ان عثمان في حاجة الله وحاجة رسوله فضرِب احذی یدیه علی الاخوی فکانت ید رسول الله ﷺ لعثمان خیرا من یدیهم لانفسهم۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود یہ بیعت فرمائی) پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے افضل تھا۔ (بیہقی، ابن کثیر)



عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان الناس كانوا مع النبی ﷺ یوم الحديبية تفرقوا فی ظلال الشجر فاذا الناس محدقون بالنبی ﷺ فقال یا عبد الله انظر ماشان الناس قد احدثوا برسول الله ﷺ فوجد هم یبایعون فبایع ثم رجع الی عمر فخرج فبایع۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

حدیبیہ کے دن لوگ درختوں کے سائے میں منتشر ہو گئے تھے کہ اچانک بہت سے صحابہ کرام آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے سے) فرمایا عبداللہ دیکھو تو سبھی لوگ کیوں حضور پاک ﷺ کے گرد جمع ہو گئے ہیں انہوں نے جا کر دیکھا کہ صحابہ کرام بیعت کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے پہلے خود بیعت کر لی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹے (اور انہیں اطلاع دی) تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور جا کر بیعت کی۔ (بخاری)

دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ کے آثار کا اندازہ ہو گیا تھا وہ بیعت سے پہلے ہی جنگ کی تیاری میں لگے ہوئے تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا جو ایک انصاری کے پاس تھا ادھر اچانک بیعت شروع ہو گئی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے موقع پا کر سبقت کی اور پہلے بیعت کر لی اور پھر آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو وہ بھی فوراً بیعت کرنے پہنچ گئے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض لوگوں کو یہ شبہ ہے کہ حضرت ابن عمر اپنے والد سے پہلے اسلام لائے حالانکہ ایسا نہیں ہے البتہ حدیبیہ کے دن انہوں نے اپنے والد سے پہلے بیعت کی۔ (بخاری)



عن جابر رضی اللہ عنہ قال کنا یوم الحديبية الفاو اربع مائة فبایعناہ وعمر اخذ

بیڈہ تحت الشجرة وهى سمرة۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو افراد تھے ہم نے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بیعت کے دوران رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے درخت کے نیچے اور یہ کیلر کا درخت تھا۔ (نبی، ابن کثیر) اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ نہ چلا تھا مگر جب آپ کو اطلاع مل گئی تو بیعت کے لیے حاضر ہوئے اور پھر آپ ﷺ کی خدمت و معاونت بھی فرماتے رہے۔

۱۶

اخبرني ابو الزبير انه سمع جابراً يسئل هل بايع النبي ﷺ بذي الحليفة فقال لا

ولكن صلى بها ولم يبایع عند شجرة الاشجرة التي بالحدیبیة۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ پر بیعت لی؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں وہاں آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے حدیبیہ کے درخت کے علاوہ کسی درخت کے پاس بیعت نہیں لی۔ (مسلم)

۱۷

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ يدخل من بايع تحت الشجرة

كلهم الجنة الا صاحب الجمل الاحمر۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا درخت کے نیچے بیعت کرنے والے تمام افراد جنت میں داخل ہوں گے سوائے سرخ اونٹ والے کے۔ (ابن کثیر عن ابن ابی حاتم)

اس شخص کا نام ”جد بن قیس“ تھا وہ بیعت کے وقت چھپ گیا تھا۔

۱۸

اخبرني ابو الزبير انه سمع جابراً يسئل كم كانوا يوم الحدیبیة قال كنا اربع عشرة

مائة فبايعناه وعمر اخذ بيده تحت الشجرة وهى سمرة فبايعناه غير جد بن قيس

الانصاري اختبى تحت بطن بعيره۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے کیلر کے درخت کے نیچے، ہم سب نے بیعت کی سوائے ”جد بن قیس“ کے وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا تھا۔ (مسلم)

۱۹

عن سعيد بن المسيب قال كان ابى ممن بايع رسول اللہ ﷺ عند الشجرة قال

فانطلقنا في قابل حاجين فخفى علينا مكانها۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں میرے والد ان حضرات میں شامل تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی وہ فرماتے تھے کہ اگلے سال ہم حج کرنے کے لیے گئے تو درخت کی جگہ ہمیں نہ مل سکی۔ (صحیح مسلم)

۱۵

عن سعید بن المسیب عن ابيه انهم كانوا عند رسول الله ﷺ عام الشجرة قال فسوها من العام المقبل۔

حضرت سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ درخت والے سال آپ ﷺ کے ساتھ تھے یعنی بیعت میں شریک تھے مگر اگلے سال وہ اس درخت کی جگہ کو بھول گئے۔ (صحیح مسلم)

۱۶

عن سلمة بن الاكوع قال: ثم ان رسول الله ﷺ دعا الى البيعة في اصل الشجرة فبايعته اول الناس ثم بايع وبايع حتى اذا كان في وسط الناس قال ﷺ يا سلمة قال: فقلت يا رسول الله ﷺ قد بايعتک في اول الناس قال ﷺ وايضا قال وراى رسول الله ﷺ عزلاً فاعطاني حجة أو درقة۔ (اللمبتي، ابن کثير، جمع النوائد)

اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے (یعنی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو) بغیر ڈھال کے دیکھا تو ایک ڈھال مجھے عنایت فرمائی۔

۱۷

عن حميد قال سمعت انس بن مالك رضى الله عنه يقول كانت الانصار يوم الخندق تقول نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما حيينا ابدا فاجابهم النبي ﷺ فقال اللهم لا تعيش الاعمش الاخرة فاكرم الانصار والمهاجرة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر انصار کہتے تھے: ہم نے مرتے دم تک حضرت محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے تو حضور اقدس ﷺ ان کے جواب میں فرماتے یا اللہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔ (بخاری)

۱۸

عن مجاشع رضى الله عنه قال اتيت النبي ﷺ باين أحنى فقلت بايعنا على الهجرة فقال مضت الهجرة لاهلها قلت علام تبايعنا؟ قال على الاسلام والجهاد۔

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے بھتیجے کو لیکر حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں ہجرت پر بیعت فرما لیجئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت تو ہجرت والوں کے ساتھ گذرگئی میں نے عرض کیا پھر آپ ﷺ ہمیں کس چیز پر بیعت فرمائیں گے ارشاد فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ (بخاری)

۱۲۱

عن عبادة بن الوليد عن ابيه عن جدّه قال بايعنا رسول الله ﷺ ببيعة الحرب۔
 ”ہم نے رسول اللہ ﷺ سے لڑائی یعنی جہاد پر بیعت کی“ (فتح الباری)

۱۲۲

عن امية بن يعلى ان اباہ اخبرہ ان يعلى قال: كلمت رسول الله ﷺ وابي امية يوم
 الفتح فقلت يا رسول الله ﷺ! بايع ابى على الهجرة فقال رسول الله ﷺ بل ابايعه على
 الجهاد فقد انقطعت الهجرة۔ (السنن الكبرى للبيهقي)

حضرت يعلى رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!
 میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرما لیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ میں ان کو جہاد پر بیعت کرتا ہوں
 ہجرت تو ختم ہو چکی ہے۔

۱۲۳

حدثنا ابوالمثنى العبدى قال سمعت ابن الخصاصية رضی اللہ عنہ يقول اتيت رسول
 الله ﷺ لأبايعه على الاسلام فأشترط على ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده
 ورسوله وتصلى الخمس وتصوم رمضان وتودى الزكاة وتحج البيت وتجاهدنى سبيل
 الله قال قلت يا رسول الله ﷺ! اما ائتان فلا اطيقهما اما الزكاة فما لى الا عشر ذودهن
 رسل اهلى وحمولتهم واما الجهاد فيزعمون انه من ولّى فقد باء بغضب من الله فأخاف اذا
 حضرنى قتال كرهت الموت وخشعت نفسى قال فقبض رسول الله ﷺ يده ثم حركها
 ثم قال لا صدقة ولا جهاد فبم تدخل الجنة قال ثم قلت يا رسول الله ﷺ! ابا يعك
 فبايعنى عليهن كلهن۔

حضرت ابن الخصاصیہ (بشیر بن معبد) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام کی
 بیعت کرنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے میرے سامنے یہ شرائط رکھیں۔

- ☆ اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔
- ☆ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے۔
- ☆ رمضان کے روزے رکھو گے۔
- ☆ زکوٰۃ ادا کرو گے۔
- ☆ جہاد فی سبیل اللہ کرو گے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان میں سے دو چیزوں کی میں طاقت نہیں رکھتا ایک تو زکوٰۃ کی کیونکہ میرے

پاس چند بکریوں اور تھوڑے سے مال کے سوا اور کچھ نہیں اور ان سے میں اپنے گھروالوں کی ضروریات کا انتظام کرتا ہوں اور دوسری جہاد کی (استطاعت نہیں رکھتا) کیونکہ مسلمانوں کا خیال ہے کہ جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوتا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ قتال کے وقت میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا نفس گھبرا جائے (اور میں بھاگ جاؤں) فرماتے ہیں (یہ بات سکر) رسول اللہ ﷺ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور اُسے ہلایا اور پھر ارشاد فرمایا نہ صدقہ نہ جہاد تو پھر جنت میں کس چیز کے ذریعہ داخل ہو گے (یعنی نہ مال کی قربانی نہ جان کی تو پھر جنت کیسے ملے گی) فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (میں ان تمام چیزوں پر) آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں پس آپ ﷺ نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمایا۔ (اسنن الکبریٰ، البیہقی)

۱۷۴

عن جابر رضی اللہ عنہ ان عبداً قدم علی النبی ﷺ فبايعه علی الجهاد والاسلام
فقدم صاحبه فاخبره انه مملوك فاشتراه منه بعبدين فكان بعد ذلك اذا اتاه من لا يعرفه
ليبايعه سألہ أحرارہ عبد؟ فان قال حر بايعه علی الاسلام والجهاد وان قال مملوك بايعه
علی الاسلام دون الجهاد۔ (اعلاء السنن)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اسے جہاد اور اسلام پر بیعت فرمایا پھر اس غلام کے مالک نے آ کر بتایا کہ یہ تو غلام ہے تو آپ ﷺ نے اسے دو غلاموں کے بدلے خرید لیا (اور آزاد فرمادیا) اس کے بعد جو انجان شخص بھی آپ ﷺ کے پاس بیعت کے لیے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام؟ اگر وہ کہتا کہ میں آزاد ہوں تو آپ ﷺ اسے اسلام اور جہاد پر بیعت فرماتے اور اگر کہتا کہ میں غلام ہوں تو اسے صرف اسلام پر بیعت فرماتے جہاد پر نہیں۔ (اعلاء السنن)

حضور اکرم ﷺ نے اس غلام کو خرید کر آزاد فرمادیا تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی بیعت علی الجہاد کو نباہ سکے، پورا

کر سکے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱۷۵

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال: بايعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعة
فی عسرنا ويسرنا ومنشطنا ومكارهنا وعلى ان لا ننازع الامر اهله وعلى ان نقول
بالعدل اين كنا لا نخاف في الله لومة لائم۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے حکم سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی خواہ جنگی ہو یا راحت، خوشی ہو یا گرانی (ہم ہر حال میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے) اور ہم اولی الامر سے لڑائی نہیں کریں گے اور جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ (السنائی)

۱۶

عن انس رضی اللہ عنہ یقول: خرج رسول اللہ ﷺ الى الخندق فاذا المهاجرون والانصار يحفرون الخندق في غدة باردة فلم يكن لهم عبيد يعملون ذلك لهم فلما رأى ما بهم من النصب والجوع قال: اللهم ان العيش عيش الآخرة..... فاعفر للانصار والمهاجرة- فقالوا مجيبين له: نحن الذين بايعوا محمدا..... على الجهاد ما بقينا ابدا-

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین اور انصار سردی میں صبح سویرے خندق کھود رہے ہیں ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کی طرف سے کام کرتے، جب آپ ﷺ نے انکی تکلیف اور فاقے کو دیکھا تو فرمایا ”یا اللہ، زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمائیے۔“ صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔ (بخاری)

۱۷

حدثني مجاشع رضي الله عنه قال: اتيت النبي ﷺ بأخي بعد الفتح قلت يا رسول الله ﷺ جنتك بأخي لتبایعه على الهجرة قال ذهب اهل الهجرة بما فيها فقلت على اي شئ تبایعه؟ قال ابایعه على الاسلام والايمان والجهاد-

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

میں فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کو لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے بھائی کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں تاکہ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لے لیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت کرنے والے ہجرت کے اجر و ثواب کو لے گئے (اور اب مدینہ کی طرف ہجرت نہیں رہی) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ اس سے کس چیز کی بیعت (یعنی عہد) لیں گے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس سے اسلام ایمان اور جہاد کی بیعت لوں گا۔ (بخاری)

۱۸

عن جریر رضي الله عنه قال: بايعت رسول الله ﷺ على اقام الصلاة وايتاء الزكاة والنصح لكل مسلم وعلى فراق المشرك- حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم رکھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی رکھنے اور مشرکین سے قطع تعلق اختیار کرنے پر بیعت کی۔ (السنائی)

۱۹

قال جریر رضي الله عنه اتيت النبي ﷺ وهو يبایع فقلت يا رسول الله ﷺ ابسط يدك

حتى ابا يعك واشترط على فانت اعلم قال ابايعك على ان تعبد الله وتقيم الصلوة
وتؤتي الزكاة وتناصر المسلمين وتفارق المشركين۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت (لوگوں سے) بیعت لے رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں (بھی) آپ ﷺ سے بیعت کروں اور آپ ﷺ میرے لیے (جو چاہیں) شرطیں رکھ دیجئے کیونکہ آپ ﷺ بہتر جانتے ہیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، نماز قائم کرو گے زکوٰۃ ادا کرو گے تمام مسلمانوں کی بھلائی چاہو گے اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرو گے۔ (النسائی)

دل میں مسلمانوں کے لیے مکمل خیر خواہی ہو اور کفار و مشرکین سے دوری ہو تو جہاد کو سمجھنا اور جہاد میں نکلنا آسان ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: من مات ولا بیعة علیہ مات میتة جاهلیة۔

جو اس حال میں مرا کہ اس کے پاس بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسند احمد، کنز العمال)

اس سے مراد ”بیعت امارت“ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پھر اسلامی خلافت نصیب فرمائے تاکہ وہ اس بیعت کی سعادت حاصل کر سکیں اور ”بیعت علی الجہاد“ کے ذریعہ اسلامی خلافت کے قیام کی کوشش مسلمانوں کو کرتے رہنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



عن عاصم بن عمر بن قتادة رضی اللہ عنہ: ان القوم لما اجتمعوا لبيعة رسول الله ﷺ قال العباس بن عباد بن نضلة يا معشر الخزرج هل تدرون علام تبایعون هذا الرجل قالوا نعم قال انکم تبایعونہ علی حرب الاحمر والاسود من الناس ، فان کنتم ترون انکم اذا نهکت اموالکم مصیبة و اشرافکم قتلا استلمتموه فمن الآن فهو واللہ ان فعلتم حزی الدنيا والاخرة وان کنتم ترون انکم وافون بما دعوتموه اليه علی نهکة الاموال وقتل الاشراف فخذوه فهو واللہ خیر الدنيا والاخرة قالوا فانا نأخذہ علی مصیبة الاموال وقتل الاشراف فما لنا بذلك یا رسول الله ان نحن وفيما قال الجنة قالوا ابسط يدک فبسط يده فبايعوه۔ (ابن اسحاق، البدایة والنہایة، حیاة الصحابة)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (انصار کے) یہ تمام لوگ حضور اکرم ﷺ سے بیعت ہونے کے لیے جمع ہو گئے تو حضرت عباس بن عبادہ بن نضلة رضی اللہ عنہ نے کہا اے جماعتِ خزرج! کیا تم جانتے ہو کہ تم ان (رسول اللہ ﷺ) سے کس بات پر بیعت ہو رہے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت عباس بن

عبادہ ﷺ نے کہا ان سے بیعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو عرب و عجم سے لڑنا پڑے گا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تمہارے مال ہلاک ہونے لگیں اور تمہارے سردار قتل ہونے لگیں تو تم اس وقت ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو کیونکہ اللہ کی قسم بعد میں ان کو چھوڑنے سے تم دنیا و آخرت میں رسوا ہو جاؤ گے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مالی نقصانات اور سرداروں کے قتل ہونے کے باوجود تم اس چیز کو پورا کر لو گے جس کی تم ان کو دعوت دے رہے ہو تو پھر تم ان کو ضرور لے جاؤ، کیونکہ ان کو لے جانا اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا و آخرت کی خیر ہی خیر ہے۔ تمام لوگوں نے کہا چاہے ہمارے سارے مال ہلاک ہو جائیں اور ہمارے سارے سردار قتل ہو جائیں ہم پھر بھی ان کو لے کر جائیں گے۔ (پھر انہوں نے عرض کیا) یا رسول اللہ (ﷺ) اگر ہم اپنے اس وعدے کو پورا کر دیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جنت۔ ان لوگوں نے کہا آپ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھائیں چنانچہ آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا اور وہ سب آپ ﷺ سے بیعت ہو گئے۔ (ابن اسحاق، البدایہ والنہایہ، حیاة الصحابہ)

حضرات انصار اسلام کی ابتدائی دعوت سے یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ دعوت و جہاد والا عالمی دین ہے اور اس کو قبول کرنے سے ضرور قربانیاں دینی ہوں گی۔ وہ ان تمام خطرات کو قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے اور عظیم کامیابی پا گئے۔ آج بھی جو مسلمان اپنے دل میں اور اپنے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے مکمل دین کو لے جانا چاہتا ہے اس کو جہاد کرنا ہوگا اور قربانی دینا ہوگی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرات انصار نے بیعت کے فوراً بعد اجازت چاہی کہ وہ اپنی تلواریں لیکر ابھی سے منیٰ والوں کے خلاف جہاد شروع کر دیں تو آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ ابھی ہمیں اس کام کا حکم نہیں ملا۔ یاد رہے کہ حضرات انصار کی یہ بیعت رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے منیٰ کے مقام پر ہوئی تھی۔ فتح الباری ص ۲۹۰ ج ۲ پر ہے رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ اپنے گھر والوں اور بچوں کی طرح میرا دفاع کرو گے حضرات انصار نے اس بات کا عہد کیا اور اس پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی۔

ان النبی ﷺ قال لمن حضر من الانصار ابایعکم علی ان تمنعو نی مما تمنعون منه
نساء کم و ابناء کم فبايعوه علی ذلك۔ (فتح الباری)

۱۲۸

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من سلّ سيفه فی سبیل اللہ
فقد بايع اللہ۔ (ابن ابی حاتم، تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تلوار سونپی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی۔

۱۲۹

عن مجاشع بن مسعود السلمی قال اتیت النبی ﷺ ابایعه علی الهجرة فقال ان
الهجرة قد مضت لا هلهما ولكن علی الاسلام والجهاد والخیر۔

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت کی بیعت کرنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ گذر گئی اب اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔ (صحیح مسلم) اس میں ”خیر“ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بھلائی کے کاموں کا وعدہ بھی بیعت میں شامل ہوا

۱۲۷

قال رسول اللہ ﷺ يوم الفتح مكة لا هجرة ولكن جهاد و نية و اذا استنفرتم فانفروا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا ہے اب ہجرت نہیں رہی، اب جہاد ہے اور نیت اور جب تم سے جہاد میں نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل پڑو۔ (صحیح مسلم)

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:- جب امام تم سے جہاد میں نکلنے کے لیے کہے تو نکل پڑو معناه اذا طلبکم الامام للخروج الی الجهاد فاخرجوا۔ (شرح مسلم) اس میں بھی بیعت علی الجہاد اور اسے نبائے کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

۱۲۸

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ثلاثة لا یکلہم اللہ يوم القيمة ولا یرزقہم ولہم عذاب الیم رجل بایع اماما فان اعطاه وفي له وان لم یعطه لم یف له رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے اور نہ انہیں پاک فرمائیں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے (ان میں سے) ایک وہ شخص ہے جس نے امیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اگر امیر نے اسکو کچھ دیا تو اسکی اطاعت کی اور اگر نہ دیا تو اطاعت نہ کی۔ (الترمذی)

یعنی اس نے بیعت صرف دنیوی فائدے کیلئے کی وہ ہل گیا تو ٹھیک اور نہ ملا تو بیعت ختم۔ (کمانی حاشیہ الترمذی)

۱۲۹

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کنا نبایع رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعة فیقول لنا فیما استطعتم۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ سے حکم سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرماتے جتنی تمہاری استطاعت ہو۔ (الترمذی)

بیعت کونہا ہنا ضروری ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے فیما استطعتم ارشاد فرماتے اور شریعت انسان کو اتنے کام کا مکلف کرتی ہے جتنا اسکی استطاعت میں ہو۔

۱۳۰

عن عبد اللہ بن عمرو قال رسول اللہ ﷺ: ومن بایع اماما فأعطاه صفقة یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ما استطاع رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور جس نے کسی امام سے بیعت کی اور اس کو اپنا ہاتھ اور دل کی وفاداری دی ہو تو اسے چاہیے کہ جہد ممکن ہو اسکی اطاعت کرے۔ (سنن نسائی)

بیعت علی الجہاد کے عظیم الشان فوائد

حضرات صحابہ کرام نے ”حدیبیہ“ کے موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے انعامات کی بارش فرمادی۔ حضرات صحابہ کرام کو اس ”بیعت“ پر جو انعامات نصیب ہوئے ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

- ۱ اللہ تعالیٰ کی رضا ← لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
- ۲ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کا اعزاز ← انما يبایعون الله
- ۳ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور نصرت ← يد الله فوق ايديهم
- ۴ اجر عظیم ← فسيوتيه اجرا عظيما
- ۵ ان کے اخلاص کی قبولیت ← فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ
- ۶ سکینہ کا نازل ہونا ← فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ
- ۷ فتوحات ہی فتوحات ← وَأَتَاهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً
- ۸ معاشی استحکام اور مضبوطی ← مَغَانِمَ كَثِيرَةً ۝ وَعَدَّ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً
- ۹ دشمنوں کے دلوں پر رعب کا طاری ہونا ← وَكَفَّتْ أَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ
- ۱۰ صراط مستقیم، ہدایت کے پھلنے کا ذریعہ بنانا ← وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

اللہ تعالیٰ کا دین قیامت تک کے لیے ہے، مسلمان جب بھی بیعت علی الجہاد کے طریقے کو اپناتے ہیں اور سچے دل سے بیعت کر کے اسے نباہتے ہیں تو بے شمار فوائد اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ ہر مسلمان اس کا بے حد محتاج ہے۔ اور آج امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کی حاجت ہے، فتوحات کی ضرورت ہے اور معاشی استحکام کی حاجت ہے۔ ”بیعت علی الجہاد“ کا عمل قرآن پاک میں اسی لئے مذکور ہوا کہ ہم مسلمان اسے اپنائیں اور ان فوائد کو حاصل کریں جو اس ”بیعت“ کی صورت میں نصیب ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت علی الجہاد کی ضرورت

- ☆ حب دنیا یعنی دنیا کی محبت انسان کو ذلیل و رسوا کرتی ہے ”بیعت علی الجہاد“ اس بیماری کا علاج ہے کیونکہ بیعت کرنے والا اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دیتا ہے اور آخرت کی حقیقی نعمتوں کا مشتاق بن جاتا ہے۔
- ☆ مسلمانوں میں تفرقہ انگیز کمزوری اور مغلوبیت کا بڑا سبب ہے ”بیعت علی الجہاد“ مسلمانوں کو ایک امیر کے

ہاتھ پر جوڑ دیتی ہے اور مسلمان ایک جماعت اور ایک جسم بن جاتے ہیں تب انہیں اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد مل جاتی ہے۔ ”ید اللہ علی الجماعۃ“

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے (الترمذی)

☆ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق اور موت کی محبت انسان کو بے حد طاقتور بنا دیتی ہے۔ جو انسان زندہ رہنے کا حریص ہو وہ بے حد کمزور ہو جاتا ہے آج مسلمانوں کے پاس اسلحہ اور دیگر سامان حرب کی کمی ہے وہ اپنی اس کمی کو ”بیعت علی الجہاد“ کے ذریعہ پورا کر سکتے ہیں۔ حضرت طلحہ کے لشکر کے چند سوا افراد جن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق تھا جالوت کے بڑے لشکر پر غالب آ گئے، غزوہ بدر میں مٹھی بھر مسلمانوں نے قریش مکہ کی سلطنت کی بنیاد ہی اکھاڑ کر پھینک دی۔ آج بھی مسلمان موت کے عاشق بن جائیں تو انہیں زندگی مل سکتی ہے۔

احرص علی الموت توھب لك الحیاءة۔

”تم موت کی حرص کرو تمہیں زندگی ملے گی“

اس دور کے کفار دنیا کو پرکشش بنانے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ مسلمان دنیا میں زندہ رہنے کے شوقین بن کر ان کی غلامی کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ جنت کی جھلک کے لیے بے تاب ہو کر ”بیعت علی الجہاد“ کریں تب انہیں دنیا کی زیب و زینت کوڑے کا ڈھیر معلوم ہوگی۔ بیعت کی حقیقت اور کچھ فضائل اس سورت کے آغاز میں ”غزوہ حدیبیہ“ کے بیان میں آچکے ہیں ان کو توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ اور کوشش کریں کہ ”بیعت علی الجہاد“ کے ذریعہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ کر اسے قیمتی بنا لیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اب ان دو آیات کے بقیہ معارف ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی سچی نیت

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ: پھر اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔

۱ یعنی ان کے دلوں میں جو سچائی، وفاداری، حکم سننے اور ماننے کا جذبہ تھا وہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا۔

ای من الصدق والوفاء والسمع والطاعة (ابن کثیر)

۲ ان کے دلوں میں بیعت کو نبانے کا جو سچا جذبہ تھا کہ ہم ہرگز میدان جہاد سے پیٹھ نہیں پھیریں گے وہ جذبہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا اور پسند فرمایا۔ یعنی وہ واقعی سچے دل سے بیعت علی الجہاد کر رہے تھے۔

وقال ابن جریر وقنادة: من الرضا بأمر البيعة علی الايفروا۔ (القرطبی)

یعنی اللہ تعالیٰ کو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلوص و محبت اور جذبہ جہاد کا علم اچھی طرح تھا۔ (معالم العرفان)

خلاصہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے ”بیعت علی الجہاد“ کی اور یہ بیعت انہوں نے سچے دل سے کی یعنی وہ اللہ پاک کی خاطر لڑنے کے لیے اور جان دینے کے لیے مکمل طور پر تیار تھے۔

قریبی فتح

فَأَنْزَلَ السَّيْئِنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَابَهُمْ فَفَتْحًا قَرِيبًا ۝

اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر سیکڑہ نازل فرمادیا اور اُن کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔ ”بیعت علی الجہاد“ کے بعد اُن کے دلوں میں ایسی مضبوطی، ثابت قدمی سکون اور اطمینان نازل ہوا کہ بیعت کے بعد کے تمام مراحل میں وہ ثابت قدم رہے، خصوصاً صلح کی اُن شرائط پر جو ظاہری طور پر بہت ناگوار تھیں اور بغیر عمرہ کئے واپس جانے پر۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک قریبی فتح عطا فرمائی اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ”خیبر“ کی فتح ہے جو ”بیعت علی الجہاد“ کی برکت سے صلح حدیبیہ کے فوراً بعد ہی بیعت کرنے والوں کو نصیب ہو گئی۔

قال قتادة وابن ابی لیلیٰ فتح خیبر۔ (القرطبی)

یعنی فتح خیبر۔ (ابن ابی لیلیٰ)

اس قریبی فتح کے بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں مثلاً:

① ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فتح قریب سے مراد ”صلح حدیبیہ“ اور اس سے حاصل ہونے والی وہ فوری اور مسلسل خیریں ہیں جن میں ”فتح خیبر اور فتح مکہ“ بھی شامل ہیں اور بعد کی تمام بڑی فتوحات اور مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں ملنے والی عزتیں اور رفعتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

انابهم فتحاً قریباً وهو ما اجری اللہ عزوجل علی ایدیہم من الصلح بینہم و بین

اعدائہم وما حصل بذلک من الخیر العام المستمر المتصل بفتح خیبر و فتح مکة ثم

فتح سائر البلاد والاقالیم علیہم وما حصل لہم من العزو النصر والرفعة فی الدنیا

والآخرة۔ (تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)

خلاصہ یہ ہوا کہ بیعت رضوان یعنی بیعت علی الجہاد کی برکت سے پہلا کام یہ ہوا کہ دشمن دب گئے اور صلح پر مجبور ہوئے اور اسکی وجہ سے مسلمانوں کے لیے فتوحات اور اونچے مقامات کے دروازے کھل گئے پہلے خیبر فتح ہوا پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا اور پھر اسلامی فتوحات کا دائرہ دنیا بھر میں پھیلتا گیا۔

② حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اس سے ”ہجر“ کی فتح مراد ہے۔

وقال الحسن فتح ہجر وهو جل فتح اتسعوا بثمرها زمنا طویلا۔ (البحر المحیط)

ہجر سے مراد بحرین کا علاقہ ہے والمراد ہجر البحرین وكان فتح فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم بدلیل کتابہ الی عمرو

بن حزم فی الصدقات والدیات۔ (روح المعانی)

③ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مکہ مکرمہ کی فتح مراد ہے۔

وقیل فتح مکة والقرب امر نسبی۔ (البحر المحیط)

اموال غنیمت کی کثرت

وَمَغَانِمٍ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا

اور بہت سی غنیمتیں بھی دے گا جن کو وہ لیں گے۔

یعنی خیبر کے اموال — خیبر بہت اموال اور اراضی والا علاقہ تھا۔

یعنی اموال خیبر و کانت ذات عقار و اموال۔ (القرطبی)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت لما فتحت خیبر قلنا الآن نشبع من التمر

أم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم سیر ہو کے کھجوریں کھائیں گے۔

دوسری روایت میں ہے:- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ما شبعنا حتی فتحتنا خیبر۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاں تک کہ خیبر فتح ہو گیا (تو خوب فراخی ہوگئی) (صحیح بخاری)

اہل ایمان نے ”بیعت علی الجہاد“ کر کے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کو بیچ دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا میں بھی فراخی اور معاشی استحکام کا انتظام فرمادیا واللہ اعلم بالصواب۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مَغَانِمٍ كَثِيرَةً کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ”ہجر“ یعنی بحرین کی غنیمتیں مراد ہیں جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک فارس اور روم کی غنیمتیں مراد ہیں۔

وقیل مغانم ہجر وقیل مغانم فارس والروم۔ (البحر المحیط)

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہے

اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست یعنی قادر اور بڑا حکمت والا ہے کہ اپنی قدرت اور حکمت سے جس کو چاہے اور جب

مناسب ہو فتح دے دیتا ہے۔ (بیان القرآن)

غالباً مراعیاً لمقتضی الحکمة فی احکامہ تعالیٰ وقضایا جل شانہ۔ (روح المعانی)

کلام برکت

اور بہت غنیمتیں جن کو لیں گے یہ بھی (بیعت کے) انعام میں داخل ہے اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا اس بیعت



والا کوئی نہ جاوے گا دوزخ میں۔ (موضح القرآن)

سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانِيهِ آيَةُ ۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَعَدَاكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا فَعَجَلَ نَكْمًا هَذِهِ وَكَفَّ

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پھر تمہیں اس نے یہ جلدی دے دی اور اس نے

أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۲۰

تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے اور تاکہ ایمان لانے والوں کیلئے یہ ایک نشان ہو اور تاکہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے۔

خلاصہ

صرف خیبر کی فتح پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اور بھی بہت سی فتوحات اور غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے، یہ خیبر کی فتح تو فوری طور پر عطاء فرمادی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ تمہارے دشمنوں کے دلوں پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور نہ تم سے لڑ سکے ایسا اس لئے ہوا تاکہ ایمان والوں کے لیے اس بات کی نشانی ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے اور وہ اُن کا حامی اور مددگار ہے اور فتوحات کے تمام وعدے سچے ہیں اور تاکہ مسلمانوں کے یقین اور بصیرت میں اور اضافہ ہو جائے۔

فتوحات اور غنیمتیں

”بیعت علی الجہاد“ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ چل رہا ہے وَعَدَاكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے قیامت تک ملنے والی تمام فتوحات اور غنیمتیں مراد ہیں۔

وهي الفتوح التي تفتح لهم الي يوم القيمة۔ (البغوی)

وهذه المغانم الموعود بها هي المغانم التي كانت بعد هذه وتكون الي يوم القيمة قاله

ابن عباس و مجاهد و جمهور المفسرين۔ (البحر المحیط)

درخت کے نیچے ”جہاد کی بیعت“ کے بعد جنگ نہیں ہوئی مسلمانوں کو اہل مکہ سے لڑنے اور اُن سے غنائم پانے کا موقع نہیں ملا تو فرمایا گیا کہ آگے بہت فتوحات اور غنیمتیں تمہیں اور مسلمانوں کی جماعت کو ملیں گی اور ان غنیمتوں کی پہلی اور فوری قسط ”خیبر“ کی فتح اور اسکی غنیمتیں ہیں۔

فَعَجَلَ نَكْمًا هَذِهِ پھر تمہیں یہ (خیبر کی فتح) جلدی دے دی۔

یعنی خیبر (البغوی)

ایک قول یہ ہے کہ جلدی ملنے والی فتح سے مراد ”صلح حدیبیہ“ ہے (القرطبی)

دشمنوں پر رعب

مسلمانوں کے دشمن چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے مدینہ منورہ میں یہودی موجود تھے خود حدیبیہ میں مسلمانوں کے چاروں طرف مشرکین کے لشکر تھے، پھر جب رسول اللہ ﷺ ”خیبر“ کے لیے روانہ ہوئے تو بنی اسد اور غطفان کے قبائل نے مدینہ منورہ کو خالی پا کر مسلمانوں کے اہل و عیال پر حملے کا ارادہ کیا، اسی طرح جب آپ ﷺ غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تو عیینہ بن حصن الفزاری اور عوف بن مالک النضری اپنے قبائل کو ساتھ لیکر یہودیوں کی مدد کے لیے نکلے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور کسی کو بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے اور ان کے اہل و عیال کو نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی اور تو اور خود خیبر کے دس ہزار یہودی جنگجو بھی زیادہ دیر نہ لڑ سکے اور تھوڑی سی لڑائی کے بعد پسپا ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَكَفَّ أَيْدِيَ الثَّاغِبِينَ عَنْكُمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيُكْفَىٰ سَعْيُهُمْ فِي غُرَابٍ مِّمَّا يَمَسُّونَ ۗ (القرطبی)

وقال قتادة كفف ايدي اليهود عن المدينة بعد خروج النبي ﷺ الى الحديبية وخبير و هو اختيار الطبري۔ (القرطبی)

وذلك ان النبي ﷺ لما قصد خيبر وحاصر اهلها همت قبائل من بني اسد وغطفان أن يغيروا على عيال المسلمين وذاريهم بالمدينة فكف الله ايديهم بالقاء الرعب في قلوبهم۔ (ابن عسقلان)

وقال ابن عباس في كفف ايدي الناس عنكم يعني عيينة بن حصن الفزاري وعوف بن مالك النضري ومن كان معهما اذ جاءوا ليتصروا اهل خيبر والنبي ﷺ محاصر لهم فالقى الله عز وجل في قلوبهم الرعب وكفهم عن المسلمين۔ (القرطبی)

خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ پاک نے ہر دشمن کے دل میں ان کا رعب ڈال دیا اور تمام دشمنوں کے ہاتھوں کو روک دیا۔ یہ موت پر اور جہاد پر سچے دل سے بیعت کرنے کی ایک اور برکت تھی۔

اہل ایمان کے لیے نشانی

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی شکست، مسلمانوں کی فتح اور دشمنوں کے ہاتھوں کے روک دینے کو ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنایا۔

① تاکہ مسلمان اس بات کا اندازہ لگالیں کہ اللہ تعالیٰ انکی حفاظت فرمانے والا ہے اور کم تعداد کے باوجود ان کو تمام دشمنوں پر غالب کرنے والا ہے اور تاکہ مسلمان اس بات کا یقین کر لیں کہ ہر معاملے کے انجام کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور

وہ ایمان والوں کے لیے جو مقدر فرماتا ہے اسی میں اُن کے لیے خیر ہوتی ہے اگرچہ ظاہری طور پر یہ چیز نظر نہ آ رہی ہو۔
ای یعتبرون بذلك فان الله تعالى حافظهم وناصرهم على سائر الأعداء مع قلة
عددهم، وليعلموا بصنيع الله هذا بهم انه العالم بعواقب الامور وان الخيرة فيما يختاره
لعبادة المومنين وان كرهوه في الظاهر۔ (ابن کثیر رحمہ اللہ)

۲ تاکہ مسلمانوں کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ اُن
کی فتح اور نصرت کا ضامن ہے۔ (اور اُس نے جو فتوحات کے وعدے فرمائے ہیں وہ تمام وعدے یقینی ہیں)
وعبرة يعرفون بها انهم من الله عزوجل بمكان وانه ضامن نصرتهم والفتح عليهم
فعل ذلك۔ (المدارك)

۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فتح مکہ کو دیکھا، حضرات انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں مگر مکہ مکرمہ
کی فتح اگلے سال تھی جس کا اندازہ نہ ہو سکا تو ظاہری طور پر محسوس ہوا کہ خواب پورا نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے
خیبر کی فتح عطاء فرمائی جو مسلمانوں کے لیے اس بات کی نشانی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہے۔ مکہ مکرمہ بھی
فتح ہو جائے گا اور بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فتوحات کے وعدے فرمائے ہیں وہ پورے ہوں گے۔
وقيل رأى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فتح مكة في منامه رؤيا الانبياء حق فتأخر ذلك الى السنة
القابلة فجعل فتح خيبر علامة وعنوانا لفتح مكة۔ (البحر المحيط)
ای ولتكون هذه التي عجلها لكم آية للمومنين على صدقك حيث وعدتهم ان
يصيبوها۔ (القرطبي)

توکل کی نعمت

وَيَهْدِيكُمْ صَوَابًا مَّتَّسِقِينَ ﴿٥٠﴾

اور تاکہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے

۱ ای طریق التوکل علیہ وتغویض الامر الیہ تعالیٰ

یعنی تمہیں توکل کے راستے پر چلا دے اور اس پر کہ تم اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر نیوالے بن جاؤ۔ (جلالین)

۲ ویزیدکم بصیرة ویقینا وثقة بفضل الله

تاکہ تمہاری بصیرت، یقین اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرنے کی قوت کو بڑھا دے۔

بے شک ان واقعات سے حضرات صحابہ کرام کے ”توکل علی اللہ“ میں اور زیادہ مضبوطی آئی وہ گھر سے جنگ کے
لیے نہیں نکلے تھے مگر پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جنگ کرنے کی بیعت کر لی تب اللہ پاک نے اُن کی
نصرت اور حفاظت فرمائی اور خوب فتوحات عطاء فرمائیں تو اُن کے دل میں ”توکل علی اللہ“ کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ

گئی اور جس کو توکل نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ہر معاملے کو درست فرمادیتے ہیں۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق، ۳)

پس اشارہ معلوم ہوا کہ ”بیعت علی الجہاد“ سے ”توکل علی اللہ“ کی نعمت بھی نصیب ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) بیان القرآن میں ہے:-

وَيَهْدِيكُمْ صَوَابًا مَّا تَسْتَقِيمًا اور تا کہ اس نمونہ کے ذریعہ سے تم کو آئندہ کے لیے ہر امر (یعنی معاملے) میں ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے مراد اس سڑک سے توکل و وثوق باللہ (اللہ تعالیٰ پر یقین و اعتماد) ہے یعنی ہمیشہ کے لیے اس واقعہ کو سوچ کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد سے کام لیا کرو۔ (بیان القرآن)

خوش نصیبی

ماضی کے کئی مفسرین حضرات جب اس آیت مبارکہ کی تفسیر اور معارف لکھنے بیٹھے تو انہوں نے اپنے زمانے کی ”اسلامی فتوحات“ کا تذکرہ بھی فرمادیا۔ امام ابو حیان (المتوفی، ۳۵۷ھ) لکھتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اُن فتوحات اور غنیمتوں کا وعدہ ہے جو بعد میں حاصل ہوئیں اور قیامت تک حاصل ہونگی یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین کا قول ہے، بے شک اس وعدے کے مطابق اسلام کا دائرہ خوب وسیع ہوا اور مسلمانوں نے مشرق و مغرب میں بے شمار فتوحات اور ان گنت غنیمتیں حاصل کیں یہاں تک کہ ہندوستان کے شہروں اور ہمارے زمانے میں تو افریقہ کے شہروں میں بھی مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہوئی ہیں۔ ہمارے پاس افریقی ملک گھانا کے ایک بادشاہ حج پر تشریف لائے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے پچیس سے زائد افریقی ریاستوں کو فتح کیا جہاں کے حکمران اور عوام مسلمان ہو چکے ہیں انہوں نے ان ریاستوں کے بعض حکمرانوں سے ہماری ملاقات بھی کرائی جو اُن کے ساتھ حج کرنے آئے ہوئے تھے۔

وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً بِالْخَطَابِ وَهَذِهِ مَغَانِمُ الْمَوْعُودِ بِهَا هِيَ الْمَغَانِمُ الَّتِي كَانَتْ بَعْدَ هَذِهِ وَتَكُونُ الِى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَجَمْهُورُ الْمَفْسُرِينَ بَوْلَقْدِ اتَّسَعَتْ نِطَاقُ الْإِسْلَامِ وَفَتَحَ الْمُسْلِمُونَ فَتُوحًا لَاتَحْصِي وَغَنِمُوا مَغَانِمًا لَاتَعُدُّ وَذَلِكَ فِي شَرْقِ الْبِلَادِ وَغَيْرِهَا حَتَّى فِي بِلَادِ الْهِنْدِ وَفِي بِلَادِ السُّودَانِ فِي عَصْرِنَا هَذَا وَقَدِمَ عَلَيْنَا حَاجَا أَحَدُ مَلُوكِ غَانَةَ مِنْ بِلَادِ التُّكْرُورِ وَذَكَرَ أَنَّهُ اسْتَفْتَحَ أَزِيدَ مِنْ خَمْسَةِ وَعَشْرِينَ مَمْلَكَةً مِنْ بِلَادِ السُّودَانِ وَاسْلَمُوا وَقَدِمَ عَلَيْنَا بَعْضُ مَلُوكِهِمْ يَحِجُّ مَعَهُ۔ (البحر المحیط)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائے اور پھر وہ وقت لائے کہ ان آیات کی تفسیر لکھنے والے اپنے زمانے کی اسلامی



فتوحات کا تذکرہ کر سکیں۔

سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهَا ۲۱ آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

اور بھی فتوحات ہیں کہ جو (اب تک) تمہارے بس میں نہیں آئیں البتہ اللہ تعالیٰ کے بس میں ہیں اور اللہ تعالیٰ

شَيْءٍ قَدِيرًا ۲۱

ہر چیز پر قادر ہے۔

خلاصہ

۱ اس ”بیعت علی الجہاد“ کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فوری فتح عطاء فرمائی اور مکہ مکرمہ کی فتح جو اس وقت ہاتھ نہ لگی وہ بھی مل ہی چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (مفہوم موضح القرآن)

۲ اور ان کے علاوہ بھی فتوحات ہوں گی جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ فتوحات مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کو نصیب ہوئیں مثلاً فارس اور روم فتح ہوئے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے علاقے اور ممالک اُن کے قبضے میں آئے حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے اور حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے فتح حنین مراد ہے اور حضرت مجاہد نے فرمایا کہ قیامت تک مسلمانوں کو جو بھی فتوحات نصیب ہوں گی وہ سب مراد ہیں یہ تمام اقوال مفسر قرطبی نے لکھے ہیں۔

لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا ظاہری معنی تو یہ ہے کہ اس وقت تو تم کو اُن فتوحات پر قدرت حاصل نہیں ہوئی اور بعض حضرات نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ تم کو نوا تر جو نہا کہ تمہیں ان کے فتح ہونے کی امید نہ تھی بعض حضرات نے اسی کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے کہ وہ فتوحات تمہارے خواب و خیال میں بھی نہ تھیں“

قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم انہیں فتح کرو گے اس نے مقدر فرمادیا ہے کہ ان پر تمہارا قبضہ ہوگا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے جسے چاہے جو ملک اور مملکت نصیب فرمائے۔ (مفہوم انوار البیان)

ماریسی دور کرنے والی آیات

مسلمان عمرہ کرنے نکلے تھے مگر عمرہ ادا نہ کر سکے، انہیں راستے سے واپس آنا پڑا ان حالات میں اُن سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔

☆ مکہ مکرمہ فتح ہوگا، بلکہ یوں سمجھو کہ فتح ہو چکا ہے بس تھوڑا سا انتظار کرو۔

☆ خیبر کی فتح تو تمہیں فوری طور پر مل جائے گی بالکل چند دنوں کے بعد۔

☆ اور بہت سی فتوحات ہوں گی، ہوازن کا مال غنیمت ملے گا، روم فتح ہوگا، فارس فتح ہوگا اور مشرق و مغرب کے ممالک فتح ہوں گے۔

مگر یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟

مکہ پر مشرکین کا مضبوط قبضہ ہے وہ اتنے طاقتور ہیں کہ خود حملہ کرنے کئی بار سینکڑوں میل کا سفر کر کے مدینہ منورہ جا چکے ہیں اور اس بار بھی انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ نہیں کرنے دیا۔ مشرکین کی یہ طاقت کہاں چلی جائے گی؟

ہوازن کیسے فتح ہوگا؟ اتنا دور دراز علاقہ اور ایسے سخت جنگجو اور تیر اندازوں کا ہزاروں کا لشکر کہاں جائے گا؟

خیبر کیسے فتح ہوگا؟ اتنے مضبوط قلعے اور دس ہزار وحشی جنگجو یہودی اور راستے میں ان کے طاقتور حلیف قبائل۔ یہ سب کہاں چلے جائیں گے؟ اور روم اور فارس؟ اللہ اکبر ان کی فتح کا تو تصور بھی محال تھا زمانے کی بڑی سلطنتیں لاکھوں کی فوج پر مشتمل منظم لشکر اور صدیوں سے قائم طاقتور تہذیبیں۔ یہ چند مسلمان ان کو کس طرح سے فتح کریں گے؟ عرب تو اب تک ان سلطنتوں کے غلام بنے ہوئے تھے اور ان کا نام بھی ادب اور عرب سے لیتے تھے۔ ان تمام

سوالات کا ایک ہی جواب ارشاد فرمایا کہ: **قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا**

”یہ سب اللہ تعالیٰ کے گھیرے اور قبضے میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“

مسلمان بیعت علی الجہاد کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر چکے تھے وہ بیعت علی الجہاد کر کے خود کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ چکے تھے اور ثابت کر چکے تھے کہ وہ ایک ”جماعت“ ہیں بس پھر اللہ تعالیٰ کی طاقت ان کے ساتھ ہو گئی اور ان کے دشمن موم کی طرح پگھلتے چلے گئے۔

آج بھی کافروں کی طاقت اور مسلمانوں کی کمزوری اسلام کے اُس ابتدائی دور جیسی ہے جس دور میں یہ آیات نازل ہو رہی تھیں آج بھی دشمنان اسلام نے ہر طرف اپنی طاقت کا زور اور قوت کا رعب پھیلا رکھا ہے۔ مگر یہ سب کچھ فانی اور کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھیرے اور قابو میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس مسلمان سچے دل سے بیعت علی الجہاد کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، خود کو ایک جماعت ثابت کریں اور اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کو بیچ دیں تو ان شاء اللہ ہر ناممکن نظر آنے والا کام ممکن ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لیے فتوحات اور غنائم کے دروازے کھل جائیں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جلدی ملنے والی ایک اور فتح

امام نسفیؒ، علامہ آلوسیؒ اور دیگر بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ آخری کا عطف **هَذِهِ** پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کچھ اور نعمتیں بھی جلدی مقرر فرمادی ہیں اور مراد ان سے ہوازن کی غنیمتیں ہیں جو غزوہ حنین میں ملیں

وَأُخْرَىٰ مَعْطُوفَةٌ عَلَىٰ هَذِهِ أَيْ عَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ الْمَغَانِمُ وَ مَغَانِمُ أُخْرَىٰ هِيَ مَغَانِمُ هَوَازِنَ
فِي غَزْوَةِ حَنْبِنٍ - (المدارک)

اسلام کی برکت سے غلام آقا بن گئے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں جن فتوحات کا تذکرہ ہے وہ فارس اور روم کی فتوحات ہیں۔
عرب کبھی بھی روم و فارس سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ تو اُن کی غلامی کرتے تھے یہاں تک کہ اسلام کی
برکت سے انہیں اس کی قوت ملی۔

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَقَاتِلُ : هِيَ فَارِسُ وَالرُّومِ وَمَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَقْدِرُ عَلَىٰ قِتَالِ فَارِسِ
وَالرُّومِ بَلْ كَانُوا خِوَلَاءَهُمْ حَتَّىٰ قَدَرُوا عَلَيْهَا بِالْإِسْلَامِ - (تفسیر بغوی)

ایک تفسیری قول

تفسیر حقانی میں ہے:-

پچھلی آیت میں مغانم کثیرہ سے عرب کی فتوحات مراد ہیں اور اس آیت وَأُخْرَىٰ مَعْطُوفَةٌ عَلَىٰ هَذِهِ سے روم،
شام اور فارس کی فتح مراد ہے کہ یہ ممالک بظاہر تمہارے قبضے میں آنے والے نہیں لگتے لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں
اور اس کا بھی تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ (مفہوم حقانی)

اسلام اور قرآن کی حقانیت

دنیا کے لوگوں کو اپنی تاریخ دانی اور دانشوری پر ناز ہے کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں تو
مسلمان رنجیدہ دل، عمرہ کئے بغیر واپس آ رہے تھے مگر کچھ ہی عرصہ بعد وہ دنیا پر چھا گئے اس سے بڑھ کر اسلام اور
قرآن کی حقانیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ غیر مسلم تاریخ دان اور دانشور اس نکتے پر غور کریں تو انہیں بھی ہدایت اور
روشنی نصیب ہو جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اللہ تعالیٰ قادر ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا أَيْ: مِنْ فَتْحِ الْقُرَىٰ وَالْبِلْدَانِ لَكُمْ وَغَيْرِ ذَلِكَ -

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں شہروں اور ملکوں کو فتح کرانے پر اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (الحازن)

”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ تمہیں ہر طرح سے کامیابی عطا فرمائے گا بشرطیکہ تمہارا اخلاص
جذبہ جہاد اور رضائے الہی کی طلب کمال درجے کی ہو جب تک تم مال و جان کی قربانی کے لیے مستعد رہو گے اللہ تعالیٰ
بھی اپنا وعدہ پورا کرتا رہے گا اور تمہیں ہر معرکہ میں فتح نصیب ہوتی رہے گی“ (معالم العرفان) ☆☆☆

سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آيَةُ ۲۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۲۲

اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑتے پھر نہ کوئی حمایتی پاتے نہ

نصیراً ۲۲) سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ يَجِدَ

کوئی مددگار۔ اللہ تعالیٰ کا قدیم دستور پہلے سے یونہی چلا آتا ہے اور تو اس کے

لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝۲۳

دستور کو بدلا ہوا نہ پائے گا۔

خلاصہ

یہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا رنگ یہ رہا کہ اُس نے کفار کے ہاتھ روک دیئے اور وہ نہ لڑ سکے۔ لیکن اگر وہ لڑائی کرتے تب بھی انہیں شکست کھا کر بھاگنا پڑتا اور ان کو کوئی حمایتی اور مددگار بھی نہ ملتا یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے کہ وہ اہل حق کو اہل باطل کے مقابلے میں غلبہ عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ اہل ہے۔

آسان تفسیر

”اس کے بعد فرمایا وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ اور اگر کفار تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر کر چلے جاتے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے کفار قریش مراد ہیں (کہ حدیبیہ کے موقع پر اگر وہ جنگ کرتے تو عبرتناک شکست سے دوچار ہوتے) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بنی غطفان اور بنی اسد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خیر تشریف لے جانے کے بعد مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔“

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی عادت رہی ہے کہ کار خیر کے ساتھ انجام حضرات انبیاء کرام ﷺ کے حق میں رہا ہے، اپنے اولیاء کی اس نے مدد فرمائی ہے اور دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اچھا انجام ہمیشہ حضرات انبیاء کے حق میں ہی ہوا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب کبھی بھی کافروں سے قتال ہو تو کافروں پر غلبہ ہوا ہو۔

ولعل المراد ان سنته تعالیٰ ان تكون العاقبة للانبیاء علیہم السلام لانهم كلما قاتلوا

الكفار غلبوهم وهزموهم۔ (روح المعانی، انوار البیان)

یعنی ہر جنگ اور جھڑپ میں فوری فتح مراد نہیں بلکہ انجام کار غلبہ اہل حق کو نصیب ہوتا ہے اگرچہ ابتداء میں اُن پر بعض اوقات کچھ آزمائشیں اور تکلیفیں بھی آتی ہیں۔

اسلامی فتوحات اتفاقی نہیں ہوتیں

مسلمانوں کو جب کفار پر غلبہ اور فتح نصیب ہوتی ہے تو کفار اور اُن کے حامی منافقین اس فتح کے ظاہری اتفاقات ڈھونڈتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جہاد کی کرامت پر نہ چلی جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح اس وجہ سے ہوئی کہ کفار کو داخلی پریشانیاں لاحق تھیں، بعض کہتے ہیں کہ کفار دراصل متحد نہ ہو سکے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ بس قسمت کے ستارے نے کفار کا ساتھ نہیں دیا ورنہ وہ شکست نہ کھاتے۔ ان دو آیات نے ان تمام اعتراضات کے جوابات دے دیئے کہ اگر کوئی بھی ظاہری بہانہ یا اتفاق نہ ہو تب بھی شکست کفار کا مقدر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ اہل حق کو اہل باطل پر غلبہ عطاء فرماتا ہے۔ چنانچہ اگر کفار پوری قوت کے ساتھ متحد ہو کر لڑتے تو تب بھی شکست کھا کر ذلیل ہوتے اس ایمان افروز نکتے کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے یہ دو عبارتیں:

① تفسیر حقانی میں ہے:-

پہلے فرمایا تھا وَكَفَّتْ أَيْدِي النَّكَاسِ عَنْكُمْ اس پر مخالفوں کو شبہ کی گنجائش تھی کہ خیبر کے لوگ ڈر گئے اور لڑے نہیں یہ اتفاقی بات تھی اگر سب جمع ہو جاتے تو دیکھتے کیا ہوتا۔ اس سے پہلے عرب مدینہ پر چڑھ آئے اور نبی ﷺ کو حدیبیہ میں روک دیا اس کا جواب ارشاد فرمایا وَكَوَفَّتْ كَفْرُوكُمْ الْذِينَ كَفَرُوا کہ اگر وہ تم سے لڑتے بھی تو پیٹھ دیکر بھاگتے اور اُن کا کوئی حمایتی اور مددگار کھڑا نہ ہوتا یہ کیوں؟ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور ہے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکی قوم سے نجات دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونوں سے نجات دی، فلسطین اور شام کے رہنے والوں پر غلبہ دیا اس کا دستور بدلتا نہیں، حضور نبی کریم ﷺ کا دین بھی اسی دستور کے موافق غلبہ پائے گا، یہ آسمانی منشا ہے، اس نبی حضرت محمد ﷺ کی نسبت پہلے انبیاء فرمائے ہیں۔

”یہ پتھر جس پر گرے گا اس کو چور چور کر دے گا اور جو اس پر آگرے گا چور چور ہو جائے گا“ (حقانی، تسہیل)

② اب ملاحظہ فرمائیے تفسیر کبیر کی تقریر کا خلاصہ

وَكَوَفَّتْ كَفْرُوكُمْ الْذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا الْآدْبَادُ اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔ یہ اس اعتراض کا جواب بن سکتا ہے کہ کفار کی شکست اتفاقی تھی اگر عرب کے لوگ جمع ہو جاتے جیسا کہ اُن کا ارادہ تھا تو وہ مسلمانوں کو خیبر کی فتح سے روک دیتے تو اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے وہ اگر جمع ہو جاتے اور لڑتے تو تب بھی شکست کھاتے اور مسلمان غالب رہتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ تھا نہ کہ اتفاقی حالات کا کرشمہ۔

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِ يَوْمِ الْيَوْمِ لِيُؤْمِرَ بِهَا وَاللَّهُ يَهْتَدِي لِلذَّكَرِ

ہے، اعتراض یہ ہے کہ ستاروں کی چال اور حالات کا بھی کافی اثر پڑتا ہے تو اس موقع پر قسمت کے ستاروں اور حالات نے کفار کا ساتھ نہیں دیا۔ تو جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہی ہے کہ اپنے رسول علیہ السلام کی مدد فرماتا ہے اور اُس کے دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی عادت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ (تفسیر کبیر)

حق کا غلبہ سنتہ اللہ ہے

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت اپنے بندوں کے بارے میں جاری ہے کہ جب بھی کفر اور ایمان کا مقابلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان کی نصرت فرماتا ہے وہ حق کو غلبہ عطاء فرماتا ہے اور باطل کو گرا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن اپنے اولیاء ایمان والوں کی مشرکین کے مقابلے میں نصرت فرمائی اور کمزور اور کم تعداد مسلمانوں کو طاقتور مشرکین کی بڑی تعداد پر غلبہ عطاء فرمایا۔

ای هذه سنة الله وعادته في خلقه مما تقابل الكفر والایمان في موطن الانصر الله
الایمان على الكفر فرفع الحق ووضع الباطل كما فعل تعالیٰ يوم بدر باولیائه
المومنین نصرهم على اعدائه من المشركين مع قلة عدد المسلمين وعددهم وكثرة
المشركين وعددهم۔ (ابن کثیر)

تفسیر عثمانی کی اس عبارت پر غور فرمائیں:-

”یعنی جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں یہ عادت اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق بہینت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں اور بعض نے وَلَنْ يَصُدَّ اِسْتِقْوَالَهُ تَبْدِيلاً کے معنی یوں کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو ”سنة اللہ“ کے موافق ہونا چاہے“ (عثمانی)

تفسیر مظہری میں ہے:-

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ ہمیشہ سے جاری کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء و انبیاء اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غالب رہیں گے اس نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي فِي مِثْلِ مَا كَانَتْ تَغْلِبُ عَلَيْهِ رُسُلُ الْاٰلِهٰتِ الْاٰثَرٰتِ

دوسری آیت میں آیا ہے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُغْلِبُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی فلاح یاب ہوگی۔ تیسری جگہ ہے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔ (مظہری)

برائے طلب علم

قوله تعالى وَكُوِّفْتَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كُنُوا إِلَّا ذَبَّارًا قَالَ قتادة: یعنی كفار قریش فی الحديبية وقيل ولو قاتلكم غطفان واسد والذين ارادوا نصره اهل خيبر لكانت الدائرة عليهم۔ (القرطبي)

وَكَوِّفْتَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا یعنی اسد وغطفان واهل خيبر لولو الادبار لانهم مولد (ابن قتيب)

دلچسپ نکتہ

جب کوئی شخص میدان جنگ سے بھاگتا ہے تو ہلاکت سے بچنے کے لیے کسی ولی یعنی دوست کے پاس جاتا ہے جو ہمدردی اور تدبیر کے ذریعہ اُسے بچائے یا کسی نصیر یعنی مددگار کے پاس پناہ لیتا ہے جو اپنی قوت کے ذریعہ اُسکی مدد کر سکے اس آیت مبارکہ میں فرمایا کہ اگر وہ کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔ پھر آگے فرمایا کہ وہ کوئی یار و مددگار نہ پاتے مطلب یہ ہوا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا بھی اُن کو ہلاکت سے بچانہ سکتا کیونکہ اُن کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار چنانچہ وہ بھاگ کر بھی ہلاک ہی ہوں گے۔

قد ذکرنا مراراً ان دفع الضرر عن الشخص اما ان يكون بولي ينفع باللطف او بنصير يدفع بالعنف وليس للذين كفروا شئ من ذلك وفي قوله تعالى ثُمَّ لَطِيفَةٌ وَهِيَ ان من يولي دبره يطلب الخلاص من القتل بالالتحاق بما ينجيهِ فقال وليس اذا ولو الادبار يتخلصون بل بعد التولي الهلاك لاحق بهم۔ (تفسیر کبیر)

بیعت علی الجہاد کی برکت

مسلمانوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی جانیں بچ چکے تھے اور مرتے دم تک لڑنے کا عہد کر چکے تھے تو ایسی مبارک اور مضبوط جماعت کے مقابلے میں کفار مشرکین کہاں ٹھہر سکتے تھے وہ لڑتے تو ضرور شکست کھا کر بھاگتے مگر عرب کی وجہ سے اُن کو لڑنے کی ہمت ہی نہ ہوئی یہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نصرت تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ ٢٣ آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ

اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اس کے بعد کہ اس

بَعْدَ اَنْ اَظْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرًا ۝۲۳

نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو جو تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا۔

خلاصہ

حدیبیہ میں جنگ کا ماحول تو گرم ہو چکا تھا اور بظاہر اُس کے ٹلنے کا کوئی امکان نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے جنگ روک دی اور اس سے پہلے مسلمانوں کا پلہ بھی بھاری فرما دیا۔ مشرکین کی شرارتیں اور مسلمانوں کا عہد نباہنا اور تحمل سے کام لینا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرما کر مسلمانوں کو بہت سی خیریں اور فتوحات عطا فرمائیں۔

مختصر تفسیر

”مشرکین کی کچھ ٹولیاں ”حدیبیہ“ پہنچی تھیں کہ موقع پا کر حضور اکرم ﷺ کو شہید کر دیں یا اکیلے مسلمانوں کو ستائیں چنانچہ کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرتے آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم ﷺ کے حضور پیش کر دیا آپ ﷺ نے اُن کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آئیہ ہذا میں اس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور بِبَطْنِ مَكَّةَ (بچ شہر مکہ کے) یعنی شہر کے قریب گویا شہر کا بچ ہی سمجھو وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرًا یعنی اُنکی شرارتیں اور تمہارا عضو تحمل سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ (عثمانی)

مکہ مکرمہ تلوار کے زور پر فتح ہوا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ آیت ”حدیبیہ“ کے بارے میں نہیں بلکہ ”فتح مکہ“ کے بارے میں ہے اور اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ صلح سے نہیں بلکہ قوت اور تلوار سے فتح ہوا ہے۔

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح اور غلبہ عطا فرمایا تھا اور مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان بڑی جنگ نہ ہوئی اور اسی آیت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی دلیل لی ہے کہ مکہ مکرمہ قوت کے زور پر فتح ہوا ہے نہ کہ صلح سے۔

یعنی قضیٰ بینہم و بینکم المکافۃ والمحاجزۃ بعد ما خولکم الظفر علیہم والغلبۃ
وذلك یوم الفتح وبہ استشهد ابو حنیفۃؒ علی ان مکة فتحت عنوة لاصلاحاً۔ (المدارک)
تفسیر حقانی میں ہے:-

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں كَعَفَ اَيَّدِيَهُمْ سے مراد یہ ہے کہ تم میں اور اُن میں جنگ نہ ہونے دی یعنی فتح
مکہ کے دن اور اسی فتح مکہ کے دن کے واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ
صلح سے فتح نہیں ہوا بلکہ زور و شوکت سے فتح ہوا ہے۔ (مفہوم حقانی)
امام ابو بکر صاصؓ لکھتے ہیں:-

وَهُوَ الَّذِي كَعَفَ الْاَيَةَ ابْنِ عَبَّاسٍؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے، ہوا یہ کہ مشرکین
نے چالیس افراد بھیجے تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں ان افراد کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا
تو آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب آپ ﷺ مکہ میں
قوت اور زور سے داخل ہوئے، پھر اگر یہ آیت فتح مکہ کے بارے میں ہو تو اس بات کی واضح دلیل ہوگی کہ مکہ مکرمہ
جنگ سے فتح ہوا ہے کیونکہ اس آیت میں ہے مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ (اس کے بعد کہ اُس نے تمہیں اُن پر غالب
کر دیا تھا) تو اگر مصالحت ہوئی ہوتی تو اس میں مسلمانوں کے لیے کوئی ”ظفر“ یعنی غلبہ اور قابو پانا ثابت نہیں ہوتا پس
آیت مبارکہ کے ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ قوت سے فتح ہوا ہے۔

فان كانت نزلت في فتح مكة فدلا لتها ظاهرة على انها فتحت عنوة لقوله تعالى
مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ ومصالحتهم لا ظفر فيها للمسلمين فاقترضني ذلك ان يكون
فتحها عنوة۔ (احکام القرآن)

اس تفسیری قول پر اعتراضات و جوابات کے لیے ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح المعانی۔

فائدہ

اکثر مفسرین حضرات کے نزدیک اس آیت مبارکہ کا تعلق ”حدیبیہ“ کے واقعہ سے ہے اس پر مفسرین نے کئی
واقعات بھی لکھے ہیں ملاحظہ فرمائیے، ابن کثیر، القرطبی، البغوی، الخازن اور انوار البیان۔

کلام برکت

وہ اتسی آدمی جو پکڑے گئے بیچ شہر مکے کے، یعنی قریب شہر کے گویا شہر کا بیچ ہی ہے۔ (موضح القرآن)

بظاہر جنگ یعنی تھی

حدیبیہ کے موقع پر ایسے حالات بن چکے تھے کہ بظاہر جنگ یعنی تھی اور اُس کے ٹلنے کا کوئی امکان نہیں تھا، اور اس

کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان بالکل مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے اور وہ کئی بار مسلمانوں سے لڑنے مکہ سے اتنی دور مدینہ منورہ کے قریب جا چکے تھے تو اس بار تو مسلمان اُن کے گھر پہنچے ہوئے تھے۔ تفسیر کبیر میں یہ عجیب نکتہ لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں بِبَطْنِ مَكَّةَ (مکہ کے بیچ میں) اس بات کا اشارہ ہے کہ اس جنگ کا رکننا مشکل تھا کیونکہ اس بات کا مضبوط امکان تھا کہ مشرکین مکہ اپنے شہر کو بچانے کے لیے زور دار جنگ کرتے اور مسلمان چونکہ اپنے علاقہ سے دور تھے اس لئے وہ بھی گرفتاری وغیرہ سے بچنے کے لیے سخت جنگ کرتے اور ویسے بھی ان کا پلہ بھاری ہو رہا تھا تو ان حالات میں جنگ کا روکنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ممکن تھا اسی لیے فرمایا وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنَّا اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیئے۔ پس اس جنگ کو روکنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے۔ (مفہوم تفسیر کبیر و حسانی)

مکہ مکرمہ میں کئی مظلوم مسلمان تھے، جن کی حفاظت مطلوب تھی۔ مشرکین میں سے بہت سے افراد کی قسمت میں دولتِ ایمان لکھی تھی، مکہ مکرمہ کی ریاست ملنے سے پہلے مسلمانوں کی معاشی مضبوطی کے لیے اُن کو خیر اور ہجر کی بڑی نعمتیں عطا فرمائی تھیں اور مشرکین مکہ کو اتنا کمزور کرنا تھا کہ وہ جنگ کے قابل ہی نہ رہیں اور کعبۃ اللہ کی حرمت اور حفاظت بھی مطلوب تھی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب دو سال بعد مسلمانوں نے مکہ مکرمہ کی فتح کے لیے جہاد کیا تو مشرکین مقابلہ نہ کر سکے۔ الغرض حدیبیہ کے موقع پر جنگ کا نہ ہونا مسلمانوں کے لیے بے حد نفع مند تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم تھا کہ اُس نے فریقین کے ہاتھ روکے اور مسلمانوں کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ایک اور رنگ تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

غور فرمائیں

حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں نے موت اور جہاد کی بیعت کی تھی، جن مشرکین نے اُن پر حملے کئے اُن کو بھی مسلمانوں نے گرفتار کیا۔ جب مسلمان ذہنی اور جسمانی طور پر جنگ کے لیے تیار تھے تو مشرکین نے صلح پیش کی جو قبول کر لی گئی۔ پس جو لوگ کفار سے مغلوبانہ اور رسوا کن معاہدے کرتے ہیں اُن کے لیے ”صلح حدیبیہ“ کی مثال پیش کرنا ٹھیک نہیں ہے خود اسی آیت مبارکہ میں فرمایا گیا مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُن پر قابو دے دیا تھا) (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانِيهِ آيَت ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدٰی مَعَكُوْفًا

وہ تو وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو روکے رکھا اس سے کہ وہ اپنی

اَنْ یَّبْلَغَ مَحَلَّهُ ط وَاَوْلَادِ رِجَالٍ مُّوْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءُ مُوْمِنٰتٍ لَّمْ تَعْلَمُوْهُم

قربان گاہ تک پہنچیں اور اگر کچھ مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والی نہ ہوں جنہیں تم نہیں جانتے تھے کہ تم انہیں

اَنْ تَطُوْهُم فَتَصِیْبَكُمْ مِنْهُم مَّعْرَةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ لِّیَدْخُلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ

پامال کر دیتے پھر ان کی طرف سے تم پر نادانستگی سے الزام آتا (تو تمہیں لڑنے سے نہ روکا جاتا) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی

مَنْ یَّشَآءُ لَوْ تَزَلُّوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝۵

رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اگر وہ مل گئے ہوتے تو ہم ان میں سے جو کافر ہیں انہیں دردناک عذاب دیتے۔

خلاصہ

ان کفار کے کئی جرائم ایسے تھے جن کی وجہ سے یہ اس قابل تھے کہ ان سے جنگ کرنے کی مسلمانوں کو حدیدیبیہ کے موقع پر اجازت دے دی جاتی۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر اور کافر تھے۔

☆ انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا، حالانکہ یہ کسی کو نہیں روکتے تھے۔

☆ انہوں نے ہدی کے جانوروں کو منیٰ کی قربان گاہ تک لے جانے سے روکا۔

مگر ان جرائم کے باوجود اس وقت ان سے قتال کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ مکہ مکرمہ میں کچھ مسلمان مرد اور عورتیں

موجود تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے اگر لڑائی ہوتی تو وہ بھی پس جاتے۔ اور ان مخلص ایمان والوں کا اس طرح

سے مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا خود مسلمانوں کے لیے تکلیف، پریشانی اور نقصان کا باعث بنتا پس اللہ تعالیٰ نے

جنگ نہ ہونے دی تاکہ وہ جس پر چاہے رحمت فرمائے۔ مسلمانوں پر بھی رحمت ہوئی اور کفار میں سے بھی کئی لوگ

مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بنے۔ اگر ان کفار کے ساتھ مخلص مسلمانوں کے مارے جانے کا خطرہ نہ ہوتا

تو اسی موقع پر کافروں کو سخت سزا دے دی جاتی۔ یعنی مسلمانوں کو ان سے لڑنے کا حکم دے دیا جاتا جو انہیں خوب قتل

کرتے اور قیدی بناتے۔

مختصر تفسیر و کلامِ ابرکت

”یعنی کچھ مسلمان مرد اور عورتیں جو مکہ مکرمہ میں مظلوم و مقہور تھے اور مسلمان ان کو پوری طرح جانتے نہ تھے وہ لڑائی میں بے خبری سے پیس دیئے جائیں گے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو فی الحال لڑائی کا حکم دے دیا جاتا لیکن ایسا ہوتا تو تم خود اس قومی نقصان پر متاسف ہوتے، اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھو! مسلمان مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے اس خرابی کے باعث لڑائی موقوف رکھی گئی تاکہ وہ مسلمان محفوظ رہیں اور تم پر اس بے مثال صبر و تحمل کی بدولت خدا اپنی رحمت نازل فرمائے، نیز کافروں میں سے جن لوگوں کا اسلام لانا مقدر ہے ان کو بھی لڑائی کی خطرناک گڑبڑ سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر لے۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

”اس تمام قصے میں ساری ضد اور کعبہ کی بے ادبی ان ہی (مشرکین) سے ہوئی تم (مسلمان) باادب رہے، انہوں نے عمرہ والوں کو منع کیا اور قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچنے دی، بے شک وہ جگہ اس قابل تھی کہ اسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح کرائی جاتی، مگر بعض مسلمان مرد وزن مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور بعض لوگ جن کا مسلمان ہونا اب مقدر تھا، اس وقت کی فتح مکہ میں پیسے جاتے آخردو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے کو تھے ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے تب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا“ (عثمائی)

آیت مبارکہ کے مضامین

اس آیت مبارکہ کے الفاظ، عربی ترکیب اور مطالب پر حضرات مفسرین نے کافی تفصیل سے لکھا ہے، چند مضامین درج ذیل ہیں۔

- ① ہدی یعنی قربانی کے وہ جانور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے گئے تھے یہ ستر اونٹ تھے، عربوں میں ان جانوروں کی بہت قدر و منزلت تھی، جن جانوروں کے گلے میں علامتی فلادے ڈال دیئے جاتے ان کو نہ کوئی تنگ کرتا تھا اور نہ حرم شریف کی قربان گاہ ”منیٰ“ تک جانے سے روکتا تھا۔
- ② اگر کسی حُرْم (یعنی احرام باندھے ہوئے شخص) کو حرم شریف جانے سے روک دیا جائے تو وہ اپنی ہدی یعنی قربانی والا جانور کہاں ذبح کرے گا۔ کئی مفسرین نے بحث فرمائی ہے
- ③ مکہ مکرمہ میں جو مسلمان پھنسے ہوئے تھے انکی تعداد کتنی تھی؟ تفسیر قرطبی میں تین حضرات کے اسماء گرامی بھی دیئے ہیں۔

① سلمۃ بن ہشام رضی اللہ عنہ

② عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ

﴿ ابو جندل بن سمیل رضی اللہ عنہ (وغیرہم) ﴾

جبکہ تفسیر ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق یہ کل نو افراد تھے سات مرد اور دو خواتین جبکہ دوسری روایت کے مطابق کل بارہ افراد تھے تین مرد اور نو خواتین۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

۲ دارالحرب کے بعض مسائل۔ روح المعانی میں دارالحرب کے بعض مسائل کا بیان ہے اور امام قرطبی نے بھی اس موضوع کو لیا ہے۔

۵ اگر کسی قلعے میں کفار نے مسلمان قیدی بھی رکھے ہوئے ہوں یا کسی کشتی پر کافروں کے لشکر کے ساتھ مسلمان قیدی بھی ہوں تو کیا اس قلعے کو آگ لگانا اور اس کشتی کو غرق کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے؟ یا اگر کفار کا لشکر کچھ مسلمان قیدیوں کو بطور ڈھال اپنے سامنے رکھے تو کیا اس لشکر پر تیر اندازی کرنا جائز ہے؟ امام ابو بکر جصاص رضی اللہ عنہ نے احکام القرآن میں مفصل بحث فرمائی ہے جبکہ امام قرطبی رضی اللہ عنہ اور علامہ آلوسی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ مسئلہ لکھا ہے امام قرطبی رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں تو امام مالک رضی اللہ عنہ کے مسلک کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت مبارکہ کو دیکھتے ہوئے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان قیدیوں کے تحفظ کے لیے ان حالات میں کفار پر عمومی حملہ نہ کیا جائے بلکہ پہلے ان سے مسلمانوں کو الگ کرانے کی کوشش کی جائے مگر پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ جہاں اس بات کا خطرہ ہو کہ کفار اس طرح سے مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور ان کا بڑا نقصان کریں گے تو پھر مسلمان قیدیوں کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ان پر عمومی حملہ جائز ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان تمام صورتوں میں کفار پر حملہ کرنا جائز ہے حنفیہ کے دلائل کے لیے ملاحظہ فرمائیے احکام القرآن جصاص رضی اللہ عنہ شان صحابہ، حفاظت صحابہ۔ امام قرطبی رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ سے حضرات صحابہ کرام کی فضیلت و منقبت بیان فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر مکہ مکرمہ میں موجود مسلمان نادانستہ طور پر مارے جاتے اور ان کے مارنے کا قصد اور ارادہ بھی صحابہ کرام کے دل میں نہیں تھا تو یہ گناہ کی بات نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمادیا کہ ان کو اس غیر ارادی غلطی سے بھی محفوظ رکھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی معصیت سے حفاظت فرمائی ہے۔

تفضیل للصحابۃ واخبار عن صفتہم الکریمۃ من العفتن المعصیۃ والعصۃ عن التعدی۔ (القرطبی)

۴ لَبِيدًا خَلَّ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ (تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل فرمائے جسے چاہے) عمومی طور پر اس کے مصداق میں حضرات مفسرین کے تین اقوال ہیں۔

II اللہ تعالیٰ نے جنگ کو روکا تاکہ ایمان والوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ روح المعانی میں اس قول کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

III اگر تم غلطی سے نادانستہ طور پر مکہ مکرمہ میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کو قتل ہونے کے بعد

اپنی رحمت میں داخل فرماتا (البتہ تمہیں صدمہ اور نقصان پہنچتا) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول ذکر فرمایا ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو روکا تا کہ وہ داخل فرمائے اپنی رحمت یعنی اسلام میں جس کو چاہے چنانچہ بہت سے
 اہل مکہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں مسلمان ہوئے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول ذکر فرمایا ہے۔
 ایمان والوں کی موجودگی اور صحبت کا فائدہ کفار کو بھی ہوتا ہے۔ جیسے یہاں اہل مکہ صرف چند مسلمانوں کی وجہ
 سے بچ گئے اگر یہ مسلمان مکہ مکرمہ میں موجود نہ ہوتے تو حدیبیہ میں بیعت علی الجہاد کرنے والے مسلمانوں کو
 مکہ مکرمہ پر اسی وقت حملے کی اجازت دے دی جاتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مشرکین مکہ کو کاٹ پھینکتے۔

قال قتادة في هذه الآية ان الله يدفع بالمؤمنين عن الكفار كما دفع بالمستضعفين من
 المؤمنين عن مشركي مكة

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی وجہ سے کفار کو بچاتا ہے جیسے
 مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کی خاطر مشرکین مکہ کو بچایا۔ (البغوی)
 حضرات مفسرین نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے قرطبی، روح المعانی وغیرہا۔
 ان آٹھ مضامین کے علاوہ مَعْرِفَاتُ کے معنی اور آیت مبارکہ کی نحوی ترکیب پر بھی مفسرین نے تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ

جبکہ کافروں نے اپنے دل میں سخت جوش پیدا کیا تھا جہالت کا جوش پھر اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ سَكِنَتْهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةً

بھی اپنی تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل کردی اور ان کو پرہیزگاری کی بات

التَّقْوٰی وَكَانُوْا اٰحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

پر قائم رکھا اور وہ اسی کے لائق اور قابل بھی تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

خلاصہ

مشرکین مکہ تو پوری طرح سے اپنی جاہلی ضد اور اکڑ پر اتر آئے تھے ایسے میں ضرور جنگ ہو جاتی اور وہ ہلاک ہوتے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر سیکنہ نازل فرمایا اور وہ ضد پر نہیں اترے اور نہ خوف اور بزدلی میں مبتلا ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان، تقویٰ اور اطاعت پر ثابت قدم رکھا اور وہ اس دولتِ ایمان کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ کون خیر کا مستحق ہے اور کون شر کا۔

دراستی یقینی تھی

مشرکین مکہ تو جنگ بھڑکانے کی ہر غلطی کر چکے تھے اور ان کو اپنی ناک کے کٹ جانے کی فکر نے اندھا کر دیا تھا وہ پوری طرح سے اپنی جاہلی عصبیت اور غیرت پر اترے ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس سال عمرہ نہ کرنے دیا، جب معاہدہ لکھنے بیٹھے تو ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اور محمد رسول اللہ“ نہ لکھنے دیا، پھر معاہدہ کی شرطیں بھی بہت کڑی رکھیں خصوصاً یہ شرط کہ ان کا جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ جائے گا تو مسلمان اسے واپس کریں گے اور یہ شرط رکھی کہ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے تو صرف تین دن کا قیام ہوگا اور تلواریں نیاموں میں ہوگی۔ الغرض انہوں نے ہر وہ بات کی اور ہر وہ کام کیا جو مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے کافی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی منشاء یہ تھی کہ اس موقع پر جنگ نہ ہو چنانچہ یہ حضرات صحابہ کرام کے ایمان اور اطاعت کا بہت سخت امتحان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے دل پر جو اطمینان اور سکون نازل فرمایا تھا اس کی برکات حضرات صحابہ کرام کو بھی عطا فرمائیں چنانچہ وہ ایمان اور اطاعت پر ثابت قدم رہے، ان کو بتایا گیا کہ لڑنا ہے تو لڑنے پر تیار ہو گئے اور کسی طرح کے خوف اور بزدلی میں مبتلا نہ ہوئے۔ پھر بتایا کہ

بغیر عمرہ کے سرمنڈانے ہیں اور جانور ذبح کرنے ہیں تو وہ اس پر تیار ہو گئے، پھر بتایا گیا کہ اب واپس جانا ہے تو وہ واپس چل پڑے اور کسی طرح کی ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا نہ ہوئے۔ یوں انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے مستحق اور مکمل طور پر اہل ہیں اور یوں صرف ایک وقتی لڑائی نال کر ان کو دنیا کا فاتح بنانے کی تیاری مکمل ہو گئی۔ اس موقع پر قرآن پاک بار بار یہ سمجھا رہا ہے کہ یہ صلح مشرکین کی خاطر نہیں کرائی گئی۔ وہ تو جنگ اور ہلاکت کے مستحق تھے اور نہ ہی یہ صلح مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے ہوئی وہ تو بیعت علی الجہاد کر کے اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کو ساتھ لے چکے تھے اور فتح حاصل کرنے کی حالت میں تھے۔ بلکہ اس صلح کے اور بہت سے مقاصد تھے جن میں سے ایک اہم مقصد مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی حفاظت تھی اور دوسرا مقصد بہت سے لوگوں کو اسلام کی توفیق ملنے والی تھی۔ **لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ** تو اس صلح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں تک اسلام کا نور پہنچا دیا۔ امام ابو حیان **رحمۃ اللہ علیہ** لکھتے ہیں:

یہ صلح عرب کے باہمی میل جول اور اختلاط کا ذریعہ بنی، ان میں سے بہت سے لوگوں کو اسلام نصیب ہوا اور کلمہ اسلام بلند ہوا، حدیبیہ والے سال اسلامی لشکر کی تعداد چودہ سو تھی جبکہ دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر ان کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔

اذکان سببا لامتنزاج العرب، واسلام کثیر منهم، وعلو کلمة الاسلام، وکانوا عام
الحدیبية الفأوار بعمانة وبعده بعامین ساروا الی مكة بعشرة آلاف۔ (البحر المحیط)

اہم ترین سبق

ان آیات میں اور حدیبیہ کے پورے واقعہ میں بہت سے اہم اسباق ہیں جن میں ایک سبق یہ ہے کہ مسلمان جہاد کے لیے مکمل طور پر تیار رہے، وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لیے دین پر لٹانے کا عزم رکھے پھر جس جگہ لڑنے کی شرعی طور پر اجازت ہو وہاں جم کر لڑے اور جس جگہ لڑنے کی شرعی اجازت نہ ہو وہاں بالکل نہ لڑے خواہ دشمن اسکو جتنا بھی بھڑکا ئیں اور ابھاریں۔ حدیبیہ کے موقع پر لڑنا ٹھیک نہیں تھا تو صحابہ کرام نے جہاد کی بیعت کرنے کے باوجود اس حکم کی تعمیل کی۔ حالانکہ مشرکین مکہ نے ان کو بہت بھڑکایا اور لڑائی میں ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ یہ حضرات صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ ایسے نازک لمحات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ پر ثابت کر رکھا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول **صلی اللہ علیہ وسلم** کی نافرمانی سے محفوظ رہے معلوم ہوا کہ مجاہدین کو ہر لڑائی سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول **صلی اللہ علیہ وسلم** کا حکم معلوم کرنا چاہیے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہیے کہ شرعی طور پر اس لڑائی کی اجازت ہے یا نہیں۔ اگر اجازت ہو تو پھر لڑنا ایمان اور تقویٰ ہے اور اگر اجازت نہ ہو تو پھر نہ لڑنا ایمان اور تقویٰ ہے۔ (یعنی ایمان کا تقاضہ ہے) (واللہ اعلم بالصواب)

مختصر تفسیر

” (جب کافروں نے اپنے دلوں میں نادانی کی ضد بھری) نادانی کی ضد یہ کہ اس سال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے واپس بھیج دو اگلے سال عمرہ پر آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو اور ہتھیار

کھلے نہ لاؤ، صلح نامہ میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ نہ لکھو اور بجائے ”محمد رسول اللہ“ کے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کرو، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام باتیں قبول کیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب (یعنی بے چینی) کے باوجود پیغمبر ﷺ کے ارشاد کے آگے سر تسلیم جھکا دیا اور بالآخر اسی فیصلہ پر ان کے قلوب مطمئن ہو گئے۔

وَالَّذِمَّهُمْ كَلِمَةُ التَّقْوَىٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے اور کیوں نہ رہتے وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے زبردست حامل تھے ایک پکا موحد اور پیغمبر کا مطیع و فرمانبردار ہی اپنے جذبات اور رجحانات کو عین جوش و خروش کے وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے شعائر کی تعظیم پر قربان کر سکتا ہے حقیقی توحید یہ ہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت و عزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے، شاید اسی لئے حدیث میں ”کلمۃ التقویٰ“ کی تفسیر ”لا الہ الا اللہ“ سے کی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ اور طہارت کی بنیاد یہ ہی کلمہ ہے جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کو جن لیا تھا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ ہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔ (عثمانی) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

جب کفار کے دل میں حمیت الجاہلیہ موجزن تھی تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو سکینت عطاء فرمائی اگر لڑائی ہوتی مسلمان یقیناً فتح پاتے۔ (حاشیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

منظّم جماعت میں مسلمانوں کی قیمت اور ان کا تحفظ

مسلمانوں کی جماعت منظّم تھی اور اپنے آقا اور امیر حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت میں تھی، ابتداء میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو بیعت علی الجہاد کا حکم ملا تو کوئی بھی خوف اور ڈر میں مبتلا نہ ہوا بلکہ سب نے تعمیل کی اور مشرکین پر واضح ہو گیا کہ مسلمان کے خون کی کیا قدر و قیمت ہے وہ مرعوب ہوئے اور صلح پر آمادہ ہوئے، پھر جب ان میں سے شرارتی لوگوں نے مسلمانوں کو جنگ پر ڈالنا چاہا اور مختلف طریقوں سے بھڑکایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی جماعت کو صبر کا اور اس موقع پر نہ لڑنے کا حکم دیا تو سب نے مان لیا جس کی برکت سے مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی حفاظت ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ اگر مسلمان منظّم جماعت ہوں تو اس میں انکی بے حد قدر و منزلت اور ان کا تحفظ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لا الہ الا اللہ کلمۃ التقویٰ ہے

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سِکِّیْنَتَهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَعَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مؤمنین پر اطمینان نازل فرما دیا اور انہوں نے لڑائی لڑنے پر اور اسی سال عمرہ کرنے پر ضد نہ کی وَالَّذِمَّهُمْ كَلِمَةُ التَّقْوَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا کلمہ ان کے ساتھ لازم فرما دیا وَكَانُوا اٰحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا اور یہ لوگ کلمہ تقویٰ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل

تھے۔ کلمہ تقویٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں امام ترمذی نے بروایۃ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس سے کلمہ لا الہ الا اللہ مراد ہے اس کو تقویٰ کا کلمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ شرک سے، کفر سے اور گناہوں سے بچاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی توفیق سے کلمہ کو اپنا لیا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اسے ان کا ساتھی بنا دیا اور اب یہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں“ (انوار البیان)

کلمہ تقویٰ کے بارے میں اقوال

- ۱ کلمہ تقویٰ سے مراد ”لا الہ الا اللہ“ ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین کا قول ہے۔ (القرطبی)
- ۲ کلمہ تقویٰ سے مراد ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہے یہ عطاء الخراسانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (القرطبی)
- ۳ کلمہ تقویٰ ”لا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ ہے یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (القرطبی)
- ۴ کلمہ تقویٰ ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شیء قدید“ ہے یہ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ اور مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (القرطبی)
- ۵ کلمہ تقویٰ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہے یہ زہری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (القرطبی)
- ۶ کلمہ تقویٰ سے مراد ”اخلاص“ ہے یہ بھی مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (القرطبی)

لا الہ الا اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ

۷ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

کلمہ تقویٰ سے مراد ”لا الہ الا اللہ“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر رضی اللہ عنہ)
 کئی احادیث صحیحہ میں ”لا الہ الا اللہ“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ کو جوڑ کر بیان فرمایا گیا ہے۔
 حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی ما لہ و منسہ
 الا بحقہ و حسبہ علی اللہ۔ (صحیح بخاری)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کر لیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا سوائے اسلامی حق کے (یعنی اگر اس نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی شرعی سزا اس کی جان یا مال پر آتی ہے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے:

حدیبیہ کے موقع پر مشرکین طرح طرح کی جاہلی حرکتیں کر رہے تھے جبکہ مسلمان ”لا الہ الا اللہ“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ پڑھنے ہوئے تھے۔ انہوں نے جہاد کی بیعت کی تاکہ ”لا الہ الا اللہ“ کی خاطر لڑیں اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ بغیر لڑے واپس ہو جاؤ تو انہوں نے ”لا الہ الا اللہ“ کے تقاضے کو پورا کر کے اطاعت کی اور نہایت سکون و اطمینان سے واپس ہو گئے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان مشرکین کی جاہلانہ غیرت اور ضد یہ تھی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا معاہدہ نامے میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کیا، مسلمانوں کو مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روکا۔ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبُحَانَكَ يَا اللَّهُ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اطمینان اور وقار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین پہ نازل فرمایا مطلب یہ ہے کہ اُن کو تسلیم و رضا پر ثابت قدم رکھا اور اُن کے دلوں میں وہ چیز داخل نہیں ہوئی جو مشرکین کے دلوں میں گھس گئی تھی۔ (القرطبی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی برکت

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلمہ تقویٰ سے مراد ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہے اور مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے تو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھنے سے انکار کیا جبکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک کلمہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ عطاء فرمادیا

عن الزہری قال: بسم اللہ الرحمن الرحیم وضعت بعضہم الی هذا محمد رسول اللہ والمراد بالزامہم ایہا اختیارہا لہم دون من عدل عنها الی باسمک اللہم و محمد بن عبد اللہ۔ (روح المعانی)

معلوم ہوا کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ایک بہت عظیم الشان نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو عطاء فرمائی ہے، پس اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

امام ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم فرماتے ہیں یہاں کلمہ تقویٰ سے مراد ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہے مشرکین نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دیا اور انہیں اس کا مستحق بنا دیا

قال المسور بن مخرمہ و مروان الحکم، کلمۃ التقویٰ ہنا بسم اللہ الرحمن الرحیم وہی الی ابہا کفار قریش فالزمہا اللہ المومنین وجعلہم احق بہا۔ (البحر المحیط)

حکم سننا اور اطاعت کرنا کلمہ تقویٰ ہے

ایک قول یہ بھی ہے کہ حکم سننا اور پھر اطاعت کرنا یہ کلمہ تقویٰ ہے جسکی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائی۔

وقیل ہی قول المؤمنین سمعوا وطاعة حین یومرون او ینہون۔

یعنی ایک قول یہ ہے کہ کلمہ تقویٰ سے مراد ایمان والوں کا کوئی حکم یا نبی سکر یہ کہنا ہے کہ ہم نے سن لیا اور ہم

اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ (روح المعانی)

ترکیب

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا كَالْعَلَقِ بَچھلی آیت میں لَعَدْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ يَا ذَكَرَ مَقْدَرِ
ہے اور كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ کی اضافت سہمی ہے کہ انہا سبب التقویٰ واسا سہا یا اصل اس طرح ہے كَلِمَةَ أَهْلِ
التَّقْوَىٰ۔ (المدارک)

جنگ قدرت کے باوجود تعمیل حکم

تفسیر مظہری میں ہے:-

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَوْفَىٰ بِالْعَهْدِ وَأَعْلَىٰ مِنْ دُونِهِ وَاللَّهُ مَوْلَا الصَّادِقِينَ
کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے۔ (مظہری)
وہ لوگ جو دشمنان اسلام سے لڑنا ہی نہیں چاہتے اور نہ ہی لڑنے کی تیاری کرتے ہیں وہ جب ”صلح حدیبیہ“ کو اپنی
دلیل بناتے ہیں تو بہت حیرت ہوتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام کی منقبت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام کو کلمہ تقویٰ کا زیادہ حق دار اور اہل قرار دیا اسی لئے اُن کو اپنے آخری
نبی ﷺ کے صحابی بننے اور اپنے دین کا مددگار بننے کی توفیق عطا فرمائی اس سے حضرات صحابہ کرام کی خصوصی فضیلت
اور منقبت معلوم ہوئی کئی مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں اس پر روشنی ڈالی ہے ملاحظہ فرمائیے تفسیر
مظہری، تفسیر حقانی۔

سکینہ کی عجیب تفسیر

تفسیر حقانی میں ہے:-

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُ تَعَالَىٰ نَزَلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ
کے اس جوش سے اُن کو خوف پیدا نہ ہوا۔ (تفسیر حقانی)
تفسیر کبیر میں ہے کہ اگر ایک فریق ضد اور ہٹ دھرمی پر اترتا ہو تو اگر سامنے والا فریق بھی ضد پر اتر آئے تو لڑائی
ہو جاتی ہے اسی طرح اگر یہ فریق کمزوری اور خوف میں مبتلا ہو جائے تو ضدی فریق اس پر جنگ مسلط کر دیتا ہے تو اللہ
تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام پر سکینہ نازل فرمایا وہ نہ ضد پر اترے اور نہ خوف اور ڈر میں مبتلا ہوئے۔ (مفہوم تفسیر کبیر)
مسلمان اپنے علاقے سے بہت دور مشرکین کے گڑھ میں تھے اور ظاہری طور پر چاروں طرف سے گھرے ہوئے
تھے اور مشرکین اپنی جہالت، ضد اور تعصب کی وجہ سے طرح طرح کی اشتعال انگیز حرکتیں بھی کر رہے تھے مگر مسلمانوں

کے دلوں میں نہ کوئی خوف پیدا ہوا اور نہ اپنی جان بچانے کی فکر نے اُن کو کمزور کیا وہ مضبوطی کے ساتھ کلمہ توحید پر ڈٹے رہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کرتے رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سبق

مجاہدین کو ”لا الہ الا اللہ“، ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“، ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“، ”لا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ اور ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر“ کو لازم پکڑنا چاہیے، ان کلمات کی قوت سے تقویٰ حاصل کرنا چاہیے، ان کلمات کا ورد کرنا چاہیے اور ان کلمات کے تقاضوں پر پورا عمل کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بہت اہم سبق

مسلمانوں کو غزوہ اُحد میں ظاہری شکست ہوئی تو آپ ﷺ نے اُس کے اثرات کو زائل فرمانے کے لیے فوری طور پر ”غزوہ حراء الاسد“ کے لیے کوچ فرمایا۔ مسلمانوں نے ”حدیبیہ“ میں صلح کی اور اسکی وجہ سے وہ کچھ غمگین تھے تو آپ ﷺ نے اس کا علاج فوری طور پر ”غزوہ خیبر“ لڑنے سے فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر کفار کی طرف سے جب دباؤ زیادہ بڑھ جائے تو اس کا علاج قتال فی سبیل اللہ ہے کہ اسکی برکت سے کفار کا رعب اور دباؤ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کو مضبوط اور تازہ دم کر دیتی ہے۔ اسی طرح یہ سبق بھی ملا کہ اگر کسی محاذ پر جنگ کرنا ٹھیک نہ ہو اور مخالفین کی طرف سے اسی محاذ پر جنگ کرنے کیلئے اشتعال دلایا جا رہا ہو تو مسلمان اشتعال میں نہ آئیں بلکہ جس دوسرے محاذ پر جنگ کرنا ٹھیک ہو وہاں جنگ شروع کر دیں اور تیز کر دیں اس سے انہیں بہت بڑی کامیابی ملے گی۔ ”حدیبیہ“ کے محاذ پر جنگ ٹھیک نہیں تھی، مشرکین اشتعال دلا رہے تھے کہ مسلمان اسی جگہ لڑیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مضبوط رکھا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کا رخ ”خیبر“ کے محاذ کی طرف موڑ دیا اور ”حدیبیہ“ کے موقع پر ان آیات کے ذریعہ مسلمانوں کو سمجھا دیا گیا کہ اس وقت جس محاذ پر لڑنے کی ضرورت ہے وہ ”حدیبیہ“ نہیں ”خیبر“ ہے اس میں مسلمانوں کے لیے اہم جنگی تدبیر اور بہترین عسکری سبق ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانِيهِ آيَةٌ ۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں

إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ مُّحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ

ضرور داخل ہو گے اپنے سر منڈاتے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے بے خوف و خطر ہوں گے پس جس بات کو تم نہ

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۱۴﴾

جانتے تھے اس نے اسے جان لیا تھا پھر اس نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی کر دی۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو خواب دکھایا وہ بالکل سچا ہے اور یقیناً پورا ہوگا اور مسلمان مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوں گے عمرہ کریں گے۔ حلق اور قصر کر کے احرام سے حلال ہوں گے اور انہیں کسی قسم کا کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہوگا۔ ظاہری طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے میں جو تاخیر ہوئی اسکی حکمتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم لوگ نہیں جانتے اور ان حکمتوں کی ایک مثال وہ قریبی فتح ہے جو اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے تمہیں عطا فرمادی۔ ”بیعت رضوان“ اور ”غزوہ خیبر“ یہ سب نعمتیں مسلمانوں کو حاصل ہو گئیں اور مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمان بھی محفوظ رہے۔

مختصر تفسیر

”حضور اکرم ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈا کر اور بال کتر واکر حلال ہو رہے ہیں ادھر اتفاق سے آپ ﷺ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہو گیا، صحابہ کرامؓ نے عموماً یہ خیال کیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی اور بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ امسال ایسا ہوگا؟ عرض کیا نہیں فرمایا تو بیشک یوں ہی ہو کر رہے گا تم امن و امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈا کر، کوئی بال کتر واکر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکانہ ہوگا چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال یوں ہی ہوا آیہ ہذا میں اسی کو فرمایا کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھلایا۔ باقی انشاء اللہ فرمانا۔ ابن کثیر کے نزدیک تحقیق و توحید کے لیے ہے (شک کے

لیے نہیں) یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم محیط کے موافق واقعات کا سلسلہ قائم کیا وہ جانتا تھا کہ خواب کی تعبیر ایک سال بعد ظاہر کرنے میں کس قدر مصالِح ہیں جنکی تمہیں خبر نہیں، اس لئے خواب کا وقوع اس سال نہ ہونے دیا اور اسکے وقوع سے قبل تم کو لگتے ہاتھ ایک اور فتح عنایت کر دی“ (عشانی)

منافقین کا شور

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو منافقین نے آپ ﷺ کے خواب کا مذاق اڑایا اور کہنے لگے ہم نے نہ تو سر منڈایا نہ بال کتر وائے اور نہ مسجد حرام کو دیکھا تو اس آیت میں انکے اعتراض کا جواب دیا گیا۔
فلما تَأخَّرَ ذَلِكَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي وَغَيْرُهُ وَاللَّهُ مَا حَلَقْنَا وَلَا قَصْرْنَا وَلَا رَأَيْنَا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
(المدارک)

امن اور بے خوفی

آیت مبارکہ میں فرمایا اَلْمُؤْمِنِينَ کہ تم امن کے ساتھ داخل ہو گے اور پھر آگے فرمایا اَلْمُتَخَفُونَ تمہیں کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔
مفسرین فرماتے ہیں کہ اسمیں تکرار نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ داخل ہوتے وقت امن ہوگا اور وہاں رہنے کے دوران کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔

فَأَثَبْت لَهُمُ الْاَمْنَ حَالِ الدَّخُولِ وَنَفَى عَنْهُمْ الْخَوْفَ حَالِ اسْتِقْرَارِهِمْ فِي الْبِلَدِ لِاِيْخَافُوْنَ
من احد۔ (ابن کثیر)

تفسیر کبیر میں ہے کہ مشرکین مکہ احرام والوں کے ساتھ لڑائی اور جنگ نہیں کرتے تھے تو فرمایا تم امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گے۔ مگر عمرہ کرنے کے بعد جب حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائیں گے تو اب امکان تھا کہ مشرکین نقصان پہنچائیں تو فرمایا اَلْمُتَخَفُونَ حلال ہونے کے بعد بھی تمہیں کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔

فَقَالَ تَدْخُلُوْنَ اَمْنِيْنَ وَتَحْلِقُوْنَ وَيَبْقَى اَمْنِكُمْ بَعْدَ خُرُوجِكُمْ عَنِ الْاِحْرَامِ۔ (تفسیر کبیر)

جب اللہ تعالیٰ چاہے گا

آیت مبارکہ میں ”انشاء اللہ“ کو اکثر مفسرین نے اپنے اصل معنی میں لیا ہے کہ اگر اللہ چاہے گا۔ اور فرمایا ہے کہ مسجد حرام میں داخلہ تو یقینی تھا انشاء اللہ مزید ادب، تاکید، تبرک اور امت کی تعلیم کے لیے فرمایا۔ مگر بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ان کا معنی ہے اذ یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

قَالَ ابُو عُبَيْدَةَ يَقُوْمُ اِنْ بِمَعْنَى اِذْ كَمَا قِيلَ فِي قَوْلِهِ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ (البحر المحیط)

فَعَلِمَ مَا لَكُمْ تَقْتَلُوا

۱ یعنی اس تاخیر میں جو خیریں اور فائدے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے انہیں تم نہیں جانتے تھے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ سے واپسی پر خیبر فتح فرمایا اور خیبر کے اموال کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت اور جنگی تیاری میں کئی گنا اضافہ ہوا پھر آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ قوت اور طاقت آپ ﷺ کے پاس تھی۔

ای علم ما فی تأخیر الدخول من الخیر والصلاح ما لم تعلموه اتمم وذلك انه عليه السلام لما رجع مضى منها الى خیبر فافتحها ورجع باموال خیبر واخذ من العدة والقوة اضعاف ما كان فيه في ذلك العام وواقبل الى مكة على اهبة وقوة وعدة باضعاف ذلك (القرطبي)

۲ اللہ تعالیٰ نے اس درمیانی مدت میں اسلام کے جس غلبے اور بہت سے لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کا جو فیصلہ فرمایا تھا وہ تمہارے علم میں نہیں تھا۔

ای ما قدده من ظهور الاسلام في تلك المدة ودخول الناس فيه۔ (البحر المحیط)

بیان القرآن میں ہے کہ اگر حدیبیہ سے بغیر لڑے واپسی نہ ہوتی تو بظاہر خیبر کی فتح نہ ملتی کیونکہ ایک تو جنگ کے فوراً بعد دوسری جنگ میں جانا مشکل ہوتا اور دوسرا مشرکین کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملے کا خطرہ رہتا جو جنگ بندی کر کے معاہدے کی وجہ سے ختم ہو گیا واللہ اعلم۔ (مفہوم بیان القرآن)

فتح قریب

ارشاد فرمایا:-

فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی عطاء فرمادی۔

۱ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے کہ اس فتح قریب سے مراد بیعت رضوان ہے۔

قال كثير من الصحابة هذا الفتح القريب هو بيعة الرضوان (البحر المحیط)

۲ کئی مفسرین کے نزدیک اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔

وقال ابن زيد خيبر

۳ کئی مفسرین کے نزدیک اس فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے۔

وقال مجاهد وابن اسحاق هو فتح الحديبية (البحر المحیط)

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ فتح مکہ کو ”فتح“ کہتے ہو بے شک وہ فتح ہے مگر ہم حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان کو حقیقی فتح شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

فائدہ

کئی مفسرین حضرات نے سورۃ الفتح آیت ۱۷ کے ذیل میں ”عمرۃ القضاء“ کے ایمان افروز واقعات ذکر فرمائے ہیں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”عمرۃ القضاء“ کو بھی غزوات میں شامل فرمایا ہے۔ اسی مناسبت سے ملاحظہ فرمائیے ”عمرۃ القضاء“ کے مختصر واقعات۔



عمرة القضاء

ذى قعدة الحرام ١٤٤٥

عمرۃ القضاء

ذکرۃ الحرم کے

اس نام کا سبب

اس کو عمرۃ قضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ قضاء کے معنی ہیں فیصلہ۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس پر قریش سے فیصلہ یعنی صلح فرمائی تھی اس لئے اس کو عمرۃ قضا کہا جاتا ہے اس کو عمرۃ صلح و عمرۃ قصاص بھی کہا جاتا ہے۔ (جس کی وجہ ظاہر ہے) علامہ سیہلیؒ کہتے ہیں یہ نام یعنی عمرۃ قصاص زیادہ مناسب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ۔ (الآیہ، پ ۲، سورۃ بقرہ ع ۲۳۳۔ آیت ۱۹۴)

ترجمہ: حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینے کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں۔

اس عمرہ کے چار نام ہیں

علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس طرح اس عمرہ کے چار نام ہوتے ہیں عمرۃ قضاء، عمرۃ قضیہ، عمرۃ صلح اور عمرۃ قصاص (عمرۃ قصاص کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بدلے کا عمرہ تھا یعنی گذشتہ مرتبہ آنحضرت ﷺ جب عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تو چونکہ عمرہ نہیں کر سکے تھے) عمرہ قصاص اس لئے کہ یہ عمرہ ذی قعدہ کے میں ہوا اور یہی وہ مہینہ تھا جس میں ایک سال پہلے ۱۷ھ میں آپ عمرہ کے لیے گئے اور قریش نے آپ کو اس سے روک دیا تھا۔ (لہذا یہ اس کے بدلے میں تھا)

کیا عمرۃ قضا غزوات میں سے ہے؟

اس عمرۃ قضا کو غزوات میں شمار نہیں کیا گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو غزوات میں اس لئے شمار کیا ہے کہ جنگ کے خطرہ کی وجہ سے اس سفر میں رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کو ہتھیاروں سے لیس لے کر گئے تھے کیونکہ خطرہ تھا کہ (اگر چہ مکہ میں داخل ہونے کا قریش سے سمجھوتہ ہو چکا تھا مگر) ان سے غداری کا اندیشہ تھا۔ ادھر غزوہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس سفر میں جنگ بھی ہو (صرف جنگ کے ارادے یا جنگ کے خطرہ کے پیش نظر ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلنے کو غزوہ کہا جاتا ہے۔ اسی لئے اس سفر کو غزوہ امن بھی کہا گیا ہے)۔

مکہ کو روانگی

صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اس سال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لیے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس عمرہ کی قضا کے لیے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا۔

ہمراہوں کی تعداد

اس موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو صحابہ تھے ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ کوچ کے وقت آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے ان میں سے ہر شخص کا چلنا ضروری ہے لہذا حدیبیہ کے سارے ہی شریک عمرہ قضا میں ساتھ تھے سوائے ان حضرات کے جو یا تو غزوہ خیبر میں شہید ہو گئے تھے اور یا اس دوران میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ آپ کے ساتھ کچھ وہ لوگ بھی تھے جو حدیبیہ کے موقع پر شریک نہیں تھے۔

تواترت الاخبار انه ﷺ لماهل ذوالقعدة امرا صحابه ان يعتمروا اقضاء عمرتهم وان لايتخلف احد منهم شهد الحديبية فخرجوا الامن استشهد و خرج معه آخرون معتمرين فكانت عدتهم الفين سوى النساء والصبيان قال و تسمى ايضا عمرة الصلح۔ (فتح الباری ص ۳۸۳، ج ۷)

حاکم اظہار میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر اس عمرہ کی قضاء کا حکم دیا جس کو حدیبیہ میں قریش کے روکنے کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے۔ اور یہ تاکید فرمائی کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو اس اثناء میں شہید ہو گئے سب آپ کے ساتھ عمرہ کی قضاء کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جن کی مجموعی تعداد عورتوں اور بچوں کے سوا دو ہزار تھی اور اس عمرہ کو عمرہ الصلح بھی کہتے ہیں۔

بہر حال ان روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی وجہ سے عمرہ اور حج نہ کر سکے تو آئندہ سال اسکی قضاء واجب ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے تفصیل کے لیے کتب فقہیہ کی مراجعت کی جائے۔

مدینہ منورہ میں قائم مقامی

مدینے سے کوچ کرتے ہوئے آپ نے وہاں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول کے مطابق ان کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کو بنایا تھا۔ نیز آپ کے ساتھ قربانی کے ساتھ جانور تھے جن کو شریعت کی اصطلاح میں بدنہ کہا جاتا ہے۔ آپ نے ان سب جانوروں کے گلوں میں قلابہ یعنی علامت یا نشان ڈالا۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر جانور کے گلے میں چمڑے کا ٹکڑا یا جوتا لٹکایا تاکہ جانور کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے کہ یہ ہدی کا جانور ہے اور لوگ اس جانور کو کچھ نہ کہیں۔ ان جانوروں کی نگرانی پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ناجیہ بن جندب کو متعین فرمایا۔ (جوان کو ہنکار رہے تھے)

ہتھیار نظر احتیاط

اس سفر میں رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار، زرہیں اور نیزے بھی ساتھ لئے۔ مسلمانوں میں ایک سو آدمی گھوڑے سوار تھے جن کے امیر حضرت محمد بن مسلمہ تھے اور ہتھیار وغیرہ بشیر بن سعد کی نگرانی میں دیئے گئے۔

چونکہ یہ صلح نامہ کی شرائط کے خلاف بات تھی اس لئے صحابہ نے آپ سے عرض کیا:
 ”یا رسول اللہ! آپ نے ہتھیار بھی ساتھ رکھے ہیں حالانکہ قریش نے معاہدہ میں یہ شرط رکھی تھی کہ صرف مسافر کا
 ہتھیار یعنی میان میں پڑی ہوئی تلوار کے ساتھ ہی مکہ معظمہ میں داخل ہوں گے!“
 آپ نے فرمایا:-

”ہم ان کے سامنے ہتھیار لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گے لیکن ہتھیار ہمارے قریب ضرور ہوں گے تاکہ اگر
 دشمن کی طرف سے اچانک کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے تو ہتھیار ہمارے پاس ہوں!“

مسلم سوار اور قریشی جماعت

غرض حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سوار دستہ لے کر آگے بڑھ گئے جب وہ ظہران کے مقام پر پہنچے تو وہاں
 انہیں قریش کے کچھ لوگ ملے، انہوں نے محمد بن مسلمہ سے حال پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے
 تشریف لا رہے ہیں اور کل صبح انشاء اللہ آپ اس منزل پر پہنچ جائیں گے۔

قریش کی گھبراہٹ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد

ادھران لوگوں نے حضرت محمد بن مسلمہ کے ساتھ بڑی تعداد میں ہتھیار دیکھے تو وہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ
 وہاں سے بھاگے اور قریش کے پاس پہنچ کر انہیں بتلایا کہ مسلمانوں کے ساتھ بے شمار ہتھیار بھی ہیں اور گھوڑے سوار
 دستہ بھی ہے۔ قریش یہ سن کر بدحواس ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کی ہے جو اس معاہدہ کے
 خلاف ہو بلکہ ہم لوگ معاہدہ کے پابند ہیں جب تک بھی صلح نامہ کی مدت ہے ہم اس کی پابندی کریں گے پھر آخر کس
 بنیاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جنگ کرنے آئے ہیں؟

اس کے بعد قریش نے مکرز بن حفص کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔
 انہوں نے آپ کے پاس جا کر کہا:

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے بچپن سے آج تک کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ آپ غداری اور دغا کرتے ہیں لیکن آپ اپنی ہی
 قوم کے مقابلے میں ہتھیار بند ہو کر حرم میں داخل ہونے آئے ہیں جب کہ آپ قریش سے یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ
 صرف مسافر کے ہتھیار یعنی میانوں میں پڑی ہوئی تلواریں آپ کے ساتھ ہوں گی!“
 آپ نے فرمایا:-

”میں ان پر ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گا!“

مکرز نے کہا:-

”یہی وہ نیکی، وفاداری اور قول و قرار کی پاسداری ہے جو آپ کے متعلق مشہور ہے!“

اس کے بعد مرکز بڑی تیزی کے ساتھ مکے واپس گیا اور قریش کے پاس پہنچ کر ان کو بتلایا کہ محمد ﷺ تمہارے شہر میں ہتھیار بند ہو کر نہیں داخل ہوں گے بلکہ وہ اس قول و قرار کے پابند ہیں جو تم سے ہو چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مکے میں داخلہ

پھر جب رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے کا وقت قریب آ گیا تو قریش کے بڑے بڑے لوگ مکے سے نکل کر کہیں چلے گئے کیونکہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ جو نفرت و دشمنی اور حسد تھا اس کی وجہ سے یہ لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھیں۔

مکہ میں داخلہ

ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ نے اور صحابہ نے احرام باندھا، لہیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ چونکہ معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار بطن یا جیب میں چھوڑ دیئے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور دو سو آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ اور آپ مع اصحاب کے تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ (طبقات ابن سعد ص ۸۷ ج ۲)

اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی ناقہ قصواء کی مہار پکڑے ہوئے یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ

قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي تَنْزِيلِهِ

اے کافرو آپ کا راستہ چھوڑ دو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے۔

بَانَ خَيْرِ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ

نَحْنُ قَتَلْنَا كَمَا عَلِيَ تَأْوِيلُهُ

(رواہ عبدالرزاق عن انس رضی اللہ عنہ)

كَمَا قَتَلْنَا كَمَا عَلِيَ تَنْزِيلُهُ

کہ بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو ہم نے تم سے جہاد و قتال کیا اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے جیسے قرآن منزل من اللہ کے نہ ماننے کی وجہ سے تم سے قتال کیا۔

اور یہی ہمتی کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادہ ہے۔

الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلِي تَنْزِيلُهُ

ضَرْبًا يَزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ

آج اللہ کے حکم کے مطابق ایسا ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑی سر سے الگ ہو جائے۔

وَيَزْهَلُ الْخَلِيلُ عَنِ الْخَلِيلِهِ

يَارَبُّ اِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ

اور دوست کو دوست سے بے خبر بنا دے، اے اللہ میں اس کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔
اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

یارب انی مؤمن بقیلہ
انی رأیت الحق فی قبولہ

میں اُس کے قبول کرنے ہی کو حق سمجھتا ہوں

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا
اے عمر رہنے دو۔ یہ شعر کافروں کے حق میں تیر باری سے زیادہ سخت ہیں۔ (رواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی
حسن غریب) یہ تمام تفصیل فتح الباری ص ۳۸۳ ج ۴ میں مذکور ہے۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا، اے عمر میں سن رہا ہوں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ کو یہ حکم دیا کہ اے
ابن رواحہ یہ پڑھو۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ - نَصَرَ عَبْدَهُ وَأَعَزَّ جُنْدَهُ - وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ -

عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھ اور صحابہؓ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔

سواری پر طواف اور کعبہ میں داخلہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف فرمایا اور حجر اسود کی گہرائی والے حصہ کو چوما۔ کہا جاتا ہے کہ پھر
رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور اس وقت تک وہیں رہے جب تک حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان نہیں
دے دی، حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تھی۔

مہاجرین پر قریش کے تبصرے

مشرکوں کی ایک جماعت قبیقاع نامی پہاڑ پر جا کر وہاں سے نیچے جھانک رہی تھی وہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور آپ
کے صحابہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے (چونکہ ان لوگوں نے مکے کے مہاجرین کو ایک مدت کے بعد دیکھا تھا
اس لئے) وہ آپس میں کہہ رہے تھے:

”یثرب کے بخار نے مہاجرین کو بہت کمزور کر دیا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تمہارے سامنے جو لوگ آئے
ہیں ان کو یثرب کے بخار نے کھا لیا ہے!“

مشرکوں پر عرب کے لیے رمل کا حکم

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس تبصرہ کی اپنے نبی کو خبر دے دی۔ چنانچہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے گا جو ان مشرکوں کو اپنی جسمانی قوت و طاقت دکھلائے گا!“

چنانچہ آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ طواف کے تین پھیروں میں رمل کریں یعنی اکڑا کر اور سینہ نکال کر چلیں اور مشرکوں کو دکھلائیں کہ ہم میں پوری طرح زور و قوت باقی ہے (اور وہ لوگ ان کی ظاہری کمزوری سے خوش نہ ہوں)۔ جب مسلمانوں نے رمل کرنا شروع کیا تو مشرکوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور بتلایا تھا۔ ”تم لوگ کہہ رہے تھے کہ انہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا حالانکہ یہ تو کہیں طاقتور اور شہزور ہیں اور ہر نبیوں کی طرح زق قدیں بھر رہے ہیں!“

آنحضرت ﷺ نے مہربانی کے خیال سے مسلمانوں کو طواف کے تمام پھیروں میں اکڑ کر اور تیز چلنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف تین ہی پھیروں میں اس کا حکم دیا (کیونکہ ظاہر ہے اگر ہر پھیرے میں رمل کیا جائے تو آدمی بہت زیادہ تھک جائے گا!)

آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر اس طرح اپنے اوپر ڈال رکھی تھی کہ دایاں مونڈھا کھلا ہوا تھا چنانچہ صحابہ نے بھی پھر اسی طرح کیا۔ اس طرح چادر اوڑھنے کو عربی میں اضطباع کہتے ہیں اور اکڑ کر اور سینہ نکال کر چلنے کو رمل کہتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ یہ اسلام میں پہلا اضطباع اور پہلا رمل تھا۔

عمرہ کی ادائیگی

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی نیز آپ نے ہدی یعنی قربانی کے جانور مروہ کے قریب کھڑے کئے اور فرمایا:

”یہ منخر یعنی ذبح کرنے کی جگہ ہے اور کے کی ہر گھائی منخر ہے!“

پھر آپ نے وہیں جانور ذبح کیا اور سر منڈایا۔

کتاب امتاع میں ہے کہ معتمر ابن عبداللہ عدوی نے آپ کا سر مونڈا تھا۔

پھر دوسرے سب مسلمانوں نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا وہی خود بھی کیا جس کے پاس بدنہ یعنی قربانی کا اونٹ یا گائے نہیں تھی اس نے گائے میں حصہ لے کر قربانی کا فریضہ انجام دیا۔ اسی زمانے میں کے میں ایک شخص ایک گائے لے کر آیا تھا جسے کچھ مسلمانوں نے اس سے خرید لیا تھا۔

قربانی کر کے اور سر منڈا کر جو لوگ عمرہ کے احرام سے حلال ہو جاتے آنحضرت ﷺ ان کو حکم دیتے کہ وہ لوگ ہتھیاروں کی نگرانی پر چلے جائیں اور ان کی جگہ دوسرے لوگ وہاں سے آکر عمرہ سے فارغ ہو لیں۔ چنانچہ اسی ترتیب سے سب لوگ عمرہ سے فارغ ہو گئے۔

قریش کا واپسی کے لیے تقاضہ

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تین دن کے میں ٹھہرے۔ جب یہ تین دن پورے ہو گئے جو صلح نامہ کی رو

سے آنحضرت ﷺ کے مکے میں ٹھہرنے کی مدت تھی تو تیسرے دن آپ کے پاس حویطب بن عبدالعزیٰ آئے ان کے ساتھ سہیل بن عمرو بھی تھے۔ یہ دونوں حضرات بعد میں مسلمان ہو گئے تھے غرض یہ دونوں آنحضرت ﷺ سے مکہ چھوڑنے کی درخواست کرنے کے لیے آئے اور کہنے لگے:

”ہم اللہ کا واسطہ دے کر اس معاہدہ کے نام پر آپ سے کہتے ہیں کہ اب آپ ہماری سرزمین سے نکل جائیں کیونکہ تین دن پورے ہو چکے ہیں۔“

مدینہ منورہ کو واپسی

آپ نے صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور واپسی کا سفر اختیار فرمایا اور ماہ ذی الحجہ داخل مدینہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُلَ بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ أُمِنِينَ مُخْلِقِينَ
دُءٍ وَسَكْمًا وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۲۵﴾



سُورَةُ الْفَتْحِ مَلَانِيهِ آیت ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلٰى

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر ایک دین پر

الدِّيْنِ كُلِّهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا ۝۲۸

غالب کرے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔

خلاصہ

۱ اس آیت مبارکہ میں اسلام کے غلبے کا دائمی اعلان ہے (مفہوم حضرت علامہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

۲ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب مبارک میں شک کر رہے تھے تو ارشاد فرمایا وہ خواب بالکل سچا ہے مکہ مکرمہ ہی کیا اللہ تعالیٰ نے تو اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس غلبے میں فتح مکہ بھی داخل ہے (مفہوم تفسیر خازن)

۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد صرف وہی دین برحق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اور اس دین کے غلبے کے وعدے پر خود گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی بہت کافی ہے۔

دین کے غلبے سے مراد مسلمانوں کا غلبہ ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

دین کے غلبے سے مراد مسلمانوں کا دیگر ادیان کے لوگوں پر غالب آنا ہے، چنانچہ مسلمانوں سے جس مذہب کے لوگوں نے بھی جنگ کی مسلمانوں نے انہیں شکست دی، یہ قول کئی مفسرین کا ہے اور یہ آیت مبارکہ کے سیاق و سباق کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔

وجوز غير واحد ولعله الاظهر بحسب المقام، ان يكون اظهاره على الدين بتسليط المسلمين على جميع اهل الاديان وقالوا مامن اهل دين حاربوا المسلمين الا وقد قهرهم المسلمون۔ (روح المعاني)

تکثر

اگر دین کے غلبے کا مطلب صرف یہ ہو کہ دلیل اور حجت کے اعتبار سے وہ دین غالب ہو تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام

کے ادیان اپنے اپنے زمانے میں برحق تھے اور دلیل اور حجت کے اعتبار سے غالب تھے مگر تمام ادیان پر غلبے کا یہ خاص وعدہ صرف رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا (جبکہ عمومی غلبے کا وعدہ تو تمام رسولوں کے لیے ہے) تو معلوم ہوا کہ غلبے کا اصل مطلب ایمان والوں کا دیگر ادیان پر غلبہ ہے۔ پھر اس آیت مبارکہ سے پچھلی آیات پڑھ لیں ان میں مسلمانوں سے بڑی بڑی فتوحات، اور غنیمتوں کے وعدے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور خیبر کی فتوحات کے وعدے ہیں تو اس آیت میں ان وعدوں کی مزید تاکید کے لیے یہ دائمی اصول بیان فرما دیا گیا کہ اسلام تو آیا ہی غالب ہونے کے لیے ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ ہو یا خیبر یا دوسری فتوحات ان سب کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمان تھوڑے ہی عرصہ میں دیگر ادیان پر غالب آگئے اور اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ مسلمان جب بھی مقابلے کے لیے نکلتے ہیں تو ان کو غلبہ ملتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنے گھر بیٹھا رہے یا ہدایت کے دستور قرآن پاک ہی کو نہ مانے یا دین حق اسلام کو نہ اپنائے تو اسے کس طرح اس وعدے کے مطابق غلبہ مل سکتا ہے، وعدہ صرف ان لوگوں سے تو نہیں جو اپنا نام مسلمان رکھ لیں پھر نہ قرآنی ہدایت پر عمل کریں نہ جہاد میں نکلیں۔ یہ وعدہ تو اس وقت کیا گیا جب مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ وہ قرآن پاک کو مانتے ہیں وہ اسلام کے برحق ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور اس کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں انہوں نے موت اور جہاد پر بیعت کر کے اپنی وفاداری کا مکمل ثبوت دے دیا تھا۔ اب بھی یہ وعدہ قائم ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ آخری زمانے میں اسلام کو پھر جو مکمل غلبہ نصیب ہوگا وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے عمل کے ذریعہ ہوگا۔ اس درمیانی عرصے میں بھی اسلام کے غلبے کا یہ نصاب موجود ہے اور جو مسلمان اس نصاب کو اپناتے ہیں وہ کفار پر غلبہ پاتے ہیں۔ آیت مبارکہ کی مزید تشریح کے لیے ملاحظہ فرمائیے فتح الجواد جلد دوم معارف سورۃ التوبہ آیت ۳۳ (واللہ اعلم بالصواب)

دین الحق

اس آیت مبارکہ میں اسلام کو ”دین الحق“ فرمایا جس کا ایک مطلب تو یہ بیان ہوا ہے کہ ”حق“ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے تو ”دین الحق“ کا مطلب ہے ”دین اللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کا دین

احدها ان يكون الحق اسم الله تعالى فيكون كانه قال بالهدى ودين الله۔

اور دوسرا مطلب یہ کہ وہ دین حق لیکر آیا ہے۔ حق بمقابلہ باطل تو مطلب ہوا دین برحق (تفسیر کبیر)

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ”الہدی“ سے مراد قرآن پاک اور ”دین الحق“ سے مراد اسلامی شریعت ہے۔ یعنی اس کے اصول و فروع۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں ”الہدی“ سے مراد اصول اور عقائد اور دین الحق سے مراد احکامات ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک ”الہدی“ سے مراد علم نافع اور دین الحق سے مراد عمل صالح ہے۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

عجیب نکتہ

اس آیت مبارکہ سے رسول اللہ ﷺ کے خواب مبارک کی تصدیق کی جا رہی ہے اور وہ اس طرح کہ آئندہ کے

متعلق سچا خواب تو بعض اوقات نبی کے علاوہ کسی اور کو بھی نظر آ سکتا ہے، لیکن بیداری میں آئندہ کے یقینی حالات کی خبر دینا جن کے واقع ہونے میں ادنیٰ شبہ بھی نہ ہو صرف نبی کا منصب ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے خواب میں شک کر رہے تھے انکو یہ آیت سنادی گئی کہ دیکھو بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے اسلام کے آئندہ غالب آنے کا وعدہ فرما رہا ہے تو آپ ﷺ جب بیداری میں اتنے یقین کے ساتھ آئندہ کی خبر دے رہے ہیں تو ان کے خواب کا سچا ہونا کونسا ناممکن ہے۔ (مفہوم تفسیر کبیر)

اب دین اسلام ہی سچا دین ہے

”یعنی اصول و فروع اور عقائد و احکام کے اعتبار سے یہ ہی دین سچا اور یہ ہی راہ سیدھی ہے جو محمد ﷺ لے کر آئے۔“ ”يُظْهِرُهَا“ اس دین کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پہ صدیوں تک شان و شوکت سے حکومت کی۔ اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر چہر طرف دین برحق کی حکومت ہوگی، باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا اور رہے گا“ (عثنی)

ایک عجیب فتنہ

عصر حاضر کے بعض قلم کاروں نے یہ فتنہ اٹھایا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ”يُظْهِرُهَا“ (تا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے) میں ”يُظْهِرُهَا“ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو کیا پھر ایک خدائی واقعہ کو انسانی مشن قرار دینا ٹھیک ہے؟ مقصد یہ کہ دین کو غالب کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑا جائے۔ مسلمان نہ اس کی فکر کریں اور نہ اس کے لیے کوئی کوشش کریں۔ یہ لوگ اپنی اس دلیل کے زور پر فریضہ جہاد سے مسلمانوں کو غافل اور بے فکر کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انکی دلیل بالکل بے وزن اور باطل ہے۔ پورے قرآن پاک میں ایمان والوں کو جنت میں داخل کرنے کا تذکرہ ہے اور اس میں بھی فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو کیا اب مسلمانوں کو جنت حاصل کرنے کی فکر اور کوشش چھوڑ دینی چاہیے؟ اس طرح کی مثالیں اور بھی بہت ہیں۔ پھر اصلی بات یہ ہے کہ قرآن پاک نے خود مسلمانوں کو دین کے غلبے کے لیے جہاد کا حکم واضح طور پر دیا ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ (الانفال ۳۹)

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ فتنہ ختم ہو جائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اسلام کا غلبہ مسلمانوں کے مشن کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ اس کی خاطر قتال کریں اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله (صحیح مسلم)

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے لڑے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔
 حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جو اسلام کے غلبے کو اپنا مشن بنا کر لڑے گا، جہاد کرے گا وہ سیدھے راستے پر ہے۔
 پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے غلبے کا جو وعدہ مسلمانوں سے فرمایا ہے اس وعدے کی تکمیل کے لیے
 اس نے مسلمانوں کو قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتال فی سبیل اللہ کے عمل میں اسلام کے
 غلبے کی خاصیت رکھ دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک عجیب نکتہ

قرآن پاک کو سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ نے سمجھا اور پھر آپ کے اصحاب کرام نے۔ اگر اس آیت کا
 مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین کو غالب کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور مسلمانوں پر اس نے اس بارے میں کوئی ذمہ داری نہیں
 ڈالی تو پھر حضرت محمد ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنی جنگیں کیوں لڑتے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات اس آیت
 مبارکہ کا یہ مطلب نہیں لیتے تھے جو اس زمانے کے بعض لوگوں نے لیا ہے۔ بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس آیت میں
 مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ ہے اور دین کے غلبے کی خوشخبری ہے، چنانچہ انہوں نے دین کے غلبے
 کو اپنا مشن بنایا اور اس کی خاطر زندگی کے آخری لمحات تک جہاد کرتے رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْفَتْحِ مَكَانَتِهِ آیت ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكٰفِرٰی رُحَمَآءُ بَيْنِهِمْ

محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو

تَرٰهُمْ رُكْعًا سٰجِدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمًا

انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں ان کی

هُمۡ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنۡ اٰثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰتِ

شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف

وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْءَهُ فَاِزْرَهُ فَاِسْتَعْلَظَ فَاِسْتَوٰی

ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا پھر موٹی ہوئی پھر اپنے تنا پر کھڑی ہوئی

عَلٰی سُوْقِهِ یُعْجِبُ الزَّرَّاعَ لَیَغِیْظَ بِهِمُ الْكٰفِرٰتُ وَعَدَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ

کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرًا عَظِیْمًا

ایمان داروں اور نیک کام کرنے والوں کیلئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

خلاصہ

۱ اس آیت مبارکہ میں ایک رزس اصول بیان فرمایا ہے جس سے ہمیشہ مسلمان دنیا میں غالب رہ سکتے ہیں۔

(مفہوم حضرت لاہوری رضی اللہ عنہما)

۲ اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنا یقینی ہے کیونکہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک ایسی جماعت ہے جس کے افراد کفار کے خلاف بہت سخت اور زور آور ہیں

اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بہت رحمدل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرتے ہیں اور وہ بہت مخلص

ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی رضاء کے طلبگار ہیں ان کے سجدوں اور عبادت کا اثر ان کے

چہروں اور اخلاق پر نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب توراہ نے انکی یہ شان بیان کی ہے۔ اور انجیل میں ان کی

تعریف یوں ہے کہ جیسے ”کھیتی“ کہ پہلے زمین میں بیج بویا جاتا ہے، پھر اس سے سوئی نکلتی ہے، پھر وہ طاقت پکڑتی

ہے، پھر موٹی ہو جاتی ہے، پھر اپنے تئے پر کھڑی ہو جاتی ہے اور کسانوں کو اچھی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی طرح بڑھایا اور قوت دی تاکہ انکے ذریعہ کافروں کے دل جلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام ایمان اور اعمال صالح والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

۳ غلبے کے اس نصاب کا پہلا حصہ تو تمام مسلمانوں کو نصیب ہے اور وہ ہے ”محمد رسول اللہ“۔ محمد ﷺ کی رسالت اور اس رسالت کی برکات قیامت تک کے لیے ہیں۔ پس جو شخص بھی حضرت محمد ﷺ پر دل کی سچائی سے ایمان لائے گا اس کو یہ برکت نصیب ہوگی۔ جبکہ اس نصاب کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے اندر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات زندہ کریں، پس مسلمان جب بھی حضرت محمد ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان صفات کو اپنائیں گے جو اس آیت مبارکہ میں بیان ہوئیں ہیں تو وہ دوسرے ادیان کے لوگوں پر غالب آجائیں گے۔

غلبے کا اصول

مشرکین مکہ نے عہد نامے میں ”محمد رسول اللہ“ لکھنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن پاک کی آیت مبارکہ بنا کر ابد الابد کے لیے محفوظ فرمایا۔ اب کروڑوں لوگ ہردن کہتے ہیں ”محمد رسول اللہ“ مشرکین کا ”محمد رسول اللہ“ ماننے اور لکھنے سے انکار ان کے زوال کی علامت تھی۔ چنانچہ ان کا اقتدار ختم ہو گیا۔ جبکہ مسلمانوں کا ”محمد رسول اللہ“ ماننا اور لکھنا ان کے غلبے کی علامت تھی۔ چنانچہ انکو غلبہ نصیب ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ غلبے کے نصاب کا خلاصہ ہے، ”محمد رسول اللہ“ یعنی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ماننا۔ اور غلبے کے نصاب کا دوسرا خلاصہ ہے ”اس جماعت کا نمونہ پیش کرنا جو جماعت درخت کے نیچے جہاد کی بیعت کر رہی تھی“

اس جماعت کے امیر حضرت محمد ﷺ تھے اور اس جماعت کے افراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات وہ تھیں جو اس آیت مبارکہ میں بیان ہوئیں ہیں۔ پس جب بھی مسلمان اس طرز اور نمونے کی جماعت بنائیں گے کہ انکا ایک امیر ہوگا جو حضرت محمد ﷺ کا سچا پیروکار اور فرمانبردار ہو اور جماعت کے باقی افراد کافروں پر سخت، آپس میں رحمدل، عبادت گزار، مخلص، خشوع، خضوع اور تواضع کے پیکر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کو نصیب ہوگی اور انہیں جہاد میں غلبہ ملے گا اور مسلمان دوسرے ادیان پر غالب آجائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرات خلفائے راشدین نے اسی طرز کو اپنایا۔ انہوں نے خلافت علی منہاج النبوة کو قائم کیا۔ ان کا امیر حضرت محمد ﷺ کا سچا پیروکار خلیفہ ہوتا تھا اور باقی جماعت غلبے کی صفات سے مالا مال تھی تو اسلام غالب ہوتا گیا اور زمین کے مشرق اور مغرب میں پھیل گیا۔ قیامت سے پہلے آخری زمانے میں امام مہدی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر ہوں گے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جو جماعت ہوگی وہ کافروں کے خلاف جہاد کرنے والی اور آپس میں دل

سے جڑ کر رہنے والی ہوگی تو اسلام پھر عمومی غلبہ پائے گا۔ حضرات خلفائے راشدین اور امام مہدیؑ کے درمیانی زمانے میں بھی غلبے کا یہ اٹل نظام جاری ہے مسلمان جتنے فی صد اس نظام کو اپناتے ہیں اسی مقدار سے غلبہ پاتے ہیں اور وہ جس قدر اس نظام سے دور ہوتے ہیں اسی قدر مغلوب ہوتے ہیں۔ کفار دشمنانِ اسلام نے بھی قرآن پاک کے اس اٹل نظام کو سمجھ لیا ہے۔ اس لئے وہ بار بار جھوٹے مدعیانِ نبوت کو کھڑا کرتے ہیں تاکہ مسلمان اپنے غلبے کی اصل بنیاد ”محمد رسول اللہ“ سے محروم ہو جائیں۔ اور وہ مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں تاکہ مسلمان غلبے کی پہلی صفت ”اشداء علی الکفار“ سے محروم ہو جائیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ مسلمان جب کافروں کے خلاف سخت نہیں ہوں گے اور ان کے خلاف جہاد نہیں کریں گے تو وہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ یعنی آپس میں رحمہلی کی صفت سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ کیونکہ جب ان کی کافروں سے یاریاں ہوگی تو کافر انہیں آپس میں لڑائیں گے اور کبھی بھی ایک نہیں ہونے دیں گے۔ اور ویسے بھی جب غصہ غیروں پر نہ نکلے تو آپس میں ایک دوسرے پر نکلتا ہے۔ مسلمان جب کافروں سے نہیں لڑیں گے تو کافر غالب آجائیں گے اور مسلمانوں کو غلام بنا لیں گے۔ اور غلام قومیں نہ تو آزادی سے عبادت کر سکتی ہیں اور نہ ہی عمدہ اخلاق اور کامل اخلاص کے مقام کو پاسکتی ہیں۔ اور یوں مسلمان غلبے کی ہر صفت سے محروم ہو جائیں گے۔ کیونکہ دراصل غلبے کی ہر صفت دوسری صفت سے جڑی ہوئی ہے۔ جو مسلمان بھی محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مان کر آپ ﷺ کا سچا فرمانبردار ہوگا وہی کافروں پر سخت ہوگا اور جو کافروں پر سخت ہوگا وہی مسلمانوں پر رحمہل ہوگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آیت مبارکہ کے مضامین

اس آیت مبارکہ پر حضرات مفسرین نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ خصوصی طور پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کو انہوں نے اپنا موضوع بنایا ہے۔ جبکہ بعض دیگر مضامین پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اس آیت مبارکہ کے مضامین کا ایک خلاصہ

① اس آیت مبارکہ کا پچھلی آیت سے ربط:-

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت میں فرمایا هُوَ الَّذِي آتَاكَ دِينًا وَ مِلَّةً دِينًا لِّدِينِ الْاِسْلَامِ الَّذِي هُوَ اَكْبَرُ دِينًا وَ اَكْبَرُ مِلَّةً کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ تو وہ رسول کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا! مُحَمَّدًا رَسُوْلًا وہ رسول محمد ﷺ ہیں جن کے دین کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں پچھلی آیت میں فرمایا وَكُنِيَ يَا لَللّٰهِ شَهِيدًا کہ آپ ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے۔ مُحَمَّدًا رَسُوْلًا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت میں دین اسلام کے غلبے کا وعدہ تھا اور اس آیت میں اس غلبے کا اصول بیان فرمادیا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح، توصیف اور منقبت :-

یہ موضوع تمام مفسرین نے بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے خصوصاً تفسیر قرطبی، ابن کثیر اور تفسیر بغوی کی تقریر پڑھنے کے لائق ہے ان حضرات نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر کئی احادیث مبارکہ بھی بیان کی ہیں۔ اور تقریباً تمام مفسرین نے روافض پر شدید رد کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی نقل فرمایا ہے کہ جو شخص بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض اور عداوت رکھے گا وہ اس آیت کا نشانہ بنے گا۔ لِيُعْطِرَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تورات اور انجیل میں مدح :-

اکثر مفسرین کے نزدیک ”التوراة“ کے لفظ پر وقف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ”توراة“ میں الگ مثال بیان ہوئی ہے اور انجیل میں الگ۔ بعض مفسرین نے تورات اور انجیل کے موجود نسخوں سے ان مثالوں کو ڈھونڈنے کی کوشش بھی فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر حقانی، اور تفسیر معارف القرآن۔ جبکہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے انجیل کا ایک قول ذکر فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عنقریب ایک قوم آئے گی جو کھیتی کی طرح بڑھیں گے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہوں گے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کفار پر سختی :-

اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔

غلاظ علیہم کالأسد علی فریستہ لاتأخذہم فیہم راقۃ

کہ وہ کفار پر اس طرح شدید ہیں جس طرح شیر اپنے شکار پر اور وہ کفار سے کسی طرح کی نرمی نہیں کرتے (البغوی) اور کئی مفسرین نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لکھا ہے کہ وہ کفار سے اتنی نفرت رکھتے تھے کہ انہیں یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ کفار کے کپڑے ان کے کپڑوں یا جسموں سے لگیں۔ (روح المعانی) جبکہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دین کے معاملے میں کفار کے خلاف زور آور تھے، (عام حالات میں غیر جنگی کافروں سے نرمی ممنوع نہیں ہے)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں بے حد نرمی اور محبت :-

اس پر حضرات مفسرین نے بہت عجیب اور ایمان افروز جملے لکھے ہیں۔ بعض مفسرین نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں محبت ایسی تھی کہ جب بھی وہ ایک دوسرے سے ملتے تو مصافحہ اور معانقہ کرتے تھے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے بعد اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحے، معانقہ اور بوسے کا کیا حکم ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے رَحِمَاءَ بَيْنَهُمْ کی تفسیر میں حضور اقدس رضی اللہ عنہ کی دو احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں تمام مسلمانوں کو ایک

جسم اور ایک عمارت کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ اور سب سے عمدہ بحث امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ جس کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اسکے پسندیدہ بندے ہیں۔ اور انبیاء اور رسولوں کے بعد سب مخلوق سے افضل ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دیگر لوگوں کی طرح یہ بحث کرنا غلط ہے کہ وہ عادل تھے یا نہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو آپس کی جنگیں ہوئیں اور کچھ معاملات ہوئے وہ ان کے درجہ کو گرانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اجتہادی معاملات تھے۔ اور اجتہادی معاملات میں مجتہد کو اجر ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ تو اس کے بعد اور کیا بات رہ جاتی ہے۔ اہلسنت کا اجماع ہے کہ تمام صحابی عدول تھے (یعنی اُن میں کوئی فاسق اور غیر صالح نہ تھا) اور سب صحابی مغفور تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اخلاص :-

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا تفسیر کبیر میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ اعمال پر تو اجر ملتا ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے اعمال کو اجر کا مستحق نہیں سمجھتے تھے اس لئے اجر کے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے امیدوار رہتے تھے کہ ہمارے اعمال تو کچھ نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رحمت فرمادے۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ سے مراد جنت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دُنیا کے نہیں جنت کے طلبگار تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر ان کے سجدوں کی تاثیر اور علامت :-

حضرات مفسرین نے اس علامت کے بارے میں کافی بحث فرمائی ہے۔ اس بات پر تو اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد وہ نشان یا محراب نہیں ہے جو سجدوں کی وجہ سے بعض لوگوں کے چہروں پر پڑ جاتے ہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ جو ریا کاری کے لیے جان بوجھ کر کوشش کر کے یہ نشان ڈالتا ہے وہ گناہ گار ہوتا ہے اور اپنے چہرے کو بگاڑنے والا ہوتا ہے، قرطبی، بغوی اور روح المعانی وغیرہ میں امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ کہ بعض لوگوں کی پیشانی پر سجدوں کا بہت گہرا نشان ہوتا ہے (بکری کے گھٹنے جیسا) مگر ان کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور اس آیت میں جو علامت بیان فرمائی ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر ان کے خشوع کی وجہ سے ایک خاص نور تھا۔

قال لا ريمایكون بين عمى الرجل مثل ركة العنز وهو اقسى قلباً من الحجارة ولكنه نور

فی وجوههم من الخشوع (القرطبی)

ہاں البتہ اگر کسی کے چہرے پر بغیر کسی کوشش کے اخلاص والے سجدوں کی وجہ سے نشان بن جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت علی بن حسین زین العابدین اور حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس کے چہروں پر سجدوں کا یہ نشان تھا اور اس کی وجہ سے انکو ”ذوالشفتا“ کہا جاتا تھا۔ (روح المعانی)

(ثفتة البعير أوث کے جسم کے اس حصے کو کہتے ہیں جو بیٹھتے ہوئے زمین پر لگے اور سخت ہو گیا ہو، جیسا کہ اس کے گھٹنے وغیرہ) اس آیت مبارکہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر سجدوں کی وجہ سے جس علامت کا ذکر ہے اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔
تفسیر عثمانی میں ہے:-

یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے، گویا خشیت و خشوع اور حسن نیت اور اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں، حضرت کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔ (تفسیر عثمانی و موضح القرآن)
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد وضو کی تری اور سجدوں کی مٹی ہے (ابن جریر، روح المعانی)
عبدالعزیز بن کئی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ایک نور ہے جو عبادت گزاروں کے چہروں پر ان کے باطن کی روشنی سے ظاہر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ حبشی اور کالے مسلمانوں کے چہروں پر بھی واضح نظر آتا ہے۔ (روح المعانی)

حضرت عطاء اور ربیع بن انس فرماتے ہیں یہ ایک شبن ہے جو نمازیوں کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے (روح المعانی)
بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ خاص نور اور روشنی قیامت کے دن ان کے چہروں پر ہوگی (روح المعانی)
امام بغوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ اس علامت سے مراد اچھی عادات اور خصلتیں اور خشوع و تواضع ہے، جو لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں انہیں نماز کی جو برکات حاصل ہوتی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی صفت خوش خلقی اور تواضع بھی ہے، اور اس صفت کے اثرات ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے ہیں (البغوی، الخازن)

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں بعض سلف کا قول ہے کہ نیکی کی برکت سے دل میں نور، چہرے پر چمک، روزی میں وسعت اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور لکھتے ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ملک شام فتح کرنے وہاں تشریف لے گئے تو جب عیسائیوں نے ان کی زیارت کی تو کہنے لگے اللہ کی قسم یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بھی بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر)

اس مضمون کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر، البغوی، روح المعانی وغیرہا

کیا اس آیت مبارکہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متعین اشارہ بھی ہے؟

حضرات مفسرین نے کئی اقوال ان اشارات کے بارے میں لکھے ہیں مثلاً

وَالَّذِينَ مَعَهُ رضی اللہ عنہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آيَسَّدَ آءِ عَلَى الْكَلْبَادِ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وَصَمَاءَ بَيْنَهُمَا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تَرَاهُمْ وَكَمَا سَجَدَا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَكْبَرِ الشُّجُودِ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پھر قَارِزَةَ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فَاسْتَعَاظَ سے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور يُعِجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّادَ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مراد ہے اور وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔
اور ایک اور قول یوں ہے

کمثل زرۃ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اَخْرَجَ شَطْرَهُ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فَاسْتَعْلَظَ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

اس طرح کے اور بھی کئی اقوال تفسیر بغوی، قرطبی، روح المعانی وغیرہا میں مذکور ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ تمام خلفائے راشدین ان صفات میں بڑا حصہ رکھتے ہیں اس لئے آیت مبارکہ کو ان سب کے لیے عام رکھنا بہتر ہے۔ (روح المعانی)

۹ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّادَ تاکہ غیظ اور غصے میں ڈالے کافروں کو:-

حضرات مفسرین نے آیت مبارکہ کے اس حصے کو سامنے رکھ کر اس پر بحث فرمائی ہے کہ روافض جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں وہ اس کی وجہ سے کافر ہیں یا نہیں۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ فرمائیے قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر وغیرہا۔

۱۰ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

اس میں "وَمِنْهُمْ" کا من بیان جنس کے لیے ہے "تبعیض" کے لیے نہیں یہی اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں نہ کہ بعض۔ جبکہ بعض مفسرین نے "تبعیض" کا معنی لیا ہے اور تب "هُمْ" ضمیر "شَطْرَهُ" کی طرف راجع ہے کہ اس "شَطْرَهُ" میں سے جو قیامت تک ایمان لائیں گے ان کے لیے اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ یہاں "من بیانیہ" اور "من تبعیضیہ" کا مطلب سمجھنے کے لیے اردو دان حضرات کے لیے یہ دو عبارات مفید ہوں گی۔

الف) مِنْهُمْ کا حرف من اس جگہ باتفاق مفسرین بیانیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں، دوسرے یہ کہ ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے اور یہ من بیانیہ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جیسے ارشاد ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ تَوَمَّنْ الْأَوْثَانِ بیان ہے لفظ رجس کا اسی طرح یہاں "وَمِنْهُمْ" بیان ہے "الَّذِينَ آمَنُوا" کا (معارف القرآن)

ب) حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں اس آیت پر کلام کرتے ہوئے لفظ "مِنْ" کو تبعیض کے معنی میں لیا تو العیاذ باللہ اس تقدیر پر نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا مرجع ہوں اور پھر ان میں سے بعض کے بارہ میں وعدہ ہو بلکہ اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والی دوسری

جماعتوں کے بارہ میں یہ وعدہ فرمایا جا رہا ہے کہ بعد میں آنے والی جو جماعتیں ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں گی اور ایمان و عمل صالح کے ساتھ متصف ہوں گی ان سے بھی اللہ رب العزت نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ (معارف القرآن کا ندر حلوی رحمۃ اللہ علیہ)

روافض اس آیت میں ”مِنْهُمْ“ کو تجعیض یعنی بعض کے معنی میں لیکر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نعوذ باللہ شہر کرتے ہیں، حضرات مفسرین نے ان پر شدید علمی گرفت فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیے قرطبی، روح المعانی وغیرہا

فجزاء هم الله خير الحسن الجزاء

دعویٰ اور دلیل

استاذ محترم حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔
اس آیت مبارکہ میں ایک دعویٰ ہے اور ایک دلیل۔ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ایک دعویٰ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور وَالَّذِينَ مَعَهُ اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو دیکھ لو تو تمہیں ان کی صفات دیکھ کر یقین آ جائے گا کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

آیت مبارکہ میں فتوحات اور غلبے کی بشارت ہے

بیان القرآن میں ہے:-
يُجِيبُ الَّذِينَ دَعَا اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اول ضعف تھا پھر روز آ نہ قوت بڑھتی گئی اس میں بھی بشارت ہے فتوحات اسلامیہ کی۔ (بیان القرآن)
اللہ تعالیٰ اب بھی مسلمانوں کو غلبہ اور فتوحات نصیب فرمائے

واعف عنا و اغفر لنا، وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين رينا اغفر لنا ذنوبنا
واسرافنا في امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين وصلى الله تعالى على خير
خلقه سيدنا محمد واله وصحبه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا

۲۴ صفر المظفر يوم الجمعة ۱۴۳۰ھ



سورة

الاحزاب

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں ”سورۃ الحجرات“ کی درج ذیل
پانچ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

پانچ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

- خبروں کی تحقیق، قوت کی حفاظت، مسلمانوں کی باہمی جنگ سے حفاظت کا ایک نسخہ۔ آیت ۶
- اگر مسلمانوں میں خانہ جنگی ہو جائے تو صلح کرادو۔ آیت ۹
- مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے ان میں ہمیشہ صلح دینی چاہئے۔ آیت ۱۰
- ایمان وہ ہوتا ہے جو دل میں اتر اہوا ہو۔ آیت ۱۳
- جہاد ایمان کے سچا ہونے کی ایک علامت ہے۔ آیت ۱۵

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



سُورَةُ الْحَجْرَاتِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کیا کرو

قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِيبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ①

کہ کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو

خلاصہ

① مسلمانوں کی جہادی قوت غلط مقام پر صرف اور ضائع نہ ہو۔

② مسلمان آپس میں ناحق قتال نہ کریں۔

③ جہاد کی کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی امن قائم رکھنے کی پوری کوشش کی جائے۔

④ اگر کوئی فاسق شخص مسلمانوں کی کسی جماعت کے بارے میں ایسی خبر لائے جسکی رو سے ان کے خلاف جہاد کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو تو پہلے اس خبر کی اچھی طرح سے تحقیق کر لی جائے، ایسا نہ ہو کہ بغیر تحقیق حملہ کر دیا جائے اور بعد میں اس قومی اور اجتماعی غلطی اور نقصان پر پچھتا نا پڑے۔

⑤ مسلمانوں کی قوت اور اجتماعیت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر یقین اور عمل نہ کیا جائے۔

آداب جماعت

سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ”منشور جماعت“ کا بیان تھا سورۃ الفتح میں ”جماعت“ اور صفات جماعت کا بیان تھا اور اب سورۃ الحجرات میں جماعت کی اجتماعیت قائم رکھنے کا دستور العمل بیان فرمایا ہے۔ جماعت کے افراد کا باہمی تعلق کیسا ہو اور جماعت کی اجتماعیت کیسے قائم رہے تو اس کے لئے سورۃ الحجرات اصول اور قوانین بیان فرماتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آپس میں لڑانے والے

قرآن پاک ”کتاب فطرت“ ہے۔ قرآن پاک جب کسی چیز سے روکتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے اس لئے اس سے بچو۔ پس مسلمانوں کی جماعت کو ہمیشہ ایسے افراد سے خطرہ رہے گا جو جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلا کر آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ قرآن پاک نے پہلے سے ہی حفاظتی پیش بندی فرمادی

اور سمجھا دیا کہ بغیر تحقیق مسلمانوں کی کسی جماعت کے خلاف جنگ شروع نہ کرو اور یہی حکم افراد کا ہے کہ بغیر تحقیق کسی مسلمان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو پس اس آیت مبارکہ میں کئی عسکری اصول سمجھا دیے گئے۔ مثلاً

۱ قوت کی حفاظت: اپنے لوگوں پر عسکری طاقت خرچ کرنے سے طاقت بہت کمزور ہو جاتی ہے

۲ جاسوسی کا معتمد نظام: اجتماعیت کی حفاظت کے لئے معتمد جاسوسی نظام قائم ہو اس میں صالح اور سچے افراد رکھے جائیں تاکہ افواہوں کی تحقیق ہو سکے اور دور دراز علاقوں پر نظر رکھی جاسکے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:-

”اکثر نزاعات اور مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے اول اختلاف اور تفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجئے ایک بے راہرو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبے سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے بعدہ ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کیا تھا تو خیال کرو اس وقت کس قدر پچھتا نا پڑے گا اور اپنی جلد بازی پر کس قدر ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ ”جماعت اسلام“ کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔“ (عثمانی)

حضرت لاہوری لکھتے ہیں:-

مرکز سے دور افتادہ بھائیوں کے متعلق کوئی خبر آئے تو فوراً فیصلہ نہ کرو پہلے پوری تحقیق کرو۔ (حضرت لاہوری)

آیت مبارکہ کا حکم عام ہے

آیت مبارکہ کا حکم عام ہے کسی خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اگرچہ اس کا نزول ایک خاص واقعہ کے بعد ہوا ہے۔ (حسن بصریؒ۔ روح المعانی)

تفسیر حقانی میں ہے:-

”اس آیت مبارکہ میں حکم عام ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی کوئی ایک ایسی بات ہوئی ہے جو اس آیت کے حکم میں شامل ہے جس کو مفسرین اس کا شان نزول کہتے ہیں۔“ (حقانی)

بیان القرآن میں ہے:-

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کی خبر پر عمل کرنے میں جلدی نہیں کی حالانکہ ولید بن عقبہؓ پر فسق کا حکم نہیں لگایا گیا تو اس سے یہ شرعی حکم معلوم ہو گیا کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر آئے تو بغیر تحقیق اس پر عمل نہ کرو خصوصاً جب خبر لانے والا شریہ قسم کا آدمی ہو تو پھر اس خبر کی تحقیق میں خوب اہتمام سے کام لیا کرو۔ (مفہوم بیان القرآن)

حضرات مفسرین نے آیت مبارکہ کے شان نزول میں حضرت ولید بن عقبہؓ کا واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے کسی علاقے میں بھیجا اس علاقے کے لوگ استقبال کے لئے

باہر نکلے ولید بن عقبہ کی وہاں کچھ پرانی دشمنی تھی وہ سمجھے کہ میرے قتل کے لئے نکلے ہیں تو وہ واپس لوٹ آئے اور بتا دیا کہ وہ لوگ اسلام سے ہٹ گئے ہیں پھر آپ ﷺ نے ان کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور تاکید فرمائی کہ خوب تحقیق کریں اگر وہ اسلام سے ہٹ چکے ہیں تو جنگ کریں اور اگر دین پر قائم ہیں تو نہ لڑیں حضرت خالد بن ولید نے جا کر خفیہ تحقیق کی تو ان کو اذان و نماز کا پابند مسلمان پایا۔ آپ ﷺ تو پہلے سے ہی اس آیت کے مطابق عمل کر چکے تھے چنانچہ آئندہ کے لئے اسکو ایک اسلامی قانون کے طور پر بیان فرما دیا گیا باقی رہا معاملہ حضرت ولید بن عقبہ کا تو قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں:-

رضاء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ اپنی رضاء کا اعلان ایسے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جن کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ انکی وفات موجبات رضا پر ہوگی اس لیے اگر کسی صحابی سے کسی وقت کوئی غلطی سرزد ہوئی اور اس پر وہ تائب ہو گئے تو یہ عدالت کے منافینہیں ہے کیونکہ توبہ تو گناہوں کو کالعدم کر دیتی ہے۔ (معارف القرآن کا ندر حلوی)

آیت مبارکہ پکار رہی ہے

ہمارا معاشرہ اسوقت جھوٹی خبروں میں غرق ہو رہا ہے۔ اخبارات اور ذرائع ابلاغ جھوٹ فروخت کر رہے ہیں۔ جھوٹی خبروں نے مسلمانوں کے باہمی اعتماد کو ایسا ختم کر دیا ہے کہ ہر طرف دشمنی ہی دشمنی اور قتل و غارت ہے۔ اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے جھوٹی خبروں کو بطور ہتھیار استعمال کر رہی ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ مسلمانوں کو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کے ”قانونِ محبت“ اور ”قانونِ اعتماد“ اور ”قانونِ تحقیق“ کی طرف بلا رہی ہے اگر ہر مسلمان انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اس آیت مبارکہ پر عمل شروع کر دے تو مسلمانوں کو بہت سی برکات نصیب ہو جائیں گی اور ناحق قتل و غارت کا سلسلہ بھی رک جائے گا۔ مجاہدین کو خاص طور پر عسکری اقدام سے پہلے اس آیت مبارکہ کے حکم پر پورا عمل کرنا چاہیے یہ ان کے لئے لازمی ہے، اگر عمل نہیں کریں گے تو پھر ندامت اور پچھتاوا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ روکنا اہم معاملہ ہے

تفسیر کبیر میں ہے:-

یہ سورت مسلمانوں کو مکارم اخلاق سکھاتی ہے کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہو؟ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسا ہو؟ اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کیسا ہو؟ پھر مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ① فرمانبردار مسلمان ② نافرمان اور فاسق۔ پھر فرمانبردار مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں ① ایک وہ جو سامنے موجود ہوں ② دوسرے وہ جو سامنے موجود نہ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ کل پانچ قسم کے حقوق بیان ہوئے

① اللہ تعالیٰ کے حقوق۔

۲ رسول اللہ ﷺ کے حقوق۔

۳ ان مسلمانوں کے حقوق جو سامنے موجود ہوں۔

۴ ان مسلمانوں کے حقوق جو سامنے موجود نہ ہوں۔

۵ فاسقوں کے ساتھ معاملہ۔

سورۃ مبارکہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق بیان فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُوا مَوَابِينَ يَدَيِ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَأَتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

”یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور اپنی رائے کو ان کے احکام پر ترجیح نہ دو۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا حق بیان فرمایا کہ آپ کی تعظیم اور احترام لازمی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
مبارک سے بلند نہ کرو۔

پھر فاسق کے ساتھ معاملہ کا طریقہ اس آیت میں بیان فرمایا کہ فاسق کوئی خبر لائے تو یقین نہ کرو اور بغیر تحقیق

اس خبر پر اعتماد کر کے کسی مسلمان قوم پر حملہ نہ کرو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ

پھر ان مسلمانوں کے حقوق بیان فرمائے جو تمہارے سامنے مجلس میں حاضر ہوں کہ ان کا مذاق نہ اڑاؤ ان کو

برے القاب سے نہ پکارو یعنی ان کی تحقیر و تذلیل نہ کرو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ

وَلَا تَتَأَبَّزُوا

اور پھر ان مسلمانوں کے حقوق بیان فرمائے جو مجلس میں حاضر نہ ہوں کہ ان سے بدگمانی نہ کرو، انکی غیبت نہ

کرو، ان کے بارے میں عیبوں کا تجسس نہ کرو وغیرہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ اور وَلَا تَجَسَّسُوا

اور وَلَا يَغْتَبَّ بَعْضُكُم بَعْضًا

اب سوال یہ ہے کہ فرمانبردار مسلمان کے معاملات کو بعد میں ذکر فرمایا اور نافرمان مسلمان یعنی فاسق کے

معاملے کو پہلے ذکر فرمایا تو اسکی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان احکامات میں سے جو زیادہ اہم تھے انھیں مقدم

رکھا سب سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔ اور پھر زیادہ اہم چیز مسلمانوں کے درمیان

باہمی جنگ کو روکنا ہے اس لئے فاسق کی خبر کا حکم پہلے بیان فرمادیا کیونکہ اس سے مسلمانوں کے درمیان جنگ کا خطرہ

ہوتا ہے۔ جبکہ مذاق اڑانے، غیبت کرنے میں اگرچہ مسلمانوں کو ایذا پہنچتی ہے مگر معاملہ جنگ تک نہیں پہنچتا۔ پس

قرآن پاک کی یہ ترتیب اعلیٰ درجے کی بہترین ترتیب ہے۔ (مفہوم تفسیر کثیر)

سُورَةُ الْحَجْرَاتِ مَدَانِيَّةٌ آيَةٌ ۱۰۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِنْ طَافَتِنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَقْتَتَلُوْا فَاَصْدِحُوْا بِيَدِنِهْمَاۤ اِنْ بُغِتْ

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو پس اگر ایک ان میں سے

اِحْدَاهُمَا عَلٰى الْاٰخَرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتٰى تَبَغٰى حَتّٰى تَفِىءَ اِلٰى اَمْرِ

دوسرے پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف

اللّٰهِۤ اِنْ فَاَتَتْ فَاَصْدِحُوْا بِيَدِنِهْمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ

رجوع کرے پھر اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں میں انصاف سے صلح کرادو اور انصاف کرو بیشک

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۙ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْدِحُوْا بَيْنَ

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ بیشک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے

اٰخْوِيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

خلاصہ

۱ اگر مرکز میں رہنے والے مسلمانوں میں لڑائی ہو جائے تو انہیں صلح کرادو مؤمن سب آپس میں بھائی ہیں اس لیے انہیں ہمیشہ صلح ہونی چاہیے۔ (حضرت لاہوریؒ)

۲ قتال کی ایک خاص قسم، جو مسلمانوں کی باہمی اجتماعیت اور مرکزیت کی حفاظت کے لیے ہے، مسلمانوں کے درمیان اگر جنگ یا لڑائی چھڑ جائے تو پہلے صلح کی کوشش کرو یہ لازمی ہے۔ اگر صلح کی کوشش کامیاب نہ ہو تو زیادتی کرنے والے فریق سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لے اور جنگ سے رک جائے یہ بھی لازمی ہے، جنگ رکنے کے بعد عدل و انصاف کے ساتھ فریقین کا معاملہ طے کرادو تاکہ دوبارہ لڑائی نہ بھڑکے، یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت انہی لوگوں پر ہوتی ہے جو تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

۳ اصول یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں، پس ان کے درمیان صلح ہو یا جنگ اسمیں یہ خیال رکھا جائے کہ یہ دو بھائیوں کی صلح اور جنگ ہے چنانچہ ان کے ساتھ دشمنوں اور کافروں والا برتاؤ نہ کیا جائے۔

مختصر اور جامع تفسیر

”یعنی اگر تمام پیش بندیوں کے باوجود مسلمانوں کی جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے اسمیں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پہ چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو؟ بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں، یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے“ اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور ملاپ کرادیں، کسی ایک کی طرفداری میں جاؤ۔ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں (تنبیہ) آیت کا نزول صحیحین کی روایت کے موافق ”انصار“ کے دو گروہ اوس و خزرج کے ایک وقتی ہنگامے کے متعلق ہوا ہے، حضور ﷺ نے ان کے درمیان اسی آیت کے ماتحت صلح کرادی، جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی عموم آیت میں داخل ہیں چنانچہ قدیم (زمانہ) سے علمائے سلف بغاۃ (یعنی باغیوں) کے مسئلہ میں اسی سے استدلال کرتے ہیں لیکن جیسا کہ شان نزول سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و مشاجرات کو شامل ہے، باقی باغیوں کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل فقہ میں دیکھنا چاہئے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں) یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے، جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح ذات الین (یعنی آپس میں مصالحت) کی کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بے جا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے (تفسیر عثمانی)

شان نزول کے واقعات

ان آیات کے شان نزول میں حضرات مفسرین نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

① رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ عبد اللہ بن ابی سے ملاقات فرمائیں (شاید اس کا فائدہ ہو) آپ اپنے چند رفقاء کے ساتھ تشریف لے گئے آپ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے، عبد اللہ بن ابی کے قریب پہنچے تو اس نے بکا، آپ مجھ سے دور رہیں آپ کے دراز گوش کی بو سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ اس پر ایک انصاری صحابی نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے دراز گوش کی بوتیری بو سے بہت پاکیزہ ہے اس پر عبد اللہ بن ابی کے ساتھی گرم ہو گئے تب ان میں اور حضرات صحابہ کرامؓ میں ہاتھوں، جوتوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے لڑائی شروع ہو گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، قرطبی)

② امام مجاہد فرماتے ہیں یہ آیت اوس و خزرج کے بارے میں نازل ہوئی (انہیں پرانی لڑائیاں تھیں جو کبھی کبھار سر اٹھالیتی تھی) (قرطبی)

۳ امام قتادہ فرماتے ہیں انصار کے دو آدمیوں کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف تھا جو لڑائی تک جا پہنچا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۴ سدئی فرماتے ہیں ایک انصاری خاتون کا اپنے خاوند سے جھگڑا تھا وہ اپنے والدین کے ہاں جانا چاہتی تھی مگر ان کے خاوند نے ان کو ایک بالا خانے میں بند کر دیا۔ انہوں نے اپنے خاندان تک کسی طرح پیغام پہنچایا تو وہ ان کو لینے اور چھڑانے آگئے تب خاوند نے بھی اپنے خاندان والوں کو بلایا تو فریقین میں جو تباہی اور لڑائی چھڑ گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی)

مزید واقعات کی تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ فرمائیں۔

احکامات اور شان نزول

امت کی تعلیم کے لیے قرآن پاک کے احکامات اُس زمانے کے کئی واقعات کے ساتھ جوڑے ہوئے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام کو کوئی واقعہ پیش آیا تو اس پر قرآن پاک کا حکم نازل ہو گیا اس ترتیب کا یہ فائدہ ہوا کہ احکامات اچھی طرح سے یاد ہو گئے اور انکی پوری ترتیب اور انکے نفاذ کا طریقہ بھی امت کو معلوم ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ احکامات صرف ان واقعات کے ساتھ تھے اور بعد کے لوگوں کے لئے نہیں ہیں۔ ان آیات کو دیکھ لیجئے۔ یہ اُس زمانے کی بعض باہمی لڑائیوں کے موقع پر نازل ہوئیں مگر ان کا حکم قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہے اور ہر زمانے کے مسلمان ان آیات سے روشنی لیتے ہیں۔ اور ان کے لیے روشنی لینا لازمی بھی ہے۔ اس اصول کو سمجھنے کے بعد ان لوگوں کے ظلم کو دیکھیں جو قرآن پاک کی آیات جہاد کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ آیات تو جناب رسول اکرم ﷺ کے زمانے کے لیے تھیں۔

ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ آخر اس کا فیصلہ کس طرح سے ہوگا کہ قرآن پاک کا کتنا حصہ صرف اسی زمانے کے لیے تھا اور کتنا حصہ بعد کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے؟ ایمان کا حکم بھی تو اس زمانے میں موجود لوگوں کو دیا گیا تھا تو کیا بعد کے لوگوں کے لیے ایمان لانا ضروری نہیں۔ نماز اور اس کے احکامات بھی اُس زمانے کے لوگوں کو سنائے گئے تو کیا بعد والے مسلمان نماز اور اس کے احکامات سے چھٹی کر لیں گے پس جب تک تخصیص کا کوئی مضبوط قرینہ اور دلیل موجود نہ ہو تو قرآن پاک کے احکامات کو عام رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی دل کی گراہی سے حفاظت فرمائے آمین۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم آپس میں قتال نہ کرنے کا ہے

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار مخالفین کے خلاف قتال کا حکم فرمایا ہے اسی طرح انہیں آپس میں قتال نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے پس مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ آپس میں ہرگز قتال نہ کریں۔ لیکن اگر کچھ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کریں اور آپس میں لڑیں تو واجب یہ ہے کہ ان کے درمیان صلح کی پوری کوشش کی

جائے۔ فالواجب السعی بینہما بالصلح (البحر المحیط)

لیکن اگر دونوں فریق ضد اور زیادتی پر اترے ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے باہمی جنگ نہ کرنے کے حکم کو نہ مانیں تو پھر قتال کے ذریعے ان کو سیدھا کیا جائے گا اور اگر ایک فریق زیادتی کر رہا ہو تو اس فریق کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ لیکن یہ جنگ ان مسلمانوں کے خاتمے کے لیے نہیں ہوگی بلکہ ان کو باہمی امن اور صلح پر لانے کے لیے ہوگی۔ (مفہوم القرطبی، البحر المحیط، روح المعانی) اور ایسے وقت میں ظالم فریق کے خلاف لڑنا اور مظلوم فریق کو اس کے ظلم سے بچانا جہاد کے حکم میں ہوگا۔ (روح المعانی)

بعض حنا بلہ کے نزدیک باغیوں کے خلاف لڑنا جہاد سے افضل ہے (یعنی کفار کے خلاف لڑنے سے افضل ہے) لیکن درست بات یہ ہے کہ اگر باغیوں کے خلاف لڑنے میں دین کا زیادہ فائدہ ہو اور اگر ان سے نہ لڑا جائے تو دین کا سخت نقصان ہو تو ایسے وقت میں یہ قتال افضل ہوگا جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج سے قتال فرمایا (ظاہر ہے کہ خوارج کا فتنہ بہت خطرناک اور مسلمانوں کے لیے سخت تباہ کن تھا)۔ (روح المعانی)

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:-

حکم خدا سے مراد ترک قتال ہے۔ (بیان القرآن)

یعنی مسلمانوں کے لیے آپس میں قتال نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور زیادتی کرنے والوں اور باغیوں سے اس لیے جنگ کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔

چند احکام

حضرات مفسرین نے ان آیات کی روشنی میں بہت سے فقہی مسائل اور احکامات بیان فرمائے ہیں، تفصیلات کے لیے احکام القرآن للجصاص، تفسیر قرطبی اور بیان القرآن کا مطالعہ فرمائیں۔ انہیں سے چند احکام ذکر کئے جا رہے ہیں:

① اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں اور اس لڑائی کی وجہ دشمنی اور ظلم ہو تو ان کے درمیان مصالحت کی بھرپور کوشش کی جائے، پھر اگر اس کوشش کے باوجود وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ (قرطبی، روح المعانی)

② اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں اور دونوں کی یہ لڑائی کسی غلط فہمی کی وجہ سے چھڑ گئی ہو اور دونوں خود کو برحق سمجھ رہے ہوں تو ان کی غلط فہمی دور کرنے، دلائل اور براہین سے ان کو سمجھانے کی پوری کوشش کی جائے وہ باز آجائیں تو بہت اچھا لیکن اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو ان کا حکم بھی دشمنی اور ظلم کے لیے لڑنے والوں جیسا ہوگا۔ (قرطبی، روح المعانی)

③ اگر دو فریق لڑ پڑیں اور اسمیں ظلم اور زیادتی ایک فریق کی طرف سے ہو اور وہ فریق جنگ روکنے پر آمادہ نہ ہو تو پھر اسی ظالم فریق سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ باز آجائے۔ (القرطبی)

۴ اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ امیر المؤمنین سے باغی ہو جائے تو امیر کی ذمہ داری ہے کہ ان کو سمجھائے اور ان کا جوش بہ یا غلط فہمی ہے اس کو دور کرے۔

۵ اگر بغاوت کرنے والے افراد امیر المؤمنین کو ظالم ثابت نہ کر سکیں اور اسکے خلاف جنگ پر تلے رہیں تو امیر اور عام مسلمان ان کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ اطاعت میں لوٹ آئیں۔

۶ اگر بغاوت کرنے والوں نے اپنی مخالفت کی ایسی واقعی وجوہات پیش کر دیں جن سے امیر کا ظالم ہونا یقینی طور پر ثابت ہو گیا تو عام مسلمان بغاوت کرنے والوں کی مدد کریں یہاں تک کہ امیر اپنے ظلم سے باز آجائے۔ (انوار البیان)

۷ مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں نہ تو قید ہونے والے افراد کو لونڈی غلام بنایا جائے گا اور نہ ہی ایک دوسرے کے اموال ”مال غنیمت“ بنیں گے۔ (یہ مسئلہ اکثر مفسرین نے بیان فرمایا ہے)

۸ بغاوت کرنے والے افراد کو جنگ سے روکنے کے لیے یہ کوشش کی جائے کہ ان کے ہتھیار چھین لیے جائیں اور انہیں قید کر لیا جائے اور توبہ کرنے کے وقت تک قید رکھا جائے۔ (بیان القرآن)

مصالحت عدل کے ساتھ ہو

ارشاد فرمایا: - وَ اِنْ طَلَفْتُمْ (الایۃ)

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کا خیال رکھو۔

آیت مبارکہ میں تھوڑا سا غور فرمائیں کہ جب دو فریق لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ انصاف کے ساتھ صلح کرادو بلکہ صرف صلح کرانے کا حکم دیا۔ جبکہ آگے چل کر فرمایا کہ اگر ایک فریق زیادتی کر رہا ہو، جنگ سے باز نہ آ رہا ہو تو پھر اس کے خلاف لڑو۔ جب وہ راہ راست پہ آجائے تو اب دونوں میں عدل کے ساتھ صلح کرادو۔ یہاں عدل و انصاف کا خاص طور سے تذکرہ فرمایا یہ قرآن پاک کا حکیمانہ اعجاز ہے کیونکہ جب صلح کرانے والے خود بھی لڑائی میں شامل ہو کر ایک فریق کے خلاف جنگ کر چکے ہوں تو اب ان کے لئے صلح کراتے وقت عدل و انصاف قائم رکھنا کافی مشکل ہوگا۔ انسان بہت کمزور ہے وہ جب کسی سے لڑ چکا ہو تو اس کی کچھ نہ کچھ دشمنی دل میں آ ہی جاتی ہے ایسے وقت میں قرآن پاک نے علاج فرمایا اور سمجھایا کہ تمہارا کام جنگ روکنا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان لڑائی نہ ہو اسی جنگ کو روکنے کے لئے تمہیں ایک فریق سے لڑنا پڑا اب وہ فریق بھی توبہ کر چکا ہے اور مصالحت کے لئے تیار ہے تو تم اپنے جذبات کو پوری طرح سے دبا لو اور فریقین میں بالکل مکمل انصاف سے صلح کرادو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو انصاف کرنے والے لوگ محبوب ہیں صاحب تفسیر کبیر نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے:-

”باغی گروہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی لڑائی کے بعد مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کر لے تو دونوں گروہوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرادو“ بِالْعَدْلِ کے لفظ سے اس بات پر تشبیہ ہے کہ انکی گذشتہ بغاوت تم کو عدم انصاف پر آمادہ نہ کرے۔ (تفسیر مظہری)

باقی اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ بِالْعَدْلِ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے درمیان معاملات طے کرادو، یعنی جن معاملات کی وجہ سے وہ لڑ رہے تھے ان معاملات کا انصاف کے ساتھ تصفیہ کرادو تا کہ لڑائی کا سبب ہی ختم ہو جائے، کیونکہ اگر صرف انہیں گلے ملا کر صلح کرادی تو اختلاف کی اصل وجوہات تو جوں کی توں باقی رہیں گی اور آئندہ پھر لڑائی بھڑکنے کا خطرہ برقرار رہے گا۔

فاصلحوا بینہما بالعدل بفصل مابینہما علی حکم اللہ تعالیٰ ولا تکتفوا بمجرد متارکتہما عسی ان یکون بینہما قتال فی وقت آخرہ و تعیید الاصلاح هنا بالعدل لانه مظنة الحیف لو قوعه بعد المقاتلة (روح المعانی)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

یعنی جب حکم شرع کے تابع ہوں تو انصاف سے صلح کرادو اور ایک کی طرف داری نہ کرو یہ حکم ہے خانہ جنگی کا جو مسلمان آپس میں لڑیں (موضح القرآن)۔

وَالصَّلَاحُ خَيْرٌ مِنْ اِیکِ عَجَب مکتہ

ایک مغالطہ کسی نے لکھا ہے کہ اسلام میں اصل قانون ”صلح“ کا ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے ”وَالصَّلَاحُ خَيْرٌ“ کہ صلح خیر والی چیز ہے اور پورے قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں کہا گیا ”الحرب خیر“ کہ جنگ اچھی چیز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد اور جنگ کی باتیں نہیں کرنی چاہیں، بلکہ دنیا بھر کے کفار، مشرکین اور دشمنان اسلام سے صلح کر لینی چاہیے کیونکہ صلح خیر ہے اور اچھی چیز ہے۔

اس مغالطے کے جوابات

① قرآن پاک میں جہاں بھی ”صلح“ کا لفظ آیا ہے یہ مسلمانوں کے درمیان تعلقات کی بہتری کے لئے آیا ہے، ”وَالصَّلَاحُ خَيْرٌ“ بھی سورۃ النساء میں خاوند اور بیوی کے معاملات میں آیا ہے کہ وہ آپس میں صلح صفائی سے اپنے معاملات طے اور ختم کر لیں۔ اسی طرح یہاں سورۃ الحجرات میں بھی مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں کو روکنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اسے جہاد کا مقابل قرار دینا بہت غلط ہے

② کافروں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کے معاہدے کے لئے قرآن پاک نے لفظ ”سَلَمٌ“ استعمال فرمایا ہے، جس کا ترجمہ اردو میں صلح کے لفظ سے کر دیا جاتا ہے۔ اور اس ”سَلَمٌ“ کے بارے میں دو آیات بالکل واضح ہیں۔

الف: وَإِنْ جَعَلُوا لِسَلَامٍ فَاجْتَنِبْهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (الانفال ۶۱)

یعنی اگر وہ کفار صلح کے لئے جھکیں تو آپ بھی صلح قبول کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

ب: فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ (محمد ۳۵)

یعنی کمزوری نہ دکھاؤ اور صلح کی طرف ان کافروں کو نہ بلاؤ تم ہی غالب ہو۔

دونوں آیات کی تفسیر اور الفاظ پر غور کریں کہ مسلمانوں کو ہرگز اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ بزدلی اور کمزوری

دکھا کر خود پوری دنیا کو صلح کی طرف بلاتے پھریں اور غلامی کے پھندے کو اپنے گلے کا ہار بناتے پھریں۔

۳ یہ بات بھی غلط ہے کہ قرآن پاک نے لڑائی کو خیر نہیں کہا وہ لڑائی جو جہاد میں ہوتی ہے وہ خیر ہی خیر ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ

تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ ۲۱۶)

تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو

دیکھیں یہاں قتال یعنی حرب اور لڑائی کو خیر قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُجَيِّدُكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تَوَدُّونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (الصف)

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس

کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے

خیر ہے اگر تم جانتے ہو“

اس آیت مبارکہ میں ایمان کی طرح جہاد کو بھی ”خیر“ فرمایا گیا ہے۔ پس اس طرح سے جہاد فی سبیل اللہ کے

خلاف اس مغالطے کا مکمل خاتمہ ہو گیا والحمد لله رب العالمین (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

ارشاد فرمایا: - إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ

”مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر

رحم کیا جائے“

مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں، نسبی نہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ دینی بھائی چارہ نسبی بھائی چارے سے زیادہ

مضبوط ہے کیونکہ نسبی بھائی چارہ دین کے الگ الگ ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے جبکہ دینی بھائی چارہ نسب کے الگ

الگ ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔ (القرطبی)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:-

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه

”مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ظالموں کے سپرد کرتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے

واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه

”اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنے میں لگا رہتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:-

مثل المؤمنین فی توادعہم و تراحمہم و تواصلہم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکیٰ منہ عضو تداعی

لہ سائر الجسد بالحمی والسہر

مسلمان اپنی محبت، رحمہ لی اور میل جول میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب اس کے ایک عضو کو کوئی تکلیف ہو تو

سارا جسم بخار اور بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:-

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وشبک بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم

”مؤمن مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے اور آپ ﷺ

نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر سمجھایا (تفسیر ابن کثیر) امام قرطبی نے اس موضوع پر دیگر

احادیث اور روایات بھی ذکر فرمائی ہیں شائقین تفسیر قرطبی میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ مسلمان کا کام نہیں

تفسیر کبیر میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ عربی میں اِن کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی چیز کے ہونے کی توقع نہ ہو یا

بہت کم ہو۔ چونکہ مسلمانوں کے درمیان آپس کی لڑائی بالکل خلاف توقع ہے اور شریعت چاہتی ہے کہ ایسا بالکل نہ ہو تو

اس لئے فرمایا وَ اِنْ طَائِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَقْتَتَلُوْا کہ اگر (کبھی) مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔ پھر اس

آیت کا آغاز مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کے لفظ سے فرمایا کہ ”مؤمنوں کی دو جماعتیں“ جو اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ ایمان

والوں کا کام نہیں کہ وہ آپس میں لڑیں، ایمان والے تو آپس میں ایک دوسرے کو امن بانٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی

خاطر قربانی دیتے ہیں تو مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرما کر تنبیہ کر دی کہ ایمان والوں کا کام آپس میں لڑنا نہیں ہے، اگر کبھی کبھار

ایسا ہو جائے تو دوسرے مسلمان فوراً میدان میں کود آئیں کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ بے شک ایمان والے تو بھائی

بھائی ہیں (مفہوم تفسیر کبیر)

آگے لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کا اشارہ تو یہ ہے کہ مسلمان آپس میں نہ لڑیں لیکن مسلمان اس پر عمل نہیں کرتے اور آپس میں خوب لڑتے ہیں اسی طرح قرآن پاک کا اشارہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں فاسقوں کی افواہوں کا اعتبار نہ کیا جائے مگر ہمارے حکمرانوں کے ہاں فاسقوں کی باتیں نیک لوگوں سے زیادہ مقبول ہیں (مفہوم تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جہاد کا حکم دیا مگر اکثر مسلمانوں نے کافروں سے یاریاں جوڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے محبت اور مصالحت کا حکم دیا مگر اکثر مسلمانوں نے مسلمانوں کو مارنا اور ستانا اپنا کام بنا لیا۔ ان حالات میں قرآن پاک اصلاح کی طرف بلا رہا ہے۔ قتال کافروں سے ہے مسلمانوں سے نہیں۔ قلبی یاریاں مسلمانوں سے ہیں کافروں سے نہیں۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ایک دوسرے کے مددگار، ایک دوسرے کے محافظ اور ایک دوسرے کے نمکسار۔

قتال کے فوائد

قرآن پاک نے قتال کے بہت سے فوائد بیان فرمائے ہیں اس آیت مبارکہ سے قتال کا یہ فائدہ معلوم ہوا کہ قتال مسلمانوں کی باہمی اجتماعیت کی حفاظت کرتا ہے، بگڑے ہوئے مسلمانوں کو راہ راست پر لاتا ہے۔ مظلوم مسلمانوں کی اعانت کرتا ہے اور خلافت اسلامیہ کی مرکزیت کو قائم رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

امام قرظیبیؒ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے ان آیات پر تقریر کے دوران حضرات صحابہ کرامؓ کی شان اور منقبت بہت والہانہ انداز میں بیان فرمائی ہے انہوں نے ان جنگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو صحابہ کرامؓ کے درمیان پیش آگئیں۔ انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کے اجتہادی مقام اور ان کے کامیاب اور شاندار انجام کو بھی بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو غلط کہنا یا انکی غلطیاں چننا جائز نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی باہمی جنگوں میں بھی یہ مصلحت اور اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح کی لڑائیوں کے احکامات معلوم ہو جائیں۔ ورنہ حضرات صحابہ کرامؓ کی نیتیں بہت اعلیٰ اور ان کے اخلاق بہت بلند تھے۔ (مفہوم تفسیر قرظیبی)

مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی میں ایک دوسرے کے افراد کو غلام اور باندیاں نہیں بنا سکتے، ایک دوسرے کے مال کو مال غنیمت قرار نہیں دے سکتے یہ اہم مسائل امت کو حضرات صحابہ کرامؓ سے معلوم ہوئے اگر یہ احکامات امت کے سامنے نہ آتے تو امت مسلمہ ایک دوسرے کے ہاتھوں ذلت و رسوائی کے آخری گڑھے تک جا پہنچتی۔ بے شک حضرات صحابہ کرامؓ کے امت مسلمہ پر بے شمار احسانات ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ)

سُورَةُ الْحَجْرَاتِ مَدَنِيَّةٌ آيَاتُ ۱۲، ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُوْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا

بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے ہیں کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِي قُلُوْبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا

لَا يَلِيْتِكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۳﴾

حکم مانو تو تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا

والا ہے۔ بیشک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے

وَجَهْدُوا وَأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ ﴿۱۵﴾

شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے (مسلمان) ہیں

خلاصہ

۱۔ صرف زبان سے اسلام کا اقرار کافی نہیں، حقیقی ایمان وہ ہوتا ہے جو دل میں اتر اہوا ہو۔

۲۔ ایمان حقیقی ہو تو اس کی علامات ظاہر ہوتی ہیں، ان علامات میں جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ جان و مال سے

جہاد کرنا ایمان کے سچا ہونے کی علامت ہے۔

شان نزول

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام اعراب کے لئے نہیں ہیں کیونکہ اعراب میں سے کئی مخلص

ایمان والے بھی تھے۔ یہ آیات قبیلہ بنو اسد وغیرہ بعض قبائل کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگ مال کی

خاطر مدینہ منورہ آئے۔ اور انہوں نے اپنی فرمانبرداری کا اعلان کیا اور آپ ﷺ پر احسان جتلانے کی کوشش کی

کہ ہم نے آپ ﷺ کے خلاف جنگوں میں حصہ نہیں لیا یہ لوگ دل سے مؤمن نہیں تھے انہوں نے مدینہ منورہ

کے راستوں کو گندگیاں ڈال کر خراب کر دیا اور مہنگائی بھی پھیلائی۔ یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں صبح شام

حاضر ہوتے اور مال مانگتے تھے۔ (تفسیر بغوی، قرطبی وغیرہا)

جہاد ایمان کی علامت ہے

ارشاد فرمایا:۔ **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ** (الآیة)

ترجمہ: ”بے شک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا، اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے مسلمان ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے:۔ بجہادہم یظہر صدقہم فی ایمانہم

ترجمہ: یعنی ان کا جہاد ان کے ایمان کے سچا ہونے کو ظاہر کرتا ہے (جلالین)

تفسیر کبیر میں ہے:۔

ان کا جہاد اس بات کی علامت ہے کہ وہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور اُس کی کامیابی کے لئے جہاد کرتے ہیں

أی ایقنوا ان بعد هذه الدار داراً فجاهدوا طالبین العقبیٰ۔ (تفسیر کبیر)

حضرت شاہ عبدالقادر اُس آیت مبارکہ کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں:۔

”ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اسکے رسول ﷺ پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے“ (ترجمہ شاہ عبدالقادر)

کلام برکت

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

ایک کہنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں، یعنی دین مسلمانی ہم نے قبول کیا، اس کا مضائقہ نہیں، ایک کہنا کہ ہم کو پورا یقین ہے، جو یقین پورا ہے تو اس کے آثار کہاں؟ (موضح القرآن)

درد مندانه درخواست

یہ آیت مبارکہ بہت اہم مضمون بیان فرماتی ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ کامیابی کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور ایمان کے سچا ہونے کی علامت جہاد فی سبیل اللہ ہے، آج اکثر مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو بالکل چھوڑ

رکھا ہے، انکی خدمت میں درد مندانه گزارش ہے کہ وہ اس آیت مبارکہ میں غور کریں۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس آیت میں جہاد کے عام معنی مراد لینے کی کوشش کی ہے مگر اس عام معنی میں بھی اصل جہاد فی سبیل اللہ کو انہوں نے شامل

رکھا ہے پس ان کے نزدیک بھی جہاد فی سبیل اللہ ہر حال میں ایمان کے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کو مانیں، دل میں اسکی نیت رکھیں اور حسب استطاعت اس میں شرکت کی محنت کریں

اللہم صل علی سیدنا محمد وبارک وسلم وانزلہ المقعد المقرب عندک (واللہ الموفق وهو اعلم بالصواب)

سورة

الاحقاف

مكية

ابتداءً

اس تالیف میں **سورۃ الحدید** کی درج ذیل
چار آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

چار آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

- جہاد میں مال خرچ کرنے کی عجیب ترغیب اور حضرات صحابہ کرام کی فضیلت۔ آیت ۱۰
- جہاد میں مال خرچ کرنے سے اخروی اجر کے ساتھ ساتھ برکت بھی نصیب ہوتی ہے۔ آیت ۱۱
- شہداء کرام کے لئے جنت اور نور۔ آیت ۱۹
- کامیابی اور غلبے کا نصاب اور اس میں جہاد کی خاص ترغیب۔ آیت ۲۵

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



سُورَةُ الْحَائِثِ مِنَ الْقُرْآنِ ۱۰ آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاتُ السَّمٰوٰتِ

اور تمہیں کیا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے

وَالْاَرْضِ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَتَلَ

لئے ہے تم میں سے اور کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا یہ ہیں کہ

اَوْلٰیكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَ قَتَلُوْا

اللہ تعالیٰ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ہے ان لوگوں پر جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ تعالیٰ

وَ كَلَّا وَ وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

خلاصہ

- ۱ زمین و آسمان میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا ہر انسان اپنا مال یہاں چھوڑ کر مر جائے گا تو پھر اپنی زندگی میں اس مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے تم اپنے لئے ذخیرہ کیوں نہیں کرتے ہو؟
- ۲ اپنا مال اپنی مرضی اور خوشی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دو گے تو یہ مال تمہارا ہو جائے گا، اللہ پاک کو تمہارے مال کی حاجت نہیں وہ زمین و آسمان کا مالک اور وارث ہے۔
- ۳ فتح مکہ سے پہلے جن حضرات نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا انکی فضیلت بعد میں خرچ کرنے اور قتال کرنے والوں سے زیادہ ہے، باقی کامیابی کا وعدہ پہلے والوں اور بعد والوں سب سے ہے البتہ مقام کا فرق ہے۔

آسان تفسیر

”یعنی مالک فنا ہو جاتا ہے اور ملک اللہ تعالیٰ کا بنی رہتا ہے اور ویسے تو ہمیشہ اسی کا مال تھا پھر اس کے مال میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو؟ خوشی اور اختیار سے نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا، بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ خوشدلی سے پیش کرے اور اسکی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے، کیونکہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا اس کے راستے میں خوشدلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہیگا؟ ولا تخش من دى العرش اقلالا۔ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ (فتح سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک فتح مکہ ہے) اور بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے۔ اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور

جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے، خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا یا آخرت میں دے گا لیکن جن مقدور (یعنی قسمت) والوں نے ”فتح مکہ“ یا حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے اڑے، بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی، اس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال و غنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام تھا فرضی اللہ عنہم ورضوانہ ورزقنا اللہ اتباعہم وحبہم آمین

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ یعنی اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے اپنے اسی علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ (عثمانی)

جہاد میں خرچ کرنا کمال ایمان کی علامت ہے

بیان القرآن میں ہے:-

ایمان کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا تذکرہ فرمایا جو کہ کمال ایمان کی علامت ہے اور اشاعت اسلام کا ذریعہ ہے، یہاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے اور جہاد کا بڑا مقصد اشاعت اسلام ہے (انفق کے ساتھ فتنل کو لانا اس بات کا قرینہ ہے) (مفہوم بیان القرآن)

مال خرچ کرنے کی بہت بلیغ تاکید

امام نسفی لکھتے ہیں:-

یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے زمین و آسمان اور اسکی ہر چیز رہ جائے گی اور تو کوئی بھی باقی نہیں رہے گا تو مطلب یہ ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ نہ کر کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں نہ نکل کے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ ویسے ہی ہلاک کر دے گا اور تمہارے مال اسی کے پاس رہ جائیں گے۔ (یعنی جہاد چھوڑ کے اگر جان و مال بچانا چاہتے ہو تو یہ ویسے ہی نہیں بچیں گے جہاد کرو یا نہ کرو..... تو پھر عقلمندی اسی میں ہے کہ خود اپنی مرضی سے اپنی جان اور مال کی قربانی دو تا کہ کامیاب ہو جاؤ)

وای غرض لکم فی ترک الانفاق فی سبیل اللہ والجهاد مع رسولہ واللہ مہلکم فوارث اموالکم (المدارک)

امام نسفی فرماتے ہیں کہ یہ مال خرچ کرنے پر ابھارنے کا سب سے بلیغ طریقہ ہے۔

وهومن ابلغ الحث علی الانفاق فی سبیل اللہ (المدارک)

کوئی فتح

آیت مبارکہ میں جس فتح کا تذکرہ ہے اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

اکثر المفسرین علی ان المراد بالفتح فتح مکة۔ (القرطبی)

شعبی اور زہری کے نزدیک فتح حدیبیہ مراد ہے۔

وقال الشعبي والزهری فتح الحدیبیة (القرطبی)

قتادہ فرماتے ہیں دو قتال تھے اور دو خرچے۔ فتح مکہ سے پہلے کا قتال اور مال خرچ کرنا بعد والے قتال اور خرچے سے افضل تھا۔

قال قتاده كان قتالان احدهما افضل من الآخر، ونفتتان احدهما افضل من الأخرى كان القتال والنفقة قبل فتح مكة افضل من القتال والنفقة بعد ذلك (القرطبی)

مشکل حالات، زیادہ ثواب

آیت مبارکہ ان حضرات صحابہ کرام کی پوری امت پر فضیلت بیان فرما رہی ہے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے جہاد میں حصہ لیا اور اپنا مال بھی قربان کیا۔ اور یہ آیت مبارکہ تمام صحابہ کرام کے لئے کامیابی اور جنت کا اعلان فرما رہی ہے **وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْمُحْسِنِي** اور یہ آیت مبارکہ قیامت تک اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے لئے بشارت اور خوشخبری ہے۔

اور اشارہ اس آیت مبارکہ میں یہ بھی سمجھایا گیا کہ جب اسلام اور مسلمانوں کے لئے حالات سخت اور مشکل ہوں تو اس وقت جان و مال سے جہاد کرنا بہت بڑے اجر و مقام کا ذریعہ ہے۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنا اور مال خرچ کرنا نفس پر بہت بھاری پڑتا تھا کیونکہ مسلمان بہت تھوڑے تھے اور اسباب کی کمی تھی اور کفار سے سخت مقابلہ اور انکی طرف سے سخت مزاحمت تھی فتح مکہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو قوت مل گئی اور جہاد پہلے کی نسبت قدرے آسان ہوتا گیا۔ ملاحظہ فرمائیے احکام القرآن للجصاص وغیرہ۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس آیت مبارکہ کے ذیل میں کئی مفسرین کرام نے حضرات صحابہ کرام کے فضائل اور مناقب بیان فرمائے ہیں خصوصاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے کی سعادت کئی مفسرین نے حاصل کی ہے۔ امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ کے فضائل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بڑا حصہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے تفسیر بغوی، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی، اور تفسیر مظہری۔
صاحب انوار البیان لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں **وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْمُحْسِنِي** فرما کر اعلان فرمادیا سب کے لئے حسنی یعنی مغفرت اور جنت ہے اور سورہ توبہ کی آیت **وَالشَّيْقُونَ الْاَلَاوُونَ مِنَ الْمُهْجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ** میں مہاجرین و انصار کے لئے اور جو لوگ ان کا اتباع بالاحسان کریں ان کے لئے **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** فرمادیا اور یہ

بھی فرمادیا کہ ان کے لئے جنتیں تیار فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو دیکھو اور روافض کو دیکھو جنہیں اسلام کا دعویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو صحیح نہیں مانتے۔ یاد رہے کہ سابقین اولین میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے جن سے روافض کو انتہائی بغض ہے (بے شک یہ کھلی گمراہی ہے) (انوار البیان)

الحسنى، جنت

وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے سب سے (یعنی پرانے اور بعد والے مجاہدین اور منفقین) مال خرچ کرنے والوں سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

الحسنى سے مراد جنت ہے جیسا کہ مجاہد اور قتادہ نے روایت فرمایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عام ہے دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے اور دنیا میں بھلائی سے مراد نصرت اور نعمت ہے۔

ای المثوبة الحسنیٰ وهی الجنة علی ماروی عن مجاهد وقتادة وقيل: اعم من ذلك والنصر والغنيمة فی الدنیل (روح المعانی)

سورة الحدید آیت ۷ کا جہادی مضمون

کئی مفسرین کرام نے سورۃ الحدید کی آیت ۷ کے جہادی مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے البحر المحیط، جلالین اور تفسیر بیان القرآن۔ یہاں اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر جلالین کی عبارت پیش کی جا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

أٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ وَاَنْفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسْتَحٰلِفِيۡنَ فِیۡهِۗۤ ؕ فَاَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنْكُمۡ وَاَنْفَقُوۡا لَهُمۡ اَجْرٌ كَبِيۡرٌ (الحدید ۷)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس میں سے (یعنی اس مال میں سے) خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا ہے پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا انکے لئے بڑا اجر ہے۔ حضرت لاہوری لکھتے ہیں:-

کامیابی کا گڑ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرو اور مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ مال خرچ کرنے والوں کا بڑا اجر ہے (حاشیہ لاہوری)

تفسیر جلالین میں ہے:-

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے پر ڈٹے رہو اور اس مال میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو جو تم سے پہلے والوں سے لیکر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے والوں کو اس کا مالک بنا دے گا۔ یہ آیت جنگی والے جہاد یعنی غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے مال خرچ کیا ان

کے لئے بڑا اجر ہے۔ یہ اشارہ ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اُمّتوں کو مواعلی الایمان یا اللہ ورسوله و انفقوا فی سبیل اللہ مسما جعلکم مستخلفین فیہ من مال من تقدمکم وسیخلفکم فیہ من بعدکم نزل فی غزوة العسرة وہی غزوة تبوک فالذین امنوا منکم وانفقوا اشارة الی عثمان رضی اللہ عنہ لہم اجر کبیر۔ (جلالین) بیان القرآن میں ان آیات کا جو ربط بیان فرمایا گیا ہے وہ بھی اس آیت کے جہادی مضمون کی تائید کرتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْحَدِيدِ مَائِنَةً آیت ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعْفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پھر وہ اس کو اس کیلئے دگنا کر دے اور اس کیلئے عمدہ بدلہ ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا ایسا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا۔ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے قرض کے لفظ سے یہ سمجھایا کہ اس کا بدلہ یقینی ہے۔ اور بدلہ یہ ہے کہ اس مال میں خوب برکت ہوگی اور آخرت میں بہت معزز، عمدہ، اور پسندیدہ اجر ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس خرچ کرنے کا ثواب بھی خوب بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

جہاد میں خرچ کرو

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

قرض کے معنی یہ ہے کہ اس وقت خرچ کرو جہاد میں، پھر تم ہی دو تیس برتو گے، اور یہی معنی دو نے (یعنی بڑھادینے، دگنا دینے) کے ہیں۔ مالک اور غلام میں بیاج (یعنی سود) نہیں جو دیا سو اُس (مالک) کا اور جو نہ دیا سو اس کا۔ (موضح القرآن)

عجیب الہامی نکتہ بیان فرمایا کہ اس وقت جہاد میں خرچ کرو تو پھر تم ہی دنیا بھر کی دولتیں استعمال کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرات صحابہ کرام نے جہاد میں اپنا مال لگایا اور کچھ عرصہ بعد روم و فارس کے خزانے ان کے قدموں میں حقیر پڑے ہوئے تھے۔

معلوم یہ ہوا کہ جہاد میں مال خرچ کرنے کی ایک بڑی تائید ہے کہ اس کی برکت سے مسلمانوں کو معاشی استحکام نصیب ہوتا ہے جبکہ اصل بدلہ تو آخرت کا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کے پاس جو تھوڑا سا مال تھا۔ انہوں نے دین پر لگا دیا پھر وہ خزانوں کے مالک بنے مگر اس وقت بھی وہ مال میں مشغول نہیں ہوئے بلکہ ان کو جو کچھ ملتا گیا وہ دین کے کام آتا گیا اور مخلوق میں تقسیم ہوتا گیا۔ آج مسلمانوں نے مال کو وبال بنایا ہوا ہے، اسکو جمع کرتے ہیں اور اسکی خاطر ہرزت، غلامی اور محرومی برداشت کرتے ہیں۔ واللہ المستعان (واللہ اعلم بالصواب)

دین کی نصرت اور قتال میں مال خرچ کرنے کی تاکید

تفسیر کبیر میں ہے:-

اس آیت مبارکہ میں تاکید کے ساتھ ترغیب دی گئی ہے کہ لوگ اپنے اموال مسلمانوں کی نصرت، کافروں سے

قتال اور محتاج مسلمانوں کی مدد کے لئے خرچ کریں اور اس خرچ کرنے کو "قرض" کا نام دیا گیا کیونکہ اس کے بدلے میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

انه تعالى اتخذ بهذه الآية ترغيب الناس في ان ينفقوا اموالهم في نصرة المسلمين و قتال الكافرين
ومواساة فقراء المسلمين وسمى ذلك الانفاق قرصاً من حيث وعده الجنة (تفسير كبير)

المدارك میں ہے کہ قرض کا لفظ یہ سمجھاتا ہے کہ اس مال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

واستعبر لفظ القرض ليدل على التزام الجزاء (المدارك)

ترغيب کا عجيب مؤثر انداز

۱ آیت ۷ میں سمجھایا کہ تم اس مال کے "مُسْتَخْلَفٌ" ہو، مطلب یہ کہ تم سے پہلے یہ مال کسی اور کے پاس تھا۔ اب اس کے پاس نہیں رہا تمہارے پاس آ گیا ہے اور تمہارے پاس بھی نہیں رہے گا تمہاری زندگی میں یا مرنے کے بعد کسی اور کے پاس چلا جائے گا۔ پس اپنی باری میں اس مال پر اپنا قبضہ مضبوط کر لو یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے اپنا بنا لو۔

۲ آیت ۱۵ میں سمجھایا کہ یہ مال تو تمہیں ویسے ہی چھوڑ جانا ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا وارث ہے تو پھر اپنی مرضی اور خوشی سے یہ مال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیوں نہیں کر دیتے؟ یاد رکھو جتنے مشکل حالات میں خرچ کرو گے اتنا زیادہ اجر پاؤ گے۔

۳ آیت ۱۱ میں سمجھایا کہ تمہارا یہ مال خرچ کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے۔ سوچ لو یہ کتنی بڑی سعادت ہے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے تمہارے مال اور اجر کو بڑھا دیتا ہے، نیز یہ کہ اس کا بدلہ پاکیزہ جنت ہے۔ پس کون ہے خوش نصیب جو سعادت، برکت اور عزت کے اس راز کو سمجھے؟
حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے) سے برکت ہوگی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

قرض حسنہ کی دس صفات

حضرات مفسرین نے "قرض حسنہ" یعنی اچھے قرضے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر مال خرچ کرنے والا ان دس چیزوں کا اہتمام کرے تو اس کا خرچ کیا ہو مال "قرض حسنہ" ہوگا جس کے لئے برکت اور جنت کا وعدہ ہے۔

۱ مال حلال ہو۔

۲ اچھا اور عمدہ مال ہو۔

۳ خرچ کرنے والا خود بھی اس مال سے فائدہ اٹھا سکتا ہو، (بالکل موت کے منہ میں نہ پڑا ہو)

۴ مال وہاں دیا جائے جہاں زیادہ ضرورت ہو۔

- ۵ جتنا ممکن ہو چھپا کر دیا جائے۔
- ۶ دینے کے بعد احسان جتلانے اور ایذا پہنچانے سے بچا جائے۔
- ۷ اخلاص کے ساتھ دیا جائے۔ ریا کاری نہ ہو۔
- ۸ جتنا بھی زیادہ دیا جائے اسے کم اور حقیر سمجھا جائے (یعنی فخر میں مبتلا نہ ہو)
- ۹ اپنا پسندیدہ مال دیا جائے۔
- ۱۰ دیتے وقت اپنے نفس کی عزت اور فقیر کی ذلت کا خیال نہ ہو (یعنی خود کو بڑا اور فقیر کو حقیر نہ سمجھے) (السخاؤون ملخص از تفسیر کبیر)



مجموعہ مبارکہ

جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔ اس سعادت سے محروم رہنا بہت بڑی محرومی ہے۔ اور جب مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرتے ہیں تو انہیں بے شمار انفرادی اور اجتماعی فوائد دنیا اور آخرت میں نصیب ہوتے ہیں۔ اللہ کرے سب مسلمان اس عظیم اور بابرکت عمل کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ ملاحظہ فرمائیے جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت پر مشتمل چند روایات مبارکہ۔

سات سو گنا

۱ عن حریم بن فاتک قال: قال رسول اللہ ﷺ من انفق نفقة فی سبیل اللہ کتبت بسبعمانۃ ضعف (نسائی ص ۲۶۵، ترمذی ص ۴۲۴، الترمذی والترغیب والترہیب ص ۱۶۱ ج ۲)
حضرت خریم بن فاتک بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔

بڑھتا ہوا اجر

۲ عن ابی ہریرۃ "فی حدیث الأسراء ان رسول اللہ ﷺ أتى بفرس يجعل كل خطوة منه اقصى بصره فسار وسار معه جبرائیل علیہ السلام فأتی علی قوم یزرعون فی یوم ویحصدون فی یوم كلما حصدوا عاد کما کان فقال: یا جبرائیل من هؤلاء؟ قال هؤلاء المجاهدون فی سبیل اللہ تضاعف لهم الحسنۃ بسبعمانۃ ضعف وما انفقوا من شیء فهو یخلفه (رواه البزار بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۱۶۱ ج ۲)
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے (شب معراج میں) ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کا ہر قدم تاحد نظر پڑتا تھا حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے جبرائیل بھی آپ کے ساتھ تھے آپ ﷺ کا گدرا ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلے جیسے ہو جاتی تھی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے راستے کے

مجاہدین ہیں انکی نیکیاں سات سو گنا بڑھادی جاتی ہیں۔

(ترجمہ آیت) اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا ہے۔

بے شمار اجر و ثواب

۳ وعن ابن عمر قال: لما نزلت نمثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة واللّه يضاعف لمن يشاء واللّه واسع عليم قال رسول الله ﷺ رب زد امتي فنزلت انما يوقى الصابرون اجرهم بغير حساب۔ (صحیح ابن حبان بیہقی، الترغیب والترہیب ص ۱۲۱ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت (ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ آگے سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ البقرہ آیت ۱۷۷) نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی اے میرے رب میری امت کیلئے اور زیادہ عطاء فرما تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ جو اہل استقامت ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خفیہ خزانے

۴ عن معاذ بن جبل أن رسول الله ﷺ قال: طوبى لمن أكثر في الجهاد في سبيل الله من ذكر الله فان له بكل كلمة سبع مائة الف حسنة منها عشرة اضعاف مع الذي عند الله من المزيد قيل يا رسول النفقة؟ قال: النفقة على قدر ذلك قال عبدالرحمن فقلت لمعاذ: انما النفقة بسبع مائة ضعف فقال معاذ قل فهمك انما ذاك اذا انفقوها وهم مقيمون في اهلهم غير غزاة فاذا غزوا وانفقوا خبأ الله لهم من خزائن رحمته ما ينقطع عنه علم العباد و صفتهم فاؤنك حزب الله وحزب الله هم الغالبون۔ (رواه الطبرانی فی الكبير بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۱۶۲ ج ۲)

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (جنت کی) خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جسے جہاد میں نکل کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کیا بے شک اسے ہر کلمہ کے بدلے سات لاکھ نیکیاں ملتی ہیں اور ہر نیکی ان نیکیوں میں سے دس گنا بڑھائی جاتی ہے اس زیادتی کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطاء فرماتے ہیں پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ (جہاد میں) خرچ کرنے کا کیا اجر ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خرچ کرنا بھی اسی قدر (یعنی ذکر کی طرح) بڑھتا ہے (راوی) عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر تو سات سو گنا ہے؟ حضرت معاذ نے فرمایا تمہاری سمجھ بہت تھوڑی ہے سات سو گنا اجر تو بت ملتا ہے جب خرچ کرنے والا گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد کیلئے نہ نکلے لیکن اگر کوئی جہاد میں نکل کر خرچ

کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنی رحمت کے ایسے خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم نہیں پہنچ سکتا، اور ایسے لوگوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب رہتا ہے۔

مجاہدین کو مکمل سامانِ جہاد دینے کی فضیلت

۵ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: من جهز غازيا حتى يستقل كان له مثل اجرة حتى يموت او يرجع. (ابن ماجه - كتاب الجهاد - باب من جهز غازيا ص ۱۹۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے کسی غازی کو سامانِ جہاد فراہم کیا۔ یہاں تک کہ وہ کوچ کر گیا تو اس کے لئے غازی کے ثواب جتنا ثواب ہے یہاں تک کہ وہ (غازی) فوت ہو جائے یا لوٹ آئے۔

جنت میں استقبال

۶ عن صعصعة بن معاوية قال لقيت اباذر رضی اللہ عنہ قلت حدثني قال نعم قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد مسلم ينفق من كل مال له زوجين في سبيل الله الا استقبلته حجة الجنة كلهم يدعوه الي ما عنده قلت وكيف ذلك؟ ان كانت ابلا فبعيرين وان كانت بقرا فبقرتين. (رواه النسائي، باب فضل النفقة في سبيل الله ص ۶۵، ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جو مسلمان بندہ اپنے ہر مال میں سے ایک جوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا تو جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے اور اپنی چیزوں کی طرف اسکو بلائیں گے (تابعی راوی کہتے ہیں) میں نے کہا یہ (جوڑا دینا) کیسا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا اگر اونٹ ہیں تو دو اونٹ اور اگر گائے ہیں تو دو گائے۔

جنت کے ہر دروازے سے بلاوا

۷ عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ من انفق زوجين في سبيل الله دعته خزنة الجنة من ابواب الجنة يا فلان هلم فادخل فقال ابو بكر رضی اللہ عنہ يا رسول الله الذي لا توى عليه فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اني لا رجوان تكون منهم۔

(رواه النسائي، باب فضل النفقة في سبيل الله تعالى ص ۶۵، ج ۲، البخاری باب فضل النفقة في سبيل الله ص ۳۹۸، ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے ہر دروازے کا دربان (اپنی

طرف بلائے گا) کہ اے فلاں اس دروازے سے آؤ اس پر ابو بکرؓ بولے یا رسول اللہ ﷺ ایسے شخص پر تو کوئی خوف نہیں رہے گا۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہو گے۔

کچھ نہ کچھ جہاد میں ضرور لگاؤ

۸ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قوله وانفقوا فی سبیل اللہ قال: یقول لا یقولن احد کم لا اجد شیاً ان لم یجد الا مشقصا فلیجہزہ فی سبیل اللہ ولا تعلقوا بأیدیکم الی التہلکة (رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ص ۸۷، ۹)

حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول (اور خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں) کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہرگز کوئی نہ کہے کہ میں (خرچ کرنے کیلئے) کچھ نہیں پاتا اگر وہ سوائے پیکان (یعنی تیر) کے کچھ نہ پائے تو اسے بھی بطور سامانِ جہاد کے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیدے۔

(ترجمہ آیت: اور تم خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو، البقرہ آیہ ۱۹۵)

بہترین مال کونسا؟

۹ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ قام علی المنبر فقال انما اخی علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من برکات الارض۔ الی ان قال: وان هذه المال خضرة حلوة ونعم صاحب المسلم لمن اخذہ بحقہ فجعلہ فی سبیل اللہ والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل۔ (الحديث) (رواہ البخاری فی باب فضل النفقة فی سبیل اللہ ص ۳۹۸، ۹)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا میرے بعد تم پر دنیا کی جو برکتیں کھول دی جائیں گی میں تمہارے بارے میں اس سے خوفزدہ ہوں (کہ کہیں تم انہیں جتانہ ہو جاؤ)۔ (پھر آگے چل کر) ارشاد فرمایا اور بے شک یہ مال شاداب و شیریں ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جسے اس نے حلال طریقوں سے جمع کیا ہو اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد فی سبیل اللہ کے لئے) اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کیلئے وقف کر دیا ہو۔

جان، مال اور زبان سے جہاد

۱۰ عن انس ان النبی ﷺ قال: جاهدوا المشرکین بأموالکم وانفسکم وأستکم

(رواہ ابو داؤد فی کراہیة ترک الغزوة ص ۳۶، ارواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ص ۳۵، ۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مشرکین سے اپنے مالوں جانوں اور اپنی زبانوں

سے جہاد کرو۔

اپنا سامانِ جہاد دوسرے کو دے دو

۱۱ عن انس ان رجلاً من اسلم أتى النبي ﷺ فقال انى اريد الجهاد وليس معى ما اتجهز به فقال ان فلان اقد تجهز ثم مرض فاذهب اليه فقل ان رسول الله يقرنك السلام ويأمرك ان تعطينى ما اتجهز به فاتاه فقال لامراته انظرى ان تعطيه ما جهزتنى به ولا تحلبى منه شيئاً فيبارك الله لك فيه۔ (رواه مسلم فى باب فضل اعانة الغازى ص ۷۳ ج ۲ والبيهقى فى السنن الكبرى ص ۴۸ ج ۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس سامانِ جہاد نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا فلاں آدمی کے پاس جاؤ اس نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا تھا مگر پھر وہ بیمار ہو گیا (اور جہاد میں نہ جا سکا) پس اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنا سامانِ جہاد مجھے دیدیں وہ اس کے پاس آیا۔ تو اس نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ دیکھو! میرا تمام سامان اسکو دے دو اور اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دیں گے۔

تفلیح حج سے افضل

۱۲ عن عبد الله قال لأن امتع بسوط في سبيل احب الي من ان أحج حجة بعد حجة

(اخرجه الطبرانی فى الكبير برقم ۸۵۷۵ — ۹۱۵۸ بحواله مجمع الزوائد ص ۳۶۸ ج ۵)

حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک کوڑا دوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں بے درپے حج کروں۔

جہاد میں خرچ کرنے والوں کے لئے روشن مثال

۱۳ عن عبدالرحمن بن خباب قال شهدت النبي ﷺ وهو يحث على جيش العسرة فقام عثمان بن عفان فقال يا رسول الله على مائة بعير بأحلاسها واقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال يا رسول الله على مائتا بعير بأحلاسها واقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقال على ثلث مائة بعير بأحلاسها واقتابها في سبيل الله فأنا رأيت رسول الله ﷺ ينزل على المنبر وهو يقول ما على عثمان ماعمل بعد هذه ماعلى عثمان ماعمل بعد هذه (رواه الترمذى فى باب مناقب عثمان بن عفان ص ۲۸۹ ج ۲)

حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا اور آپ ﷺ جیش

عسرة (غزوہ تبوک کے لشکر) پر خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کجاوے اور پالان سمیت سواونٹ اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرے ذمے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لشکر پر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی۔ تو حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کجاوے اور پالان سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو سواونٹ میرے ذمے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لشکر پر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کجاوے اور پالان سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں تین سواونٹ میرے ذمے ہیں۔ پس میں نے حضور اکرم ﷺ کو منبر سے اترتے ہوئے دیکھا وہ فرما رہے تھے اسکے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کوئی بھی عمل نہ کرے تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اسکے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کوئی بھی عمل نہ کرے تو ان کا کوئی بھی نقصان نہ ہوگا۔

مقبول جہاد

۱۴ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انه قال الغزو غزوان فاما من ابتغى وجه الله واطاع الامام وانفق الكريمة وياسر الشريك واجتنب الفساد فان نومه ونبهه اجر كله واما من غزافخرا ورياء وسمعة وعصى الامام وافسد في الارض فانه لم يرجع بالكفافة (رواه النسائي ص ۶۵ ج ۲ رواه ابو داؤد باب فيمن يغزو ويلتمس الدنيا ص ۳۶۳ ج ۱. اوجز المسالك ص ۵۵۳ ج ۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد دو طرح کا ہے۔ پس وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی اور امیر کی اطاعت کی اور (راہ جہاد میں) عمدہ مال خرچ کیا اور اپنے ساتھی پر فراخی کی اور فساد سے بچا پس بے شک اسکا سونا، جاگنا سارا کا سارا ثواب ہے اور جس شخص نے فخر، دکھلاوے اور شہرت کیلئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد مچایا پس وہ کچھ بھی لیکر نہیں لوٹا۔

سخت مصیبت کی وعید

۱۵ عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال من لم يغزوا ويجهز غازيا أو يخلف غازيا في اهله بخير اصابه الله بقارعة قال يزيد بن عبد ربه في حديثه قبل يوم القيمة (رواه ابو داؤد باب كراهية ترك الغزو ص ۳۶۱ ج ۱)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے نہ خود جہاد کیا نہ مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت سے پہلے) کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرما دیں گے۔

افضل دینار

۱۶ عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل دینار ینفقه رجل دینار ینفقه علی عیالہ دینار ینفقه علی فرس فی سبیل اللہ دینار ینفقه علی اصحابہ فی سبیل اللہ۔ (رواہ ابن ماجہ باب فضل النفقة فی سبیل اللہ ص ۱۹۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خرچ ہونے والے دیناروں میں سے افضل دینار وہ ہے جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

لوگوں میں بہترین

۱۷ عن الحسن قال قال رجل لعمر رضی اللہ عنہ یا خیر الناس: قال لست بخیر الناس ألا أخبرکم بخیر الناس؟ قال بلی یا امیر المؤمنین قال: رجل من اهل البادية له صرمة من اہل أوغتم أتى به مصرامن الا مصار فباعها ثم انفقها فی سبیل اللہ وکان بین المسلمین و بین عدوهم فذلک خیر الناس۔ (رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ ص ۳۲۷ ج ۱۰)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے تمام لوگوں میں سے بہترین۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں لوگوں میں سے بہترین نہیں ہوں۔ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے امیر المؤمنین۔ تو ارشاد فرمایا دیہاتیوں میں سے وہ آدمی جس کا اونٹ یا بکریوں کا ریوڑ ہو وہ ان کو کسی شہر میں لائے اور بیچ دے اور پھر اس کو خرچ کر دے اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں اور وہ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان ہو پس یہی لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔



سُورَةُ الْحَدِيدِ مَائِنَةً آیت ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِۦٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۹

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک

وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۝ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِیْنَ

صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر اور ان کی روشنی ہوگی۔ اور جنہوں

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآیٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝۱۹

نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ جہنمی ہیں۔

خلاصہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے جنت میں خاص اجر اور صراط پر خاص نور ہوگا۔ اور کفار کے لئے جہنم ہے۔

آیت میں ”الشہداء“ کا مطلب

اس آیت مبارکہ میں بعض مفسرین ”شہداء“ کے لفظ کو اس کے لغوی معنی میں لیتے ہیں یعنی گواہی دینے والے اور بعض مفسرین کے نزدیک ”الشہداء“ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے والے افراد مراد ہیں۔ جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک حضرات انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جو اپنی امتوں پر گواہی دیں گے۔ بعض مفسرین نے دیگر اقوال بھی ذکر فرمائے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائے القرطبی، البحر المحیط، المدارک، ابن کثیر، خازن وغیرہا)

آیت مبارکہ کی ترکیب

بعض حضرات کے نزدیک ”وَالشَّهَدَاءُ“ کا عطف ”الصّٰدِقُوْنَ“ پر ہے، جیسا کہ ترجمہ میں اختیار کیا گیا جبکہ بعض حضرات کے نزدیک پہلا جملہ ”الصّٰدِقُوْنَ“ پر مکمل ہو جاتا ہے اور ”وَالشَّهَدَاءُ“ سے الگ جملہ شروع ہوتا ہے۔

مقام شہداء

ابن کثیر لکھتے ہیں:-

وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی شہداء نعمتوں والی جنتوں میں ہیں، بخاری اور مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک شہداء کی روحمیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوگی، جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی پھر ان قندیلوں میں بسیرا کریں گی۔ ان کے رب نے ان پر توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیں تاکہ ہم آپ کے راستے میں پہلے کی طرح جہاد کریں پھر قتل کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ دنیا کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر) ابن کثیر نے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں حضرات شہداء کرام کے دیگر فضائل بھی ذکر کئے ہیں، جو تفسیر ابن کثیر میں ملاحظہ فرمائیں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے اسکی تحقیق فرمائی ہے کہ جہاد میں قتل ہونے والے مجاہد کو شہید کیوں کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح المعانی۔ اور کئی مفسرین کرام نے صدیقین کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام کے بعض مناقب بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیے قرطبی، روح المعانی، مظہری وغیرہا۔



سُورَةُ الْحَدِيدِ مَائِنَةً

آیت ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازو (عدل) بھی بھیجی تاکہ

لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاسٌ شَدِيْدٌ وَمَنْ اٰفِعُ

لوگ انصاف کو قائم رکھیں اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں

لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

اور تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زور آور

عَزِيْزٌ

غالب ہے۔

خلاصہ

دنیا اور آخرت میں کامیابی کا نصاب

۱ ایمان

۲ کتاب اللہ پر عمل (اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا جس کا ذکر اس سورۃ کی کئی آیات میں ہے)

۳ عدل و انصاف کا قیام

۴ لوہے سے حاصل کردہ جنگی طاقت

۵ دین کی نصرت کے لئے جہاد فی سبیل اللہ

جب اہل اسلام اجتماعی طور پر اس نصاب پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو قوت اور غلبہ عطا فرمائے گا۔ بے شک وہ قوی اور غالب ہے۔

کامیابی کا مکمل قانون

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

کامیابی کا مکمل قانون یہی ہے کہ انسان ارادہ الہی کے ماتحت ہو کر چلے اور انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ) کرے یہ دو چیزیں پہلے (پچھلی آیات میں) آچکی ہیں علاوہ اس کے اپنی اور اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے لوہے سے کام لے دشمن کے مقابلہ کے لئے جس طرح سے کام آسکے۔ ہتھیاروں کے

تعال (یعنی جہاد میں استعمال کرنے) سے یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ کون شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا ہے اور فتح اس خدا پرست جماعت کو ہوگی۔ (حاشیہ حضرت لاہوری)

آسان تفسیر

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت کا اور انہیں واضح احکام کے ساتھ بھیجنے کا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ **الْكِتَابُ** جنس ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابیں مراد ہیں۔ اور عربی میں **الْمِيزَانُ** ترازو کو کہتے ہیں، بعض حضرات نے اس کا ترجمہ ترازو ہی کیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ صحیح ناپ تول کی جاتی ہے۔ اور وہ آلہ عدل و انصاف ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ انصاف کیا ہے دونوں صورتوں کا مطلب اور مآل ایک ہی ہے۔ رسولوں کو بھیجنے، کتاب کے نازل کرنے اور میزان کے اتارنے کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ **يُعْطِي النَّاسَ بِالْقِسْطِ** تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں۔

اس کے بعد فرمایا **وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ** اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدید ہیبت ہے، جہاد کے لئے جو ہتھیار بنائے جاتے ہیں، نیزہ، تلوار، خنجر، بندوق، لوہے ہی سے بنتے ہیں اور ان کے علاوہ جو ہتھیار ہیں حتیٰ کے آجکل کے میزائل، بم اور دوسرے ہتھیاروں کی تیاری میں بھی لوہے کا کچھ نہ کچھ (بلکہ کافی) دخل ضرور ہے ان ہتھیاروں کا ڈر لوگوں پر سوار رہتا ہے۔ اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے انہیں ہتھیاروں کو استعمال کر کے کفر کو مٹانے کے لئے کافروں پر حملہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھتی ہے ساری دنیا کے کافروں کو ڈر ہے تو یہی ہے کہ مسلمان جہاد شروع نہ کر دیں۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذَٰلِكَ فَعَنَّا وَنُصِرْهُمُ اور لوہے میں لوگوں کے لئے طرح طرح کے منافع ہیں۔ مشینیں تو لوہے کی ہیں ہی اور دوسری جتنی بھی چیزیں بنی آدم کے استعمال میں ہیں تقریباً سب ہی میں کسی نہ کسی درجہ میں لوہے کا دخل ضرور ہے، اگر لکڑی کی چیز ہے تو اس میں بھی لوہے کی کیل ٹھونگی ہوئی ہے اور وہ بھی لوہے کے ہتھوڑے سے ٹھونکی گئی ہے، تعمیرات میں لوہے کا استعمال ہے، کھیتی میں ہل اور ٹریکٹر کی خدمات ہیں، جانوروں کے موہوں میں لوہے کی لگا میں ہیں پائیدان بھی لوہے کے ہیں پیٹرول لوہے کے آلات کے ذریعے بنتا (یعنی صاف اور تیار ہوتا) ہے، ہوائی جہاز اور گاڑیاں لوہے سے بنتی ہیں وغیرہ وغیرہ الی ما لا تحصى **وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ** جب جہاد کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے یہ جانتے ہوئے کہ ہم قتل بھی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے دین اور رسولوں کی مدد کرنے کے لئے ہتھیار لے کر نکل کھڑے ہوتے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی نہیں، پھر بھی جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے پھر جس جس چیز کا ظہور ہوتا ہے اس کے علم میں آتا رہتا ہے کہ یہ بھی وجود میں آیا ہے، بلکہ وجود ہی وہ بخشتا ہے۔ اس علم کو ظہور کہا جاتا ہے۔ (انوار البیان تسہیل)

افسوس کے آجکل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں

”پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتے ہیں ① **فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ** کہ اس میں جنگ کے وقت بڑی سختی اور شدت ہے اس لئے کہ تلوار، بندوق، نیزہ، گرز، توپ وغیرہ تمام آلات جن سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں ② **وَمَنَافِعُهُ لِلنَّاسِ** اور بہت منافع ہیں، اس لئے کہ انسان کی حاجت کے متعلق جتنے پٹھے ہیں زراعت، معماری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات استعمال ہوتے ہیں، افسوس آجکل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں رہا جس سے یہ نوبت پہنچی۔ ③ **وَلِيَعْلَمَنَّ اللَّهُ** تیسرا فائدہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے مددگاروں اور حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کہ کون ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہتھیار (یعنی اسلحہ) باندھ کر اللہ تعالیٰ کا قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور دنیا میں ظلمت و فساد پھیلانے والوں اور اہل ایمان پر ظلم کرنے والوں کی خبر لیتا ہے، اس میں جہاد کی ترغیب ہے۔ (حقانی تسہیل)

کامیابی اور غلبے کا قانونِ فطرت

اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان رسولوں پر فرشتوں کو نازل فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں معجزات اور کھلی نشانیاں ظاہر فرمائیں تاکہ لوگوں کو ان کے پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اور ہر رسول کو انسانوں کی کامیابی اور ہدایت کے لئے کتابیں اور صحیفے عطا فرمائے ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا وہ ”قانون“ درج تھا جس پر عمل کرنے میں انسانوں کے لئے یقینی کامیابی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ترازو اتارا۔ ہر چیز کا ترازو، جس کے ذریعہ انصاف کے ساتھ ناپ تول ہوتی ہے اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے ہوتے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ سرکش لوگ نہ کتاب پر عمل کریں گے اور نہ معاشرے میں انصاف قائم ہونے دیں گے تو پھر کتاب نافذ کیسے ہوگی اور انصاف جاری کیسے ہوگا۔ تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے لوہا بھی اتارا ہے۔ جنگی قوت اور رعب کا سامان اور ایک نفع بخش چیز۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس لوہے کو استعمال کر کے کون اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اللہ تعالیٰ کے قانون کو جاری کرنے کے لئے لوہے کا اسلحہ اٹھا کر جہاد کریں گے تو انہیں قوت اور غلبہ مل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا دین بھی غالب ہوگا۔ اور معاشرے میں عدل و انصاف بھی قائم ہو جائے گا۔ مگر جہاد کا یہ عالیشان کام اللہ تعالیٰ کے وہی بندے سرانجام دیں گے جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور اس کے رسول ﷺ سے وفا کرنے والے اور دین حق کے شیدائی ہوں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جہاد بھی ہدایت کا ذریعہ ہے

”رسولوں کو نازل فرمانے کی نعمت کے ساتھ (ایک اور انعام کا ذکر فرمادیا گیا کہ لوہے کو اتارا جس میں سختی ہے اور لوگوں کے واسطے منافع ہیں، یعنی عالم کی ہدایت جس طرح رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے ہے اسی کے ساتھ

ہدایت کا دوسرا ذریعہ ”جہاد“ ہے کہ جو لوگ اپنی طبعی کجروی (یعنی گمراہی) سے باز نہ آئیں (وہ) نہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانیں اور نہ انصاف کی ترازو کو سیدھا رکھیں جس سے نظام عالم اور اس کا امن و راحت اور رشد و فلاح وابستہ ہے تو پھر ان سے جہاد و قتال ہوگا اور اس وقت ان باغیوں کے مقابلہ کے لئے تلوار اٹھانا پڑے گی اور ظاہر ہو جائے گا کہ کون اللہ تعالیٰ کا مخلص و فرمانبردار ہے اور کون نافرمان و باغی۔ (معارف القرآن کا ندرتوں کا حصہ)

جہاد میں تمہارا اپنا فائدہ ہے

وَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ اس جملہ کا عطف محذوف جملہ پر ہے مطلب یوں ہوگا۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے لڑو اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ اسکی اور اس کے رسولوں کی مدد کون کرتا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قِيَوْمَ اللّٰهِ قَوِيٌّ اللہ تعالیٰ قوی ہے، جس کو ہلاک کرنا چاہے اس کو ہلاک کر سکتا ہے عَزِيزٌ زبردست ہے، وہ محتاج نہیں کہ کوئی اسکی مدد کرے، لوگوں کو جہاد کا حکم اس نے صرف اس لئے دیا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کریں، اور تعمیل حکم کر کے ثواب کے مستحق بن جائیں اور دین کو غلبہ حاصل ہو جائے یا مجاہدوں کو شہادت کا درجہ مل جائے۔ (پس جہاد میں جہاد کرنے والوں ہی کیلئے فوائد ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو نہ کسی کی عبادت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے جہاد کی) (تفسیر مظہری)

تلوار حجۃ اللہ ہے

امام نسفی لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی جو شریعت کا قانون اور احکام دیدیہ کا دستور ہے یہ کتاب ہدایت کا راستہ بتاتی ہے حدود اور احکامات سکھاتی ہے، عدل و انصاف کا حکم دیتی ہے اور ظلم اور زیادتی سے منع کرتی ہے۔ اور میزان کے ذریعہ لوگوں کے معاملات اور لین دین میں انصاف قائم ہوتا ہے اور ظلم و زیادتی سے بچاؤ ہوتا ہے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سنانے والی کتاب اور معاملات کو سیدھا کرنے والی میزان پر عام لوگوں کو عمل کی انگلیخت تلوار سے ہی ملتی ہے، اس تلوار سے جو منکروں اور ضدی لوگوں پر حجۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور جو لوگ اجتماعیت سے اپنا ہاتھ کھینچ رہے ہوں ان کو بھی تلوار سیدھا کرتی ہے۔ پس یہی وہ لوہا ہے جس کے بارے میں فرمایا **فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ** کہ اس میں سخت جنگ اور ہیبت ہے۔ (مفہوم المدارک)

امام ابو حیان لکھتے ہیں:-

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ سے مراد وہ اسلحہ ہے جس سے قتال کیا جاتا ہے۔

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ ای السلاح الذی یبأشر بہ القتال۔ (البحر المحیط)

لوہے کی قوت، دفاع اور حملہ

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ یعنی لوہے میں بہت قوت ہے اسی سے ڈھال بنتی ہے جو دفاع کا آلہ ہے اور اسی سے اسلحہ بنتا

ہے جو مارنے کا آلہ ہے۔

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ اِى قُوَّةٌ شَدِيدَةٌ فَمِنْهُ جَنَّةٌ وَهِيَ اَلَّةُ الدَّفْعِ وَمِنْهُ سِلَاحٌ وَهِيَ اَلَّةُ

الضرب (تفسیر الخازن)

پس اس سے سبق ملا کہ کتاب اللہ کے حاملین کو لوہے کی طاقت استعمال کر کے اپنا دفاع بھی کرنا چاہیے اور لوہے کی طاقت استعمال کر کے اقدامی قتال بھی کرنا چاہیے، قرآن پاک نے ذوالقرنین کا واقعہ بیان فرمایا ہے انہوں نے لوہے کی طاقت کو استعمال کر کے یا جوج ماجوج کے حملوں سے ایک مظلوم قوم کا دفاع فرمایا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تلوار کے ساتھ ہوئی

ابن کثیر اور دیگر مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بالسيف بين يدي الساعة حتى يعبد الله وحده لا شريك له وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل الذلة والصغار على من خالف امرى ومن تشبه بقوم فهو منهم۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مجھے قیامت سے پہلے تلوار دیکر بھیجا گیا ہے تاکہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو جس کا کوئی شریک نہیں اور میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور ذلت و خواری اس پر ڈال دی گئی ہے جو میرے دین کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا۔

یہاں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کو لوہے کے کچھ اوزار بھی عطا فرمائے، جیسا کہ حضرات مفسرین نے عام طور سے پانچ اوزار کا تذکرہ کیا ہے، اس وقت زمین کی آبادی منظور تھی تو اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اوزار عطا فرمائے اور جب زمین کی اصلاح اور زمین والوں کی ہدایت منظور تھی تو اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو رسالت اور کتاب کے ساتھ تلوار بھی عطا فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے اس تلوار کو کیسے استعمال فرمایا یہ کسی سے مخفی نہیں۔ آپ ﷺ ”نبی الملاح“ ”نبی السیف“ اور ”قتال“ جیسی صفات بھی رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کی تلواریں خریدیں، جب گھر میں فاقے تھے تب بھی آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں گیارہ تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی موجود تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے سے اچھا اسلحہ خریدا اور جب بھی کوئی بڑا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے اسلحہ خریدنے اور عسکری قوت بڑھانے کو ترجیح دی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مجموعہ مبارکہ

نہایت محبت، احترام اور عمل کی نیت سے ملاحظہ فرمائیے۔ چند روایات۔ جو مسلمان کے دل میں جہادی اسلحے کی محبت پیدا کرتی ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ذاتی اسلحے کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ اور دشمنان اسلام نے دیندار مسلمانوں کے دلوں میں اسلحے کے بارے میں جو وحشت اور نفرت پیدا کر دی ہے۔ اس کا ازالہ فرماتی ہیں۔

میں تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں

① عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ-

بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى تعبدوا الله وحده لا شريك له وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل الذل والصغار على من خالف أمري و من تشبه بقوم فهو منهم۔
(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰ دارالكتب العلمية)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرو اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت اور پستی مقرر کر دی گئی ہے اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔

جنت تلواروں کے سائے میں

② عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال سمعت ابی بحضرة العدو يقول قال رسول

الله ﷺ " ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف" (ترمذی ابواب فضائل الجهاد ج ۱ ص ۲۲۸)

ترجمہ: ابو بکر بن ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) کو دشمن کے آمنے سامنے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔"

آقا ﷺ کی تلوار

③ عن محمد بن ميسرة قال كان اسم سيف رسول الله ﷺ ذا الفقار واسم درعه ذات

الفضول۔ (مصنف عبدالرزاق باب اسم سيف رسول الله ﷺ ج ۵ ص ۲۹۵)

ترجمہ: محمد بن میسرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا نام ”ذوالفقار“ اور آپ ﷺ کی زرہ کا نام ”ذات الفضول“ تھا۔

تلواروں کی زینت

۴ عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان اسم سيف رسول الله ﷺ ذوالفقار قال جعفر رأیت سيف رسول الله ﷺ قائمه من فضة ونعله من فضة و بین ذلك حلق من فضة۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۹۶)

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا نام ”ذوالفقار“ تھا۔ جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو دیکھا اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور درمیان کا نچلا حصہ بھی چاندی کا تھا اور ان دونوں کے درمیان چاندی کے حلقے تھے۔

۵ عن جعفر بن محمد عن ابیہ نحو هذا قال: اقماعه من ورق یعنی رأسه و كان فی درعه حلقتان من ورق۔ (حوالہ بالا)

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اس تلوار کا سرا چاندی کا تھا اور آنحضرت ﷺ کی زرہ میں بھی دو حلقے چاندی کے تھے۔

۶ عن انس: كانت قبیعة سيف رسول الله ﷺ فضة۔ (ابو داؤد ج ۱ ص ۷۲ باب فی السیف یحلی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے دستے کا حلقہ چاندی کا تھا۔

۷ عن مزیدة قال دخل رسول الله ﷺ یوم الفتح و علی سیفه ذهب و فضة۔ (ترمذی باب ماجاء فی السیوف و حلیتها ج ۱ ص ۴۳۱)

ترجمہ: حضرت مزیدہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی تلوار سونے اور چاندی سے مزین تھی۔

۸ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ”ان سيف عمر بن خطاب ﷺ كان محلی بالفضة۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۹۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی چاندی سے مزین تھی۔

تلوار اٹھانا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے

۹ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال: من سل سیفه فی سبیل الله فقد بايع الله۔ (ابن مردویہ بحوالہ کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار کھینچی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی۔“

تلوار ذریعہ جہاد

۱۰ عن كعب بن مالك رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: ان المؤمن يجاهد بسيفه

ولسانه (كنز العمال بحواله طبرانی ج ۴ ص ۳۵۷)

ترجمہ: کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے۔

تلوار کا فروں کیلئے عذاب

۱۱ عن عقبه بن مالك قال قال رسول الله ﷺ عقوبة هذه الأمة بالسيف (كنز العمال

بحواله خطیب ج ۴ ص ۲۸۶)

ترجمہ: عقبہ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت (کے کفار) کی سزا تلوار ہے۔

تلوار مجاہد کی زینت

۱۲ عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ السيف اريدة المجاهدين (كنز العمال

بحواله المحاملي ج ۴ ص ۲۹۹)

ترجمہ: زید بن ثابتؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تلواریں مجاہدین کی چادریں ہیں۔

تلوار اور تلوار اٹھانے والے کیلئے آقا ﷺ کی دعاء

۱۳ عن هشام بن عروة ان اول رجل سل سيفه في الله الزبير، نفخت نفخة من الشيطان

اخذ رسول الله ﷺ والنبي باعلى مكة فخرج زبير يشق الناس بسيفه فلقي النبي ﷺ

فقال له مالك يا زبير؟ قال اخبرت انك اخذت قال فدعاه ولسيفه (مصنف عبدالرزاق

باب اول سيف في الاسلام ج ۵ ص ۲۹۰)

ترجمہ: ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے تلوار اٹھائی زبیرؓ تھے۔ شیطان نے افواہ اڑائی کہ نبی کریم ﷺ گرفتار کر لئے گئے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ اس وقت مکہ کے اوپری حصے میں تھے، زبیرؓ نے اپنی تلوار لے کر لوگوں کو چیرتے ہوئے نکلے نبی کریم ﷺ کی ان سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے پوچھا زبیر تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایسی خبر سنی (کہ آپ گرفتار ہو گئے ہیں) ہشام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے اور ان کی تلوار کیلئے دعاء فرمائی۔

تلوار کی کمائی، نجات والی کمائی

۱۲ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اظللکم فتن قطع الہیل المظلم انجی الناس منها صاحب شاہقۃ یا کل من رسل غنمہ او رجل من وراء الدروب اخذ بعنان فرسہ یا کل من فیہی سیفہ۔ (المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: فتنے تمہیں اس طرح ڈھانپ لیں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے، ایسے میں سب سے زیادہ نجات والے دو شخص ہوں گے، ایک بڑے ریوڑ والا جو اپنی بکریوں سے اپنا رزق حاصل کرے اور دوسرا وہ شخص جو پہاڑی دروں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام (جہاد کیلئے) تھامے ہوئے ہو اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والا مال غنیمت کھائے۔

جنت کی کنجیاں

۱۵ عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال سمعت ابی تجاہ العدو یقول سمعت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان السیوف مفتاح الجنۃ۔ (الحدیث) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابو بکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو دیکھا کہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے ”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے آگے فخر فرمانا

۱۶ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یباہی بالمتقلد سیفہ فی سبیل

اللہ ملنکتہ وهم یصلون علیہ مادام متقلدہ۔ (کنز العمال بحوالہ طبرانی ج ۴ ص ۳۳۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں (جہاد کیلئے) تلوار لڑکانے والے پر اپنے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور فرشتے اس شخص کیلئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ تلوار لڑکائے رہے۔

خرچہ بچا کر اسلحہ خریدو

۱۷ عن عمر رضی اللہ عنہ قال: کانت اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علی رسولہ مما لم یوجف

المسلمون علیہ من خیل ولاد کاب فکانت لرسول صلی اللہ علیہ وسلم خاصة وکان ینفق علی اہلہ

نفقة سنة ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراۃ عدة فی سبیل اللہ۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۰، باب المجن ومن تترس بترس صاحبه)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مال فئے تھے۔ یعنی مسلمانوں کے لڑے بغیر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطاء فرمائے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنے اہل و عیال کا

سال بھر کا خرچہ نکالتے اور بقیہ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی تیاری کیلئے اسلحہ اور سواریاں خریدنے پر صرف فرماتے۔

قیدیوں کی قیمت سے اسلحہ کی خریداری

۱۸ عن زید بن طلحة عن ابيه قال: لما سبى بنو قريظة النساء والذرية باع رسول الله ﷺ منهم من عثمان بن عفان و عبد الرحمن بن عوف طائفة وبعث طائفة الى نجد وبعث طائفة الى الشام مع سعد بن عبادة يبيعهم ويشترى لهم سلاحاً وخيلاً۔ (کتاب المغازی للواقدي ج ۲ ص ۲۲۰)

ترجمہ: زید بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنو قریظہ کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے میں کچھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا اور کچھ کو نجد کی طرف بھیجا اور ایک حصہ کو حضرت سعد بن عبادہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا تاکہ انہیں بیچ کر اسلحہ اور گھوڑے خریدیں۔

بدل صلح میں اسلحہ

۱۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: صالح النبي ﷺ اهل نجران على حلة النصف في صفر والنصف رجب يؤدونها الى المسلمين وعارية ثلاثين درعا وثلاثين فرسا وثلاثين من كل صنف من اصناف السلاح يغزون بها۔ (جمع الفوائد ج ۳ ص ۲۹ بحوالہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے صلح فرمائی اس شرط پر کہ وہ دو ہزار جوڑے (کپڑے) ہر سال دیں گے نصف صفر کے مہینے میں اور نصف رجب میں اور مسلمانوں کو جہاد کیلئے تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر نوع کا اسلحہ تیس تیس کی مقدار میں عاریتہ دینگے۔

تلواریں مہنگی نہ کرو

۲۰ عن عبد الله بن بسر رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: لا تغالوا في الثمان السيوف فانها مأمورة۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۳۳۹ بحوالہ دیلمی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تلواروں کی قیمت میں مہنگائی نہ کرو کیونکہ ان کے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نیزہ رکھنا گناہوں سے نجات کا باعث

۲۱ عن ابي هريرة رضي الله عنه من اعتقل رمحاني سبيل الله عقله الله من الذنوب يوم القيامة۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۳۰۶ بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنے کے لئے نیزہ باندھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے گناہوں سے آزادی نصیب فرمائیں گے۔

نیزہ بازی، پسندیدہ کھیل

۱۲ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: بیننا الحبشة یلعبون عند النبی بحرابہم دخل عمر فأوی الی الحصی فحصبہم بہا فقال دعہم یا عمر۔ (بخاری ج ۶ ص ۴۰۶ باب اللہو بالحراب ونحوها)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حبشہ کے لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عمر تشریف لائے اور کنکریاں اٹھا کر ان کی طرف پھینکیں (تاکہ وہ یہ کھیل بند کریں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر انہیں چھوڑ دو۔ (کھیلنے دو)

جنگی ٹوپی پہننا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

۱۳ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکة یوم الفتح وعلی رأسہ مغفر۔ (سنن ابن ماجہ ۲۰۱ باب السلاح)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر جنگی ٹوپی تھی۔

تیر اندازی کے فضائل

قوت تیر اندازی ہے

۱۴ عن عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو علی المنبر یقول: واعدواہم ما استطعتم من قوۃ ألا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی ألا ان القوۃ الرمی۔ (ابو داؤد ج ۳ ص ۳۶۳ باب فی الرمی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے: ”اور تیار کرو ان کفار کے مقابلے کیلئے طاقت، خوب سن لو طاقت پھینکنے میں ہے“ تین بار ارشاد فرمایا۔

ایک تیر سے تین لوگ جنت میں

۱۵ عن عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یدخل بالسهم الواحد ثلاثۃ نفر الجنة صانعہ یحتسب فی صنعته الخیر والرامي بہ ومنبلہ وارموا

وار کبوا وان ترموا احب الی من ان ترکبوا لیس من اللہ والا ثلث تأدیب الرجل فرسه
وملا عبته اہله ورمیه بقوسه ونبله ومن ترک الرمی بعد ما علمه رغبۃ فأنها نعمة ترکها
أوقال کفرها۔ (ابو داؤد ج ۱ ص ۳۶۳ باب فی الرمی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے میں تین لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اس کے بنانے والے کو اگر اس کی نیت خیر کی ہو، اسے دشمن کی طرف پھینکنے والے کو اور اسے اٹھا کر تیر انداز کو پکڑانے والے کو، تم تیر اندازی اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑ سواری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ تین کے علاوہ کوئی کھیل پسندیدہ نہیں ہے۔

۱ اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا ۲ اپنے اہل سے کھیل کو دکرنا ۳ اپنی کمان اور تیر سے نشانہ بازی کرنا اور جس نے تیر اندازی کو سیکھنے کے بعد اعراض کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا تو اس نے ایک نعمت چھوڑ دی یا یوں فرمایا کہ ایک نعمت کی ناقدری کی۔

غلام آزاد کرنے کا ثواب

۱۱ عن عمرو بن عبسۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رمی العدو بسهم بلغ سهمه العدو أصاب أو أخطأ فیعدل رقبة۔ (ابن ماجہ ص ۲۰۲ باب الرمی فی سبیل اللہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے دشمن کی طرف تیر پھینکا، اس کا تیر دشمن تک پہنچ گیا نشانے پر لگا یا نہ لگا اس کیلئے یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

۱۲ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رمی رمیۃ فی سبیل اللہ قصرًا وبلغ کان له مثل أجر أربعة اناس اعتقہم من بنی اسماعیل۔ (جمع الفوائد ج ۳ ص ۳ بحوالہ ہزاز)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک تیر پھینکا وہ راستے میں گر گیا یا دشمن تک پہنچا دونوں صورتوں میں اس تیر انداز کیلئے بنی اسماعیل (عرب) کے چار غلام آزاد کرنے جتنا اجر ہوگا۔

ہر تیر پر جنت کا ایک درجہ

۱۳ عن ابی نجیح الاسلمی رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من بلغ بسهم فی سبیل اللہ فہولہ درجۃ فی الجنۃ۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۸ باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل اللہ عزوجل)

ترجمہ: حضرت ابو نجیح اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمن تک ایک تیر پہنچایا یہ تیر جنت میں اس کیلئے ایک درجے کا ذریعہ ہے۔

تیر اندازی اور قرآن پاک سیکھو

۳۱ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ تعلموا الرمی والقرآن وخیر ساعات

المومن حين یذکر الله عزوجل۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۵۵ بحوالہ الدیلمی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی اور قرآن سیکھو اور مومن کا بہترین وقت وہ ہوتا ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو۔

ہدف تک چلنا جنت کے باغ میں چلنا

۳۲ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ تعلموا الرمی فان ما بین هدفین روضة من ریاض الجنة۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۳۵۵ بحوالہ الدیلمی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں تیر اندازی سیکھو بے شک دو ہدفوں کے درمیان کا فاصلہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (اس سے مراد وہ فاصلہ ہے جو تیر انداز اور ہدف کے درمیان ہو، تیر انداز نشانہ بازی کی مشق کرتے وقت تیر چلا کر بار بار ہدف کی طرف جاتا ہے تاکہ دیکھ سکے کہ اس کا تیر درست لگا یا نہیں، اس درمیانی فاصلے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے)۔

امن کے زمانے میں بھی تیر اندازی کی مشق جاری رکھو

۳۱ عن عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ستفتح علیکم

ارضون ویکفیکم اللہ فلا یعجز احد کم ان یلہو بأسہمہ۔ (صحیح مسلم

ج ۲ ص ۲۳۱ باب فضل الرمی والحث علیہ و ذم من علمہ ثم نسیہ)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: عنقریب زمینیں تم پر کھول دی جائیں گی (تمہارے قبضے میں آجائیں گی) اور اللہ تعالیٰ تمہاری کفایت کرے گا پس تم میں سے کوئی اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو (سستی نہ کرے)

سب سے پسندیدہ کھیل

۳۲ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال رسول اللہ ﷺ احب الہو الی اللہ تعالیٰ اجراء الخیل

والرمی۔ (جامع الاحادیث للسیوطی ج ۱ ص ۱۰۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کھیل گھوڑے دوڑانا اور تیر اندازی کرنا ہیں۔

کمان سب سے افضل السلحہ

۳۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما مد الناس أيديهم الي شئ من السلاح

الاول للقسوس فضل۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۵۵ بحوالہ الديلمی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اپنے ہاتھ اسلحے کی جس چیز کی طرف بڑھاتے ہیں انہیں سے کمان کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔

عربی کمانیں، بانس کے نیزے، فتوحات کے ضامن

۳۴ عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عليكم بالقنا وبالقسى العربية فان بها يعز

الله دينكم ويفتح لكم البلاد۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۵۹ بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھوکھلے (بانس کے) نیزوں اور عربی کمانوں کو لازم پکڑو، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے تمہارے دین کو عزت سے نوازے گا اور تمہیں شہروں پر فتح دے گا۔

۳۵ عن علي كرم الله وجهه قال: كانت بيدي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قوس عربية فرأى رجل

بيده قوس فارسية فقال ما هذه القها وعليكم بهذه واشباهها ورماح القنا فانهما يزيد الله

لكم بهما في الدين ويمكن لكم في البلاد۔ (سنن ابن ماجہ ۲۰۲ کتاب السلاح)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں عربی کمان تھی، ایک شخص کو دیکھا گیا کہ اس کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اسے پھینک دو اور عربی کمان یا اس کی ہم مثال کمانوں کو اور بانس کے نیزوں کو لازم پکڑو بے شک اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے تمہیں دین میں ترقی دے گا اور تمہیں شہروں پر حکومت عطا فرمائے گا۔

غازی کے اسلحہ پر اللہ تعالیٰ کا فخر

۳۶ عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من تقلد سيفاً في سبيل الله قلده الله يوم

القيامة وشاحين من الجنة لا تقوم لهما الدنيا وما فيها من يوم خلقها الي يوم يفتنيها

وصلت عليه الملائكة حتى يضعه عنه وان الله ليباهي ملائكته بسيف الغازی ورمحه

وسلاحه واذا باهى الله بعبد من عباده لم يعذب به بعد ذلك ابدا۔ (کنز العمال

ج ۴ ص ۳۳۸ بحوالہ ابن النجار)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے تلوار لڑائی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کے دو ہار پہنائیں گے جن کی قیمت دنیا اور اس کے یوم تخلیق سے لیکر

یوم فناء تک اس میں جو کچھ ہے نہیں بن سکتے اور فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ یہ تلوار لٹکائے رکھے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے غازی کی تلوار، غازی کے نیزے اور اس کے اسلحہ پر فخر فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس بندے پر فخر فرمائیں اسے کبھی بھی عذاب نہیں دیتے۔

جہاد کیلئے اسلحہ بھیجنا

۱۷۲ عن جبلة بن حارثة رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا لم يغز اعطى سلاحه علياً واسامة

رواه احمد والكبير والوسط - (جمع الفوائد ج ۳ ص ۸)

ترجمہ: حضرت جبلة بن حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خود کسی جنگ میں شریک نہ ہوتے تو اپنا اسلحہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرماتے۔

خود اور زرہ تیار رکھنے کا اجر

۱۷۳ عن الحسن قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتخذ مغفراً لمجاهد ته غفر الله له ومن اتخذ

بيضة بيض الله وجهه يوم القيامة ومن اتخذ درعا كانت له سترامن النار يوم القيامة

(كنز العمال ج ۴ ص ۳۴۰ بحوالہ الخطيب)

ترجمہ: حضرت حسن سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جہاد کیلئے جنگی ٹوپی بنائی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائیں گے اور جس نے بیضہ بنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو روشن کرینگے اور جس نے زرہ بنائی وہ اس کیلئے قیامت کے دن جہنم سے پردہ ہوگی۔ ("مغفر" اس جنگی ٹوپی کو کہتے ہیں جو صرف سر پر ہو اور "بیضہ" اس خود کو کہتے ہیں جو کندھوں تک آئے)

کمان تیار رکھنے کا فائدہ، فقر سے نجات

۱۷۴ عن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتخذ قوسا فبیته نفى الله عنه الفقر اربعين

سنه - (كنز العمال ج ۴ ص ۳۵۴ بحوالہ الخطيب)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس نے گھر میں کمان تیار رکھی اللہ تعالیٰ اس سے فقر کو چالیس سال کیلئے دور کر دیں گے۔

تلوار لگا کر نماز کی فضیلت

۱۷۵ عن علي رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الرجل متقلدا بسيفه تفضل على صلوة

غير متقلدا بسبعمانه ضعف - (كنز العمال ج ۴ ص ۳۳۸ بحوالہ الخطيب)

ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرد کا تلوار لٹکا کر نماز پڑھنا اس نماز سے سات سو گنا

افضل ہے جو وہ بغیر تلوار لٹکائے پڑھے۔

تلوار کا حق

۲۱ عن الزبير بن العوام قال قال رسول الله ﷺ من ياخذ هذا السيف بحقه؟ قيل و ما حقه؟

قال لا يقتل به مسلماً ولا يفر به عن كافر۔ (المستدرک للحاکم)

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے (احد کے دن) فرمایا اس تلوار کو لے کر اس کا حق کون ادا کرے گا؟ پوچھا گیا اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مؤمن کو قتل نہ کرے اور کافر کے مقابلے سے نہ بھاگے۔

وظیفے میں اسلحہ کا حصہ

۲۲ عن عبدة السلماني قال قال لي عمر بن الخطاب رضي الله عنه كم ترى الرجل يكفي من عطائه (قال)

قلت كذا وكذا، قال لنن بقیمت لأجعلن عطاء الرجل أربعة آلاف الفاً لسلاحه وألفاً لنفقته وألفاً يجعلها في بيته وألفاً لكذا وكذا حسبته قال لفرسه۔

ترجمہ: عبیدہ سلمانی روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مرد کیلئے کتنا وظیفہ مالیہ کافی ہوگا؟ میں نے کہا اتنا اتنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو ہر شخص کا وظیفہ چار ہزار مقرر کروں گا۔ ایک ہزار اس کے اسلحہ کیلئے ایک ہزار اس کے خرچ کیلئے ایک ہزار گھر میں رکھنے کیلئے اور ایک ہزار فلاں فلاں کام کیلئے، عبیدہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ فرمایا اس کے گھوڑے کیلئے۔

سنت اسماعیل علیہ السلام

۲۳ عن ابن عباس رضي الله عنه قال مر النبي ﷺ بنفیر یرمون فقال رميا بنی اسماعیل فان

أباكهم كان رامياً۔ (ابن ماجہ ص ۲۰۲ باب الرمی فی سبیل اللہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جماعت پر گزرے جو تیر اندازی کر رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی اسماعیل تیر اندازی کرتے رہو بے شک تمہارے والد اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔

دوزر ہیں زیب تن فرمانا

۲۴ عن السائب بن يزيد قال ان النبي ﷺ يوم احد اخذ درعين كانه ظاهراً بينهما

(ابن ماجہ ص ۲۰۱ باب السلاح)

ترجمہ: سائب بن یزید سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے دن دوزر ہیں لی تھیں گویا آپ ﷺ نے ان کے درمیان پناہ لی۔

تیر اندازی چھوڑنا آقا ﷺ کی نافرمانی

۱۲۵ عن عقبه بن عامر الجهني رضي الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من تعلم الرمي

ثم تركه فقد عصاني۔ (ابن ماجه ص ۲۰۲ باب الرمي في سبيل الله)

ترجمہ: عقبہ بن عامر جہنی رضي الله عنه سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا اس نے میری نافرمانی کی۔

۱۲۶ عن كعب رضي الله عنه قال سمعته يقول ﷺ ارموا من بلغ العدو بسهم رفعه الله به درجة

قال ابن النحاس يا رسول الله ﷺ وما الدرجة قال اما انها ليست بعتبة امك ولكن ما بين

الدرجتين مائة عام۔ (سنن نسائي ج ۲ ص ۵۸ باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله عز وجل)

ترجمہ: حضرت کعب رضي الله عنه سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، جس نے دشمن تک تیر پہنچایا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں اس کا ایک درجہ اونچا کرینگے ابن النحاس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تیری ماں کی سیڑھیوں جتنا نہیں بلکہ دو درجوں کا باہمی فاصلہ سو سال کی مسافت جتنا ہے۔



زاد المعاد میں رسول اللہ ﷺ کے اسلحے کی تفصیل

رسول اللہ ﷺ کی تولد اور سبب تھیں

۱ مائور یہ پہلی تلوار تھی جو آپ ﷺ کو اپنے والد سے وراثت میں ملی۔

۲ العضب

۳ ذوالفقار یہ آپ ﷺ کے پاس ہر وقت رہتی تھی اور اس کا قبضہ، قبضے کے کنارے اور اس کا کڑا، حلقہ اور میان کے تھے چاندی کے تھے۔

۴ القلعی ۵ البتامی ۶ الخف ۷ الرسوب ۸ المخدم

۹ القضیب اس کی میان کے تھے چاندی کے تھے اور کڑا بھی چاندی کا تھا۔

اور آپ ﷺ کی تلوار ذوالفقار بدر کے دن بطور نفل حاصل ہوئی تھی اور اس کے بارے میں بشارتیں بھی ملی تھیں۔

اور فتح کے دن جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی تلوار پر سونا اور چاندی چڑھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی سات زرہیں تھیں

۱ ذات الفضول جو آپ ﷺ نے ابو اٹھم یہودی کے پاس اپنے اہل و عیال کیلئے جو کے بدلے میں رہن رکھی تھی، جو کی مقدار تیس صاع تھی اور دین کی مدت ایک سال تھی، یہ زرہ لوہے کی تھی۔

۲ ذات الوشاح ۳ ذات الحواشی ۴ السعدیة ۵ فضة ۶ البتراء ۷ الحزنق

آپ ﷺ کی چھ کمانیں تھیں

۱ الزوراء ۲ الروحاء ۳ الصفراء ۴ البیضاء

۵ الکتوم (احد کے دن ٹوٹ گئی تھی اور ابو قتادہ بن نعمان نے لے لی تھی) ۶ السداد

اور ایک ترکش تھا جس کا نام الکافور تھا:-

ایک چمڑے کی پٹی تھی جس میں چاندی کے تین حلقے تھے، بکسو اور کنارہ چاندی کا تھا بعض کا قول ایسا ہی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ آپ ﷺ نے اسے کبھی اپنی کمر پر باندھا ہو۔

اور ایک ڈھال الذلوق اور ایک العنق تھی۔ اور ایک ڈھال آپ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کی گئی تھی جس میں ایک تصویر تھی۔ آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو ختم فرما دیا۔

اور پانچ نیزے تھے ایک کو المشووی دوسرے کو المثنی کہا جاتا تھا اور چھوٹے نیزوں میں سے ایک کا نام النبعة، دوسرا اس سے ذرا بڑا تھا جس کا نام البیضاء تھا، تیسرا چھوٹا جو عصا کے مشابہ تھا اس کا نام العنزة تھا۔ عیدین کے موقع پر آپ ﷺ اس سے چلتے ہوئے سہارا لیتے تھے اور پھر آگے بطور سترہ کے نصب کر دیا جاتا تھا۔

خلاصہ سورۃ الحدید از حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

- ۱ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ انفاق فی سبیل اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا۔
- ۲ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الحدید کے ”معارف الجہاد“ کو ایک اور طرز سے پیش کیا ہے: ملاحظہ کیجئے انکی انمول تحقیق..... ہر مضمون کے آخر میں اُس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے وہ مضمون اخذ کیا ہے۔

موضوع سورت حصول سلطنت کا طریقہ

- ☆ اگر عزت چاہتے ہو تو عزیز کی تابعداری کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی جو ”العزیز“ ہے آیت ۱
- ☆ سارے جہان کی بادشاہی اُسی کے قبضہ میں ہے، افراد اور قوموں کو زندہ کرنا اور مارنا اُسی کے قبضہ میں ہے، اگر اپنا قومی اور اجتماعی احواء چاہتے ہو تو اُس کے ارادہ میں کٹھ پتلی کی طرح نقل و حرکت شروع کر دو (یعنی اپنے ارادے اور خواہش کو اُس کے حکم کا تابعدار کر دو) آیت ۲
- ☆ اول و آخر اور ظاہر و باطن وہی ہے، لہذا جو شخص اُس کے ارادہ کا مظہر (اور تابع) بن جائے اُس کے اندران خوبیوں کا جلوہ رونما ہوگا، خواہ کوئی قوم ہو یا فرد (وہو بکل شیء علیم) ایک کا تباہ کرنا اور دوسرے کا غالب اور سرفراز کرنا بلاوجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی استعداد جان کر تباہ یا سرفراز کرتا ہے۔ آیت ۳
- ☆ سب چیزوں کا خالق وہی ہے اور سب کے حالات سے پورا آگاہ ہے لہذا جو شخص اپنے آپ کو اہل بنائے گا اُسے یقیناً سرفراز فرمائے گا۔ آیت ۴
- ☆ سارے جہان کی بادشاہی کا وہی مالک ہے۔ آیت ۵
- ☆ مردہ قوم کو زندہ بنانا اور زندہ کو بد اعمالی کے باعث مردہ کر دینا اس کا کام ہے۔ آیت ۶
- ☆ اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو مال خرچ کرنے والوں کا بڑا اجر ہے۔ آیت ۷
- ☆ ایمان لا کر یہ عہد کر چکے ہو کہ ہر حکم کو مانیں گے۔ آیت ۸
- ☆ یہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔ آیت ۹
- ☆ اور کیوں خرچ نہیں کرو گے حالانکہ سب چیزوں کا بالآخر وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہونے والا ہے انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے درجے بلند ہوں گے کہ انہیں اپنے مال کے بجائے اللہ تعالیٰ پر اعتماد زیادہ ہوگا۔ آیت ۱۰

☆ انفاق فی سبیل اللہ سے برکت ہوگی۔ آیت ۱۱

☆ انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو آخرت میں نور اور جنت نصیب ہوگی۔ آیت ۱۲

☆ ترک انفاق (یعنی خرچ نہ) کرنے والے منافق اس دن نور سے محروم ہوں گے۔ آیت ۱۳

☆ مؤمن کہیں گے تم ہمارے ساتھ دنیا میں تھے لیکن تمہیں احکام اسلام پر پورا یقین نہیں تھا اور شیطان نے تمہیں

دھوکے میں ڈال رکھا اور تم انفاق سے جی چراتے تھے چنانچہ سورۃ منافقون میں آتا ہے ہم الذین یقولون

لاتنفعوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا۔ آیت ۱۴

☆ آج یعنی قیامت کے دن منافقین اور کفار سے جرمانہ وصول نہیں کیا جائے گا اور ان کا ٹھکانہ جہنم

ہوگا۔ آیت ۱۵

☆ ایمان والوں کا فرض ہے کہ ان کے قلوب ذکر اللہ اور قرآن حکیم میں شافل رہیں اور اہل کتاب کی طرح لمبی

لمبی امیدیں نہ باندھیں ورنہ ان کے قلوب بھی ان کی طرح سخت ہو جائیں گے اور پھر فسق و فجور کی پروا نہیں رہے

گی۔ آیت ۱۶

☆ جس طرح زمین کو پانی نازل فرما کر زندہ کیا کرتا ہے اسی طرح مؤمنین کے دلوں کو بذریعہ ہدایات آسمانی

(بضم قرآن) زندہ کرتا ہے۔ آیت ۱۷

☆ انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لئے بہت اچھا اجر ہے اور رزق میں بھی برکت ہوگی۔ آیت ۱۸

☆ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے والے اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے ان مدارج پر پہنچ جائیں گے۔ آیت ۱۹

☆ ترک انفاق فی سبیل اللہ سے یہ نتائج دنیا میں نکلیں گے۔ (یعنی غفلت اور زوال وغیرہ) اور آخرت میں

عذاب شدید ہوگا۔ آیت ۲۰

☆ بجائے دنیاوی نکاثر اور تفاخر کے تمہیں مغفرت الہی اور جنت کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ آیت ۲۱

☆ مغفرت اور جنت کو نصب العین بنانے کے بعد یہ خیال نہ کریں کہ مصائب نہیں آئیں گے مصائب کا فیصلہ تو

پہلے سے ہو چکا ہے۔ آیت ۲۲

☆ یہ اعلان اس لئے کرایا ہے کہ کسی نقصان سے طبیعت رنجیدہ نہ ہو اور کسی نفع پر مغرور نہ ہو جائے۔ آیت ۲۳

☆ اللہ تعالیٰ ان نخیلوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ آیت ۲۴

☆ کامیابی کا مکمل قانون یہی ہے کہ انسان ارادہ الہی کے ماتحت ہو کر چلے اور انفاق سبیل اللہ کرے یہ دو چیزیں

پہلے آچکی ہیں علاوہ اس کے اپنی اور اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے لوہے سے کام لے دشمنوں کے مقابلہ

کے لئے جس طرح پر کام آسکے ہتھیاروں کو استعمال کرنے سے یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ کون شخص اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول ﷺ کی مدد کرتا ہے اور فتح اس اللہ والی جماعت کی ہوگی۔ آیت ۲۵

☆ طبائع انسانی کا ہمیشہ دستور یہی رہا ہے کہ بعض ہدایت پانے اور بعض اعراض کرنے والے ہوئے ہیں۔ آیت (۳۱)
(حاشیہ حضرت لاہوریؒ تسبیح)

گزارش

چھبیس (۳۱) آیات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے قرآن پاک میں سورۃ الحمد نکال کر آیات اور ان کے ترجمہ کے ساتھ اس خلاصے کو پڑھیں تو ان شاء اللہ توفیق کے بہت سے دروازے کھلیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد
وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً



سورة

المجادلة

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں **سورۃ المجادلہ** کی درج ذیل
 نو ۹ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

نو آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

- | | |
|---|-----------|
| حزب الشیطان، اسکی علامات اور اس کا انجام۔ | آیت ۱۹۳۱۴ |
| حق کے خلاف جنگ کرنے والے کافر ذلیل ترین، حقیر ترین لوگ ہیں۔ | آیت ۲۰ |
| حق کے غلبے کا وعدہ۔ | آیت ۲۱ |
| حزب اللہ، اسکی علامات اور اس کے انعامات۔ | آیت ۲۲ |

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



سُبُوْرًا لِّلْجَاهِلِيَّةِ مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ آيَةٌ ۱۹۶۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۷

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے دوستی رکھی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے نہ وہ تم میں سے

وَيَحْلِفُوْنَ عَلٰی الْكُذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۱۳ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۱۴

ہیں اور نہ ان میں سے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار

اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۵ اِتَّخَذُوْا اٰیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ

کر رکھا ہے بے شک وہ بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے پس وہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۱۶ لَنْ تَغْنِيْ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا

(لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں تو ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ تو ان

اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْْئًا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۱۷

کے مال ہی کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد کچھ کام آئے گی یہ جہنمی لوگ ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے

یَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ

ہیں۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو قبروں سے اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی کہ

اِنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ طٰٓئِرًا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۱۸ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّیْطٰنُ

تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں خبردار بے شک وہی جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان

فَاَنْسَمُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اِلَّا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ

نے غلبہ پالیا ہے پس اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے یہی شیطان کا گروہ ہے خبردار بیشک شیطان کا گروہ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۱۹

ہی نقصان اٹھانے والا ہے

خلاصہ

”حزب الشیطان“ یعنی شیطان کا گروہ، شیطان کا لشکر اور اس کی پارٹی۔

اس گروہ کی علامات یہ ہیں۔

- ۱ اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں مگر یاری اور دوستی اسلام کے دشمن یہودیوں، کافروں سے رکھتے ہیں۔
- ۲ حقیقت میں وہ کسی کے نہیں ہیں نہ مسلمانوں کے نہ کافروں کے، وہ تو بس اپنی ذات اور اپنے دنیاوی مفادات کے پیچاری ہیں۔
- ۳ جھوٹ بولنا، جھوٹی قسمیں کھانا اور برے کام کرنا ان کا شیوہ ہے۔
- ۴ لوگوں کو اسلام سے اور جہاد سے روکتے ہیں، یعنی اسلام اور جہاد کے خلاف غلط باتیں اور بددلی پھیلاتے ہیں۔
- ۵ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بہت دور رہتے ہیں، یعنی ان کے ہاں دین کی، ایمان کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوئی قدر اور حقیقت نہیں ہوتی وہ ہر وقت اپنی دنیا بنانے، سنوارنے اور جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، کسی بھی کام سے پہلے یہ نہیں سوچتے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟
- ۶ وہ اپنے اس طرز عمل پر اتنے پکے اور گہرے ہیں کہ جب قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے تو اس دن بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ ہم تو ایمان والے ہیں۔

اس گروہ کا انجام

- ۱ انہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔
- ۲ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔
- ۳ انہوں نے جس مال کی خاطر اور جس اولاد کی خاطر یہ طرز عمل اختیار کیا تھا وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔
- ۴ قیامت کے دن سب کے سامنے ان کو جھوٹا کیا جائے گا۔
- ۵ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ”حزب الشیطان“ رکھ دیا ہے اور ان کے لئے خسارے کا فیصلہ فرما دیا ہے۔

دشمنان اسلام سے دوستی رکھنے والے

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

اعداء اسلام (یعنی دشمنان اسلام) سے دوستی رکھنے والے تمہاری جماعت میں شمار کرنے کے قابل نہیں، دراصل وہ کفار کے ساتھ ہیں بظاہر قسمیں کھا کر تمہیں دھوکا دیتے ہیں، ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بچا نہیں سکیں گے، یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو (بھی) جھوٹ بولیں گے، شیطان ان پر غالب آ گیا ہے اس نے خدا کی یاد سے انہیں غافل کر لیا ہے۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز بتانے والے

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی مجلسوں میں حاضر ہوتے اور پھر وہاں سے راز کی باتیں معلوم کر کے یہودیوں تک پہنچا آتے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں بھی پھیلاتے تھے۔

نزلت فی المنافقین تولوا الیہود وناصحوہم ونقلوا اسرار المؤمنین الیہم۔ (معالم التنزیل)
حضرات مفسرین نے شان نزول کا جو واقعہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلاف بھی باتیں پھیلاتے تھے۔ (العیاذ باللہ)
آج کل اسلامی ملکوں کے حکمران اور مجاہدین کے راز ڈھونڈنے اور کافروں تک پہنچانے والے صحافی حضرات
اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں۔

اسلام اور جہاد سے روکنے والے

ارشاد فرمایا:-

لَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ

کہ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں یعنی خود کو
مسلمان قرار دے کر انہوں نے ایک حفاظتی ڈھال حاصل کر لی ہے اس ڈھال کی آڑ میں اپنی حفاظت بھی کرتے ہیں
اور اس ڈھال کا سہارا لیکر لوگوں کو اسلام اور جہاد سے بھی روکتے ہیں۔ وہ چونکہ مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں اس لئے
مسلمان تو ان کو مار نہیں سکتے کیونکہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور کافر انکی اس لئے
قدر کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے اندر کے لوگ ہیں اور ہمارے حامی ہیں تو یہ ہمارے بہت کام آسکتے ہیں۔ اور عام
لوگ ان کو مسلمان سمجھ کر انکی باتوں کا اعتبار کرتے ہیں تو یہ ان کے درمیان اسلام اور جہاد کے خلاف وساوس پھیلا
دیتے ہیں تاکہ وہ اصل اسلام اور جہاد سے دور ہو جائیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

یعنی وہ اسلام سے روکتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اسلام کا اظہار کر کے انہیں اپنے خلاف
جہاد سے روکتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں میں خوف کی خبریں پھیلا کر، انہیں کافروں سے ڈرا کر اور
انہیں ست کر کے جہاد سے روکتے ہیں۔

ای عن الاسلام وقیل فی قتلہم بالکفر لما اظہروہ من النفاق وقیل ای بالقاء الراجیف

وتثبیط المسلمین عن الجہاد و تخویفہم۔ (القرطبی)

تفسیر بغوی اور جلالین میں ترجیح اس کو دی ہے کہ چونکہ یہ منافقین دل سے کافر ہیں تو ان کے خلاف بھی مسلمانوں
کو جہاد کرنا چاہیے مگر یہ اپنے مسلمان ہونے کی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنے خلاف جہاد سے روک دیتے ہیں تو
اس کو فرمایا کہ انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی جہاد سے روک دیا۔

صدوا المؤمنین عن جہاد ہم بالقتل واخذ اموالہم۔ (البغوی)

فصدوا بہا المؤمنین عن سبیل اللہ ای الجہاد فیہم بقتلہم واخذ اموالہم۔ (جلالین)

جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے

فرمایا کہ یہ (منافق) لوگ ان سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یعنی یہودیوں سے۔ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مراد یہودی اور تمام اعلانیہ کافر ہیں۔ (بیان القرآن)

برایج

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

بے شک وہ بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

کافروں سے یاری، مسلمانوں کے راز ان تک پہنچانا، جھوٹی قسمیں کھانا، اپنے بچاؤ اور اپنے مفاد ہی کو زندگی کا اصل مقصد بنانا، مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے اور جہاد کرنے سے روکنا۔ دنیا کی عیاشی اور گناہوں کو اپنا منشور بنانا وغیرہ وغیرہ سب برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں، تفسیر عثمانی میں ہے ”یعنی خواہ ابھی ان کو نظر نہ آئے لیکن نفاق کے کام کر کے وہ اپنے حق میں بہت برایج بور ہے ہیں“ (عثمانی)

یعنی منافق خود کو غفلت سمجھتا ہے کہ میں نے جان بچالی اور اپنا مفاد لے لیا مگر حقیقت میں وہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے لئے تباہی کا بیج بور ہے۔

اپنے مفادات کے غلام

ارشاد فرمایا:

مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْكُمْ

یہ (منافق) نہ تم مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ ان کافروں میں سے ”یعنی“ یقینی قطعی بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ان میں سے ہیں نہ تم میں سے جو شخص مطلب کا یار ہوتا ہے وہ ظاہر میں ہر اس شخص اور اس جماعت کا ساتھی بن جاتا ہے جس سے مفاد وابستہ ہو، لیکن اخلاص کے ساتھ وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہوتا، منافق ہر فریق کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تمہارا ہوں لیکن حقیقت میں وہ کسی کا نہیں ہوتا، اسی کو سورۃ النساء میں فرمایا ہے۔ مذبذبین بین ذلك لالی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء“ (انوار البیان)

خود کو ہوشیار، چالاک سمجھنے والے

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

یعنی منافق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے ”یعنی یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہ جائے گی۔ حشر تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جائیں گے کہ پروردگار! ہم تو ایسے نہ

تھے ویسے تھے، شاید وہاں بھی خیال ہو کہ اتنا کہہ دینے سے رہائی ہو جائے گی۔“ (تفسیر عثمانی)

شیطان کا ان پر مکمل غلبہ

اسْتَعْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ

یعنی شیطان نے ان کو پوری طرح اپنے قابو میں لے لیا ہے اور ان کے دلوں میں غفلت کا ایسا ٹیکہ لگایا ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اللہ تعالیٰ کے احکامات سے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کے خیال سے خالی ہو کر سخت پتھر بن گئے ہیں۔

- ① ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے کہ اس کی گراہی والی باتوں پر عمل کر رہے ہیں پس اس شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ بیٹھے۔ (مفہوم بیان القرآن)
- ② نسیان کے دو معنی آتے ہیں ایک غفلت اور دوسرا ترک۔ یعنی شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر چھڑوا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور ایک قول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وہ وعیدیں مراد ہیں جو برائیاں چھڑوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں (شیطان نے ان کو وہ وعیدیں بھلوا دیں)
- ای اوامراہ فی العمل بطاعة وقيل زواجرة فی النهی عن معصية والنسيان قد يكون بمعنی الغفلة ويكون بمعنی الترك والوجهان محتملان هنا۔ (القرطبي)
- ③ شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا پس وہ نہ تو زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ دل سے اسے یاد کرتے ہیں

فهم لا يذكرونه لا بقلوبهم ولا بالسنتهم۔ (البحر المحیط)

خلاصہ یہ کہ شیطان منافقین کو پوری طرح اپنے قابو میں لیکر ان کی زندگیوں سے اللہ تعالیٰ کا نام، اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی فکر۔ یہ سب کچھ نکال لیتا ہے۔ آج کل کے ان غفلت زدہ لوگوں کو دیکھ لیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ ”جہاد تو کیا کرتے انہیں نہ نماز کی فکر نہ روزے کی۔ کھاتے وقت، کھاتے وقت اور کسی سے ملتے وقت وہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں کیا حکم ہے، وہ بس اپنی دنیا میں مگن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام انہیں صرف اپنی جھوٹی قسموں اور مفادات کے وقت یاد آتا ہے۔

اللهم انا نعوذك من النفاق والشقاق و سوء الاخلاق

شیطان کے غالب ہونے کا مطلب

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:-

الکرمانیؒ فرماتے ہیں کسی بندے پر شیطان کے غالب آجانے کی یہ علامات ہیں۔

- ① شیطان اسے کھانے، پینے، پہننے اور اپنا ظاہر سنوارنے میں مشغول کر دے۔
- ② اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے سے غافل کر دے۔
- ③ اسکی زبان کو جھوٹ، یا غیبت اور بہتان میں لگا کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹا دے۔
- ④ اسکی تمام سوچ اور فکر کو دنیا بنانے اور دنیا جمع کرنے میں مشغول کر دے۔

قال شاہ الکرمانیؒ: علامة استحواذ الشیطن علی العبد۔ الخ (المدارک)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

”شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل و دماغ اس طرح مسخ ہو جاتا ہے، اسکو کچھ یاد نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ بھی کوئی چیز ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی و مرتبہ کو وہ کیا سمجھے“ (عثمانی)

شیطانی لشکر خرابے میں

منافق کی زندگی بظاہر بہت دلکش ہوتی ہے، ہر عیاشی، ہر لذت، ہر گناہ اور ہر سہولت وہ حاصل کرتا ہے اور بظاہر امن میں رہتا ہے، ہر طرف بھاگتا اور گھومتا پھرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

أَلَا إِنَّ جِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمْ الْخٰسِرُونَ
خوب سن لو شیطان کا گروہ ہی ناکام ہے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:-

”شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے، نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں، نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے“ (عثمانی)

چونکہ دنیا فانی ہے، ماضی کے منافق بھی اپنے مقررہ وقت پر مر گئے۔ ان کا مال یہاں رہ گیا اور ان کا عیش ان کے لئے عذاب بن کر ان کے ساتھ چلا گیا۔ اور جس اسلام کو انہوں نے نقصان پہنچانا چاہا وہ پوری آن اور شان کے ساتھ موجود ہے“ پس سب نے دیکھ لیا کہ۔

شیطان کا گروہ اور لشکر ناکام ہی رہتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُبُوٰلَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولٰٓئِیۡمِ ۙ اٰیۡت ۱۰۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحٰدِثُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُوۡلٰٓئِکَ فِی الْاٰذِیۡنِ ۙ کَتَبَ

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی لوگ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا

اللّٰهُ لَا غَلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیُّ عَزِیْزٌ ۙ

ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ زور آورزبردست ہے

خلاصہ

ذلیل ترین لوگ وہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یعنی حق کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ آخر کار حق ہی غالب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر غالب و منصور ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی مدد پر قوت رکھنے والا اور اپنے دشمنوں پر غالب ہے، وہ قوی ہے کہ اس کے چاہے کو کوئی بدل نہیں سکتا اور ایسا غالب ہے کہ کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔

منافقین اپنی عزت کی خاطر کافروں سے ملتے ہیں

پچھلی آیات میں منافقین کا ذکر تھا کہ وہ کافروں سے دوستی اور یاری کرتے ہیں، اس آیت میں فرمایا کہ حق و صداقت کے خلاف جنگ کرنے والے کافر تو حقیر ترین اور ذلیل ترین لوگ ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ منافقین دراصل عزت حاصل کرنے کے لئے کافروں سے ملتے ہیں، ان سے دوستیاں کرتے ہیں تو فرمایا گیا کہ جو لوگ خود دنیا و آخرت میں ذلیل ترین ہیں وہ تمہیں کیا خاک عزت دے سکیں گے۔

تفسیر حقانی میں ہے:-

منافق یہود سے یا رند اس لئے رکھتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت ہوگی۔ (تفسیر حقانی)

دشمنانِ اسلام! انتہا درجے کے ذلیل، حقیر اور رسوا لوگ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے سے مراد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہے، تو اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ دین برحق کے خلاف لڑتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگ ہیں۔

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:-

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ذلیل ترین افراد میں شامل ہیں ایسے ذلیل کہ ان سے بڑھ

کر کوئی ذلیل نہیں۔

فی الاذلیلین فی جملة من هو اذلّ خلق اللہ تعالیٰ لا تری احدًا اذلّ منهم۔ (المدارک)
تفسیر کبیر اور خازن میں ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی انتہا نہیں تو جو اس کے مقابلے میں آئیں گے انکی ذلت کی انتہا نہیں ہوگی۔

ولما كانت عزة الله غير متناهية كانت ذلة من ينازعه غير متناهية۔ (خازن)

رسولوں سے غلبے کا وعدہ

ارشاد فرمایا:-

كَتَبَ اللهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

تفسیر بغوی میں ہے:-

جن رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا ان کو تلوار کے ذریعے غلبہ عطا فرمایا اور جن کو لڑنے کی اجازت نہیں دی ان کو حجت کے ذریعے غالب فرمایا۔

قال الزجاج غلبة الرسل على نوعين من بعث منهم بالحرب فهو غالب بالحرب ومن لم

يؤمر بالحرب فهو غالب بالحجة (البغوي)

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:-

انبیاء ﷺ کو اپنے زمانے میں غلبہ نصیب ہوا، کئی انبیاء کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے آسانی عذابوں سے ہلاک فرمادیا۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے ساتھ جو لڑائیاں ہوئیں اگرچہ ان میں کچھ اتار چڑھاؤ رہا مگر آخری انجام آپ ﷺ کے غلبے پر ہی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ ﷺ کی امت میں سے جس نے بھی حضرات انبیاء ﷺ کی طرز پر جہاد کیا وہ غالب رہا اور حضرات انبیاء ﷺ کی طرز والا جہاد وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اس میں کوئی دنیاوی غرض اور سلطنت کی طلب نہ ہو۔

وكذا الاتباعهم بعد هم لكن اذا كان جهادهم لاعداء الدين على نحو جهاد

الرسول۔ الخ (روح المعانی)

آگے تحریر فرماتے ہیں

بعض مفسرین نے جو اس آیت میں صرف حجت اور دلیل کا غلبہ مراد لیا ہے وہ ٹھیک نہیں (خلاف ظاہر ہے) اور آیت کا شان نزول بھی اسکی تائید نہیں کرتا۔ وعص بعضهم الغلبة بالحجة لا طرادها وهو خلاف الظاهر وبعده

سبب النزول۔ (روح المعانی)

ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ، طائف اور خیبر وغیرہ کی فتوحات عطا فرمادیں تو صحابہ کرام نے کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روم و فارس کی فتح بھی نصیب فرمائے گا اس پر عبد اللہ بن ابی کہنہ لگا کیا تم نے روم و فارس کو بھی اپنے ان بعض چھوٹے شہروں جیسا سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے فتح کر لیا ہے؟ بخدا روم و فارس کی افرادی اور جنگی طاقت تمہارے گمان سے بھی بڑھ کر ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (قرطبی، خازن، روح المعانی)



سُورَةُ الْجُحَادِ، آيَةُ ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ

وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ

الْمُفْلِحُونَ ۝

ہونے والی ہے۔

خلاصہ

۱ ”حزب اللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کا گروہ، اللہ تعالیٰ کی جماعت یہ وہ ایمان والے ہیں جو کافروں سے یعنی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت اور دوستی نہیں رکھتے خواہ وہ کافران کے قریبی ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

۲ جو دوستی نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے مخالف سے، اگرچہ باپ یا بیٹا وہی سچے ایمان والے ہیں۔ (موضح القرآن)

حزب اللہ کے انعامات

۱ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمانِ کامل اور یقینِ بشہاد دیا ہے، وہ کسی شک میں مبتلا نہیں ہوتے انکا ایمان کامل اور پکا ہو کر ان کے دل میں اتر گیا ہے اور وہ کفر اور شک سے محفوظ ہو گئے ہیں۔

۲ دشمنوں کے مقابلے میں انکی نصرت فرما کر، اور اپنے غیبی فیض اور نور سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت دی ہے۔

۳ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ ہے۔

جو بھی ”حزب اللہ“ بنے گا اور ”حزب اللہ“ میں شامل ہوگا اس کے لئے یہ تمام انعامات ہیں۔

آسان تفسیر

جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (وہ کبھی) ایسا نہیں کر سکتے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس سے دوستی کریں، جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے جو پیدا فرمانے والا ہے، سب سے بڑا ہے تو اس کے مخالفوں سے دوستی کرنے کا کوئی موقع نہیں رہا سچے مؤمن کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے دشمنوں سے بھی دوستی کا تعلق رکھے، جو اللہ تعالیٰ کا ہو گیا وہ کسی کا نہیں رہا، اسکی دوستی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ وہ جیسے گا اللہ تعالیٰ کے لئے۔ مرے گا اللہ تعالیٰ کے لئے، تعلق رکھے گا اللہ تعالیٰ کے لئے، تعلق توڑے گا اللہ تعالیٰ کے لئے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من احب لله و ابغض لله و اعطى الله و منعه الله فقد استكمل الايمان۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: جس نے محبت کی اللہ تعالیٰ کے لئے، اور دیا اللہ تعالیٰ کے لئے اور روک لیا اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

آیت بالا میں یہی فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اب وہ اس شخص سے محبت نہیں رکھ سکتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مخالف ہو، اللہ تعالیٰ کے تعلق اور محبت کی وجہ سے اگر انہیں اپنے خاص عزیزوں اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے قبیلوں سے تعلق توڑنا پڑے تو ان سے تعلق توڑ دیں گے اور نہ صرف یہ کہ تعلق توڑ دیں گے بلکہ قتل و قتال کی نوبت آئے تو قتل بھی کر دیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے وہ اہل ایمان کا بھی دشمن ہے، دین دشمنی کے سامنے رشتے داری کی کوئی حقیقت نہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے، دشمن اسلام کو یہ جانتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ میرا باپ ہے یا بھائی ہے یا کنبہ کا فرد ہے، چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قرہبی رشتہ دار (یعنی ماموں) کو قتل کر دیا تھا۔ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا یعنی ثابت فرمادیا اور جمادیا (یعنی پتھر کی لکیر کی طرح ثبت فرمادیا) وَأَيَّدَهُم بِرُوحِهِمْ انہیں اپنی روح کے ذریعہ قوت دے دی، صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ روح سے نور القلب مراد ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے نور ڈال دیتا ہے اس کے ذریعے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور معارج تحقیق (یعنی حقائق کے مقامات) پر عروج نصیب ہوتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر سب سے ناراض ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، پھر جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اسے اور کیا چاہیے۔) (انوار البیان، عثمانی)

کافروں سے دوستی ایمان میں خرابی

امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی فرماتے ہیں:-

یہ آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ کافروں سے دوستی مسلمانوں کے ایمان کو خراب کر دیتی ہے اور جو حقیقی مسلمان ہوتا ہے وہ کبھی کافروں سے یاری نہیں لگاتا

أخبر ان ایمان المؤمنین یفسد بموادة الکفار وان من کان مؤمناً لایوالی من کفر۔ (البغوی)

آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ کافروں کی دوستی سے مؤمن کے ایمان میں خرابی آ جاتی ہے مؤمن کسی کافر سے دوستی نہیں کرنا خواہ وہ کافر اس مؤمن کا کتنا قریب ترین رشتہ دار ہو۔ (مظہری)

دوستی نہیں قتال

تفسیر جلالین میں ہے:-

وہ کافروں سے دوستی نہیں بلکہ ان سے قتال کرتے ہیں، جسطرح کہ کئی صحابہ کرامؓ کے واقعات ہیں۔
بل یقصد ونهم بالسوء ویقاتلونهم علی الایمان کما وقع لجماعة من الصحابة۔ (جلالین)

شان نزول کے واقعات

حضرات مفسرین نے آیت مبارکہ کے شان نزول اور ابتدائی مصداق کے بارے میں کئی واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً

۱ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جسکی تفصیل سورۃ الممتحنہ میں آئے گی ان شاء اللہ۔

۲ عبداللہ بن ابی منافق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ کہے تو ان کے بیٹے جو مخلص مسلمان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔

۳ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ کہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو ایسا تھپڑ لگایا کہ وہ منہ کے بل جا گرے، اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ معبود فرمایا ہے اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اپنے باپ کو قتل کر دیتا۔

۴ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو جنگ کے دوران قتل کیا وہ تو اپنے والد سے بچتے پھرتے تھے مگر وہ شرک کے جوش میں ان کے پیچھے پڑا تھا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ اَبَاءَهُمْ

۵ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن قتل فرمایا۔ رَاخُوَانَهُمْ

۶ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن المغیرہ کو بدر کے دن قتل فرمایا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے بدر کے دن عقبہ، شیبہ اور ولید کو قتل فرمایا۔ اَوْ عَشِيرَتَهُمْ (القرطبی وغیرہ)

ایمان والوں کی ”روح“ کے ذریعے مدد

ارشاد فرمایا:-

وَ أَيْدَاهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ

اور ان ایمان والوں کو اپنے فیض سے قوت دی یعنی ان کے اندر نور سکون، اطمینان اور ایمانی کیفیات کی بجلی دوڑادی اس روح کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

۱ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔ (یعنی دشمنوں پر فتحیابی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نصرت سے قوت دی، نصرت کو روح اس لئے فرمایا کہ اس سے اہل ایمان کے کام کو زندگی ملتی ہے۔

قواہم بنصر منہ قال الحسن: سمی نصرۃ ایامہم روحا لان امرہم یحیاہم۔ (البغوی)

۲ ”روح“ سے مراد قرآن پاک اور اس کے دلائل ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قرآن پاک اور اس کے دلائل سے قوت دی۔

وقال الربیع یعنی بالقرآن وحججہ۔ (البغوی)

۳ روح سے مراد ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ذریعہ قوت دی

قال السدی یعنی بالایمان۔ (البغوی)

۴ روح سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے قوت دی۔

وقیل برحمة من اللہ۔ (القرطبی)

۵ روح سے مراد نور، ایمان، دلیل اور ہدایت ہے کہ اللہ پاک نے ان چیزوں سے ان کو قوت عطا فرمائی۔

وقال ابن جریر نور و ایمان و برہان و ہدی۔ (القرطبی)

۶ روح سے مراد ”روح القدس“ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ان سے قوت عطا فرماتے ہیں۔

وقال بعضهم: ایدهم بجبریل علیہ السلام۔ (القرطبی)

صاحب تفسیر حسانی نے اس قول کو ترجیح دی ہے وہ فرماتے ہیں۔ ’کاتب الحروف کہتا ہے۔ یہ (تمام اقوال) بھی

سہی مگر روح منہ روح القدس ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وایدناہ بروح

القدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا اللہم ایدہ بروح القدس۔ (حسانی)

حزب اللہ

ارشاد فرمایا:- أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ

یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں جو اس کے حق دین کی مدد کرتے ہیں اور مخلوق کو اس کی طرف بلا تے ہیں۔ (المدارک)

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو فلاح اور سعادت عطا فرماتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں انکی نصرت فرماتا ہے۔ (ابن کثیر)

اسلام آفاقی دین

اسلام رشتہ داری کی قدر کرتا ہے۔ مگر اسے پاؤں کی ایسی زنجیر نہیں بننے دیتا جو دین کے راستے کی رکاوٹ بن جائے، یہی حال قبیلے اور برادری کا ہے۔ مسلمان صرف دین اسلام کے لئے لڑتا ہے، اس کے لئے اپنے خاندان، مٹی اور قبیلے پر تعصب کرنا ممنوع ہے اس کے لئے حکم ہے کہ وہ ہر مسلمان کی مدد کرے (خواہ وہ اس کا رشتہ دار نہ ہو) اور دین کے ہر دشمن کا مقابلہ کرے۔ (خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہو)

اسلام میں سب سے بڑا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے اور ایمان کے مقابلہ میں جو تعلق بھی آجائے اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں اس کا کوئی وزن نہیں۔ (مفہوم قرۃ العینین)

دین اسلام کا یہ اصول اور نظام اس لئے ہے کہ یہ دین ساری دنیا کے لئے ہے، یہ کسی قوم یا برادری کا دین نہیں۔ یہ آخری دین ہے جس نے قیامت تک رہنا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنی ایسی برادری بنانی ہوگی جسکی بنیاد اسلام ہو، انہیں اپنی ایسی حکومت (یعنی خلافت) بنانی ہوگی جسکی بنیاد اسلام ہو۔ مسلمان کفر اور کافروں سے جتنا دور ہوگا اور اسلام اور مسلمانوں کے جتنا قریب ہوگا وہ اسی قدر مضبوط اور محفوظ ہوگا۔ کافروں کی طاقت کے باوجود ان سے اللہ تعالیٰ کی خاطر یاری نہ کرنے والے ہی ”حزب اللہ“ کا لقب اور انعامات پاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فاسقوں سے تعلق کا حکم

مسلمانوں میں سے جو افراد کھلم کھلا دین کے خلاف چلتے ہوں۔ گناہوں کو پھیلاتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں فخریہ طور پر کرتے ہوں وہ بھی اس آیت مبارکہ کے حکم میں شامل ہیں۔ مخلص مسلمانوں کو ان سے بھی قلبی یاری اور تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ تفسیر قرطبی روح المعانی وغیرہ میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ معارف القرآن میں قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے۔

”بہت سے حضرات فقہاء نے یہی حکم فساق و فجار اور دین سے عملاً منحرف مسلمانوں کا قرار دیا ہے کہ ان کے ساتھ دلی دوستی کسی مسلمان کی نہیں ہو سکتی، کام کاج کی ضرورت میں اشتراک یا مصاحبت بقدر ضرورت الگ چیز ہے، دل میں دوستی کسی فساق و فاجر کی اس وقت ہوگی جبکہ فسق و فجور کے جراثیم خود اس کے اندر موجود ہوں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے۔

اللھم لاتجعل لفاجر علی یداً یعنی یا اللہ مجھ پر کسی فاجر آدمی کا احسان نہ آنے دیجئے، کیونکہ شریف النفس

انسان اپنے محسن کی محبت پر طبعاً مجبور ہوتا ہے، اس لئے فساق و فجار کا احسان قبول کرنا جو ذریعہ انکی محبت کا بنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی پناہ مانگی۔ (قرطبی، معارف القرآن)

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں بھی ہے جو بادشاہ کی مصاحبت
اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی عالم بادشاہ کی)

عن الثوری انه قال کانوا یرون انها نزلت فی من کان یصحب السلطان۔ (القرطبی)

شدت تو ہوتی ہے

انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ کسی نہ کسی معاملہ میں وہ ضرور شدت اور تعصب اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کو دیکھ لیں
کیسی فضول اور بے کار چیزوں پر شدت کرتے ہیں اور تعصب رکھتے ہیں۔ کوئی زبان پر، کوئی اپنے علاقے پر، کوئی اپنی
قوم پر اور کوئی اپنے خاندان پر۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی رشتہ بغیر ایمان کے قیامت کے دن کام آنے والا نہیں
ہے، اس دن تو رشتہ دار ایک دوسرے سے بھاگیں گے اور گہرے دوست جنکی دوستی تقویٰ پر نہیں ہوگی ایک دوسرے
کے دشمن بن جائیں گے، اس دن صرف ایمان کام آئے گا تو جو چیز اصل زندگی میں کام آنے والی ہے انسان کو اپنی
طبعی اور فطری شدت کا رخ اسی کی طرف موڑ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیے رسول اللہ ﷺ
کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیے اور دین اسلام کے مخالفین سے دشمنی رکھنی چاہیے۔

اس دشمنی کی برکت سے جہاں اور بہت سے انعامات ملتے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا ایک فطری
تقاضا صحیح جگہ پر پورا ہو جاتا ہے اور یوں انسان کے اخلاق بہت عمدہ ہو جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

چند روایات

اس آیت مبارکہ کی مناسبت سے حضرات مفسرین نے بعض روایات بھی ذکر فرمائی ہیں۔ ان میں سے دو
یہاں درج کی جا رہی ہیں۔

① حدیث مرفوعہ میں ہے:-

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت کی قسم کہ جو میرے اولیاء سے دوستی اور میرے دشمنوں سے دشمنی نہیں رکھے گا
وہ میری رحمت نہیں پائے گا۔ (اخرجه الطبرانی والحاکم والترمذی عن واثلة بن اسقع رضی اللہ عنہ مرفوعاً)

② حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

سب سے مضبوط ایمان اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے عداوت رکھنا ہے۔ (اخرجه احمد وغیرہ
عن البراء بن عازبؓ مرفوعاً)

آیت مبارکہ کا حکم عام ہے

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت جس واقعہ کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہو یہ بات واضح ہے کہ اس کا حکم عام ہے یعنی سب مسلمانوں کے لئے ہے

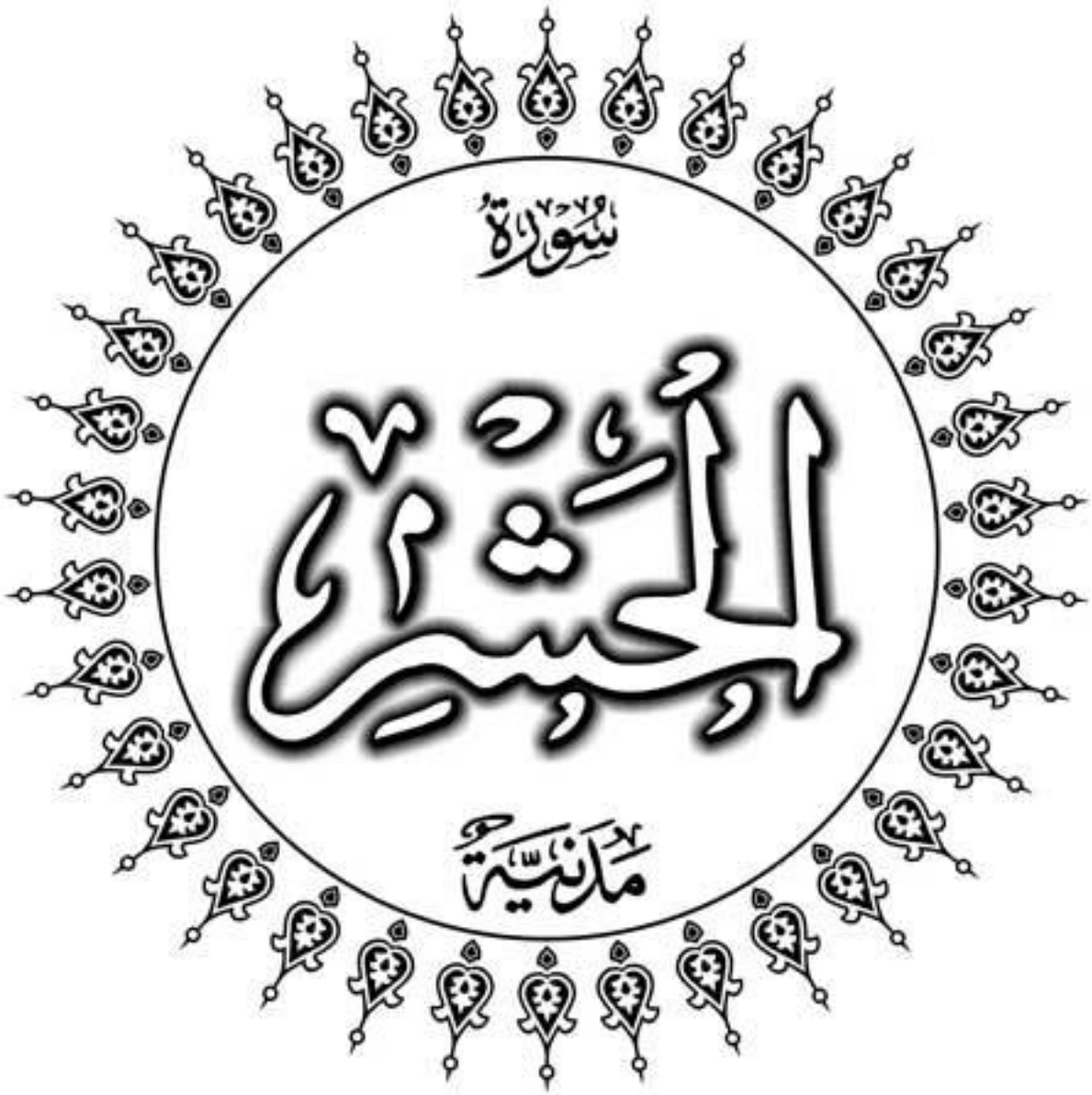
وایا ماکان فحکم الآیات عام وان نزلت فی اناس مخصوصین کمالا

یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (روح المعانی)

آخر سورۃ المجادلہ والحمد للہ رب العالمین وصلى الله على خاتم النبیین وآله وصحبہ اجمعین۔ الی

یوم الدین

۶ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ یوم الخمیس



سورة

الْحَمْدُ

مَنْ سَبَّ

ابتداءً

اس تالیف میں ”سورۃ الحشر“ کی درج ذیل
سترہ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

سترہ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

- آیت ۲-۱ غزوہ بنی نضیر کی منظر کشی اور عبرتیں۔
- آیت ۳ اگر انکی جلا وطنی نہ ہوتی تو مارے جاتے۔
- آیت ۴ دین اسلام سے دشمنی کا انجام اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔
- آیت ۵ دشمنان اسلام کی رسوائی اور شکست کے لئے جہاد کے دوران انکی املاک کو نقصان پہنچانا درست ہے۔
- آیت ۶ بنی نضیر سے حاصل ہونے والا مال ”مال فئے“ ہے اور اس پر جناب رسول اللہ ﷺ کو ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔
- آیت ۷ جہاد کی ایک اور برکت ”مال فئے کا نظام“ مال فئے کے مصارف
- آیت ۸ مال فئے کے مصارف..... حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم کے فضائل۔
- آیت ۹ مال فئے کے مصارف..... حضرات انصار رضوان اللہ علیہم کے مناقب۔
- آیت ۱۰ مال فئے کے مصارف..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر و منزلت کو تسلیم کریں۔
- آیت ۱۱ منافقین نے یہودیوں کو دھوکہ دے دیا۔
- آیت ۱۲ منافقین یہودیوں کی مدد کے لئے نہیں نکلیں گے اور اگر نکلے بھی تو بھاگ جائیں گے۔
- آیت ۱۳ منافق بے وقوف لوگ ہیں ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مسلمانوں کا ڈر ہے۔
- آیت ۱۴ دشمنان اسلام مسلمانوں کے سامنے آ کر نہیں لڑ سکتے حفاظتی حصاروں کے پیچھے سے لڑتے ہیں۔
- آیت ۱۵ غزوہ بنی قینقاع
- آیت ۱۶ منافق کی مثال شیطان جیسی ہے۔
- آیت ۱۷ گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے سب جہنم میں جمع ہوں گے۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۱۷۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①

جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ وہی

هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ

ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلا لشکر جمع کرنے کے وقت نکال دیا حالانکہ تمہیں

الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَخْرُجُوْا وَظَنُّوْا اَنْهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْبُهُمْ مِنَ اللَّهِ

ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے پھر اللہ

فَاَتَهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِي قُلُوْبِهِمُ الرَّعْبَ

تعالیٰ کا عذاب ان پر وہاں سے آیا کہ جہاں کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی کہ

يَخْرِبُوْنَ بِيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ ②

اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے آپ اجاڑنے لگے پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔

خلاصہ

آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے، چنانچہ ”بنی نضیر“ کا واقعہ بھی اس کے زبردست غلبہ اور اسکی حکمت کے آثار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے تو بنی نضیر کے کافر یہودیوں کو مسلمانوں کے پہلے حملے ہی میں نکال باہر کر دیا۔ مسلمانوں کو اتنی آسان فتح کا گمان بھی نہیں تھا اور خود یہودیوں کو اپنے قلعوں پر بڑا ناز تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے طریقے سے گھیرا جس کا ان کو خیال تک نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو رعب سے جکڑ دیا اب منظر یہ تھا کہ وہ اپنے گھروں کو خود بھی گرا رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے گھروں کو ڈھا رہے تھے۔ عبرت پکڑو اے دیکھنے والو کہ

☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

☆ وہ جن قلعوں کو اپنی حفاظت سمجھ رہے تھے اب انہیں کو ڈھا رہے تھے، پس اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔

☆ دنیا دل لگانے اور زیادہ بسانے کی جگہ نہیں ہے، کل تک کن امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور آج کس

حسرت سے ان کو ڈھا رہے ہیں۔

☆ جو اپنا عہد توڑ کر مکاری اور دھوکہ بازی کا طریقہ اختیار کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

☆ مسلمان جب بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لئے خالص نیت کے ساتھ جہاد میں نکلیں گے تو ان کے دشمنوں کا اسی طرح برا حال ہوگا۔

☆ ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمندی والا کام نہیں۔ اور بہت سی عبرتیں فاعبترو یا اولی الابصار اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔

مسلمانوں کے لئے فتح کا اصول

”پہلی لشکر کشی میں مسلمانوں کو ’بنو نضیر‘ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی، بظاہر سب اسباب ان کے مخالف تھے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول ﷺ کے اتباع کے خیال سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے پوری فتح دی اور آئندہ بھی فتح اس اصول پر ہوگی۔“ (حاشیہ حضرت لاہوری)

بنو نضیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سورۃ کو سورۃ بنی النضیر کہا کرتے تھے بنو نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے یہ لوگ بنی اسرائیل پر فتنوں کے زمانے میں مدینہ منورہ آ کر مقیم ہوئے تھے کہ یہاں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو ان کی اتباع کریں گے۔ پھر ان کا جو معاملہ ہوا وہ اس سورۃ میں مذکور ہے۔

قال سعید بن جبیر: قلت لابن عباس سورة الحشر؟ قال: قل سورة النضير وهم

رهط من اليهود من فديت هارون عليه السلام انزلوا المدينة في فتن بنی اسرائیل انتظاراً

لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وکان من امرهم مانص اللہ علیہ (القرطبی)

ورواه البخاری من حدیث ابی عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال قلت لابن

عباس سورة الحشر؟ قال سورة بنی النضیر (ابن کثیر)

آسان تفسیر

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ: جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ چنانچہ اس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ آگے بیان کیا جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ

ترجمہ: وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلا لشکر جمع کرنے کے وقت نکال دیا۔

اہل کتاب کے کافروں سے مراد یہود بنی نضیر ہیں، یہ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب دو میل کے فاصلے پر آباد تھے، یہ لوگ بہت جتنے والے، سرمایہ دار اور مضبوط قلعوں کے مالک تھے، حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کا معاہدہ کر لیا مگر پھر بار بار دھوکہ بازی کرتے رہے یہاں تک کہ رسول ﷺ کو شہید کرنے

کی سازش کی تب مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر یہ جلا وطن کئے گئے۔

۱ اَدْلُ الْحَشْرِ سے مراد یا تو مسلمانوں کے لشکر کا پہلا اجتماع ہے اور مطلب یہ ہے کہ پہلے ہی حملے اور مذبحیٹر میں یہ شکست کھا کر بھاگنے کے لئے تیار ہو گئے۔

۲ اَدْلُ الْحَشْرِ کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ اس یہودی قبیلے کے لئے جلا وطنی کا پہلا موقع تھا، اس سے پہلے ان کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ ان کو اس طرح سے جلا وطن کیا گیا ہو۔

قال الزهري كانوا من سبط لمد يصبهم جلاء فيما مضى (القرطبي، البغوي)

حشر عربی زبان میں کہتے ہیں جمع کرنے کو۔ اپنی جگہ چھوڑ کر جب کسی جگہ کوئی قوم جمع ہو جائے اسکو حشر کہا جاتا ہے قیامت کے دن کو بھی حشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف اطراف و اکناف کے لوگ جمع ہوں گے۔

۳ اَدْلُ الْحَشْرِ کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نکال دیا حشر سے پہلے۔ یہ لوگ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کہا کرتے تھے کہ ہمیں حشر تک کوئی مدینہ منورہ سے نہیں نکال سکتا، تو فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حشر سے پہلے ہی ان کو نکال دیا۔

۴ اَدْلُ الْحَشْرِ کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ان یہودیوں کا پہلا حشر ہے کہ مدینہ چھوڑ کر خیبر وغیرہ چلے گئے، اس میں اشارہ ہے کہ ایک اور حشر بھی ہوگا۔ یہ دوسرا حشر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا جب ان کو خیبر سے نکال کر شام بھیج دیا گیا اور ملک شام میں آخری ”حشر“ بھی ہونا ہے شام کو ”ارض المحشر“ کہتے ہیں۔

(اَدْلُ الْحَشْرِ کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں تفصیل کے لئے القرطبی، حسانی اور دیگر تفاسیر ملاحظہ فرمائیں۔)

مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُوا أَنَّكُمْ مَا نَعْتَهُمْ حُصُوتُهُمْ مِنَ اللَّهِ

یعنی ان کے ساز و سامان، مضبوط قلعے، اور جنگی قوت اور مہارت دیکھ کر نہ تو مسلمانوں کو یہ اندازہ تھا کہ اس قدر جلدی وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور نہ ان کے وہم و خیال میں تھا کہ مٹھی بھر بے سرو سامان لوگ ان پر اس طرح سے چڑھ آئیں گے۔ وہ اسی گمان میں تھے کہ مسلمان (جن کے سروں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے) ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہ کر سکیں گے اور اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے بچ نکلیں گے مگر انہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ روک سکی۔

فَأَنذَرْتَهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا

پھر پہنچا ان پر اللہ تعالیٰ (کا حکم اور عذاب) جہاں سے ان کا خیال تک نہ تھا۔

۱ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم وہاں سے پہنچا جہاں سے ان کو خیال و گمان بھی نہ تھا یعنی دل کے اندر سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔

۲ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے قتال کا حکم دے دیا انہیں اس چیز کا گمان نہیں تھا۔

۳ یہ طاقتور لوگ کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر نکالے گئے جس کا انہیں گمان تک نہیں تھا کہ ایسا بھی کبھی ہو سکتا ہے۔

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ ۚ

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا

رعب وہ ہتھیار ہے جو سیدھا دلوں پر لگتا ہے عربی زبان میں توپ کے گولے کو بھی قذیفہ کہتے ہیں مگر رعب کا گولہ توپ کے گولے سے زیادہ مہلک اور مؤثر ہوتا ہے۔ یہ رعب ان کے دلوں پر ان کے سردار کعب بن اشرف کے قتل سے پڑا اور قذف فی قلوبہم الرعب بقتل سیدہم کعب بن اشرف۔ (القرطبی)

”یہ یہودی ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب و خوفزدہ ہو رہے اب مسلمانوں کے اچانک حملہ نے رہے سہے حواس بھی کھو دیئے۔“ (عثمانی)

يُخْرِبُونَ بِيُودِيَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: وہ اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔

یہ یا تو انکے جلاوطن ہونے اور شکست کھا کر نکلنے کے وقت کی منظر کشی ہے یہ یہودی اس حسد سے کہ مسلمان ان کے گھروں میں نہ رہیں جاتے وقت اپنے مکانات خود گرا رہے تھے اور ان مکانات میں لکڑی اور لوہے وغیرہ کی جو چیزیں لگی تھیں وہ اپنے ساتھ اکھاڑ کر لے جا رہے تھے، کڑی، تختے، کواڑ، میخیں وغیرہ۔

تفسیر عثمانی میں ہے -

یعنی حرص اور غیظ و غضب کے جوش میں مکانوں کے کڑی، تختے، کواڑ اکھاڑنے لگے تاکہ جو کوئی چیز جو ساتھ لے جا سکتے ہیں رہ نہ جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ (عثمانی)

عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے مکانات بہت خوبصورت بنے ہوئے تھے وہ اس حسد میں کہ مسلمان ان میں نہ رہیں ان کو اندر سے گرا رہے تھے اور مسلمان باہر سے ان کو گرا رہے تھے۔ (قرطبی)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کے ساتھ ہونے والے جہاد کی منظر کشی ہے۔ مسلمان ان کے مکانات گرا رہے تھے تاکہ میدان جہاد کشادہ ہو جائے پھر جب مسلمان کسی مکان کو گراتے تو یہودی اس کے پچھلے حصے کو توڑ کر اس کے بعد والے مکان میں مورچہ سنبھال لیتے اور مکان سے مسلمانوں پر پتھراؤ کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مکانات گرا رہے تھے تاکہ ان کے بلے سے راستہ بند ہو جائے اور مسلمان آگے پیش قدمی نہ کر سکیں۔

وقال ابن عباس: كانوا كلما ظهر المسلمون على دار من دورهم هدموها ليتسع

موضع القتال وهم ينتقبون دورهم من ادبارها الى التي بعدها يتحصنوا فيها

ويرموا بالتي اخرجوا منها المسلمون وقيل ليسدوا بها اذقتهم۔ (القرطبی)

زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مکان برباد کئے اپنے معاہدے اور وعدے توڑ کر اور

مسلمانوں نے ان کے گھر ویران کئے ان کے خلاف جہاد کر کے۔

يخربون بيوتهم بنقض المواعيد وايدى المومنين بالمقاتلة قاله الزهري ايضاً۔ (القرطبي)

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

عبرت حاصل کروائے آنکھوں والو۔

اس کا مطلب ”خلاصہ“ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (القرطبي، البغوي، حنفی، عثمانی، المدارك)

جلا وطن کرنے کا حکم

اہل علم فرماتے ہیں کہ حربی کافروں کو اس طرح سے جلا وطن کرنا کہ ان کو اپنا مال اسباب لیکر اس علاقے سے جانے دیا جائے، نہ ان کو غلام بنایا جائے اور نہ جزیہ مقرر کر کے ذمی بنایا جائے یہ ابتدائے اسلام میں تھا، اب مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اگر طاقت رکھتے ہوں تو کفار سے قتال کریں یہاں تک کہ وہ یا تو مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں یا ان کو قید کر کے غلام بنالیا جائے۔ اور اسکی دلیل سورۃ التوبہ **آیت ۲۹** **حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ** **أَمْثَلِ** **حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ** لیکن اگر مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ ہو کہ قتال کر کے ان کو اسلام پر یا ذمی بننے پر لاسکیں تو پھر انہیں جلا وطن کرنا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے احکام القرآن للجصاص اور تفسیر قرطبی:-

قال الكيما الطبري: ومصالحة اهل الحرب على الجلاء من ديارهم من غير شني

لايجوز الآن، وانما كان ذلك في اول الاسلام ثم نسخ والاآن لابد من قتالهم اوسبيهم او

ضرب الجزية عليهم۔ (القرطبي)

ایک عسکری نکتہ

اکثر مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی دشمنان اسلام کے لئے ایک خاص رعب عطا فرمایا تھا۔

صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نصرت بالرعب بين يدي مسيرة شهر۔

کہ اللہ تعالیٰ نے میری نصرت فرمائی ہے اس رعب کے ذریعہ جو ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں پر طاری ہو جاتا ہے۔ یہاں تو بنو نضیر والے بہت قریب تھے اس لئے ان پر رعب پڑنا ایک ظاہری بات ہے لیکن اس وقت بنو نضیر پر جو رعب پڑا اسکی ایک بڑی وجہ ان کے سردار کعب بن اشرف کا قتل بھی ہے کعب بن اشرف نے مشرکین کے ساتھ ملاقاتیں کر کے مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور بد عہدی شروع کر رکھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خصوصی کارروائی کے ذریعہ اس کا قصہ ختم فرمادیا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تین

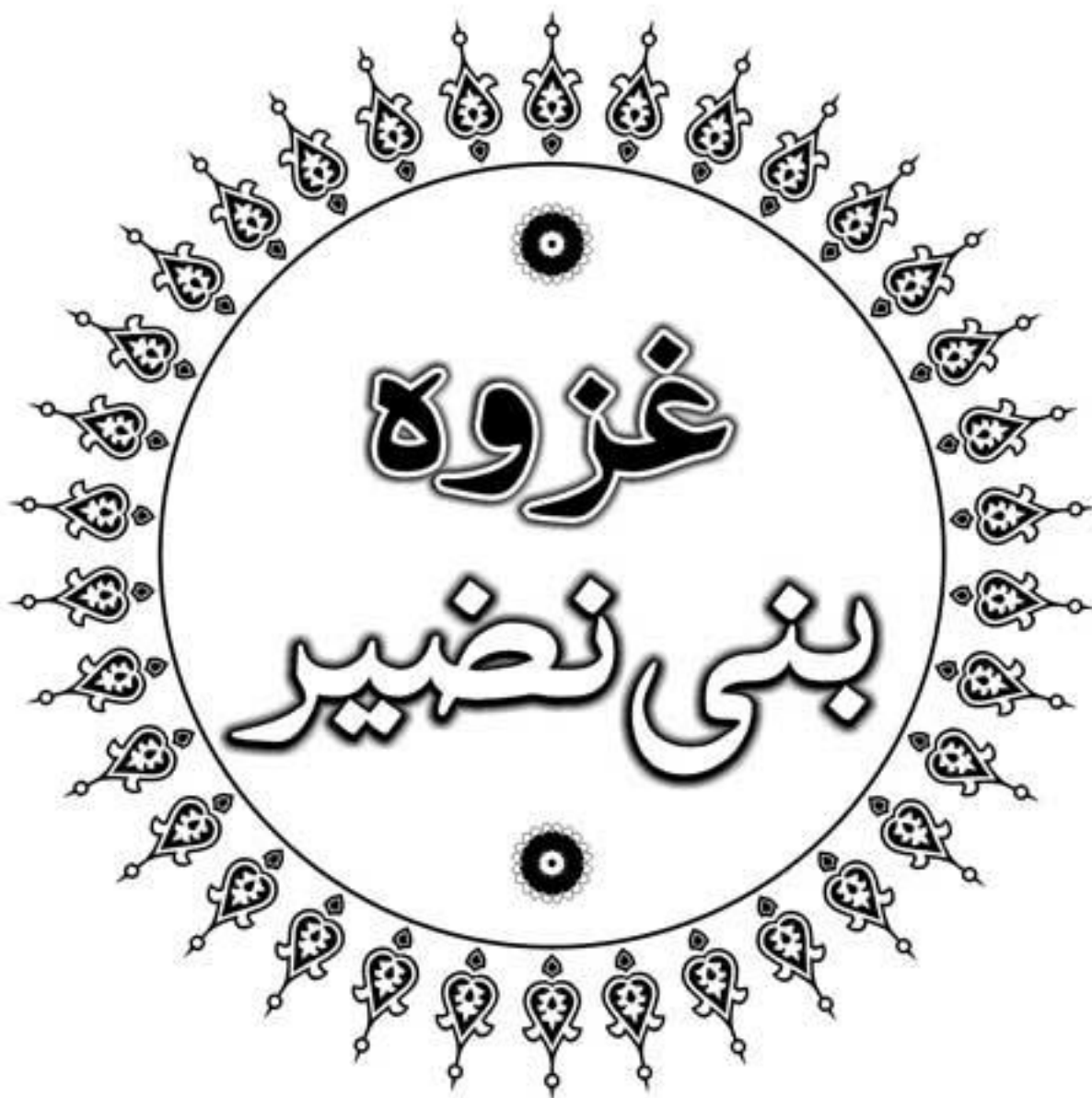
ساتھیوں کے ہمراہ گوریلا کارروائی فرمائی اور کعب بن اشرف کا قتلہ کاٹ پھینکا۔ یہ اچانک اور منظم کارروائی خوف کی ٹھنڈی ہوا بن کر یہودیوں کے دلوں میں گھس گئی اور وہ اتنی طاقت اور اسلحے کے باوجود لڑائی میں کھڑے نہ ہو سکے۔ پس مسلمانوں کو اس کارروائی سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اس طرح کی کارروائیوں کے ذریعے دشمنان اسلام کی صفوں پر خوف اور رعب کی بجلی گرانی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جہاد کی منظر کشی

جہاد کا عمل اللہ تبارک و تعالیٰ کو محبوب ہے، قرآن پاک کئی مقامات پر جہادی معرکوں کی خوبصورت منظر کشی فرماتا ہے، ان آیات میں بھی یہ منظر کشی موجود ہے۔ یہودیوں کی بظاہر ناقابل تسخیر طاقت، مسلمان سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ کبھی ان کو یہاں سے نکالیں گے۔ یہودیوں کے مضبوط قلعے، جن میں بیٹھ کر وہ خود کو تقدیر کے فیصلوں سے بھی محفوظ سمجھ رہے تھے، مسلمانوں کا اچانک حملہ، یہودیوں پر خوف اور رعب کی سراپیسگی، گرتے اور اُجڑتے ہوئے مکانات، عبرت کے مناظر، صدیوں سے آباد یہودیوں کے حسرت بھرے قلعے اور مسلمانوں کے لئے مال فئے کے انبار۔ کاش مسلمان ان آیات کی روشنی میں ”اپنے حسین ماضی“ کی ایک جھلک دیکھیں اور اپنے ”حال“ کو بہتر بنائیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)



غزوة بنى نضير ربيع الأول ٥٢ هـ



غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۳ھ

تاریخ غزوہ

یہ بنی نضیر مدینے کے یہودیوں کا ہی ایک خاندان تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ بنی نضیر خیبر کے یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اور ان کی بستی کوزہ رہ کہا جاتا تھا۔ یہ غزوہ ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا۔ ایک قول ہے کہ یہ غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے اور راوی کے مطابق امام بخاری کا قول بھی یہی ہے۔ مگر علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ غزوہ بنی نضیر کو غزوہ احد کے بعد ذکر کرنا ہی درست اور صحیح ترتیب ہے جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا ہے جو غزوات کے علم میں امام ہے۔

اس غزوہ کا سبب

عمرو بن امیہ ضمری جب بیر معونہ سے مدینہ واپس ہوئے تو راستہ میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہو لئے مقام قناتہ میں پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہرے جب یہ دونوں شخص سو گئے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان شہید کئے ہیں، سب کا انتقام تو فی الحال دشوار ہے بعض ہی کا انتقام اور بدلہ لے لوں اس لئے ان دونوں کو قتل کر ڈالا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں سے عہد اور پیمان تھا مگر عمرو بن امیہ کو اس کی خبر نہ تھی مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے تو ہمارا عہد اور پیمان تھا ان کی دیت اور خون بہا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں شخصوں کی دیت روانہ فرمائی۔

بنی نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے از روئے معاہدہ دیت کا کچھ حصہ بنی نضیر کے ذمہ بھی واجب الادا تھا اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اس دیت میں اعانت اور امداد لینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف اور سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ وغیرہم آپ کے ہمراہ تھے آپ جا کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

بنو نضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خون بہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دے تاکہ نصیب دشمنان آپ دب کر مر جائیں سلام بن مشکم نے کہا:

لا تفعلوا، واللہ لیخبرہ ربہ وانہ لنقض العہد الذی بیننا و بینہ

ایسا ہرگز نہ کرو خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کر دے گا نیز یہ بد عہدی ہے۔

چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرائیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور آپ وہاں سے اس طرح اٹھے جیسا کہ کوئی ضرورت کے لئے اٹھتا ہو اور صحابہ وہیں بیٹھے رہے یہود کو جب آپ کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے کنانہ بن حویرا یہودی نے کہا تم کو

معلوم نہیں کہ محمد ﷺ کیوں اٹھ کر چلے گئے خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم ہو گیا بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو صحابہ آپ کی تلاش میں مدینہ آئے آپ نے یہود کی غداری سے مطلع فرمایا۔ بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ بنو نضیر نے ایک اور غداری اور عیاری کی کہ آنحضرت ﷺ کو یہ پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں ہمارے تین عالم آپ سے گفتگو کریں گے اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور اندرونی طور پر ان تین عالموں کو یہ ہدایت کر دی کہ ملاقات کے وقت اپنے کپڑوں میں خنجر چھپا کر لے جائیں تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں مگر آپ کو ایک ذریعہ سے ان کی اس چالاکی اور عیاری کا ملاقات سے پہلے ہی علم ہو گیا۔ (رواہ ابن مردویہ باسناد صحیح) غرض یہ کہ بنو نضیر کی متعدد غداریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔

ایک قول ہے کہ اس موقع پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَذْهَمَ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ

فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔ (المائدہ ۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا۔

یہود کو جلا وطنی کا حکم

ادھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے کے بعد حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا: ”میرے شہر یعنی مدینے سے نکل جاؤ (کیونکہ شہر مسلمانوں کی علمبرداری میں تھا) تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے۔ اس لئے کہ تم نے جو کچھ منصوبہ بنایا تھا وہ غداری تھی۔“

منافقوں کی طرف سے یہود کو سہارا

آنحضرت ﷺ کا یہ حکم پہنچنے کے بعد بنی نضیر کے یہودیوں نے مدینہ سے جلا وطنی کی تیاری شروع کر دی اور اونٹوں کا انتظام کرنے لگ گئے مگر اسی وقت منافقین نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے گھریا اور وطن چھوڑ کر ہرگز کہیں مت جاؤ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سے جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہاری مدد کو آئیں گے اور اگر تم لوگوں کو یہاں سے نکلنے اور جلا وطن ہونے پر ہی مجبور ہونا پڑا تو ہم تم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

ابن ابی کی طرف سے مدد کا وعدہ

یہودیوں کو روکنے میں سب سے پیش پیش منافقوں کا سردار عبد اللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔ اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا۔ اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہرگز کہیں مت جاؤ بلکہ اپنی حویلیوں میں جئے رہو۔ میرے ساتھ دو ہزار جاں باز موجود ہیں

جن میں میری قوم کے لوگ بھی ہیں اور عرب کے دوسرے قبائل بھی ہیں وہ لوگ وقت پر تمہاری حویلیوں میں تمہارے ساتھ آئیں گے اور آخردم تک تمہارے لئے جنگ کریں گے۔ تم پر آنچ آنے سے پہلے وہ اپنی جانیں پیش کریں گے۔ اسی طرح بنی قریظہ کے لوگ اور قبیلہ غطفان میں ان کے حلیف یعنی دوست بھی تمہاری طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔“

یہود کو ڈھارس اور جلا وطنی سے انکار

ابن ابی کا یہ پیغام ملنے پر بنی نصیر کو زبردست ڈھارس بندھی اور انہوں نے جلا وطنی کا ارادہ ختم کر دیا ساتھ ہی انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس یہ کہلایا ”ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے، آپ کا جودل چاہے کر دیکھئے۔“ یہ پیغام سن کر رسول اللہ ﷺ نے کلمہ تکبیر بلند فرمایا اور مسلمانوں نے آپ کے ساتھ تکبیر کہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہود برس پیکار ہو چکے ہیں۔

ابن مشکم کی حی کو فہمائش

ادھر اس سرکشی میں جو شخص یہودیوں کی سربراہی کر رہا تھا وہ حی ابن اخطب تھا جو ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کا باپ تھا اور بنی نصیر کے ایک دوسرے سردار یعنی سلام بن مشکم نے حی کو اس سرکشی سے روکا اور کہا: ”حی! خدا کی قسم اپنے سرکش ارادہ سے باز رہو کیونکہ ابی کی بات اور وعدے کا کوئی بھروسہ نہیں ہے وہ صرف چاہتا ہے کہ تمہیں محمد ﷺ سے لڑا کر ہلاکت میں ڈال دے اور خود گھر بیٹھ کر تماشا دیکھے۔ دیکھتے نہیں اس نے بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسد قرظی کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ بنی قریظہ کے لوگوں کو اس موقع پر تمہاری یعنی بنی نصیر کے یہودیوں کی مدد کرنی چاہئے مگر کعب نے جواب دے دیا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص بھی مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے اپنے معاہدے کو نہیں توڑے گا۔ اس پر وہ بنی قریظہ سے مایوس ہو گیا۔ جیسا وعدہ اس نے تم سے کیا ہے ایسا ہی وعدہ بنی قینقاع کے اپنے حلیفوں سے بھی کیا تھا (چنانچہ بنی قینقاع کے لوگ اس کی باتوں میں آگئے اور) انہوں نے محمد ﷺ سے بھی جنگ کی اور معاہدہ توڑ کر اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا اور ابن ابی اور اس کی مدد کا انتظار کرنے لگے مگر وہ اپنے گھر میں چھپا بیٹھا رہا اور محمد ﷺ اپنا لشکر لے کر بنی قینقاع کی سرکوبی کے لیے پہنچ گئے یہاں تک کہ محمد ﷺ کے حکم پر بنی قینقاع کو جلا وطنی اختیار کرنی پڑی۔ اب خود سوچ لو جب ابن ابی نے ان لوگوں کی مدد نہیں کی جو اس کے حلیف اور دوست تھے اور جو دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے تو ہم ان لوگوں میں ہیں جو ہمیشہ سے قبیلہ اوس کی حمایت میں قبیلہ خزرج سے لڑتے آ رہے ہیں۔“

مگر حی آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے پر تیار رہا ادھر بنی نصیر کے یہودیوں نے اس سے کہا: ”ہمارا معاملہ تمہارے تابع ہے ہم کسی حال میں بھی تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔“

مسلمانوں کا بنی نصیر کی طرف کوچ

چنانچہ حی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے اس لئے جو تمہارے

جی میں آئے کر دیکھو۔ اس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کے مقابلے کے لئے کوچ فرمایا اس موقع پر آپ ﷺ نے مدینے میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ جنگی پرچم حضرت علی بن ابوطالبؓ نے اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ لشکر کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ شام کے قریب آپ ﷺ نے بنی نضیر کی بستی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور ان کے چوک میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ ادھر یہودی اپنی حویلیوں میں قلعہ بند ہو گئے تھے اور چھتوں پر سے تیر اور پتھر برسائے گئے۔

یہود کا محاصرہ

مسلمانوں نے رات اسی حالت میں گزاری کہ وہ یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور بار بار نعرہ تکبیر بلند کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ صبح کا اجالا ہونے لگا۔ حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ ان دس صحابہ کے ساتھ واپس لشکر گاہ میں تشریف لے آئے جن کے ساتھ گئے تھے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لئے ایک قبہ بنا دیں۔ یہ قبہ لکڑی کا تھا اور اس پر اونی کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس قبہ میں قیام فرما ہوئے۔

قبہ پر غزول کی تیر اندازی

یہودیوں میں ایک شخص تھا جس کا نام غزول تھا۔ یہ شخص نہایت بہترین اور پر زور تیر انداز تھا۔ اس کا پھینکا ہوا تیر دوسروں سے کہیں دور تک جاتا تھا۔ (چنانچہ اس نے حویلی کی چھت پر سے ایک تیر چلایا) جو آنحضرت ﷺ کے اس قبہ تک پہنچا اس پر آنحضرت ﷺ نے قبہ کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نصب کرانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

اسی دوران ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر میں غائب پائے گئے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ! علیؓ کہیں نظر نہیں آرہے ہیں“

آپ نے فرمایا:

”ان کی فکر نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے ہی ایک کام سے گئے ہیں۔“

غزول کا سر نیزہ حیدری پر

اس کے بعد تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص کا سر لئے ہوئے آئے جس کا نام غزول تھا اور جس کا تیر رسول اللہ ﷺ کے قبہ تک پہنچا تھا۔ حضرت علیؓ اس وقت غزول کی گھات میں بیٹھ گئے تھے جب وہ مسلمانوں کے کسی بڑے سردار کو مارنے کے لئے چلا تھا اس کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی اس دستے کے ساتھ وہ کسی بڑے مسلمان کے قتل کی فکر میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ سب فرار ہو گئے۔

اسلامی دستہ یہود کی تلاش میں

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس آدمیوں کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل ابن حنیف رضی اللہ عنہ بھی تھے ان لوگوں نے اس جماعت کو جا پکڑا جو غزول کے ساتھ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ گئی تھی ان لوگوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔

بنی نضیر کے باغات کاٹنے کا حکم

غرض جب یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو چھ راتیں گزر گئیں تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے باغات کاٹ ڈالے جائیں اور انہیں جلا دیا جائے ایک قول ہے کہ یہ حکم پندرہ دن تک محاصرہ کرنے کے بعد دیا گیا۔ ایک قول بیس رات ایک قول تیس رات اور ایک قول پچیس رات کا بھی ہے۔

کھجوریں کٹنے پر یہود کی آہ و بکا

غرض جب مسلمانوں نے بنی نضیر کے باغات میں عجمہ کھجوروں کی فصل کاٹنی شروع کی تو یہودی عورتوں نے مارے رنج و غم کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، اپنے منہ نوچ ڈالے اور رو رو کر واویلا کرنے لگیں اور وہ چند درخت جو جلائے گئے اس مقام پر تھے جو بوریہ کے نام سے مشہور تھا۔ جس کو یہاں حفرہ یعنی گڑھا کہا جاتا ہے۔ نیز اس کو بولہ بھی کہا جاتا ہے۔ غرض مسلمانوں کو باغات کاٹنے اور جلاتے دیکھ کر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پکار کر کہا۔

یہود کی طرف سے امن و انصاف کی دہائی

”اے محمد ایک روایت میں یوں ہے کہ اے ابوالقاسم! آپ تو فساد سے منع کیا کرتے تھے اور جو کوئی کرتا تھا اسے برا کہا کرتے تھے اب یہ باغات کیوں کاٹ اور جلا رہے ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ پھر اب یہ فساد خود کیوں پھیلا رہے ہو۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ”اے محمد! آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آپ صلاح اور امن کے لئے آئے ہیں۔ کیا باغات کاٹنا بھی آپ کی امن پسندی میں شامل ہے اور جس کلام کے متعلق آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ پر نازل ہوتا ہے کیا اس میں بھی یہ ہے کہ روئے زمین پر فساد پھیلاؤ۔“ تم تو فساد کو ناپسندیدہ چیز قرار دیتے ہو۔ پھر خود یہی فساد کیوں پھیلا رہے ہو۔“

جواب میں وحی کا نزول

یہودیوں کی ان باتوں کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال اثر کرنے لگا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنِهِ أَوْ تَرَكْتُمْوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ

(پ ۲۸ سورۃ حشر آیت ۵)

ترجمہ: جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو جگہ پر کھڑا رہنے دیا سو دونوں باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور رضا کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے!۔

(ی) کیونکہ یہودیوں کے قول کے مطابق مسلمانوں کا یہ فعل فساد تھا (تو ان کو جواب دے دیا گیا)۔ بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ تمام باغات اور درخت جو مسلمانوں نے کاٹے یا جلائے ان کی تعداد چھ تھی۔

ابن ابی کی یہود کو یقین دہانیاں

ادھر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی سلول برابر بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجتا رہا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو اور مقابلہ کرتے رہو کیونکہ اگر تم نے جنگ جاری رکھی تو ہم بھی تمہاری حمایت میں لڑیں گے اور تم یہاں سے نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

ابن ابی کی دعا بازی

عبداللہ ابن ابی کے اس وعدہ میں اس کی قوم کے کچھ لوگ اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ یہودی ابن ابی کے وعدہ پر بھروسہ کر کے اپنی حویلیوں میں جے رہے اور اس کی مدد کا انتظار کرتے رہے مگر ابن ابی نے ان کے ساتھ دعا کی اور نہ ان کی مدد کو آیا اور نہ اس سے یہودیوں کو کوئی سہارا ملا۔ ادھر سلام ابن مشکم اور کنانہ ابن صوریا (جو پہلے ہی ابن ابی پر بھروسہ کرنے کے خلاف تھے) جی ابن اخطب سے کہنے لگے۔

ابن ابی کی وہ مدد کہاں گئی جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے.....!؟

حیی کی پشیمانی و بے چارگی

حیی ابن اخطب نے جواب دیا۔ ”کیا کریں یہ مصیبت ہمارے مقدر میں لکھی ہوئی تھی!“

آخر جلا وطنی پر آمادگی

ادھر آنحضرت ﷺ ان کا سختی کیساتھ محاصرہ کئے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا فرما دیا آخر کار انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلا وطن ہونے کی اجازت دیدی جائے اور جان بخشی کر دی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لاداجا سکتا ہے، آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ شرط اور درخواست قبول فرمائی۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ اپنا وہ سامان بھی لاد لیا جو اونٹ لے جاسکتے ہیں صرف ہتھیار چھوڑ دیئے۔ ان کے ساتھ کل ملا کر چھ سو اونٹ تھے۔

سوائے ہتھیاروں کے کل سامان کے ساتھ یہود کی روانگی

ہر شخص خود اپنا مکان ڈھا کر اس کی لکڑی جیسے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ تک نکال کر اونٹوں پر لاد لے گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مکانوں کے ستون اور چھتیں تک توڑ ڈالیں، کواڑ تختے حتیٰ کہ چولیس تک نکال لیں اور محض حسد اور جلن میں اپنے مکانوں کی دیواریں تک منہدم کر دیں تاکہ وہ اس قابل نہ رہ

جائیں کہ ان کے جلاوطن ہو جانے کے بعد ان مکانوں کو مسلمان آباد کر سکیں۔

جلا وطنی کا عبرتناک منظر

غرض بنی نضیر کے لوگ اس شان سے مدینے سے جلا وطنی کے لئے نکلے کہ مدینے کی سڑکیں ان سے بھر گئیں۔ لوگ سڑکوں پر دونوں طرف کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور یہودی قطار اندر قطار گزر رہے تھے۔ سلام بن ابوالحقیق نے اونٹ کی کھال کا ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا۔ ایک قول ہے کہ بیل کی کھال کا اور ایک قول کے مطابق گدھے کی کھال کا تھا جو زیورات سے بھرا ہوا تھا اور سلام پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ یہ مال و متاع ہم نے سرد و گرم حالات کے لئے جمع کر رکھا تھا اور جہاں تک باغات کے ہاتھ سے جانے کا تعلق ہے تو باغات ہمیں خیبر میں بھی مل جائیں گے۔ منافقوں کو بنی نضیر کے جلاوطن ہو جانے پر زبردست رنج و صدمہ تھا۔

یہودی دولت

یہ تمام مال و دولت اور سونا چاندی اس سودی کاروبار کا تھا جو وہ مکے کے اور دوسرے عربوں سے کرتے تھے۔ یہ تمام دولت ابوالحقیق کی اولاد کے پاس رہا کرتی تھی۔ آگے غزوہ خیبر کے بیان میں آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے اسی مال و دولت کو ساز و سامان اور خزانہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا تھا اور اسی دولت کی وجہ سے ابوالحقیق کے دو بیٹے قتل ہوئے کیونکہ انہوں نے اس خزانہ کو آنحضرت ﷺ سے بچانے کے لئے کہیں چھپا دیا تھا۔

مدینے کے بعد خیبر میں یہود کا مسکن

غرض بنی نضیر کے یہ یہودی مدینے سے جلاوطن ہو کر کچھ تو خیبر میں جا بسے ان میں یہودیوں کے بڑے اور سرکردہ لوگ تھے جیسے حیی بن اخطب، سلام بن ابوالحقیق اور کنانہ ابوربیع بن ابوالحقیق وغیرہ۔ جب یہ لوگ خیبر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنے قدم جمانے کے لئے قرضے وغیرہ دیئے۔

بنی نضیر کے متعلق سورت قرآنی

بنی نضیر کے متعلق حق تعالیٰ نے سورہ حشر نازل فرمائی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ تو اس سورت کو سورہ بنی نضیر ہی کہا کرتے تھے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ علامہ سبکیؒ نے لکھا ہے کہ اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ حشر بنی نضیر کے معاملے میں ہی نازل ہوئی تھی۔

یہود کا اولین حشر

موسیٰ ابن عقبہؒ نے لکھا ہے کہ ان یہودیوں کو جب سے یہ یہاں آباد ہوئے تھے کبھی جلا وطنی سے دوچار نہیں ہونا پڑا تھا اسی لئے ان کے اس حشر و انجام کو اولین حشر کہا گیا اور وہ حشر ان کی جلا وطنی اور گھر سے بے گھر ہونا تھا۔ مگر ایک قول کے مطابق حشر سے مراد میدان محشر ہے کیونکہ جب ان کو مدینے سے نکلنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا تھا۔

”اے محمد! ہم آخر کہاں نکل جائیں؟“۔ آپ نے فرمایا۔ ”حشر یعنی میدان محشر کی طرف!“۔

دوسرا حشر

غرض یہ ان کا اولین حشر تھا اور ان کا دوسرا حشر آگ ہوگا جو (قیامت کے قریب) عدن سے پھوٹے گی جس کے نتیجے میں یہ لوگ (بدحواس ہو کر) بھاگیں گے اور اس مقام پر جمع ہوں گے جہاں قیامت میں حساب کتاب کا انتظار ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں ظاہر ہوا تھا کہ آپ نے ان لوگوں کو خیبر سے بھی جلا وطن کر کے تیاء اور اریحاء کے علاقوں کی طرف دھکیل دیا تھا جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

بنی نضیر سے حاصل شدہ فئی کا مال!

بنی نضیر جو ہتھیار چھوڑ گئے تھے ان میں آنحضرت ﷺ نے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں پائیں۔ اس مال غنیمت کا آنحضرت ﷺ نے پانچواں حصہ نہیں نکالا جیسا کہ آپ ﷺ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کے مال غنیمت میں پانچ حصے کئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! جو مال آپ کو ملا ہے کیا آپ اس کے پانچ حصے نہیں فرمائیں گے جیسا آپ نے بنی قینقاع کے مال میں کیا تھا!“

نبی ﷺ کا مال مخصوص

آپ ﷺ نے فرمایا:-

”میں اس میں کچھ نہیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے بغیر مومنین کے میرے لئے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ خاص فرمادیا ہے۔“

مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ (الحج ۲۸ سورہ حشر آیت ۷)

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ اس طور پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوادے۔ (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ الحج

تقسیم مال کے لئے انصار سے مشورہ اور تعریف

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال و اسباب کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تاکہ انصار سے ان کا بوجھ ہلکا ہو۔ اگرچہ انصار اپنے اخلاص و ایثار کی بنا پر اس بار کو بازنہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا حمد و ثناء کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا اور بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا اے گروہ انصار! اگرچہ ہو تو میں اموال بنی نضیر کو تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دوں اور حسب سابق مہاجرین تمہارے شریک حال رہیں اور اگرچہ ہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمہارے گھر خالی کر دیں۔

سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال آپ فقط مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور حسب سابق مہاجرین ہمارے ہی گھروں میں رہیں اور کھانے اور پینے میں ہمارے شریک رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مال تو آپ فقط مہاجرین پر تقسیم فرمادیں باقی ہمارے اموال اور املاک میں سے بھی جس قدر چاہیں مہاجرین پر تقسیم فرمائیں ہم نہایت خوشی سے اس پر راضی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ جواب سن کر مسرور ہوئے اور یہ دعا دی۔

اللهم ارحم الانصار واهناء الانصار

اے اللہ انصار پر اور انصار کی اولاد پر اپنی خاص مہربانی فرما۔
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا:-

جزاكم الله خيرا يا معشر الانصار فوالله ما مثلنا ومثلكم الا كما قال الغنوي

اے گروہ انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے خدا کی قسم ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ غنوی شاعر نے کہا ہے۔

جزى الله عنا جعفر احين ازلقت بنا نعلنا في الواطئين فذلت

اللہ تعالیٰ جعفر کو جزا دے کہ جب ہمارا قدم پھسلا اور اس کو لغزش ہوئی۔

ابوان يملون ولوان امنا تلاقي الذي يلقون منا الملت

تو ہماری اعانت اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ بالفرض اگر ہماری ماں کو یہ صورت پیش آتی تو شاید وہ بھی اکتا جاتی۔
آپ نے تمام مال مہاجرین پر تقسیم فرمادیا۔ انصار میں سے صرف ابو دجانہ اور اہل بن حنیف کو بوجہ تنگدستی اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔

”انصار کے دیئے ہوئے مال کی واپسی کا حکم“

جب آنحضرت ﷺ نے یہ مال مہاجرین میں تقسیم فرمایا تو ساتھ ہی ان کو حکم دیا کہ انصار کا جو مال ان کے پاس ہے وہ اس کو واپس کر دیں کیونکہ اس کے بعد انہیں اس مال کی ضرورت باقی نہیں رہی اور دوسرے اس لئے کہ وہ اس کے مالک نہیں ہو گئے تھے جب کہ انصار یوں نے اپنے باغات مہاجرین کو اس لئے دیئے تھے کہ وہ ان باغات کی فصلوں اور بہار سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

اس غزوہ میں بنو نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یا مین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے مال و اسباب سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا اپنی املاک پر قابض رہے۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ ﷺ و سیرت حلبیہ)



سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۲۸۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ لَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی

اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دیس نکالا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے

الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنْهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ وَمَنْ

آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ کی

یُشَاقُّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

مخالفت کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

خلاصہ

بنی نضیر کے یہودیوں کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جلا وطنی لکھی تھی ورنہ وہ بھی دنیا میں قتل اور قید ہونے کا عذاب چکھ لیتے۔ ویسے آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب تیار ہے، اگر یہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ دنیا میں یہ جلا وطنی اور آخرت میں جہنم کا عذاب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کو دعوت دینا ہے۔

آسان تفسیر

”یعنی ان کی قسمت میں جلا وطنی کی سزا لکھی تھی، یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی، مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے (یا لونڈی غلام بنائے جاتے) غرض سزا سے بچ نہیں سکتے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ قتل کے بجائے محض جلا وطنی پر اکتفا کیا گیا۔ لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے، آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”جب یہ قوم ملکِ شام سے بھاگ کر یہاں (مدینہ منورہ) آئی تھی تو ان کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام جانا پڑے گا چنانچہ اس وقت اُجڑ کر (بعض شام میں چلے گئے اور بعض) خیبر میں رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں (خیبر) سے اُجڑ کر شام میں گئے۔“ (عشائی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

ان کے بارے میں توراہ میں آیا تھا کہ یہ جلا وطن کئے جائیں گے یہ بنی اسرائیل کے ایسے خاندان سے تھے جن کو

اس جلا وطنی سے پہلے کبھی جلا وطن نہیں ہونا پڑا تھا۔

والجلاء كتب عليهم في آي من التوراة وكانوا من سبط لم يصيبهم الجلاء قبل ما

سلط عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (ابن کثیر)

تفسیر قرطبی میں ہے:

ان میں سے بعض نے ایمان لانا تھا اور بعض کی اولاد نے ایمان لانا تھا تو ان کو قتل کے عذاب کی بجائے جلا وطنی کی

سزا دی گئی اور زندہ رکھا گیا۔

وانهم يبقون مدة فيؤ من بعضهم ويولد لهم من يؤمن۔ (القرطبی)



سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلٰی اُصُولِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ

مسلمانوں! تم نے جو کھجور کا پیڑ کاٹ ڈالا یا اس کو اسکی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا

وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے

خلاصہ

یہودیوں کی رسوائی اور ذلت کے لئے مسلمانوں نے جو قدم بھی اٹھایا وہ ٹھیک تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو رسوا فرمانا چاہتا ہے۔

شان نزول

صحیح بخاری کی روایت ہے:-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے بنی نضیر کے کھجور کے باغات جلواد یئے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا اور یہ باغات مقام ”بویرہ“ میں تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال حرق رسول اللہ ﷺ نخل بنی النضیر وقطع وہی البویرة فنزلت مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلٰی اُصُولِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (بخاری)

اسی بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی ہے

وہان علی سراة بنی لؤی حریق بالبویرة مستطیر (بخاری)

آسان تفسیر

جب وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ ان کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اُجاڑے جائیں تاکہ اُس کے درد سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے، اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے، کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں، کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس پر یہ آیت اتری، یعنی یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہے حکم الہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی تاکہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے چنانچہ جو درخت چھوڑ

دیئے گئے اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ (یعنی غم غصے اور جلن) میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان ان درختوں کو استعمال کریں گے اور نفع اٹھائیں گے، اور جو کاٹے یا جلانے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی غلبہ کے آثار کا ظاہر ہونا اور کفار کو غیظ و غضب میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں، لہذا دونوں کام (یعنی درخت کاٹنا اور درخت چھوڑنا) جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ (موضح، بیان، عثمانی)

باغیوں اور نافرمانوں کی رسوائی

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے جب طعنہ دیا کہ درختوں کا کاٹنا فساد ہے تو بعض مسلمانوں کے دل میں بھی یہ بات آئی۔ اسی طرح اہل تفسیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے درخت کاٹنے والے بھی تردّد میں تھے اور نہ کاٹنے والے بھی کہ ہم میں سے کس کا عمل ٹھیک ہے تو آیت مبارکہ نے اعلان فرمادیا کہ تم سب کا عمل ٹھیک ہے۔

فنزّل القرآن بتصدیق من نہیٰ وبتحلیل من قطعها من الاثم۔ (احکام القرآن)

اصل مقصود مسلمانوں کو عزت اور فتح دینا اور کافروں کو مغلوب اور رسوا کرنا تھا، پس جنہوں نے درخت کاٹے انہوں نے بھی کافروں کا دل جلایا اور جنہوں نے نہیں کاٹے ان کا مقصد بھی یہ تھا کہ ان درختوں سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔ باقی رہا یہودیوں کا یہ کہنا کہ درخت کاٹنا فساد ہے تو اس کا جواب **الْفٰسِقِیْنَ** کے لفظ سے دیا گیا کہ یہ یہودی اللہ تعالیٰ کے باغی مجرم اور نافرمان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے بڑا فساد اور کونسا ہو سکتا ہے؟ ان کو درختوں کا تو خیال ہے مگر اس مقصد کا خیال نہیں جس کی خاطر اس زمین کو آباد کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہر چیز انسانوں کے لئے بنائی ہے مگر انسانوں کو تو اپنی عبادت اور غلامی کے لئے پیدا فرمایا ہے، تو جو انسان عبادت اور غلامی چھوڑ کر مجرم، باغی اور نافرمان بن جاتے ہیں تو وہ بے قدر اور ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ایسے موذی لوگوں کو جو نقصان بھی پہنچایا جائے وہ ٹھیک ہے اور اسی میں زمین کی اور اہل زمین کی صلاح، فلاح اور خیر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک شرعی مسئلہ

تفسیر خازن میں ہے:

”اہل علم نے اسی آیت سے اس بات کی دلیل لی ہے کہ کافروں کے قلعوں اور گھروں کو گرانا، جلانا اور منجھنق سے نشانہ بنانا جائز ہے اور اسی طرح ان کے درخت وغیرہ کاٹنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔“

احتجہ العلماء بهذه الآیة علی ان حصون الکفار و دیارہم لا بأس ان تہدم و تحرق و

ترمی بالمجانیق و كذلك قطع اشجارہم و نحوہ۔ (المازن)

امام ابو بکر جراحہ نے اس مسئلے کو تفصیل اور دلائل کے ساتھ احکام القرآن میں بیان فرمایا ہے اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اگر کافروں کی املاک مسلمانوں کی ملک میں آنے کا امکان نہ ہو تو پھر ان کو گرانا اور جلانا بہتر ہے

اور اگر مسلمانوں کی ملکیت میں آنے کا امکان ہو تو پھر ان کو باقی رکھنا افضل ہے اگر ان کو ضائع کرنے کی کوئی اور مصلحت موجود نہ ہو۔

وحاصل ما ذکرہ الفقہاء فی المسئلۃ انہ ان علم بقاء ذلک فی ایدی الکفرۃ فالتخریب

والتحریق اولیٰ والافلا بقاء اولیٰ مالم یتضمن ذلک مصلحتہ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو غیظ و غم میں ڈالنا

اس آیت مبارکہ اور دیگر کئی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، کافروں کو غیظ و غم میں ڈالنا ایک پسندیدہ اور اجر والا کام ہے، کم از کم کوئی تو کافروں کو اس بات کا احساس دلائے کہ کفر ایک بڑی غلطی اور عار والا کام ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ

اس آیت مبارکہ میں یَبْئِئَنَہُ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ”کھجور کا درخت“ بیان کیا جاتا ہے۔ حضرات مفسرین نے اس لفظ کی لغوی تحقیق بہت تفصیل سے لکھی ہے کہ اس سے مراد کھجور کا ہر درخت ہے یا کوئی خاص قسم کا اعلیٰ یا ادنیٰ درخت۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے دس اقوال لکھے ہیں جبکہ باقی حضرات نے بھی مدلل کلام فرمایا ہے، اہل ذوق قرطبی، تفسیر کبیر، بغوی، ابن کثیر اور روح المعانی ملاحظہ فرمائیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ آیت ۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے مفت دلادیا سو تم نے اس پر گھوڑے نہیں

وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى

دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غالب کر دیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾

ہر چیز پر قادر ہے

خلاصہ

”بنی نصیر“ سے حاصل ہونے والا مال ”مالِ فئے“ ہے مسلمانوں کو اس مال کے حاصل کرنے میں کوئی خاص محنت اور جنگ نہیں کرنی پڑی چنانچہ یہ سارا مال رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہے جہاں چاہیں جس طرح چاہیں خرچ کریں، تقسیم فرمائیں۔

آسان تفسیر

۱ مالِ فئے میں تمہارا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ لڑائی سے حاصل نہیں ہوا رسول اللہ صلی علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس طرح چاہیں تقسیم فرمائیں۔ (حضرت لاہوری)

۲ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ہی فرق رکھا ہے ”غنیمت“ میں اور ”فئے“ میں جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے، اس میں پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کی نیاز (جسکی تفصیل دسویں پارے میں گزر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے (ان کے مصالح عام میں) اور جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو۔ (عثمانی)

۳ ”لفظ آفَاءَ باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے فَاءَ لُونَا آفَاءَ لُونَا یا چونکہ کافروں کا مال مسلمانوں کو مل جاتا ہے ان کی املاک ختم ہو جاتی ہیں اور مسلمانوں کی ملک میں آ جاتی ہیں۔ اس لئے جو مال جنگ کے بغیر بطور صلح مل جائے اسکو فیدیہ کہتے ہیں اور جو مال جنگ کر کے ملے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں اور یہاں مالِ فئی کے مصارف بیان فرمائے ہیں بنی نصیر کے مال بطور صلح مل گئے اور اس میں کوئی جنگ لڑنی نہیں پڑی تھی لہذا ان اموال میں کسی کو

کسی حصہ کا استحقاق نہیں تھا، ان تمام اموال کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو ہی تھا۔ (انوار البیان خلاصہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو عطاء فرمائے، مسلمانوں کو ان اموال کے لئے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑانے پڑے (یعنی جنگ نہیں کرنی پڑی) یہ اموال آپ ﷺ کے لئے خاص تھے آپ ﷺ اس میں سے اپنے اہل خانہ کو سال بھر کا خرچہ عنایت فرماتے تھے اور جو مال بچ جاتا اس سے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لئے گھوڑے اور اسلحہ خرید فرماتے۔

وفی صحیح مسلم عن عمر رضی اللہ عنہ قال وکانت اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علی رسولہ مما لم یوجف علیہ المسلمون بخیل ولا رکاب وکانت للبنی صلی اللہ علیہ وسلم خاصة فکان ینفق علی اہلہ نفقة سنة وما بقی یجعلہ فی الکراء والسلاح عدۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ۔ (قرطبی)

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کے دل میں آیا کہ بنی نضیر کے اموال بھی بدر کے اموال کی طرح تقسیم ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی اور مال غنیمت اور مال فئے میں فرق بیان فرما دیا۔ غزوہ بنی نضیر میں اگرچہ تھوڑی بہت لڑائی ہوئی مگر یہ بہت کم تھی مسلمان پیدل ہی مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے صرف رسول اللہ ﷺ سوار تھے اور پھر زیادہ لڑائی اور مشقت کے بغیر ہی یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

مال لوٹانے کا معنی

آفاء کے معنی لوٹانا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کا مال اپنے رسول ﷺ کو لوٹا دیا اس سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ مال پہلے رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کا تھا پھر یہودیوں کے پاس چلا گیا اور اب اللہ تعالیٰ نے پھر آپ ﷺ کو لوٹا دیا۔ حالانکہ اس طرح تو نہیں ہوا۔ حضرات مفسرین نے اس کے کئی جوابات بیان فرمائے ہیں۔

- ۱ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ آفاء یہاں صبر کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس مال کا مالک بنا دیا۔
- ۲ آفاء اپنے اصل معنی میں ہے اور اس میں اشارہ یہ ہے کہ اصل میں اس مال کے حقدار جناب رسول ﷺ ہی تھے اور یہودیوں کے ہاتھ میں یہ مال ناحق تھا تو اللہ تعالیٰ نے مال کو اس کے حقدار کے پاس لوٹا دیا۔ اور یہی حال کفار کے تمام اموال کا ہے کہ مسلمان ان کے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور مال کو اس لئے پیدا فرمایا تاکہ انسان اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکے پس مال کا فرمانبرداروں کے ہاتھوں میں ہونا زیادہ مناسب ہے۔

وفیہ اشعار بانہا کانت حرية بأن تکون له صلی اللہ علیہ وسلم وانما وقعت فی ایدیہم بغیر حق فار جمعہا اللہ تعالیٰ الی مستحقہا وکذا شان جمیع اموال الکفرۃ التی تکون فینا للمومنین۔ الخ (روح المعانی)

مہاجرین میں تقسیم

رسول اللہ ﷺ نے اس مال میں مکمل اختیار ملنے پر یہ مال حضرات مہاجرین میں تقسیم فرمادیا اور انصار میں سے صرف تین ضرورت مند حضرات کو دیا جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱ حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ

۲ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

۳ حارث بن صمۃ رضی اللہ عنہ

فقسما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المهاجرین ولم يعط الانصار منها

شیئا الا ثلاثہ نفر کانت بہم حاجۃ وهم ابو دجانہ۔ الخ (البغوی)

تحقیق بھصاص رضی اللہ عنہ

”اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسامت کریں (یعنی جلدی صلح کرنا چاہیں) اور مسلمان قبول کر لیں اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم ”فنی“ میں داخل ہیں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اموال ”فنی“ خالص حضور اکرم ﷺ کے اختیار و تصرف میں ہوتے تھے ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص تھا جیسا کہ آیات حاضرہ میں ”علی رسولہ“ کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو اگلی آیت میں ہدایت فرمادی کہ ”و جو با یأند با فلاں فلاں مصارف میں صرف کئے جائیں، آپ ﷺ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں، لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا محض حاکمانہ ہوتا ہے۔ وہ ان کو اپنی صوابد یاد اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات اور مصالحوں میں خرچ کرے گا۔ باقی اموال غنیمت کا حکم اس سے جداگانہ ہے وہ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ ”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ“ الخ لشکری (یعنی مجاہدین) اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو وہ علیحدہ بات رہی البتہ شیخ ابو بکر رازی حنفی (امام بھصاص) نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے، غیر منقولہ (یعنی زمین، باغات وغیرہ) میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پر تقسیم کر دے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالحوں عامہ کے لئے رہنے دے جیسا کہ ”سواد عراق“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے یہ ہی عمل در آمد رکھا اسی مسلک کے موافق حضرت ابو بکر رازی نے ”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ“ کو اموال منقولہ پر اور ”سورہ حشر“ کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے، اس طرح کہ پہلی آیت ”وَ مَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ“ حکم فنی پر اور دوسری آیت ”مَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی“ حکم غنیمت پر محمول ہے اور لغت ”غنیمت“ کو لفظ ”فنی“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (تفسیر حنفی) اہل علم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اختیارات اس مال پر مالکانہ تھے۔ (ملاحظہ فرمائیے بیان القرآن)

سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي

جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے مفت دلایا سو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً

اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں میں

بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ

نہ پھرتا رہے اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو

عَنْهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۗ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے

خلاصہ

۱ اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ جہاد کی ایک اور برکت، مال فنی کا نظام

۲ مال فنی اسلامی لشکر کا حق نہیں ہے کہ ان میں مال غنیمت کی طرح تقسیم ہو بلکہ اسکی تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے

جناب رسول ﷺ وسلم فرمائیں گے۔ یہ مال جناب رسول ﷺ، آپ کے اہل خانہ اور مہمانوں پر بھی خرچ

ہوگا۔ اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں، یتیم بچوں، مسکینوں اور مسافروں میں بھی تقسیم ہوگا۔ یہ ترتیب اس لئے

ہے تاکہ مال صرف دولت مند لوگوں کے درمیان ہی نہ گھومتا رہے۔ چنانچہ مال فنی پر مسلمانوں کے امام کو

اختیار دیا گیا کہ وہ ضرور تمند مسلمانوں اور دیگر قومی ضروریات پر خرچ کرے۔ یاد رکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اتباع اللہ تعالیٰ کی اتباع ہے اس لئے وہ جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ وہ

جس چیز کا حکم فرمائیں وہ بجالاؤ اور جس کام سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے

شک اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

آیت مبارکہ کے مضامین

اس آیت مبارکہ پر مفسرین نے تفصیل سے لکھا ہے اور درج ذیل مضامین پر بحث فرمائی ہے۔

۱ اہل القرى سے کون سے علاقے مراد ہیں؟ تفسیر بغوی، قرطبی اور جلالین میں مختلف علاقوں کے نام لکھے ہیں۔

۲ یہ آیت مال فنی کے بارے میں ہے یا مال غنیمت کی زمینوں وغیرہ کے بارے میں؟ اکثر مفسرین اسے مال

- فئے کے بارے میں قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اس میں غیر منقولہ اموال غنیمت کا حکم بیان فرمایا گیا ہے اس دوسرے قول کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں احکام القرآن للجصاص اور تفسیر المدارک۔
- ۳ مال فئے کے احکامات:۔ اس آیت مبارکہ کی روشنی میں مفسرین نے مال فئے کے احکامات اور حضرات ائمہ کرام کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ مفصل بحث کیلئے احکام القرآن للجصاص، روح المعانی اور قرطبی کا مطالعہ فرمائیں۔
- ۴ مال فئے کی تقسیم میں پہلا تذکرہ اللہ تعالیٰ کا ہے فِیْهِ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہر مال کا مالک ہے یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور تبرک اور اس مال کو بابرکت قرار دینے کے لئے ہے۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مصرف سے مراد کعبہ شریف اور مساجد کا خرچ ہے جبکہ بعض فرماتے ہیں اس میں اس بات کا اعلان ہے کہ یہ مال صرف مجاہدین کا حق نہیں بلکہ یہ شاہی خزانہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کا امیر استعمال اور تقسیم کرتا ہے ملاحظہ فرمائیے موضح القرآن، روح المعانی، مظہری، حقیانی وغیرہا۔
- ۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے یا نہیں مفسرین نے ائمہ کے اقوال کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح فرمایا ہے۔

۶ مال فئے میں خمس ہوگا یا نہیں؟ احتاف کے نزدیک نہیں ہے شوافع اس کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیے البغوی، القرطبی اور روح المعانی۔

۷ حجیت حدیث، حضرات مفسرین نے بہت مدلل طریقہ سے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں حجیت حدیث کے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے زیادہ عمدہ بحث تفسیر الخازن، القرطبی اور ابن کثیر میں ہے۔

۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد ہیں اس کے دلائل روح المعانی اور مظہری میں مذکور ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

آسان تفسیر

”اس آیت میں ”اموال فئی“ کے مصارف بتائے ہیں اول فَللّٰہ فرمایا بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر تبرک کے لئے ہے جیسا کہ خمس کے بارے میں۔ فان للہ خمسہ فرمایا ہے اور بعض حضرات نے اسکی یوں تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ جیسے چاہے ان کو خرچ کرنے کا حکم دے، اس میں کسی کو اپنی طرف سے کچھ تجویز کرنے یا کسی کا حصہ بتانے اور طے کرنے کا کوئی حق نہیں، پھر فرمایا وَلِلرّسول مال فئے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، یعنی ان اموال کا اختیار اللہ پاک کی طرف سے آپ کو دے دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مصارف بتادیئے ہیں۔

(مال غنیمت کی طرح یہ مال صرف (یعنی استعمال) نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان میں سے خمس نکالا جائے گا علیٰ ما ذهب الیہ الامام ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مال فئے پر رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو مالکانہ

اختیار حاصل تھا، پھر ان کے جو مصارف بیان فرمائے اس طرح کی بات ہے جیسے مالکوں کو اموال کے بارے میں احکام دیئے گئے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ پر خرچ کرو، تیسرا مصرف بتاتے ہوئے وَلِذِي الْقُرْبَىٰ ارشاد فرمایا مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت مراد ہیں، اس کے بعد چوتھا اور پانچواں اور چھٹا مصرف بتاتے ہوئے وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ فرمایا یعنی اموال فقی تیبوں اور مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کئے جائیں۔ حسب فرمان باری تعالیٰ شانہ اموال فقی کو آپ ﷺ اپنے ذوی القربی پر اور یتامی اور مساکین اور مسافروں پر اپنی صوابدید سے خرچ کر دیتے تھے، اسی سلسلہ میں یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال فقی میں سے اپنے گھروالوں کے لئے ایک سال کا خرچہ نکال لیتے تھے اور جو مال بچ جاتا تھا اسے مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لئے ہتھیار فراہم کرنے کے لئے خرچ فرمادیتے تھے۔

گو آپ کو ان اموال پر مالکانہ اختیار حاصل تھا مگر چونکہ آپ ﷺ نے وفات سے پہلے یہ فرمادیا تھا۔

لانورث ماتر کنا صدقة

کہ ہماری مالی میراث جاری نہ ہوگی ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا۔ (صحیح البخاری ص ۴۳۶، ج ۱)
اس لئے ان اموال میں میراث جاری نہیں کی گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرات خلفاء راشدین نے بھی ان اموال کو انہیں مصارف میں خرچ کیا جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ فرماتے تھے۔ امام المسلمین کو جب اموال فقی حاصل ہو جائیں تو اسے مالکانہ اختیار حاصل نہیں ہوں گے۔ بلکہ مالکانہ حاصل ہوں گے اور وہ مذکورہ بالا مصارف میں اور مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لئے ہتھیار فراہم کرنے کے لئے، پل تیار کرنے، سڑکیں بنانے، مجاہدین اور ان کے گھروں کی حاجتیں پوری کرنے اور علماء کرام پر خرچ کرنے اور قضاة و عمال کی ضرورتیں پوری کرنے میں خرچ کرے گا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ذوی القربی سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد ہیں پھر لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان حضرات کو اموال فقی میں سے حصہ دیا جائے گا، غنی ہوں یا فقیر ہوں اور يَلْذِكْرٍ مِّثْلُ حَقِّ الْأَنْثَيْنِ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور حضرت امام مالک کا مذہب نقل کیا ہے کہ امام المسلمین جس طرح چاہے ان حضرات پر خرچ کرے اسے یہ بھی اختیار ہے کہ بعض کو دے، بعض کو نہ دے، پھر حنفیہ کا مذہب لکھا ہے کہ حضرات ذوی القربی کا حصہ اموال فقی میں رسول اللہ ﷺ کے بعد باقی نہیں رہا، کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے ان کے لئے علیحدہ حصہ نہیں نکالا ہاں ان حضرات میں جو یتامی اور مساکین و ابن السبیل ہوں گے ان کو ان اوصاف ثلاثہ کے اعتبار سے اموال فقی میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مستحقین پر ان کو مقدم کیا جائے گا اور پھر یتامی کے بارے میں لکھا ہے کہ اموال فقی میں سے ان یتامی پر خرچ کیا جائے گا جو مسلمان ہیں اور فقیر یا مسکین ہیں۔

كَيْ لَا يَكُونَ دَوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ان الفاظ میں تنبیہ فرمادی کہ اموال فقی کی تقسیم جو اللہ تعالیٰ نے بیان

فرمادی اس میں یہ حکمت ہے کہ یہ اموال مالداروں کے ہی ہاتھوں میں آ کر نہ رہ جائیں، جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہوتا تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے کہ عامۃ الناس کی امداد کے لئے حوادث و مصائب کے مواقع میں بعض مالداروں اور حکومتوں کی طرف سے جو مال ملتا ہے اس میں سے تھوڑا سا اہل حاجات پر خرچ کر کے منتظمین ہی مل کر کھا جاتے ہیں جو پہلے سے مالدار ہوتے ہیں، چونکہ تقویٰ نہیں دنیا داری غالب ہے اور مال کی محبت دلوں میں جگہ پکڑے ہوئے ہے، اس لئے ایسے مظالم ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک نے یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں، محتاجوں، مسکینوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پائیں۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ لِيَعْنِي مَا لَكُمْ وَجَائِدٌ وَغَيْرُهُ جَسْ طَرَحَ بِنِغْمِ بَرِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَقْسِيمَ كَرِيمٍ أَسَ بَخْشِي وَرَغْبَتِ قَبُولِ كَرِيمٍ، جُو طَلَّ لُ لُ جَسْ طَرَحَ رُ كَ جَاؤَ أَوِ اسِي طَرَحَ اِن كَ تَمَامِ اِحْكَامِ اَوِ اَوَامِرِ وَاوَايِ كِي پابندی رکھو۔ (انوار البیان، عثمانی)

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

”اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جا یا کرو“
امام خازن لکھتے ہیں:-

یہ حکم اگرچہ مال فتنے کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن یہ عام ہے رسول اللہ ﷺ کے ہر امر اور ہر نہی کے بارے میں وہ کسی قول کے بارے میں ہو یا فعل کے بارے میں، واجب ہو، مندوب ہو یا مستحب ہو یا کسی حرام چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ہو۔

هذا نازل في اموال الفنى وهو عام في كل ما امر به النبي صلى الله عليه وسلم اونهى

عنه من قول او عمل من واجب او مندوب او مستحب اونهى عن محرم فيد خل فيه

الفنى وغيره۔ (الخازن)

حضرات مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے حجت ہونے پر ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے انوار البیان کے الفاظ میں:-

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ الْاِيَةِ

اور رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اس میں یہ بتا دیا کہ ہر امر و نہی کا قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں ہے، قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان فرمائے ہیں اور بہت سے احکام اپنے رسول ﷺ کے ذریعے بتائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال بھی ہیں اور اقوال بھی اور تقریرات بھی (تقریرات کا مطلب یہ ہے کہ) یعنی کسی نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی عمل کیا اور آپ ﷺ نے منع

نہیں فرمایا تو یہ بھی حجت شرعیہ ہے سورۃ اعراف میں آپ ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

يَا مَرْهُمُ يَا مَعْرُوفٍ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔

منکر بن حدیث کی تردید

آجکل بہت سے ایسے جاہل لیڈر پیدا ہو گئے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ حدیث شریف حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس لئے بہت سی اسلامی چیزوں کا انکار کرتے ہیں، یہ بہت بڑی گمراہی ہے اور کفر ہے یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کے ماننے والے ہیں اگر قرآن کے ماننے والے ہوتے تو یہ کیوں کہتے کہ حدیث حجت شرعیہ نہیں ہے قرآن میں تو۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ أَوْ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ أَوْ مَا أَمَرَ الرَّسُولُ فخذوا (فرمایا ہے) درحقیقت ایسے لوگوں کا مقصد اسلام میں تحریف کرنا ہے قرآن کو ماننا نہیں ہے۔ ان لوگوں کو دشمنان اسلام پیسے دے کر اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں کفر پھیلائیں (العیاذ باللہ) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لعن الله الواشعات والمستوشعات والمتنصمات له والمتفلجات للحسن

المغيرات خلق الله۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر (یعنی وہ عورتیں جو چہرے وغیرہ پر سوئی کے ذریعہ سرمہ یا کوئی رنگ ڈال کر نشان ڈلواتی ہیں) اور گودوانے والیوں پر اور ان عورتوں پر جو (ابرو یعنی بھنوں کے بال) چھنے والی ہیں (تاکہ بھنویں باریک ہو جائیں) اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کیلئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سکر ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟ فرمایا میں ان لوگوں پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی اور جن پر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لعنت آئی ہے، وہ کہنے لگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھ لیا مجھے تو یہ بات کہیں نہیں ملی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تجھے ضرور یہ بات مل جاتی کیا تو نے نہیں پڑھا وَمَا أَمَرَ الرَّسُولُ فخذوا وَمَا نَهَى عَنْهُ فَانْتَهُوا یہ سکر وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ قرآن میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جن کاموں کے کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے لہذا قرآن کی رو سے بھی ان کاموں کی ممانعت ثابت ہوئی، کیونکہ قرآن نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جن باتوں کا حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکیں ان سے رک جاؤ (صحیح بخاری ص، ۲۵، ۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بلا جھجک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اور بتا دیا کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (انوار البیان)

مال فنی کا نظام اللہ تعالیٰ کی رحمت، جہاد کی برکت

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکت ہے کہ مسلمانوں کو ”مال فنی“ کا بہترین اور مفید نظام نصیب ہوا۔ ماضی کے مسلمانوں نے جہاد کو زندہ رکھا تو اس نظام کی برکتوں سے مستفید ہوئے۔ اس نظام کی برکت سے مسلمانوں کے امیر کے ہاتھ میں کچھ مال موجود رہتا ہے جس سے وہ جہاد کے لئے اسلحہ خریدتا ہے، کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال کرتا ہے، مساجد تعمیر کرتا ہے، قیموں کا خیال رکھتا ہے، غریبوں اور مسافروں کے لئے راحت کا انتظام کرتا ہے۔ اور اپنے اہل خانہ کے لئے بھی بقدر ضرورت معاش کا انتظام کرتا ہے۔ امیر المؤمنین کے پاس مہمانوں اور وفود کا بھی ہجوم ہوتا ہے تو یہ مال انکی خدمت اور اکرام کے وقت بھی کام آتا ہے چنانچہ ان بڑے بڑے مصارف کا بوجھ عمومی بیت المال پر نہیں پڑتا اور نہ صدقات و زکوٰۃ کی رقم کسی غلط مصرف میں خرچ ہوتی ہے۔

ظاہر بات ہے کہ مساجد کی تعمیر اور مالدار مہمانوں کی خدمت تو صدقات و زکوٰۃ کی رقم سے نہیں کی جاسکتی۔ اور سب سے بڑا فائدہ مال فنی کے نظام کا یہ ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین اس مال کے ذریعے مسلمانوں کی عسکری قوت کو مضبوط کرتا ہے، جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے جہادی اسلحہ اور گھوڑے بھی خرید فرماتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے عمل سے ایک طرف تو مجاہدین کو مال نصیبت ملتا ہے تو دوسری طرف اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہو کر مسلمانوں کے عمومی خزانے کو مضبوط کرتا ہے اور اگر جہاد اتنی قوت والا ہو کہ دشمن لڑ ہی نہ سکیں اور مال دیکر صلح پر مجبور ہوں تو مال فنی کا نظام قائم ہو کر امیر المؤمنین کے لئے اور ان کے توسط سے عام غریب مسلمانوں کے لئے آسانی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اسکی برکات عطا فرمائیں اور ہر طرح کی غلامی سے امت مسلمہ کو نجات عطا فرمائیں۔ آخر میں اسی موضوع پر ملاحظہ فرمائیے کلام برکت جو چند سطروں میں درجنوں صفحات کا مواد اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

کلام برکت

یعنی فنی پر قبضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (یعنی بعد) سردار (یعنی مسلمانوں کے امیر کا) کہ سردار پر یہ خرچ پڑتے ہیں (یعنی امیر المؤمنین پر ان خرچوں کا بوجھ ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ سب ہی کا مالک ہے مگر کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی اس میں آ گیا اور ناتے والے (یعنی رشتہ دار) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ان کے ناتے والے اور پیچھے بھی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی) وہی لوگ ان پر چاہیے خرچ کرنا، دولت مند کو اگر سردار دے تو لے لے منع نہیں (موضع القرآن) ☆☆☆

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۸﴾ آیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۸﴾

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ

وہ مال وطن چھوڑنے والے مفلسوں کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے

فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں

الصَّادِقُونَ ﴿۸﴾

یہی سچے (مسلمان) ہیں

خلاصہ

مال فنی میں حق ہے ان فقراء مہاجرین حضرات کا جو دین کی خاطر اپنا گھریا چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کے طلبگار ہیں، وہ جہاد میں لگ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کرتے ہیں بے شک یہی لوگ اپنے ایمان اور جہاد میں سچے ہیں۔

آسان تفسیر

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اموال فنی میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے اپنے گھریا اور اموال چھوڑ کر چلے آئے، جب مدینہ منورہ پہنچے تو حاجت مند اور تنگ دست تھے ان پر بھی اموال فنی خرچ کئے جائیں۔ اموال اور گھریا چھوڑ کر ان کا مدینہ منورہ آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی مطلوب ہے، انکی ہجرت کسی دنیاوی غرض سے نہیں ہے اور جو تکلیفیں ان کو پہنچی تھیں وہ اپنی جگہ ہیں ان کے علاوہ مدینہ منورہ آ کر بھی جہاد میں شریک ہونے کا سلسلہ جاری ہے وہ کافروں سے لڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں یہ لوگ اپنے ایمان کے تقاضوں میں سچے ہیں۔ (انوار البیان)

وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں

اس آیت مبارکہ میں حضرات مہاجرین کے بارے میں فرمایا

وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ

امام قرطبی فرماتے ہیں:

وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِي الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَهَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فِي نَكْلِ كَرَاهِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یعنی دین کی مدد اور نصرت کرتے ہیں۔ (القرطبی)

تفسیر حقانی میں ہے

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں۔ اسلام کا لشکر جبار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا انہیں لوگوں کا تھا۔ (حقانی)

ایمان اور جہاد میں سچے

ارشاد فرمایا:-

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

یہی لوگ سچے ہیں

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ فِي إِيْمَانِهِمْ وَجِهَادِهِمْ

وہ اپنے ایمان اور جہاد میں سچے ہیں۔ (المدارک)

امام ابو حیان لکھتے ہیں:-

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ أَي فِي إِيْمَانِهِمْ وَجِهَادِهِمْ قَوْلًا وَفِعْلًا

کہ وہ اپنے ایمان اور جہاد میں قول اور عمل کے اعتبار سے سچے ہیں۔ (البحر المحیط)

تفسیر مظہری میں ہے:-

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کے مشتاق تھے۔ (مظہری)

(یعنی سچا ہونے کا مطلب ان کا شوق شہادت ہے)

قرطبی اور بغوی میں حضرت قتادہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:-

”یہ وہ مہاجر تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں گھریا مال متاع اور کنبہ قبیلہ چھوڑ کر نکل

کھڑے ہوئے تھے اور راہ اسلام میں ان کو کتنی ہی تکلیفیں برداشت کرنی پڑی مگر انہوں نے اسلام کو اختیار کیا۔

ان میں سے بعض تو بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے تاکہ اپنی کمر کو سیدھا کر سکیں، اور بعض سردی سے

بچنے کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں رہتے تھے اور ان کے پاس سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔

قال قتاده هؤلاء المهاجرون الذين تركوا الديار - الخ (القرطبی)

اموال کی تقسیم کا عمدہ ضابطہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ (جنوبی دمشق) میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلمانوں کے مال

کا خزانچی اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے، خوب سن لو میں مال کی تقسیم کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے کرتا ہوں اور پھر مہاجرین اولین سے

فان اللہ تعالیٰ جعلنی له خازنا وقاسما الاوائی بالیہذا واجر النبی ﷺ۔ الخ (قرطبی)

پس مسلمانوں کے امیر کو یا جو بھی مسلمانوں کے مال کا امین ہو کو چاہیے کہ تقسیم میں ان حضرات کو مقدم رکھے جو دین کی خاطر قربانی میں مقدم ہوں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

آیت مبارکہ کے چند دیگر مضامین

- ۱ جب مسلمان کسی علاقے سے نکل جائیں یا مغلوب کر کے نکال دیئے جائیں تو کیا کافر مسلمانوں کی املاک کے مالک ہو جاتے ہیں، یہ مسئلہ المدارک میں مختصر اور تفسیر مظہری میں مفصل بیان ہوا ہے۔
- ۲ تفسیر کبیر میں اس آیت کے آخری جملے أُولَئِكَ هُمُ الضَّالِّينَ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل اور برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے (علامہ آلوسی نے اس طرز استدلال کو پسند نہیں کیا اور لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس طرح کے استدلال کی محتاج نہیں ہے۔)
- ۳ تفسیر بغوی، خازن، قرطبی وغیرہا میں اس آیت کی روشنی میں فقراء مہاجرین کے فضائل بیان کئے ہیں اور کئی روایات ذکر فرمائی ہیں۔
- ۴ تفسیر مظہری اور تفسیر حقانی کے مصنفین نے اس آیت مبارکہ کی قوت سے صحابہ کرام کے دشمن روافض کی گردن تاپی ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ آیت ۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ

اور وہ (مال) ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے

وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین

وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس

الْمُفْلِحُونَ ۙ

وہی لوگ کامیاب ہیں

خلاصہ

اور مال فتنے میں سے حضرات انصار کو بھی دیا جائے گا۔

۱ حضرات انصار جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ایمان کے دامن میں اچھی طرح پناہ لے چکے تھے اور وہ ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔

۲ وہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے گھروں اور اپنے اموال میں ان کو خوشی کے ساتھ برابر کا شریک بناتے ہیں۔

۳ وہ مہاجرین کی کسی بھی ترقی سے حسد نہیں کرتے، مہاجرین کو جو مال، عزت اور مقام ملے اس پر تنگ دلی اور حسد نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔

۴ وہ ضرورت کے وقت بھی دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں، خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی دوسروں تک بھلائی پہنچاتے ہیں، اور اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر رکھتے ہیں۔

بے شک وہ لوگ بہت کامیاب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دل کے لالچ اور حرص سے بچالے۔

ایمان حضرات صحابہ کرام کی قرآنی گاہ

ارشاد فرمایا: وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور وہ مال ان کے لئے بھی ہے جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے جگہ اور ٹھکانا بنایا ہے مدینہ میں اور ایمان میں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنایا ہوا ہے اور وہ مضبوط ایمان بھی لائے ہیں۔

وَنظُمِ الْآيَةِ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ مِنْ قَبْلِهِمْ اِىٰ مِنْ قَبْلِ قُدُومِ الْمُهَاجِرِيْنَ عَلَيْهِمْ
وَقَدْ اٰمَنُوا لَانَ الْاِيْمَانِ لَيْسَ بِمَكَانِ تَبَوُّءٍ (بغوی)
وَتَوَطَّنُوا الْمَدِيْنَةَ وَاخْلَصُوا الْاِيْمَانَ (المدارك)

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ۔

انہوں نے ایمان کو اپنی قرار گاہ، اپنا وطن، اپنا گھر بنا لیا ہے، یعنی وہ ایمان میں مضبوط ہو چکے ہیں، جم چکے ہیں، ایمان کے علاوہ اب کوئی ان کا ٹھکانہ نہیں اور وہ ایمان ہی کو اپنا سب کچھ بنا چکے ہیں۔

اِىٰ وَجَعَلُوا الْاِيْمَانَ مُسْتَقْرًا وَ مَتَوَطَّنَا لَهُمْ لِتَمَكُّنَهُمْ وَاسْتِقَامَتَهُمْ عَلَيْهِ كَمَا جَعَلُوا
الْمَدِيْنَةَ كَذٰلِكَ (المدارك)

ایمان کو انصار کی قرار گاہ اس لئے فرمایا کہ انصار برابر ایمان پر قائم رہے۔ (کبھی قرار گاہ ایمان سے نہ ہٹے) (مظہری)

مہاجرین کرام سے محبت

اللہ تعالیٰ انصار کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ مہاجرین سے محبت رکھتے تھے یہ بھی اُن کے بلند ایمان اور اعلیٰ اخلاق کی بڑی علامت تھی کہ انہوں نے وطنیت اور علاقیت پر ایمان کو ترجیح دی، مہاجرین کی خدمت تو کوئی بھی کر سکتا ہے مگر ان کے ساتھ محبت رکھنا یہ اُسی کے بس میں ہے جس کے دل میں ایمان مضبوط ہو چکا ہو۔ حضرات انصار نے مہاجرین کرام کے لئے اپنے گھروں اور دلوں کے دروازے کھول دیئے وہ ان کو مالک بنا کر اپنے گھروں میں لے گئے اور خود کو خادم قرار دے دیا۔ انہوں نے اپنی ہر چیز ان مہاجر بھائیوں کے ساتھ برابر تقسیم کر دی تھی کہ بعض نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی تاکہ مہاجر بھائی اس سے نکاح کر سکے ”مفسرین کرام نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھا ہے اہل ذوق مراجعت فرمائیں۔

حسد نہیں اپنائیت

ارشاد فرمایا: وَلَا يَحْدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً فِيمَا آؤنُوا

اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے۔

جب کسی کے ساتھ مکمل اپنائیت ہو تو اسکی ترقی سے دل خوش ہوتا ہے جیسے والدین کو اپنی اولاد کا مال و دولت دیکھ کر خوشی ہوتی ہے حضرات انصار بھی مہاجرین کرام سے ایمانی محبت رکھتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ وہ بہتر سے بہتر حالت میں ہوں چنانچہ جب غزوہ بنی نضیر سے حاصل ہونے والا مال فئی سارا مہاجرین میں تقسیم کر دیا گیا اور انصار میں

سے سوائے دو تین حضرات کے کسی کو کچھ نہ ملا تو وہ تنگ دل نہ ہوئے بلکہ اس بات پر ان کے دل زیادہ خوش ہوئے کہ اب ان کے مہاجر بھائیوں کو زیادہ آسانی اور فراخی ہو گئی ہے۔

یعنی لا یحسدون المهاجرین علی ما عصوا بہ من مال الفنی وغیرہ۔ (القرطبی)
 وذلك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قسم اموال بنی النضیر بین المهاجرین
 ولم يعط الانصار منها شيئاً الاثلاثة فطابت انفس الانصار بذلك۔ (المازنی)

جو حضرات ان (انصار) کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ دوسرے علاقہ کے لوگ ہمارے یہاں آئے انکی وجہ سے ہماری معیشت پر اثر پڑے گا، یہی نہیں کہ ان کے آنے سے دلگیر (یعنی پریشان) نہیں ہوتے بلکہ سچے دل سے ان سے محبت کرتے ہیں تیسری تعریف یہ فرمائی کہ ہجرت کر کے آنے والوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اسکی وجہ سے اپنے سینوں میں کوئی حاجت یعنی حسد اور جلن کی کیفیت محسوس نہیں کرتے یعنی وہ اس کا کچھ اثر نہیں لیتے کہ مہاجرین کو دیا گیا اور ہمیں نہیں دیا گیا۔ (انوار الہیان)

حضرات انصار کے دل میں ایمان کی قدر تھی اور جس کے دل میں ایمان کی قدر ہو وہ اپنی مٹی کی پوجا نہیں کرتا بلکہ اپنی مٹی اور وطن کو بھی ایمان کی خاطر پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ حضرات انصار نے دیکھا کہ مہاجرین کرام نے ایمان کی خاطر اپنی مٹی کی پروا نہیں کی بلکہ اس کو چھوڑ کر آگئے ہیں تب انہوں نے بھی ایمان کے تقاضے کو پورا کیا اور علاقے کا فرق اس طرح سے مٹایا کہ باہر والوں کو اپنا سردار بنا کر خود خادم بن گئے۔ وہ جانتے تھے کہ جو کلمہ مہاجرین نے پڑھا ہے وہی کلمہ ہم نے بھی پڑھا ہے۔ وہ کلمے کی خاطر اپنا وطن چھوڑ سکتے ہیں تو ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم کلمے کی خاطر ان کو برابر کا بھائی بنائیں اور اپنی علاقائی شناخت کو خود پر حاوی نہ ہونے دیں۔

حضرات انصار کے اس طرز عمل نے ایک ایسے ”دارالاسلام“ کی بنیاد رکھی جس میں ہر مسلمان برابر کا شہری تھا اور مٹی کا فرق مٹی میں مل چکا تھا اور یہاں صرف ایمان کی قدر تھی اور ایمان کی عزت، چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد یہ دارالاسلام دنیا کے ایک بڑے حصے کا دارالحکومت اور دارالخلافہ بن گیا۔

آج مسلمانوں نے ایمان کو چھوڑ کر ”مٹی“ (یعنی علاقے) کی قدر شروع کر دی ہے چنانچہ وہ مٹی سے بھی زیادہ بے قدر ہوتے جا رہے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

دوسروں کو اپنی جان پر ترجیح دینے والے

وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَكُلَّ وَكُلٍّ يَحْتَابُونَ

اور اپنی جانوں پر (دوسرے مسلمانوں کو اور مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں حاجت ہو۔

یہ حضرات انصار کی بہت اونچی صفت تھی اور اس صفت اور خصلت نے ان کو بہت اونچے مقامات تک پہنچا دیا۔ ضرورت سے زائد چیزیں دے دینا تو اتنا مشکل نہیں ہے، لیکن جس چیز کا انسان خود محتاج ہو اس وقت اپنی

حاجت کو روک کر دوسروں کی ضرورت پوری کرنا ایک ایسی صفت ہے جو ایمان کامل کی برکت سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی یہ ایثار والی صفت صرف مال کے بارے میں نہیں تھی بلکہ انہوں نے تو اپنی جانیں تک اسی میں قربان کر دیں کہ دوسروں کی ضرورت پوری ہو جائے۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ سب سے بڑا ایثار اپنی جان کا ایثار ہے اور اس میں بھی سب سے افضل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حمایت و حفاظت میں کوئی اپنی جان نچھاور کر دے۔ جس طرح حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے دن خود رسول اللہ ﷺ کی ڈھال بنے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی طرف آنیوالے تیر اپنے ہاتھوں اور جسم پر روک رہے تھے۔ اور معرکہ یرموک میں تین زخمی صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف پانی بھجواتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (جیسا کہ مشہور قصہ ہے۔) (القرطبی)

حضرات مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار کے واقعات پر صفحات کے صفحات لکھے ہیں یہاں چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، تفصیل کے لئے قرطبی، ابن کثیر اور بغوی کا مطالعہ کریں۔

① رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صاحب تشریف لائے ان کو کھانے کی حاجت تھی ازواج مطہرات کے ہاں سے معلوم کرایا گیا تو وہاں سوائے پانی کے کچھ نہ تھا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون انکی مہمان نوازی کرے گا۔ ایک انصاری صحابی اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ اہلیہ نے بتایا کہ صرف بچوں کا کھانا رکھا ہے۔ فرمایا بچوں کو سلا دو، کھانا لگا دو، جب ہم کھانے بیٹھیں تو چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان سیر ہو کر کھالے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہمان نے سیر ہو کر کھالیا۔ صبح وہ انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری مہمان نوازی کو پسند فرمایا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (مختصر از بخاری)

② جب غزوہ بنی نضیر کا مال اور زمین تقسیم ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا چاہو تو یہ اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دو اور مہاجرین پہلے کی طرح تمہارے گھروں میں رہیں اور تمہارے اموال میں شریک رہیں اور چاہو تو میں یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دو اور وہ تمہارے گھروں کو خالی کر دیں۔ حضرات انصار نے عرض کیا کہ آپ یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور مہاجرین ہمارے گھروں اور اموال میں بھی پہلے کی طرح شریک رہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ انصار پر رحمت فرما اور انصار کی اولاد پر رحمت فرما۔ (القرطبی)

③ رسول اللہ ﷺ جب انصار میں ”بحرین“ کی زمین تقسیم فرمانے لگے تو انصار نے عرض کیا کہ ہم اس وقت لیں گے جب ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی حصہ دیا جائے۔ (ابن کثیر)

دیگر واقعات کے لئے ملاحظہ فرمائیے ابن کثیر، قرطبی، مظہری وغیرہا

جبل سے نجات بڑی کامیابی

وَمَنْ يُؤَقِّ شَيْئًا نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور جو اپنے نفس کی لالچ (اور کنجوسی) سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

۱ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ”بخل“ اور ”شح“ ایک ہی چیز کا نام ہے۔ الشح والبخل سواء۔ (القرطبی)

۲ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ کنجوسی کو تو بخل کہتے ہیں لیکن اگر یہ بڑھ جائے اور ساتھ حرص بھی پیدا ہو جائے تو

اسے ”شح“ کہتے ہیں وجعل بعض اهل اللغة الشح اشد من البخل وفي الصحاح: الشح البخل

مع حرص۔ (القرطبی)

۳ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ”شح“ کسی

دوسرے کے مال کو ناحق لے لینے کو کہتے ہیں۔ (احکام القرآن)

۴ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں ”شح“ کا مطلب حرام مال جمع کرنا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔

۵ طاؤس فرماتے ہیں۔ بخل تو اپنے مال میں ہوتا ہے جبکہ ”شح“ دوسروں کے مال پہ ہوتا ہے کہ یہ مال بھی مجھے مل

جائے حلال ذریعے سے ملے یا حرام طریقے سے۔ (القرطبی)

لالچ ایک تباہ کن بیماری

”شح“ بری صفات میں سے ہے جس کا ترجمہ لالچ سے کیا جاتا ہے اور اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا ہے۔ دنیا اور دنیا کی سینکڑوں محرومیاں اسی لالچ سے پیدا ہوتی ہیں، لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتی ہے، ہمدردی اور سعادت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتی، لالچی اور بخیل کو ہم نے اپنے گھر میں بھی اس کے متعلقین کے نزدیک عزت پاتے نہیں دیکھا، ایسے آدمی کو لئیم کہتے ہیں جس کا مال اس کے مرنے کے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے، دنیا میں جس قدر اولوالعزم لوگ گزرے ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ ناپاک خصلت نہ تھی، شح کیا ہے؟ تمام عمر خون جگر کھایا، دولت سے فائدہ تک نہ اٹھایا، نہ نفس کو آرام دیا، نہ نیکی کے کاموں میں حصہ لیا پھر مر گیا اور مال چھوڑ گیا اور اپنے ساتھ حسرت لے گیا۔ یہی انسان کو چوری، خیانت، قتل، ظلم، جھوٹ بولنے، کم تولنے پر مجبور کرتا ہے، بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے، اس کا نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں، مرنے کے بعد برائی سے یاد کرتے ہیں، پھر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک خصلت سے بچا لیا اس کے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے۔ (حقانی، تسہیل)

لالچ سے حفاظت کی دعاء

۱ امام قرطبی لکھتے ہیں:-

رسول نبی کریم ﷺ دعاء فرماتے تھے اللهم اني اعوذ بك من شح نفسي واسرافها و وساوسها۔

اے میرے اللہ تعالیٰ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی لالچ، اس کے اسراف اور اس کے وساوس سے۔

۲ ابوالہیاج اسدی فرماتے ہیں میں نے طواف کے دوران ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صرف یہی ایک دعاء مانگ

رہے تھے، اللّٰهُمَّ قِنِي شِعْرَ نَفْسِي۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا اگر میں نفس کے لالچ سے بچ گیا تو نہ چوری کروں گا، نہ بدکاری کروں گا اور نہ کوئی اور گناہ۔

بعد میں پتا چلا کہ وہ شخص حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (القرطبی)

حضرات مفسرین نے بخل اور شح کی مذمت پر کئی احادیث و روایات بھی لکھی ہیں ابن کثیر، بغوی، مظہری اور انوار البیان میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں صرف ایک روایت پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمع غبار فی سبیل اللہ ودخان جہنم فی جوف عبد ابداً ولا یجتمع الشح والایمان فی قلب عبد ابداً۔ (اخرجه التسانی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بندے کے پیٹ میں جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کسی بندے کے دل میں لالچ اور ایمان کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ (الحازن)

تقسیم انعام کے وقت اچھے اوصاف کی قدر دانی

تھوڑا سا غور فرمائیں۔ مال فنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ایک فوری انعام ہے۔ ان آیات میں اس انعام کی تقسیم ہو رہی ہے کہ فلاں فلاں کو دیا جائے۔ تقسیم انعامات کی اس مجلس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے اچھے اوصاف کی تعریف فرمائی جو کہ ان کے لئے ہر انعام سے بڑا انعام اور ہر تمنے سے بڑا تمنہ ہے۔ پس جو مسلمان بھی حضرات صحابہ کرام کی تعریف کرتا ہے اور ان سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کی پیروی کرتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ۔ مسلمانوں میں قیامت تک ہجرت بھی رہے گی اور نصرت بھی۔ ان آیات نے سمجھا دیا کہ مہاجرین کے اندر کون کون سے اوصاف ہوں تو ان کی ہجرت قبول ہوگی اور انصار میں کون کون سے اوصاف ہوں تو انکی نصرت قبول ہوگی۔

پس ہر مسلمان کو عموماً اور ہر مجاہد کو خصوصاً ان آیات کو غور سے پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔ اور ان مبارک اوصاف کو اختیار کرنا چاہیے جن اوصاف پر اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں جب یہ اوصاف پیدا ہوں گے تو انکی جماعت مضبوط ہوگی اور دشمنوں پر ان کا ایسا رعب پیدا ہوگا کہ وہ بغیر جنگ کے پسپا ہوتے جائینگے اور یوں مسلمانوں کے لئے مال فنی کے مبارک نظام کے دروازے کھلیں گے۔

ہجرت، نصرت، اخلاص، جہاد، سچائی، مہاجرین سے محبت، ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی، ایثار اور پھر دلوں کا حرص اور لالچ سے پاک ہونا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو یہ مبارک اوصاف نصیب فرمائے۔



سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ

اور ان کے لئے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے (اور) دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش

سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا

دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہونے پائے اے ہمارے رب بے

إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۱۰

تک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

خلاصہ

اور مال فتنے میں حق ہے ان مسلمانوں کا جو حضرات مہاجرین و انصار کے بعد ہیں۔ یعنی تابعین اور قیامت تک کے مسلمان جو اپنے سے پہلے ایمان لانے والوں کی فضیلت و احترام کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ یعنی سابقین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر (یعنی دشمنی اور بغض) نہ رکھیں، امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بغض رکھے اور انکی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فتنے میں کوئی حصہ نہیں۔ (موضح القرآن)

آیت مبارکہ کے مضامین

۱ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ اور ان کے لئے بھی مال فتنے میں حصہ ہے جو ان کے بعد آئے۔ بعد والوں سے کون مراد ہیں، حضرات مفسرین نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ بعد والوں سے تمام مسلمان مراد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے بغوی، قرطبی، ابن کثیر۔

۲ مال فتنی کی تقسیم کا طریقہ کار۔ چونکہ اس آیت مبارکہ پر مال فتنی کے مصارف مکمل ہو رہے ہیں تو بعض مفسرین نے مال فتنی کی تقسیم کے طریقہ کار پر بحث فرمائی ہے۔ تفسیر مظہری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مال فتنی کی تقسیم کے بارے میں طریقہ کار تفصیل سے لکھا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔

۳ حضرات صحابہ کرام سے محبت کا وجوب۔ بعد کے مسلمانوں کو مال فتنی میں سے حصہ اس شرط پر ملا کہ وہ پہلے والے مسلمانوں یعنی حضرات صحابہ کرام سے محبت رکھیں چنانچہ جو لوگ (نعوذ باللہ) حضرات صحابہ کرام سے

بغض رکھتے ہیں ان کے لئے مال فئے میں کچھ حصہ نہیں، تفسیر بغوی، خازن، قرطبی، ابن کثیر، روح المعانی اور مظہری میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۲ مسلمانوں کے لئے دل میں بغض، کینہ اور حسد نہ ہو۔ یہ بھی اس آیت مبارکہ کا ایک واضح سبق ہے، مفسرین نے اس پر کئی احادیث و روایات بیان فرمائی ہیں ملاحظہ فرمائیے روح المعانی، اور انوار البیان

آیت مبارکہ سے تمام مسلمان مراد ہیں

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کے بعد دیگر مسلمان جو قیامت تک آئیں گے ان سب پر مال فئے میں سے خرچ کیا جائے گا۔ ابن جریر نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سورۃ الحشر کی) یہ (چار) آیات پڑھیں ما افاء اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ سے رؤف رحمہ تک پھر فرمایا یہ آیت تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور ہر مسلمان کا مال فنی میں حق ہے پھر فرمایا اگر میں زندہ رہا تو ”سروجمیر“ میں بکریاں چرانے والے چرواہے کا حصہ بھی اسکو پہنچ کر رہے گا اور اس کے حاصل کرنے میں اس کی پیشانی عرق آلود نہیں ہوگی (”سروجمیر“ مدینہ منورہ سے ایک دور دراز علاقہ ہے کہ وہاں کے مسلمان چرواہے کو بغیر محنت کئے بغیر پسینہ بہائے اس کا حصہ پہنچ جائے گا) (ابن کثیر)

مال فنی میں اصل بات یہ ہے کہ اس پر مالکانہ اختیار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب مسلمانوں کے خلیفہ کو اس پر مالکانہ اختیار حاصل ہے۔ البتہ وہ ان اموال کو کہاں تقسیم کرے گا تو اس کے لئے اسے مصارف بتادیئے گئے کہ ان لوگوں میں تقسیم کر سکتا ہے، پس مال فنی سے وہ ہر مسلمان کو دے سکتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تین کامیاب طبقے

ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں:-

لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ ۱۔ حضرات مہاجرین۔ ۲۔ حضرات انصار۔ ۳۔ ان کے بعد والے مسلمان (جو پہلے والوں کے لئے دعاء کرتے ہوں)

پس کوشش کرو کہ ان تین طبقوں سے باہر نہ نکلو۔

بعض اہل علم کا فرمان ہے:-

تم سورج بنو، اگر اسکی طاقت نہیں رکھتے ہو تو چاند بنو اور اگر اسکی بھی طاقت نہیں رکھتے ہو تو روشن ستارے بنو اور اگر یہ بھی نہ بن سکو تو چھوٹے ستارے بنو اور نور سے خود کو نہ کاٹو۔

مطلب اس بات کا یہ ہے کہ۔

تم مہاجرین میں سے بنو۔ اگر تم کہو گے کہ یہ تو اب ممکن نہیں تو پھر انصار میں سے بنو۔ اور انصاری بھی نہیں بن سکتے

تو ان مہاجرین و انصار جیسے اعمال کرو اور اگر اسکی طاقت بھی نہیں رکھتے ہو تو ان سے محبت رکھو اور ان کے لئے استغفار کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ دو طبقے تو گذر چکے اب تمہارے لئے بہتری اسی میں ہے کہ اس تیسرے طبقے میں سے بن جاؤ (جو حضرات صحابہ کرام سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور انکی اتباع کرتے ہیں)

قال ابن ابی لیلیٰ الناس علی ثلاثة منازل۔ الخ (القرطبی)

حضرات صحابہ کرام کے لئے دعاء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

تمہیں حکم دیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کے لئے استغفار کرو جبکہ تم نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ امت ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس کے بعد والے اپنے پہلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: امرتم بالاستغفار لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فسببتموہم سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لاتذهب هذه الامة حتی یلعن آخرھا واولھا۔ (البخاری)

مالک بن مغول فرماتے ہیں مجھ سے عامر بن شریحیل اشعری نے فرمایا اے مالک! یہود و نصاریٰ ایک بات میں روافض سے اچھے نکلے وہ یہ کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہارے دین میں بہترین لوگ کون ہیں انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی۔ اور نصاریٰ سے پوچھا گیا کہ تم میں سے بہترین لوگ کون ہیں انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور روافض سے پوچھا گیا تمہارے دین میں بدترین لوگ کون ہیں تو انہوں نے کہا (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ کے صحابہ (البخاری، القرطبی)

امام مالک فرماتے ہیں:-

جو کسی ایک صحابی سے بھی بغض رکھتا ہو یا اس کے دل میں ان کے لئے کینہ ہو تو مسلمانوں کے مال فتنے میں اس کا کوئی حق نہیں پھر انہوں نے یہی آیات پڑھیں

قال مالک بن انس من یبغض احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کان فی قلبہ علیہم غل فلیس له حق فی فنی المسلمین ثم تلا ما افاء اللہ الی رؤف رحیم۔ (البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام حتی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرات صحابہ کرام کا عمل تو بند ہو گیا (کہ وفات کی وجہ سے اب نیک اعمال خود نہیں کر سکتے) مگر اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ ان کا اجر بند نہ ہو (پس لوگوں کے اس طرح زبان چلانے پر ان کو اجر ملتا ہے۔)

وروی عن جابر قال قیل لعائشة ان ناساً یتناولون اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابابکر و عمر فقالت وما تعجبون من هذا انقطع عنهم العمل فاحب اللہ ان لا یقطع عنهم الاجر۔ (الخازن)

عروج اور زوال کے اسباب

حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں سورۃ الحشر میں پانچ مضامین کا بیان ہے۔

- ۱ مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء
- ۲ اسباب بقاء۔ یعنی وہ اسباب جنکی وجہ سے سلطنت باقی رہتی ہے۔
- ۳ اسباب فناء: یعنی وہ اسباب جو سلطنت کے زوال کا ذریعہ بنتے ہیں۔
- ۴ قرآن پر عامل ہونا اور دنیا میں ذلیل ہو کر رہنا ناممکن ہے۔
- ۵ شرائط استفادہ من القرآن۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب مسلمان جہاد کریں گے، اموال کو ٹھیک طرح سے تقسیم کریں گے اور انکی جماعت میں باہمی محبت ہوگی۔ ایسی محبت جو خود غرضی، بغل اور حسد سے پاک ہو اور ایثار پر مبنی ہو اور چھوٹے اپنے بڑوں کا اکرام کریں گے تو سلطنت قائم رہے گی اور ترقی کرے گی مگر جب جماعت میں اخلاص والی محبت کی جگہ باہمی نفاق آجائے گا تو زوال شروع ہو جائے گا۔

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

جس وقت کسی قوم میں منافق پیدا ہو جائیں جو بظاہر اپنی قوم سے ملے رہیں اور در پردہ اپنی قوم کے دشمن سے ساز باز رکھیں اور بجائے اپنی قوم کے دشمنوں کی خیر خواہی میں منہمک رہیں ایسے وقت میں اس قوم کی سلطنت کو زوال آتا ہے۔ لہذا اس یعنی (اگلے رکوع) میں مسلمانوں کو اس نالائق طبقے کے حالات سے مطلع کیا گیا ہے تاکہ ان سے بچیں (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

حضور اقدس ﷺ نے منافقین کے فتنے کو بہت حکمت کے ساتھ شکست دی جسکی وجہ سے مسلمانوں کی قوت اور حکومت محفوظ رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ترقی کرتی چلی گئی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر زمانے میں منافقین اور انکی چالوں سے ہوشیار رہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْحَشْرِ مَثَانِيَةٌ آيَاتُهَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب کے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم

مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ

نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی بات نہ مانیں

فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ

گے اور اگر تم سے لڑائی ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ سراسر جھوٹے

إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا

ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد بھی

يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلِّنَنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ۝

نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کو مدد نہ دی جائے گی۔

خلاصہ

عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین نے یہود ”بنی النضیر“ کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا مت سمجھنا، اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا، ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کریں گے، یہ ہمارا بالکل اہل اور قطعی فیصلہ ہے، اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ماننے والے اور پرواہ کرنے والے نہیں۔

اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے لوگ ہیں، یہ دل سے نہیں کہہ رہے بلکہ محض یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے یہ باتیں بنا رہے ہیں اور یہ جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔

چنانچہ لڑائی کا ماحول بنا اور ”بنی نضیر“ گھیر لئے گئے، ایسی نازک صورتحال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا اور آخر کار جب وہ نکالے گئے اس وقت یہ آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے اور قرآن پاک نے بتا دیا کہ اگر بالفرض منافق انکی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر نہ ان یہودیوں کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ان منافقین کا۔ مگر منافقین مدد کے لئے نکلے ہی نہیں۔

ایک بشارت اور سچی پیشین گوئی

یہ آیات غزوہ بنی نضیر سے پہلے نازل ہوئیں اور ان میں مسلمانوں کے لئے بشارت تھی کہ کافروں اور منافقوں کا

اتحاد کچھ نہیں کر سکے گا اور مسلمان کامیاب اور فتیاب ہوں گے۔

وهذه بشارة مستقلة بنفسها (ابن کثیر)

اور یہ آیات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہیں اور آپ کی برحق نبوت پر دلیل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسے خبر دی بالکل ویسے ہی ہوا۔ وفيہ دلیل علی صحة النبوة لانه اخبار بالغیب۔ (المدارک)

منافقوں کا نہ کوئی دین نہ کوئی عقیدہ

منافقین کا کوئی دین، کوئی کتاب، کوئی عقیدہ نہیں ہوتا، وہ اپنی خواہشات کے غلام اور اپنے مفادات کے بندے ہوتے ہیں، پس جو کافر انکی باتوں میں آ کر مسلمانوں سے لڑائی مول لے لیتے ہیں وہ بعد میں پچھتاتے ہیں کیونکہ منافق کافروں کا ساتھ تو دیتے ہیں مگر جب اپنے اوپر خطرہ دیکھتے ہیں تو کافروں کا ساتھ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔
امام قرطبی لکھتے ہیں:-

تعجب من اغترار اليهود بما وعدهم المنافقون من النصر مع علمهم بانهم لا يعتقدون ديناً ولا كتاباً۔ (القرطبی)

پس مسلمانوں کی مضبوط قوت اور مثالی اجتماعیت ہی ان کو منافقین کے فتنے سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ بن سکتی ہے جیسا کہ غزوہ بنی نضیر کے موقع پر ہوا۔ (واللہ اعلم بالصواب)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ آیت ۱۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهَبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

البتہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ (کے خوف) سے زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ

لَا يَفْقَهُونَ ⑬

لوگ سمجھتے نہیں

خلاصہ

- ☆ منافقین مسلمانوں سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں
- ☆ منافقین اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے
- ☆ منافقین اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں سمجھتے، اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ آخرت کیا ہے اور آخرت کا عذاب دنیا کی مصیبت سے کتنا زیادہ سخت ہے۔
- ☆ منافقین بے سمجھ لوگ ہیں۔ وقتی نفع اور نقصان کو تو سامنے رکھتے ہیں مگر اصل حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

بیوقوف لوگ

”ان بیوقوفوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مسلمانوں کا ڈر ہے“ (حضرت لاہوری)

منافقین دراصل خود کو عقلمند سمجھتے ہیں کہ ہم زمانے کے ساتھ چلتے ہیں اور وقت کے تقاضوں کو جانتے ہیں، قرآن پاک نے سمجھا دیا کہ یہ بیوقوف اور بے سمجھ لوگ ہیں۔

”یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھتے اور دل میں اس کا ڈر ہوتا تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے ہاں مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے ڈرتے ہیں اسی لئے ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔ (عثمانی)

لا يعلمون الله وعظمتہ حتی یخشوه حق خشیتہ۔ (المدارک)

وقتی مصیبت سے ڈرتے ہیں آخرت کے عذاب سے نہیں

امام ابو حیان فرماتے ہیں:

وہ منافقین تم مسلمانوں کی طرف سے فوری سزا سے تو ڈرتے ہیں اس لئے مقابلے پر نہیں آ رہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے آئندہ آنے والے اخروی عذاب کو نہ وہ مانتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں۔

لانہم یتوقعون عاجل شرکم، ولعدم ایمانہم لایتوقعون آجل عذاب
اللہ۔ (البحر المحیط)

پس جس آدمی کی زندگی میں صرف دنیا کے نفع نقصان ہی کی فکر اثر انداز ہو اس پر نفاق کا حملہ ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ
بفضله ومنہ۔

شجاعت و بہادری کی اصل بنیاد

شجاعت و بہادری کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور منافقین اسی نعمت سے محروم ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے یہ
عبارت۔

”یہ منافق اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنے حقہ راے مسلمانوں! یہ تم سے ڈرتے ہیں، بے سمجھ لوگ ہیں، بندہ کا
کیا ڈر، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں ہر بات ہے، جو قوم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اس سے سب
ڈرنے لگتے ہیں، ان پر پھر کسی کا خوف غالب نہیں آتا، یہی شجاعت کا اصل اصول ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کو حاصل
تھا۔ (حقانی)

فائدہ

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ مسلمانوں سے ڈرتے
ہیں۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہود اور منافقین دونوں کے بارے میں ہے۔

یعنی صدورنی النضیر وقیل فی صدور المنافقین، ویحتمل ان یرجع الی الغریقین۔ (القرطبی)



سُورَةُ الْحَشْرِ مَآذِنٌ ۱۳ آیت ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قَرْیٍ مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ

وہ تم سے سب مل کر بھی نہیں لڑ سکتے مگر محفوظ بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں ان کی

بِاَسْمِهِمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ۙ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتَّىٰ ۗ ذٰلِکَ

لڑائی تو آپس میں سخت ہے آپ ان کو متنق سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ ۗ

یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے

خلاصہ

یہود اور منافقین بزدل لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے سامنے آ کر نہیں لڑ سکتے۔ قلعوں، دیواروں اور حفاظتی پناہ گاہوں کے پیچھے سے لڑتے ہیں یہ بے مقصد لوگ ہیں، اگرچہ مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک اپنے مفاد اور غرض کا غلام ہے اس لئے ان کے دل الگ الگ ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کے سخت دشمن ہیں۔ اور وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔

مختصر و جامع تفسیر

”چونکہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں اس لئے کھلے میدان میں جنگ نہیں کر سکتے ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یاد یواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، کہ یورپ نے مسلمانوں کی تلوار سے عاجز ہو کر قسم قسم کے آتھماز اسلحہ (بم، میزائل وغیرہ) اور طریق جنگ ایجاد کئے ہیں تاہم اب بھی اگر کسی وقت دست بدست جنگ کی نوبت آ جاتی ہے تو چند ہی منٹ میں دنیا لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قَرْیٍ مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ باقی اس قوم (ہندوؤں) کا تو کہنا ہی کیا جس کے نزدیک چھتوں پر چڑھ کر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی سب سے بڑی علامت بہادری کی ہے بِاَسْمِهِمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ یعنی آپس کی لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے ”اوس“ اور ”خزرج“ کی جنگ میں تجربہ ہو چکا مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں انکی ساری بہادری اور شجائی کرکری ہو جاتی ہے تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتَّىٰ یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے ظاہری اتفاق و اتحاد سے دھوکہ مت کھاؤ، انکے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں ہر ایک اپنی غرض و خواہش کا بندہ اور خیالات میں ایک دوسرے سے جدا ہے، پھر حقیقی

بچتی کہاں میسر آ سکتی ہے اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا؟ اتحاد اُسے کہتے ہیں جو مؤمنین قاتلین میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے ایک اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام رکھا ہے اور ان سب کا مرنا جینا اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے ہے۔ (عثمانی)

بزدل ترین لوگ

آیت مبارکہ میں یہود کا تذکرہ ہے

رَٰیفَاتٍ لُّؤُنُكُمُۥ يَعْنِي الْيَهُودَ۔ (القرطبی، البغوی)

ایک قول یہ ہے کہ یہود اور منافقین دونوں مراد ہیں۔

جميعا مجتمعين يعنى اليهود والمنافقين (المدارك)

امام بغوی لکھتے ہیں:-

فاذا خرجوا لکم فهم اجبن خلق اللہ۔

یہ لوگ جب مسلمانوں سے لڑنے کے لئے سامنے آتے ہیں تو (معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بزدل ترین لوگ ہیں۔ (البغوی)

پروپیگنڈے کے رستم

بِأَسْمِهِمْ بَيِّنَهُمْ شَدِيدًا: آیت مبارکہ کے اس نکلڑے کا بعض مفسرین نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ انکی جنگی قوت اور لڑائی کی طاقت انکی آپس کی باتوں تک ہوتی ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ اگر لڑائی ہو گئی تو ہم یہ کر دیں گے اور ہم وہ کر دیں گے اور آپس میں اپنی جنگی طاقت کا خوب تذکرہ کرتے رہتے ہیں مگر جب لڑائی شروع ہوتی ہے تو پھر وہ جم کر نہیں لڑ سکتے۔ یعنی لڑائی سے پہلے اپنی فوجی طاقت اور قوت کا بہت چرچا کرتے ہیں۔

وقال مجاهد: بِأَسْمِهِمْ بَيِّنَهُمْ شَدِيدًا اى بالكلام والوعيد لنفعلن كذا وقيل بِأَسْمِهِمْ

بَيِّنَهُمْ شَدِيدًا اى اذا لم يلقوا عدوانسبوا انفسهم الى الشدة والبأس ولكن اذا لقوا العدو

انهزموا۔ (القرطبی)

قرآن پاک کا اعجاز

آجکل کے کفار کا جنگی طریقہ کار دیکھ لیں اور قرآن پاک کی اس آیت کو دیکھ لیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

خود کو دنیا کی بڑی طاقتیں کہنے والے کفار کے فوجیوں کی بدحواسی دیکھ لیں ان کے بیانات پڑھ لیں اور قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کو دیکھ لیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

چند کمزور اور بے سروسامان مجاہدین آج بھی اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر برسریکھ رہے ہیں ساری دنیا کا کفران سے خوفزدہ ہے اور ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور طیاروں کی آڑ لیکر ان سے لڑ رہا ہے یہ بے سروسامان مجاہدین خوش اور مطمئن ہیں جبکہ طاقتور کفار سخت ہیبت، انتشار اور خوف کی حالت سے دوچار ہیں۔

بے شک قرآن پاک ایک زندہ کتاب ہے جو ہر زمانے کا حال بتاتی ہے اور ہر دور میں مسلمانوں کی رہنمائی فرماتی ہے۔

اللهم ارحمنا بالقرآن العظيم واجعله لنا ماما ونورا وهدى ورحمة۔



مجموعہ مبارکہ

قرآن پاک میں ”اہل کتاب“ کے خلاف جہاد کا حکم موجود ہے اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اہل کتاب کے خلاف جو مبارک جہاد ہوا اس کے تذکرے بھی قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اہل کتاب سے جہاد کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں اور مستقبل میں اس جہاد کے پھیلنے کے بہت سے اشارات بھی فرمائے ہیں۔ آج جبکہ خود کو یہود و نصاریٰ کہلانے والے کفار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر میدان جنگ میں نکل آئے ہیں تو مسلمانوں کو بھی ان کے خلاف جہاد کے لئے منظم صف بندی کرنی چاہیے۔

ملاحظہ فرمائیے اہل کتاب سے جہاد کے متعلق بعض روایات مبارکہ

قیصر سے لڑنے والا اسلامی لشکر

① فحدثنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ يقول اول جيش من امتي يغزون البحر اوجبو اقلت ام حرام قلت يارسول الله ﷺ انا فيهم قال انت فيهم قلت ثم قال النبی ﷺ اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم فقلت انا فيهم يارسول الله ﷺ قال لا: رواه البخاري في باب ما قيل في قتال الروم ص (۴۰۹-۴۱۰ ج ۱)

حضرت ام حرامؓ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میری امت میں سے سب سے پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس نے جنت کو اپنے لئے واجب کر لیا ام حرامؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے ہیں فرماتی ہیں پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے خلاف جہاد کرے گا اس کی بخشش کردی گئی ہے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

(اس روایت میں عیسائیوں کے خلاف جہاد کی بشارت ہے)

یہودیوں سے فیصلہ کن جہاد

② عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال تقتلون اليهود حتى يخبثي احدهم وراء الحجر فيقول يا عبد الله هذا اليهودي ورائي فاقتله (رواه البخاري في باب قتال اليهود ص ۴۱۰ ج ۱)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم یہودیوں سے قتال کرو گے یہاں تک

کہ ان میں سے کوئی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو پتھر کہے گا اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی ہے اسکو قتل کر دو۔ (یہ قتال آخری زمانے میں ہوگا)

ملک شام میں جہاد کی فضیلت

۳ عن ابن حوالة قال قال رسول الله ﷺ سيصير الامر لي ان تكونوا جنودا مجندة جند بالشام وجند باليمن وجند بالعراق قال ابن حوالة خولي يا رسول الله ﷺ ان ادركت ذلك فقاتل معك بالشام فانه اخيرة الله من ارضه يجتبي اليها خيرته من عباده فاما اذا يمتم فعليكم بيمنكم واسقوا من غدركم فان الله توكل لي بالشام واهله (رواه ابوداؤد ص ۳۵۸ ج ۱)

حضرت ابن حوالة سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ تمہارے کئی لشکر بنیں گے ایک لشکر شام (عیسائی سلطنت کی طرف) اور ایک لشکر یمن اور ایک لشکر عراق (کی طرف جہاد کرے گا) ابن حوالة نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو آپ میرے لئے کوئی لشکر منتخب فرمادیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تو شام کے لشکر کو لازم پکڑنا اس لئے کہ ملک شام اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اللہ تعالیٰ اس ملک میں اپنے نیک بندوں کو اکٹھا کرے گا اگر تم ملک شام کی رہائش کو اختیار نہ کر سکو تو تم یمن میں رہنا اور اپنے حوض سے پانی پلاتے رہنا (فلسطین بھی ملک شام کا حصہ ہے)

اہل کتاب سے جہاد کی فضیلت

۴ عن عبد الخبير بن ثابت بن قيس بن شماس عن ابيه عن جدته قال جاءت امرأة الى النبي ﷺ يقال لها ام خلاد وهي متنقبة تسأل عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبي ﷺ جنت تسألين عن ابنك وانت متنقبة فقالت ان ارزا ابني فلن ارزا حيائي فقال رسول الله ﷺ ابنك له اجر شهيد بن قالت ولم ذاك يا رسول الله ﷺ قال لانه قتله اهل الكتاب (رواه ابوداؤد فی باب فضل قتال الروم علی غیر حم من الامم ص ۳۵۹ ج ۱)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس سے روایت ہے کہ ایک خاتون خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی جس کا نام ام خلاد تھا اور وہ نقاب ڈالے ہوئے تھی وہ اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کر رہی تھی ایک صحابی نے اس سے کہا کہ تم اپنے بیٹے کو تلاش کرتے ہوئے نکلی ہو اور تم نے نقاب ڈال رکھا ہے تو اس عورت نے کہا کہ میرا لڑکا جاتا رہا تو کیا میں اپنی شرم و حیا کو بھی گم کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اسلئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کا اخراج

۵ جابر بن عبد اللہ یقول اخبرنی عمر بن الخطاب انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول
لاخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا ادع الا مسلما (رواه مسلم فی باب اجلاء اليهود
من المجاز ص ۹۴ ج ۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں
ضرور بالضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کروں گا یہاں تک کہ اس میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی
کو نہیں رہنے دوں گا۔

آپ ﷺ کی تمنا

۶ عن عمر بن خطاب ان رسول اللہ ﷺ قال لئن عشت ان شاء الله لأخرجن اليهود
والنصارى من جزيرة العرب (رواه الترمذی فی باب ما جاء فی اخراج اليهود والنصارى من جزيرة العرب
ص ۳۲۲ ج ۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں زندہ
رہا تو انشاء اللہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال باہر کروں گا۔

عیسائیوں سے لڑائی لمبی چلے گی

۷ عن ابی محیریز قال قال رسول الله ﷺ فارس نطحة أو نطحتان ثم لا فارس
بعدها ابداء الروم ذات القرون اصحاب بحر و صخر كلما ذهب قرن خلفه قرن مكانه
هيهات الى آخر الدهر هم اصحابكم ما كان في العيش خيرا۔ (رواه ابن ابی شیبہ فی المصنف ص
۲۵۶ ج ۱۰)

حضرت ابن محیریز سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ فارس سے ایک یا دو لڑائیاں ہیں پھر اس کے بعد
ہمیشہ کیلئے فارس نہیں رہے گا (یعنی مجوسی سلطنت نہیں رہے گی) اور روم (کی عیسائی سلطنت) کئی زمانوں پر محیط ہے۔
وہ سمندروں اور چٹانوں والے ہیں۔ جب بھی انکی ایک نسل گزرے گی دوسری نسل اسکی جگہ آ جائیگی یہ آخر زمانہ تک
چلتے رہیں گے یہ تمہارے مقابل رہیں گے جب تک زندگی میں بھلائی ہے۔

قیصر و کسریٰ کی سلطنت کا خاتمہ

۸ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال: اذاهلك كسرى فلا كسرى بعده و اذاهلك
قيصر فلا قيصر بعده والذي نفسي بيده لتنتفنن كنوزهما في سبيل الله (السنن الكبرى للمصنف
ص ۲۹۸ ج ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں آئے گا اور جب قیصر (عیسائی بادشاہ) ہلاک ہوگا تو اسکے بعد کوئی قیصر نہیں آئے گا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت مبارکہ

۹ عن ابی عبیدۃ ابن الجراح قال: ان آخر کلام تکلم به رسول اللہ ﷺ ان قال: اخرجوا الیہود من ارض الحجاز واهل نجران من جزیرۃ العرب۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۱۵ ج ۱۷)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ فرماتے ہیں سب سے آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ یہود کو حجاز کی زمین سے نکال دو اور اہل نجران (یعنی نجران کے نصاریٰ) کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔

آخری زمانے کے قتال کا ایک منظر

۱۰ عن ابی ہریرۃؓ قال: لاتقوم الساعة حتی تفتح مدینۃ ہرقل قیصر ویؤذن فیہا المؤذنون ویقسم فیہا المال بالترسۃ فیقبلون باکثر اموال رآھا الناس فیاتیہم الصریخ ان الدجال قد مخالفکم فی اہلیکم فیلقون مافی ایدیہم ویقبلون یقاتلونه (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۰ ج ۸)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ہرقل قیصر کی (عیسائی) سلطنت فتح ہو جائے مؤذن اس میں اذانیں دینے لگیں اور اس میں مال تقسیم کیا جائے ڈھالوں کے ذریعہ لوگوں نے اس سے پہلے اتنا مال نہیں دیکھا ہوگا اسی دوران ان کے پاس ایک پکار آئے گی کہ دجال تمہارے گھروں میں پہنچ چکا ہے پس ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اُسے پھینک دیں گے اور آگے بڑھ کر اس سے قتال کریں گے۔

اہل اسلام کی فتوحات

۱۱ عن عتبۃ بن ابی وقاص عن النبی ﷺ قال نستقاتلون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم تقاتلون الروم فیفتحھا اللہ تقاتلون الدجال فیفتحھا اللہ (رواہ ابن ماجہ باب الملاحم ص ۳۳۰)

عتبہ بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب تم جزیرہ عرب والوں سے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو فتح کروادینگے پھر تم روم (عیسائی سلطنت) سے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسے فتح کروادینگے پھر تم دجال سے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی فتح دے دینگے۔

دجال کا خاتمہ

۱۷ عن ابی امامة الباہلی قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فكان اکثر خطبته حدیثا حدثناہ عن الدجال.....الی ان قالہم (العرب) یومئذ قلیل وجلہم ببیت المقدس وامامہم رجل صالح قد تقدم یصلی بہم الصبح اذ نزل علیہم عیسی ابن مریم علیہ السلام الصبح فرجع ذلك الامام ینکص یمشی القهقری لیتقدم عیسی یصلی بالناس فیضع عیسی یدہ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بہم امامہم فاذا انصرف قال عیسی علیہ السلام افتحو الباب فیفتح وراء الدجال معہ سبعون ألف یهودی ذوسیف محلیّ وساج فاذا نظر الیہ الدجال ذاب کما یدوب الملح فی الماء وینتطق ہاربا ویقول عیسی علیہ السلام ان لی فیک ضربة لن تسبقنی بہا فیدرکہ عند باب اللد الشرقی فیقتلہ فیہزم اللہ الیہود فلا یبقی شئی مما خلق اللہ یتوارى بہ یهودی الا انطق اللہ ذلك الشئی لاجبر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدۃ فانہا من شجرہم لاتنطق (رواہ ابن ماجہ فی باب ختمہ الدجال وخروج عیسی ابن مریم ص ۲۹۷)

حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پس آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں اکثر بات دجال سے متعلق فرمائی (آگے لمبی حدیث ہے) راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن (جب دجال نکلے گا) عرب انتہائی قلیل ہونگے اور ان کا ایک بڑا حصہ بیت المقدس میں ہوگا ان کا امام ایک نیک آدمی ہوگا پس اس دوران کہ ان کا امام انہیں صبح کی نماز پڑھانے آگے بڑھے گا اچانک صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیچے اتریں گے پس یہ امام رک کر اپنے قدم پیچھے ہٹائے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھیں گے اور انہیں کہیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ۔ بے شک آپ کے لئے ہی اقامت کہی گئی ہے پس ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا جب وہ نماز مکمل کریگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے دروازہ کھول دو پس اسے کھولا جائے گا تو اسکے پیچھے دجال ہوگا اسکے ساتھ ستر ہزار یہودی ہونگے وہ سب کے سب مزین تلواروں سے آراستہ ہونگے دجال جب عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پھلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے اور پشت پھیر کر بھاگے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرے لئے تجھ پر ایک وار کرنا مقرر ہے تو میرے اس وار سے بچ نہیں سکتا پس وہ ”اسے مقام لُد“ کے مشرقی دروازے پر پائیں گے اور اسے قتل کر دیں گے پس اللہ تعالیٰ یہود کو شکست دینگے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کوئی بھی چیز پتھر، درخت، دیوار، جانور جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوگا اللہ تعالیٰ اس چیز سے کھلوادیں گے (کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے) مگر غرقہ کا درخت ان یہودیوں کا درخت ہے وہ نہیں بولے گا۔

☆☆☆ (یہ روایت اس سند سے کچھ ضعیف ہے مگر اس مضمون کے شواہد موجود ہیں) (واللہ اعلم بالصواب)

غزوة بنی قینقاع ۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ھ



سورة الحشر آیت ۱۵ میں یہودیوں کے قبیلہ بنی قینقاع کی سزا کا مختصر
تذکرہ ہے جو انہیں غزوة بنی قینقاع کی صورت میں ملی اسی مناسبت سے
ملاحظہ فرمائیے غزوة بنی قینقاع کا مختصر واقعہ۔

غزوہ بنی قینقاع ۱۵ اشوال یوم شنبہ ۲ھ

یہ لفظ قینقاع ”ن“ کے پیش کے ساتھ ہے مگر ایک قول کے مطابق زیر کے ساتھ اور ایک قول کے مطابق زبر کیساتھ بھی پڑھا جاتا ہے لیکن مشہور قول یہی ہے کہ اس میں ”ن“ پر پیش ہے۔

بنی قینقاع

بنی قینقاع عبد اللہ بن سلامؓ کے برادری کے لوگ تھے نہایت شجاع اور بہادر تھے، زرگری کا کام کرتے تھے۔ جب غزوہ بدر میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی تو ان لوگوں کی سرکشی کھل کر سامنے آ گئی اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے ان کا حسد ظاہر ہو گیا، اپنی اس جلن اور بغض کی وجہ سے انہوں نے اپنے معاہدہ کو عملاً ختم کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودی قبیلوں کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ نہ کبھی آنحضرت ﷺ کے مقابلے پر آئیں گے اور نہ آپ ﷺ کے دشمنوں کو مدد دیں گے، یہودیوں کے یہ تینوں خاندان مدینے میں ہی رہتے تھے اور ان کے محلے الگ الگ تھے۔

ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ جنگ وغیرہ کی صورت میں یہ لوگ نہ آنحضرت ﷺ کے طرف دار ہوں گے اور نہ آپ کے مخالف ہوں گے یعنی آپ کے دشمن کا ساتھ بھی نہیں دیں گے بلکہ ایسے موقعوں پر غیر جانبدار رہا کریں گے، اور ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ اگر آنحضرت ﷺ کا کوئی دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیں گے اور آپ ﷺ کی پوری پوری مدد کریں گے جیسا کہ بیان ہوا۔

یہودیوں کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی

غرض یہودیوں کے ان تینوں قبیلوں میں جنہوں نے سب سے پہلے معاہدہ کی خلاف ورزی اور غداری کی وہ بنی قینقاع کے یہودی تھے، اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ ایک عرب عورت اپنا تجارتی سامان لے کر وہاں آئی جس میں اونٹ اور بکریاں وغیرہ تھیں تاکہ یہ مال فروخت کر کے نفع حاصل کرے، یہ مال اس نے بنی قینقاع کے بازار میں فروخت کیا اور اس کے بعد وہیں ایک یہودی جوہری کے پاس بیٹھ گئی۔

مسلمان عورت کے ساتھ یہودی چھیڑ خانی

غرض وہ عورت جوہری کی دکان پر بیٹھی ہوئی تھی اور مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنا بدن اور چہرہ چھپائے ہوئے تھی کہ کچھ یہودی اوباشوں نے اس پر چہرہ کھولنے کیلئے اصرار کرنا شروع کیا مگر اس نے انکار کر دیا، اسی وقت اس دکان دار جوہری نے اٹھ کر اس کے نقاب کا ایک کونہ چپکے سے اس کی پشت کی طرف کسی چیز سے باندھ دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے خاموشی سے اس کی چادر کا ایک سر ایک کانٹے یا کیل میں الجھا دیا، عورت کو اس کا پتہ ہی نہیں ہوا، اس کے بعد وہ عورت جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو کپڑا الجھا ہوا ہونے کی وجہ سے وہیں رہ گیا

اور چہرہ اچانک کھل گیا اس پر یہودیوں نے قہقہے لگائے، عورت نے ان کی اس بیہودگی پر چیخنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں اور یہود میں اشتعال

وہیں ایک مسلمان گزر رہا تھا اس نے جیسے ہی یہودیوں کی یہ شرارت دیکھی وہ جوہری کی طرف جھپٹا اور تلوار بلند کر کے اس کو قتل کر دیا یہ دیکھ کر یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر ڈالا اس واقعہ پر دوسرے مسلمانوں نے چیخ چیخ کر مسلمانوں کو جمع کر لیا اور مسلمان غضب ناک ہو کر یہودیوں پر چڑھ دوڑے۔

معاہدہ سے برأت کا اعلان

مسلمانوں میں بنی قبیقاع کے یہودیوں کے خلاف سخت غم و غصہ پیدا ہو گیا (بنی قبیقاع سے مسلمانوں کا امن اور دوستی کا جو معاہدہ تھا وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی معرفت ہوا تھا) یہودیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”اس قسم کی حرکتوں کے لئے ہمارا ان کا سمجھوتہ نہیں ہوا تھا، اب عبادہ بن صامتؓ اس معاہدے سے بری ہو گئے، ادھر خود حضرت عبادہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی رسولہ واتولی اللہ ورسولہ والمؤمنین وابرأ من حلف الکفار

یا رسول اللہ میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ، اس کے رسول کی طرف آتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکل بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔

فائدہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اس کے رسول اور عباد المؤمنین کی محبت ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے عداوت و نفرت، بیزاری اور برأت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کے اس معاہدہ کا دوسرا رکن عبد اللہ ابن ابی سلول تھا جس نے مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا یہ شخص ظاہری طور پر مسلمان ہو چکا تھا مگر حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور منافقوں کا سردار تھا۔ یہ شخص اس واقعہ کے بعد بھی اس معاہدہ سے چٹا رہا اس نے عبادہ بن صامتؓ کی طرح اس وقت معاہدہ سے بری ہونے کا اعلان نہیں کیا چنانچہ اسی سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصْرَىٰ أَوْلِيَاءَ تَبِعْتَهُمْ (تا) فَإِنَّ جِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ - (آیات ۶ پ ۶ سورہ مائدہ ع ۸ آیت ۵۶ تا ۵۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، آخر آیات تک۔

بنی قبیقاع کی کھلی دھمکی

غرض اس کے بعد شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ ﷺ ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا:

یامعشر یہود! حذر وامن اللہ مثل منازل بقریش من النعمة واسلموا فانکم قد عرفتم

انی نبی مرسل تجدون ذلك فی کتابکم وعهد اللہ الیکم

اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو۔ اسلام لے آؤ اور اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔
اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:-

قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْتٌ لَّيْسَ لَهُمْ شُرَكَاءُ وَتَحْسُرُونَ اِلَىٰ جَهَنَّمَ وَيَسْتَسْئِلُونَ النَّاسَ اِلَىٰ عَذَابِ اللَّهِ الَّذِي لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا يَنْفَعُهُمْ اِلٰهًا غَيْرَ اللَّهِ (۱۲)

ترجمہ: آپ ان کفر کرنے والوں سے فرمادیتے کہ عنقریب تم مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب کئے جاؤ گے اور آخرت میں جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ جہنم ہے برا ٹھکانہ۔
دوسری آیت حق تعالیٰ نے یہ نازل فرمائی۔

وَإِنَّا نَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِبِيْنَ

(پ ۱۰ سورۃ انفال ع ۷ آیت ۵۸)

ترجمہ: اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو آپ ان کو وہ عہد اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہو جائیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔
یہود یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس غزہ (یعنی دھوکے) میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آ گئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہو تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں اس پر حق جل وعلانیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئْتَيْنِ النَّقَاتِ فِئَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ

مِثْلَهُمْ رَأٰى الْعَيْنُ وَا اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ

(۱۱ عمران آیت ۱۳)

تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے لڑیں ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری جماعت کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتی تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں بے شک اس میں عبرت ہے اہل بصیرت کے لئے۔

یہود کا محاصرہ

غرض اس دھمکی کے بعد بنی قریظہ کے یہودی وہاں سے جا کر اپنے محلے میں اپنی حویلیوں کے اندر قلعہ بند ہو گئے آنحضرت ﷺ مجاہدین کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے، آپ ﷺ کا پرچم سفید تھا اور آپ کے

چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؑ کے ہاتھ میں تھا۔

یہودی علاقے کی طرف کوچ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا اور پندرہ دن تک بنی قینقاع کے یہودیوں کا بے انتہا شدید محاصرہ کیا، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس غزوہ کے لئے شوال کی پندرہ تاریخ کو کوچ فرمایا تھا اور ذی قعدہ کے چاند تک وہیں رہے۔

جلاوطن ہونے کی پیشکش

اس شدید محاصرہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف اور رعب پیدا فرمادیا، بنی قینقاع کے ان یہودیوں میں چار سو جنگ جو تو قلعہ کی حفاظت پر تھے اور تین سو زرہ پوش جاں باز تھے۔

آخر محاصرہ سے تنگ آ کر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ ہمارا راستہ چھوڑ دیں تو ہم جلاوطن ہو کر مدینہ سے ہمیشہ کیلئے چلے جانے کو تیار ہیں، اس کے ساتھ ہی انہوں نے آنحضرت ﷺ کو پیشکش کی کہ صرف ہماری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لئے چھوڑ دیجئے جنہیں ہم اپنے ساتھ لے جائیں اور ہمارا مال و دولت آپ لے لیجئے، یعنی مال میں ہتھیار وغیرہ بھی شامل ہوں گے جو وہ مسلمانوں کو دیئے جائیں گے۔

ان کی اس پیشکش سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس باغات اور کھیتی کی زمینیں نہیں تھیں بلکہ ان کا یہ تمام مال و دولت تجارت کے ذریعہ تھا یا سودی کاروبار کے ذریعہ تھا جو آج تک یہودیوں کا خاص مشغلہ ہے۔

یہود کے لئے ابن ابی کی سفارش

غرض جب بنی قینقاع اپنی حویلیوں سے نکلے تو ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مشکلیں باندھ دو، چنانچہ ان کی مشکلیں کس دی گئیں اور آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اسی وقت سردار منافقین عبداللہ ابن ابی اسلول جو یہودیوں کا حلیف اور حمایتی تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور ان لوگوں کی سفارش کرنے لگا اس نے گڑ گڑاتے ہوئے آپ سے عرض کیا:

اے محمد! میرے ان غلاموں یعنی بے بس دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کیجئے!۔

آنحضرت ﷺ پر بیجا اصرار

آنحضرت ﷺ نے عبداللہ ابن ابی کی بات اُن سنی کرتے ہوئے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، آنحضرت ﷺ اس وقت اپنی وہی زرہ پہنے ہوئے تھے جس کا نام ذات الفضول تھا، عبداللہ ابن ابی آنحضرت کی پشت کی طرف سے آیا اور آپ کی زرہ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر یعنی آپ ﷺ کو پشت کی طرف سے اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور اصرار کرنے لگا، آپ ﷺ نے اس کو ڈانٹ کر فرمایا:

”تیرا برا ہو، مجھے چھوڑ دے!“

اس وقت آنحضرت ﷺ کو اتنا سخت غصہ آیا کہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ ﷺ نے پھر

فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا:

”خدا کی قسم اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے غلاموں کیساتھ احسان کرنے کا وعدہ نہیں کر لیں گے، یہ لوگ میرے کنبے والے ہیں اور میں مصیبتوں اور تباہیوں سے بہت ڈرتا ہوں۔“

یہودی کی جان بخشی

آخر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

”ان لوگوں کو چھوڑ دو۔ ان لوگوں پر اور ان کے ساتھ اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔“

اس طرح آپ نے بنی قبیقاع کے یہودیوں کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا، پھر آپ نے عبد اللہ ابن ابی سے فرمایا:

”انہیں لے جاؤ۔ اللہ تمہیں ان کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے۔“

نبی ﷺ کی دعا کا نتیجہ

پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان یہودیوں کو مدینہ سے ہمیشہ کے لئے نکال کر جلاوطن کر دیا جائے ان کو جلاوطن کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ نے حضرت عبادہ بن صامت کے سپرد فرمائی اور یہودیوں کو مدینے سے نکل جانے کیلئے تین دن کی مہلت دی، چنانچہ یہودی تین دن بعد مدینے کو خیر باد کہہ کر چلے گئے، اس سے پہلے یہودیوں نے عبادہ بن صامت سے درخواست کی تھی کہ ان کو تین دن کی جو مہلت دی گئی ہے اس میں کچھ اضافہ کر دیا جائے، مگر حضرت عبادہ نے کہا کہ نہیں ایک گھنٹے کی مہلت بھی نہیں بڑھائی جاسکتی، پھر عبادہ بن صامت نے اپنی نگرانی میں ان کو جلاوطن کیا یہ لوگ یہاں سے نکل کر ملک شام کی ایک بستی کے میدانوں میں جا بسے۔ مگر ایک سال کی مدت بھی نہیں گزری تھی کہ وہ سب کے سب وہیں ہلاک ہو گئے جو آنحضرت ﷺ کی اس دعا کا اثر تھا جو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے سامنے کی تھی کہ اللہ تمہیں ان کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے۔ (یہ ایک روایت ہے واللہ اعلم بالصواب)

منافقین اور یہودی کی باہمی محبت

ایک روایت ہے کہ یہودیوں کے مدینے سے جانے سے پہلے ابن ابی آنحضرت ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے مکان پر یہ درخواست لیکر آیا کہ یہودیوں کو معاف کر کے مدینے میں رہنے کی اجازت دی جائے مگر آنحضرت ﷺ اس سے ملنے کے بجائے اندر تشریف لے گئے ابن ابی نے اندر جانا چاہا مگر ایک صحابی نے ہاتھ مار کر اس کو پیچھے دھکیل دیا جس کے نتیجہ میں اس کا منہ دیوار سے ٹکرایا اور زخمی ہو گیا ابن ابی انتہائی غضب ناک ہو کر واپس ہوا، بنی قبیقاع کے یہودیوں کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ بولے۔

”ہم اس شہر میں ہرگز نہیں رہیں گے جس میں ابو حباب یعنی ابن ابی کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہے نہ ہی ہم اب اس سے کوئی مدد لیں گے۔“ اس کے بعد یہودیوں نے مدینہ سے نکلنے کی تیاری شروع کر دی۔

فنی اور مال غنیمت

آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے مال و دولت پر قبضہ کر کے ان کو مدینے سے نکل جانے کا راستہ دے دیا مال غنیمت میں سے آپ کے لئے پانچواں حصہ نکالا گیا حالانکہ آنحضرت ﷺ کے لئے اس میں فنی کا حق تھا کیونکہ یہ مال جنگ کے بعد حاصل نہیں ہوا تھا نہ ہی لشکروں کا ٹکراؤ اور مقابلہ ہوا تھا، بہر حال آپ کو اس میں سے پانچواں حصہ ملا اور باقی چار عدد حصے صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے اور مال غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ بدر کے بعد یہ پہلا شخص تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لیا۔

یہودیوں کے جانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان کے مکانوں میں سے بے شمار ہتھیار ملے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا بنی قینقاع کے یہودی دوسرے یہودیوں میں سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔

غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ کا انتخاب

آنحضرت ﷺ نے ان ہتھیاروں میں سے تین کمائیں لیں، ان کمانوں میں سے ایک کمان کو کتوم یعنی خاموش کہا جاتا تھا کیونکہ جب اس کمان سے تیر چلایا جاتا تھا تو بالکل آواز نہیں پیدا ہوتی تھی، یہی وہ کمان ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے غزوہ احد میں تیر اندازی فرمائی اور جس میں سے تیر اندازی کے وقت چنگاریاں سی نکلتی تھیں۔ ان میں سے دوسری کمان کا نام روحاء تھا اور تیسری کو بیضاء کہا جاتا تھا ان کے علاوہ آپ نے دوزرہں لیں جن میں سے ایک زرہ کا نام سعدیہ تھا اس زرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی اور جب جالوت کو قتل کیا گیا تو اس وقت داؤد علیہ السلام یہی زرہ پہنے ہوئے تھے، دوسری زرہ کا نام فضہ تھا جو آپ ﷺ نے یہودیوں کے ہتھیاروں میں سے اپنے لئے منتخب فرمائی۔

اس کے علاوہ آپ نے تین نیزے اور تین تلواریں بھی اپنے لئے منتخب فرمائیں ان میں سے ایک تلوار کو قلعی کہا جاتا تھا، دوسری کو بتار کہا جاتا تھا اور تیسری کا کوئی نام نہیں تھا اس تلوار کا نام خود آپ نے صیف رکھا نیز ان میں سے آنحضرت ﷺ نے ایک زرہ محمد بن مسلمہ کو اور ایک سعد بن معاذ کو بہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ ﷺ و سیرت حلبیہ)



سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَانِيَّتٌ آيَةٌ ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

ان کا حال تو پہلوں جیسا ہے کہ جنہوں نے ابھی اپنے کام کی سزا پائی ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) دردناک

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلنَّاسِ اِنَّا كَفَرْنَا فَلَمَّا كَفَرَ

عذاب ہے۔ (اور) مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ آدمی سے کہتا ہے کہ تو منکر ہو جا پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو کہتا

قَالَ اِنِّیْۤ اِنِّیْۤ اَبْرَیۤءٌ مِّنْكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ

ہے بے شک میں تم سے بری ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ پس ان دونوں

عَاقِبَتُهُمَا اَنْهٰمَآ فِی النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزَاؤُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾

کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں جہنم میں ہو گئے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے

خلاصہ

ان سے پہلے بنی قیقاع کے یہودیوں کا جو حال ہوا انہوں نے اپنے جرائم کی سزا دنیا میں بھی پائی اور آخرت میں بھی پائیں گے یہی حال ان بنی نضیر کے یہودیوں کا ہوا۔ اور اس موقع پر منافقین نے شیطان کا کردار ادا کیا کہ وہ بھی بدنصیب انسانوں کو بہکا کر کفر و ہلاکت کے گڑھے میں دکھیل کر خود پیچھے ہٹ جاتا ہے آخرت میں گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے سب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

بنو قیقاع یا مشرکین مکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی مفسرین کے نزدیک آیت ۱۵ میں یہود بنی قیقاع کا تذکرہ ہے جنہوں نے بنی نضیر سے کچھ عرصہ پہلے ہی اپنے جرائم کی سزا چکھی تھی۔ ابن کثیر نے اس قول کو مضبوط قرار دیا ہے۔ (القرطبی، البحر المحیط، ابن کثیر) حضرت مجاہد اور دیگر کئی مفسرین کے نزدیک مشرکین مکہ مراد ہیں جنہوں نے بدر کے میدان میں اپنے جرائم کی سزا چکھی تھی۔ (ابن ابی، المدارک)

① تفسیر عثمانی میں ہے:-

یعنی قریب زمانہ میں یہود بنی قیقاع اپنی غداری کا مزہ کچھ چکے ہیں، جب انہوں نے بدعہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر لڑائی کے بعد نکال باہر کیا، اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے ”بدر“ کے دن سزا پا چکے ہیں وہی انجام ”بنی نضیر“ کا دیکھ لو کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل چکی اور آخرت کا دردناک عذاب جو ان کا توں رہا۔ (عثمانی)

منافقین شیطان جیسے

امامؑ لکھتے ہیں:-

یہودیوں کو بہکانے، لڑائی پر آمادہ کرنے، ان سے نصرت کا وعدہ کرنے اور پھر وعدہ خلافی کر کے ان کو اکیلا چھوڑ جانے میں منافقین کی مثال شیطان جیسی ہے کہ وہ بھی کسی انسان کو بہکا کر آخری وقت اس کو اکیلا چھوڑ جاتا ہے (جب اس انسان کے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی) اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیطان کا غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کو بہکانا ہے (کہ ان کو لڑائی پر لگا کر خود بھاگ گیا تھا)

ای مثل المنافقین فی اغرائهم الیہود علی القتال و وعدہم ایامہم النصر ثم متارکتہم لهم و اخلافہم کمثل الشیطان اذا استغوی الانسان بکیدہ ثم تبرأمنہ فی العاقبۃ و قیل المراد استغواء قریشا یوم بدر۔ (المدارک)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

ان منافقوں کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے انسان کو گمراہ کرتا ہے پھر بھاگ جاتا ہے، یہ بھی بنو نضیر کو اسلام کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کر رہے ہیں لیکن وقت پر بھاگ جائیں گے۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

کفر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

حضرات مفسرین نے ان آیات کے ذیل میں بہت عجیب واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ ماضی میں شیطان نے کس طرح سے بڑے بڑے عبادتگزار راہبوں کو کفر میں مبتلا کیا اور وہ حالت کفر پر مرے۔ ان واقعات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے البغوی، القرطبی، ابن کثیر اور مظہری ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں شیطان سے اور اسکی گمراہی سے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کفر سے اور برے خاتے سے

نعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقابه و شرعبادہ و من ہمزات الشیاطین و ان یحضرون۔

کلام برکت

ملاحظہ فرمائیے تفسیر عثمانی کی یہ عبارت جو حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام پر مشتمل ہے۔

”یعنی شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے، جب انسان دام اغوا میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں مجھے تو اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔ یہ کہنا بھی ریاء اور مکاری سے ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود جہنم کا کندہ (کلڑی اور ایندھن) بنا اور اسے بھی بنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ۔ شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا (کہ میں ان کے کفر سے بری ہوں) اور ”بدر“ کے دن بھی ایک کافر کی صورت

میں لوگوں کو لڑواتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا جس کا ذکر سورہ انفال میں گذر چکا ہے یہی مثال منافقوں کی ہے وہ بنی نضیر کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا کر بھڑے (یعنی فریب اور جھانے) پر چڑھاتے رہے آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے (تو یہ منافقین) آپ الگ ہو کر بیٹھے لیکن کیا اس طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (عثمانی)

سبحانک اللہم وبحمدک اشهدان لالہ الا انت استغفرک واتوب الیک وصلی اللہ

تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کثیرا

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ یوم الاثنین

۱۶ مارچ ۲۰۰۹ء



سورة

الاحقاف

٢٠

ابتدائیہ

اس تالیف میں مکمل **سورۃ الممتحنہ**
کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

تیرہ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

- آیت ۱ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور نہ انہیں مسلمانوں کے راز بتاؤ۔
- آیت ۲ یہ تمہاری جان اور ایمان کے اور دین اور دنیا کے دشمن ہیں۔
- آیت ۳ رشتہ داریاں قیامت کے دن کام نہیں آئیں گی انکی خاطر کافروں سے دوستیاں نہ کرو۔
- آیت ۴ کافروں سے تعلق کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے طرز عمل کو اپنا دستور بناؤ انہوں نے کافروں سے کھلی دشمنی کا اعلان فرمایا۔
- آیت ۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء جس میں کافروں کے غلبے سے حفاظت مانگی گئی۔
- آیت ۶ اگر تم اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو مانتے ہو تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طریقے کو اپناؤ۔
- آیت ۷ اللہ تعالیٰ کی خاطر کفار سے تعلق توڑنے والوں کے لئے ایک خوشخبری۔ (مسلمانوں کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں اگر دشمن کفار بھی ایمان لے آئیں تو ان سے دوستی ہو سکتی ہے)۔
- آیت ۸ جو کفار دشمنی نہیں رکھتے ان کے ساتھ حسن سلوک کی اجازت ہے تاکہ تالیف قلوب سے ممکن ہے اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔
- آیت ۹ جو کفار دشمن ہیں ان سے کسی طرح کی دوستی نہیں۔ جو دوستی کرے گا بڑا ظلم کرے گا۔
- آیت ۱۰ اگر مسلمان عورتیں دارالہرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر آئیں تو ان کا حکم۔
- آیت ۱۱ اگر کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر دارالہرب چلی جائے یا رہ جائے تو اس کا حکم۔
- آیت ۱۲ دارالہرب سے دارالاسلام آنے والی عورتوں کے ایمانی امتحان کا نصاب۔
- آیت ۱۳ اے مسلمانو! کافروں سے ہرگز دوستی نہ رکھو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



سُورَةُ الْمُؤْتَفِكَينَ قُلُوبِهِمْ آیت ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ

اے ایمان والو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے

بِالْمُودَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ

ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں رسول کو اور تمہیں اس بات پر

وَأَيَّاكُمْ أَنْ تُوْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي

نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اگر تم جہاد کے لئے میری راہ میں اور میری رضا

سَبِيلِيْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ

جوئی کے لئے نکلے ہو تو ان کو دوست نہ بناؤ تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں

بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءً

خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستے

السَّبِيلِ ①

سے بہک گیا

خلاصہ

- ① اللہ تعالیٰ کے دوست (یعنی مسلمان) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو کبھی اپنا دوست نہیں بنا سکتے۔
- ② اپنے مال اور اولاد کی حفاظت کے لئے حربی کافروں سے دوستی بنانا اور ان تک مسلمانوں کے راز پہنچانا اور ان سے خفیہ دوستانہ تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے۔
- ③ دشمنان اسلام سے جو بھی دوستی بنائے گا وہ صراط مستقیم سے ہٹ کر گمراہ ہو جائے گا۔

سورة مبارکہ کا موضوع

اس سورة مبارکہ کا اصل موضوع کفار سے مقاطعہ ہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ سورة اسلام کا بنیادی اور قطعی قانون بتاتی ہے کہ کفار سے دوستی نہ رکھی جائے۔

السورة اصل فی النهی عن موالاة الکفار (القرطبی)

حضرت لاہوری لکھتے ہیں کہ سورۃ کا موضوع مقاطعہ عن الکفار ہے (حاشیہ لاہوری) یعنی کفار سے قطع تعلق۔
امام قرطبی اور ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں ان آیات کو جمع فرمایا ہے جن میں مسلمانوں کو کفار سے دوستی نہ رکھنے کا
واضح حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً

آل عمران آیت (۲۸) آل عمران آیت (۱۱۸) المائدہ آیت (۵۱) المائدہ آیت (۵۷) النساء آیت (۱۳۳) (القرطبی، ابن کثیر)
مسلمان کے ایمان کا امتحان اس کے تعلقات کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ حقیقی مسلمان ہے تو کبھی بھی
اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھ سکتا، بلکہ وہ ان کے مقابلے میں جہاد کرتا ہے اور جہاد کے ذریعے اپنے ایمان
کی سچائی ثابت کرتا ہے یہ قرآن مجید کا ایک خاص اور اہم موضوع ہے۔ اور اس قانون نے مسلمانوں کو بہت ترقی
اور عزت دی ہے۔ اور اب جبکہ مسلمان اس قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو ان پر غلامی کی اندھیری رات
چھائی ہوئی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

منافقانہ سیرت نہ اپناؤ

تفسیر حقانی میں ہے:-

سورۃ حشر میں منافقوں کی بری سیرت کا بیان تھا جس سے بچنا چاہیے اب اس سورۃ میں منافقانہ سیرت کی مذمت
فرماتے ہیں (یعنی دشمنان اسلام سے دوستی منافقانہ طرز عمل ہے) (مفہوم حقانی)

شان نزول

بخاری، مسلم اور حدیث شریف کی دیگر کتابوں میں ان آیات کا شان نزول حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے
واقعہ کو قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اس واقعہ کا خلاصہ موضح القرآن اور تفسیر عثمانی کی عبارت میں:
”آنحضرت ﷺ کی صلح مکہ والوں سے ہوئی تھی، جس کا ذکر ”لِنَا فَتَحْنَا“ میں آچکا ہے، دو برس یہ صلح قائم
رہی۔ پھر کافروں کی طرف سے ٹوٹی، تب حضرت محمد ﷺ نے خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ فتح کرنے کا ارادہ
کیا، خبروں کی بندش کر دی گئی (یعنی پابندی لگا دی گئی کہ اس حملے کی خبر عام نہ ہو) تاکہ کفار مکہ آپ ﷺ کی تیاریوں
سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان نہ شروع کر دیں اور اس طرح سے حرم شریف میں جنگ کرنا ضروری ہو جائے۔ ایک
مسلمان حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو مہاجرین اور اہل بدر میں سے تھے مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت محمد ﷺ
کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ (یعنی طوفانی سیلاب) کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو وحی کے
ذریعے معلوم ہو گیا (کہ اس طرح کا خط روانہ ہے) آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ چند صحابہ (حضرت زبیر
اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی اس کے پاس
ایک خط ہے، وہ حاصل کر کے لاؤ، یہ لوگ تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اس مقام پر پایا، اس نے بہت

لیت و لعل اور رد و کد (یعنی بہت ٹال مٹول اور انکار اور پھر سخت دھمکی سننے) کے بعد خط ان کے حوالے کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے اور مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع دی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلا کر کہا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں، وہاں انکی حمایت کرنے والا کوئی نہیں، میں نے کافروں پر ایک احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل و عیال کی خبر لیتے رہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں، میں نے سمجھا کہ اس سے میرا کچھ فائدہ ہو جائے گا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ فتح اور نصرت کے جو وعدے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے کسی کے روکے سے رک نہیں سکتے (چنانچہ خود ان کے خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ ”اللہ کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور جو وعدے ان سے کئے ہیں پورے کر کے چھوڑے گا“ (بلاشبہ حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ بہت بڑی خطا ہوئی لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَاتَقُولُوا لَهُ الْآخِرَ ۖ **ترجمہ** بھلائی کے سوا ان کو مت کچھ کہو

اور فرمایا حاطب بدر میں سے ہے تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں ان کی خطائیں معاف فرمادی ہیں۔ اس سورۃ کا بڑا حصہ اسی قصہ میں نازل ہوا (موضح، عثمانی تسمیل)

بغوی، قرطبی، ابن کثیر اور دیگر تفاسیر میں اس قصے کے اور بھی کئی حصے بیان کئے گئے ہیں مثلاً

① وہ عورت جو یہ خط لے کر جا رہی تھی کون تھی؟ سارہ یا قبیلہ مزنیہ کی عورت۔

② کیا یہ وہی عورت تھی جس کو فتح مکہ کے دن عام معافی سے الگ رکھا گیا تھا؟

③ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا تعارف کے وہ اصل میں مکہ کے رہنے والے نہیں تھے، بلکہ یعنی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ باقی مہاجرین تو اکثر اہل مکہ میں سے ہیں ان کے پیچھے رہ جانے والے رشتہ داروں کے لئے کچھ نہ کچھ حفاظت کا انتظام موجود ہے جبکہ میں وہاں اجنبی تھا اس لئے جب جنگ چھڑے گی تو میرے خاندان کو خاص طور سے نشانہ بنایا جائے گا۔

④ جن گھڑسوار صحابہ کرام کو اس عورت کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا ان کے اسما گرامی۔

⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوش ایمان کے مجھے حاطب کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت نہ دینا اور وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ وہ بدری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

⑥ اہل بدر کی بخشش والی روایات، احکام القرآن میں امام ابو بکر صاص رازی نے اس روایت کا مفہوم اور مطلب بھی واضح فرمایا کہ اہل بدر کی مغفرت کے کیا معنی ہیں۔

یہ اور اس قصے کی دیگر معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ قرطبی، بغوی، ابن کثیر اور روح المعانی اور اردو میں

تفسیر مظہری۔

جبکہ اس قصے کی اصل بنیاد جو بخاری شریف کی روایت ہے اس کا ترجمہ انوار البیان میں موجود ہے۔ اور روح المعانی میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے خط کی عبارت بھی مذکور ہے۔

دشمنانِ اسلام سے قطع تعلق کی چار وجوہات

حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار سے مقاطعہ کی چار وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں۔

① وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ (اسکو عَدُوٌّ کے لفظ سے بیان فرمایا کفار اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمن ہیں تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں)

② وہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔ (اسکو يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ کے الفاظ سے بیان فرمایا)

③ وہ قرآن حکیم کے دشمن ہیں۔ (اسکو وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ کے الفاظ سے بیان فرمایا)

④ وہ تم مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ (اسکو وَعَدُوُّكُمْ کے الفاظ سے بیان فرمایا)

پس ان چار وجوہات کی بنا پر وہ اس قابل ہرگز نہیں کہ ان سے ظاہری یا خفیہ دوستی رکھی جائے۔ (مفہوم حضرت لاہوری)

مقامِ عبرت

اس آیت مبارکہ کو غور سے پڑھیں، یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ مگر آج کل مسلمانوں نے کس طرح سے کفار سے دوستیاں بنا رکھی ہیں۔

① عسکری تعاون کے معاہدے۔

② مجاہدین کے خلاف خفیہ اطلاعات میں شراکت کے معاہدے۔

③ ان کو عسکری سہولتیں فراہم کرنے کے معاہدے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ قرآن پاک میں کتنی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن پاک کے رسول

اللہ ﷺ کے اور خود تمہارے دشمن ہیں۔ ایسے دشمنوں سے دوستی تو دنیا و آخرت کا زبردست خسارہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر تم مجاہد ہو اور مخلص ہو

ارشاد فرمایا:-

لَا تَتَوَلَّوْا اَعْدَاءَكُمْ اُولِيَانِي

ترجمہ: "یعنی اگر تم مجاہد ہو اور مخلص ہو تو پھر ان کو اپنا دوست نہ بناؤ"

روح المعانی میں ہے:-

لا تتولوا اعدائكم اوليائكم

"گویا کہ یوں ارشاد فرمایا کہ تم میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ اگر تم میرے دوست ہو۔ (روح المعانی)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

یعنی تمہارا گھر سے نکلنا، اگر میری خوشنودی اور میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص میری رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا تو پھر انہیں دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ العیاذ باللہ۔

دشمنانِ اسلام سے نفرت ایمان کے لئے شرط ہے

حضرت کاندھلویؒ لکھتے ہیں:-

ایمان کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور عبادِ مؤمنین کی محبت ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے عداوت، نفرت، بیزاری اور براءت کا اعلان بھی ضروری ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳)

”تولا بے تبرا نیست ممکن“ ایسی جگہ ہی صادق ہے (یعنی کسی سے دوستی اس کے دشمنوں سے نفرت کے بغیر ممکن نہیں ہے) تفصیل اگر درکار ہے تو عارف ربانی شیخ مجد الف ثانی قدس اللہ سرہ کے مکتوبات کی مراجعت فرمائیں کہ ایمان کے لئے فقط تصدیق کافی نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے تبری اور بیزاری نہ ہو۔ اور یہی امام محمدؒ سے منقول ہے کہ ”تبری من الکفر والکفار ایمان کی شرط لازم ہے۔“ (سیرت المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۷۰)

جاسوس کا حکم

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی روشنی میں جاسوس کے قتل اور سزا کے مسئلے پر بھی بحث کی ہے۔ امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد میں باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلماً (مسلمان جاسوس کا حکم) کے ذیل میں اس آیت کے شان نزول والا واقعہ لکھا ہے:

فقہاء کرام نے جاسوس کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:-

- ۱ جاسوس حربی۔ یعنی حربی کافروں میں سے کوئی اگر مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔
- ۲ جاسوس مستامن یعنی ذمی کافروں میں سے کوئی مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جاسوسی کی وجہ سے اس کا معاہدہ ختم ہو گیا اب مسلمانوں کا خلیفہ اس کو غلام بھی بنا سکتا ہے اور قتل بھی کر سکتا ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر معاہدہ میں یہ شرط ہو تو پھر اس کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔
- ۳ جاسوس مسلم۔ یعنی مسلمان جاسوس۔ اس کو اکثر ائمہ کے نزدیک قتل کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کو تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔ جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک اس کا معاملہ مسلمانوں کے خلیفہ کے ہاتھ میں ہے وہ اپنی

رائے سے اجتہاد کر کے قتل سمیت جو مناسب سمجھے کر لے۔

روح المعانی میں ہے کہ بعض اہل علم نے اس آیت کے واقعہ سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ مسلمان جاسوس کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت حاطبؓ کے قتل سے منع فرمانے کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ یہ اہل بدر میں سے ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر وہ بدری نہ ہوتے تو قتل کر دیئے جاتے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال قابل بحث ہے (یعنی مضبوط نہیں ہے) (روح المعانی)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر قرطبی، انوار البیان اور کتب فقہ۔

مجاہدین کے لئے اہم سبق

جہاد کے دوران بعض ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ مجاہد خود کو کافروں کے سامنے جھکنے اور ان سے دوستی کا اظہار کرنے پر مجبور محسوس کرتا ہے۔ ایسے حالات میں یہ خیال آتا ہے کہ میں دل سے تو ٹھیک ہوں، اگر مصلحت کے تحت اوپر اوپر سے ان کے ساتھ دوستی کر لوں تو میرا یہ بچ جائے گا اور وہ بچ جائے گا۔ یہ سب شیطانی وسوسہ ہوتا ہے۔ اگر مجاہد اس وسوسے کا شکار ہو کر کافروں سے خط و کتابت شروع کر دے یا ان سے مدد مانگنے لگے یا ان سے امن کی بھیک کے لئے رابطہ کرے تو وہ گمراہی کی ایک دلدل میں جا گرتا ہے۔ اور پھر اس میں مزید دھنستا چلا جاتا ہے۔ سورۃ الممتحنہ اس موقع پر یہ سبق دیتی ہے کہ اے مسلمانو! اے مجاہدو! اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور دشمنوں سے یاری لگا کر اپنا راستہ کھوٹا نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے مال و اولاد کی حفاظت پر قادر ہے۔ وہی تمہیں دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں سے بچا سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو تمہارے نفع اور نقصان کا مالک ہو۔ وقتی مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق نہ توڑو بلکہ ہر حال میں اسی پر توکل کرو اور اسی کے ساتھ جڑے رہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْمُتَجَنِّبِ قَلْبِنَا مِنْهُ ۝ آیت ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنَّ يَتَّقُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاءً وَّيَسْطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتُهُمْ بِالسُّوْءِ وَاُوْدُوْا لَوْتَكْفِرُوْنَ ۝ ط

سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ

خلاصہ

یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن تمہارے دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف مجبوری کے وقت دوستی کا اظہار کرتے ہیں ورنہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو پھر تمہیں نقصان اور تکلیف پہنچانے میں نہ ان کے ہاتھ رکھیں گے اور نہ انکی زبانیں۔ بلکہ ان کی اصل خواہش تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہی نہ رہو بلکہ ان کی طرح کافر ہو جاؤ۔ تو کیا ایسے لوگوں سے دوستی کرنا درست ہے؟

دین اور دنیا دونوں کے دشمن

کافر چاہتے ہیں کہ تم دنیا میں بھی ان کے ہاتھوں سے مرو، ان کے غلام اور قیدی بنو اور وہ تمہیں کافر بنا کر تمہاری آخرت بھی برباد کرنا چاہتے ہیں۔

یعنی انہم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین جمیعاً (البحر المحیط عن کشاف)

کافر چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا کا نقصان بھی پہنچائیں اور دین کا بھی۔ دنیا میں تمہیں قتل کر کے اور تمہاری عزتوں کو پامال کر کے اور ان کے ہاں زیادہ ترجیح جس نقصان کے پہنچانے کی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تمہیں دین اسلام سے ہٹادیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تمہیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارا ہے پس دشمن کے نزدیک سب سے زیادہ اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مد مقابل کی سب سے اہم اور قیمتی چیز کو نشانہ بنائے۔

یعنی انہم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض و ردکم کفاراً اسبق المضار عندهم واولھا لعلمہم ان الدین اعز علیکم من ارواحکم لانکم بذالون لہادونہ والعدواہم شنی عندہ ان یقصدواہم شنی عند صاحبہ (المدارک)



سُبْحَانَ الْمُبْتَدِيْنَ مَا كُنْتُمْ

آیت ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصَلُ بَيْنَكُمْ

نہ تمہیں تمہارے رشتے ناٹے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن نفع دیں گے وہ تمہارے درمیان جدائی کر دے گا اور

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ ۝۳

جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھتا ہے

خلاصہ

ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ آخرت کے نفع اور نقصان کو سامنے رکھیں۔ اگر کافروں سے یاری، دوستی کا مقصد اپنی اولاد اور رشتہ داروں کی حفاظت ہے تو خوب یاد رکھو کہ یہ رشتہ داریاں قیامت کے دن کسی کام آنے والی نہیں۔ تو پھر انکی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور اپنی آخرت کو برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

اللہ تعالیٰ راضی تو سب کچھ ٹھیک

”حاطب رضی اللہ عنہ نے وہ خط اپنے اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے اس کے موافق فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلے کو کوئی بیٹا، پوتا اور عزیز و قریب مٹا نہیں سکے گا پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اہل و عیال کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لے یاد رکھو! ہر چیز سے مقدم اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا“ (عشانی)

تمہیں کیا ہو گیا

یَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصَلُ بَيْنَكُمْ قِيَامَتِ كے دن اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے رشتہ داروں کے درمیان جدائی فرمادے گا يَوْمَ يَفْعَلُ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْبِهِ الاية یعنی اس دن بھائی اپنے بھائی سے اور بیٹا اپنے ماں باپ سے بھاگ رہا ہوگا۔ تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حق (یعنی اس کے حکم) کو انکی خاطر چھوڑ رہے ہو جو کل قیامت کے دن تم سے بھاگ رہے ہوں گے۔

فَمَا لَكُمْ تَرْضَوْنَ حَقَّ اللّٰهِ مَرَا عًا لِحَقِّ مَنْ يَغْفِرُ لَكُمْ غَدًا (المدارک)

آج کا ایک بڑا فتنہ

اللہ تعالیٰ نے اولاد اور رشتہ داروں کے حقوق خود بیان فرمائے ہیں اور ان حقوق کو ادا کرنے کی بار بار تاکید بھی

فرمائی ہے۔ مگر ساتھ یہ بھی سمجھایا ہے کہ اولاد اور اقارب کا حق اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ چیزیں انسان کی ایسی مجبوری ہیں کہ انکی خاطر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ دے، فرائض کو چھوڑ دے اور حرام کا ارتکاب کرے۔ مگر آج مسلمان حد سے زیادہ ”گھریلو کارکن“ بن گئے ہیں

وہ اولاد اور اقارب کی خاطر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، اور ان کا یہ طرز عمل جہاد کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

① **قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تُرَضُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ**

ترجمہ ”کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا (توبہ آیت ۲۴)

② **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَأَخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازِعٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ**

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جانب سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا (لقمان آیت ۳۳)

③ **فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۗ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۗ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۗ وَصَاحِبَتُهُ وَبَنِيهِ ۗ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۗ** (حس)

ترجمہ: ”پھر جس دن کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا ہر آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (حس)

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ
عِنْدَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ (الانفال، ۲۸)

ترجمہ: ”اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر ہے

(الانفال، ۲۸)

یہ مضمون اور بھی کئی آیات میں بیان ہوا ہے



سُبْحَانَ الْمُبْتَدِئِ وَالْمُنْتَهِيهِ ۝ آیت ۶۶۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا

بے شک تمہارے لئے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اور ان لوگوں میں جو اس کے ہمراہ تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم

لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ كَفَرْنَا

سے کہا تھا کہ بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو ہم نے تمہارا انکار

بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا

کردیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بیر ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو گیا۔ یہاں تک کہ تم ایک اللہ تعالیٰ پر

بِاللّٰهِ وَحْدَةً إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ

ایمان لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبْنَا وَإِلَيْكَ

تمہارے لئے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم

الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۝

رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں ان کا تختہ مشق نہ بنا جو کافر ہیں اور اے

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ہمارے رب ہمیں معاف کر بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ البتہ تمہارے لئے ان میں ایک نیک نمونہ

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ

ہے اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور جو کوئی منہ موڑے تو بے شک اللہ تعالیٰ بھی

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

بے پرواہ خوبیوں والا ہے

خلاصہ

اہل ایمان کے لئے لازمی تاکید اور دستور عمل کہ وہ کفار و مشرکین سے تعلق کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

اور ان کے رفقاء کا طرز عمل اختیار کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے علی الاعلان کفار سے دشمنی، بغض اور

براءت کا اعلان کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم تمہیں کوئی حیثیت دیتے ہیں۔ (اصل چیز دین اور عقیدہ ہے باقی سب کچھ اس کے بعد ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ! ہم نے تمام کفار سے قطع تعلق کر کے صرف آپ کی ذات پر بھروسہ کیا ہے۔ اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آخر آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار کفار کو ہم پر غالب نہ کیجئے کہ اس کی وجہ سے وہ فتنے میں پڑ جائیں اور خود کو برحق سمجھنے لگیں۔ اور ہمارے گناہ بخش دیجئے۔

ایمان والوں کو پھر تاکید کی جاتی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں تو وہ کفار سے تعلق کے بارے میں ابراہیمی طرز عمل اختیار کریں اور یاد رکھو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری پروا نہیں۔ وہ غنی ہے اور خوبیوں والا ہے۔ تمہاری عبادت اور وفاداری کا محتاج نہیں۔

بہترین نمونہ، بہترین مثال

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے رفقاء۔ کفار کے مقابلے میں بہت کم تعداد اور کمزور تھے۔ شروع میں تو یہ کل تین افراد تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام۔ جبکہ ان کے مد مقابل کفار و مشرکین بہت طاقت ور تھے۔ ملک کا بادشاہ بھی مشرک تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ بھی مشرک تھے۔ اتنی کمزوری کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام کافروں سے کھلی دشمنی اور براءت کا اعلان فرمایا۔ اور ان سب کو بے حیثیت قرار دیا (کَذَّبْنَاكَ) بے شک کافر و مشرک بے حیثیت ہی ہوتا ہے۔ جس نے اپنے خالق و مالک اور معبود کو نہ مانا نہ پہچانا اسکی کیا حیثیت؟ جس نے بتوں کو اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اسکی کیا حیثیت؟ دین اور عقیدے کے زور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم سے قطع تعلق، اور بیزاری کا اعلان فرمایا۔ اور صاف کہہ دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک تم سے ہمارے تعلقات بحال نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طرز عمل ظاہری طور پر جنون نظر آتا ہے آخر دو چار افراد اتنی بڑی قوم کے مقابلے میں کر ہی کیا سکتے ہیں؟ اس میں تو سوائے اپنی ہلاکت کے اور کوئی نتیجہ نظر نہیں آتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہی طرز عمل پسند آیا۔ اور قرآن پاک بتا رہا ہے کہ یہ جنون نہیں ”تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ“ تھا۔ اور اسی طرح کے طرز عمل سے دنیا میں بڑی تبدیلیاں آتی ہیں۔ اگر ایمان والے ہی ایمان کو کچھ نہ سمجھیں اور کافروں کے سامنے دبے رہیں۔ اور کافروں کی ظاہری ترقی سے مرعوب ہو کر ان کو معزز عالمی برادری تسلیم کر لیں۔ اور اپنی کامیابی انکی برادری کا حصہ بننے میں سمجھتے رہیں تو پھر انکی قدر کو کون تسلیم کرے گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ جو انردی قادر مطلق کے بھروسے پر تھی

”نینوی اور باہل کے بادشاہ اور انکی قوم اور سردار بت پرست تھے، صرف ابراہیم علیہ السلام اور انکے بھتیجے لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ایمان لائی تھی، اس وقت اس قوم کے مقابلے میں جو ہر طرح سے قابو یافتہ (یعنی غالب) تھی اس بے کسی کی حالت میں یہ کہہ دینا کوئی آسان بات نہ تھی، یہ جو انردی محض اس قادر مطلق کے بھروسے پر تھی۔ (اللہ تعالیٰ) مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم کو بھی ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنی چاہیے، مشرکین تمہارا کیا کر سکتے ہیں؟ کس لئے ان سے محبت رکھتے ہو؟ برادری اور دوستی خدا کے دشمنوں سے کیسی؟ مسلمان کے سچے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی پوری محبت کا یہ مقتضی ہے کہ اس کے دشمنوں، بددینوں، ملحدوں سے قطع تعلق کر دے، ان سے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا“ (حفانی)

دنیا خواہ متعصب کہے

یعنی تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں، ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہیے، دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور سنگدل کہے، تم اس راستے سے منہ نہ موڑو، جو دنیا کے موحّد اعظم نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا، مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستے پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے، اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پرواہ ہے وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے، اسکو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا (حفانی)

کافروں کے سامنے جھکنا ایمان کے خلاف ہے

”ایمان اور کفر کی ہمیشہ سے لڑائی رہی ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے جو اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے مباہتے ہوئے جگہ جگہ قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے بغیر کسی مدہنت کے اپنی قوم کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم تم سے اور تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی بھی عبادت کرتے ہو اس سے بیزار ہیں، اس اعلان کے ساتھ یہ بھی کہ ہم تمہارے منکر ہیں ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض ہے اور دشمنی ہے اور یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی، جب تک تم اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان نہ لاؤ۔ اہل ایمان کو اس طرح کھلے طور پر اپنے ایمان کا اعلان کرنا چاہیے، کافروں کے سامنے جھکنا اور ان سے ایسی ملاقات کرنا جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ ان سے دوستی ہے یا یہ کہ وہ بھی دین حق پر ہیں یا یہ کہ ہمارا دین کمزور ہے۔ (العیاذ باللہ) یہ سب باتیں ایمان کے خلاف ہیں ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیں کہ ہم تم سے نہیں اور تم ہم میں سے نہیں، کافروں سے کسی قسم کی موالات اور مدہنت کا معاملہ نہ کریں گے“ (انوار البیان)

استغفار ابراہیم علیہ السلام

ارشاد فرمایا:-

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ: ”سوائے ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے مجھے کسی بات کا اختیار نہیں۔“

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اس میں تم سب مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے جو استغفار فرمایا اس میں تمہارے لئے نمونہ نہیں یعنی تم اپنے کافر رشتہ داروں کے لئے استغفار نہ کرو۔

ای لیس لکم فی ذلک اسوة ای فی الاستغفار للمشرکین هكذا قال ابن عباس و

مجاهد وقتادة ومقاتل بن حیان والضحاك وغير واحد (ابن کثیر)

دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ان کے والد کا معاملہ واضح نہیں تھا اس لئے استغفار فرمایا پھر جب معاملہ واضح ہو گیا کہ وہ کفر پر ہے تو اس سے بھی براءت اور مکمل قطع تعلق کا اعلان فرمادیا۔ جبکہ مسلمانوں کو تو معلوم تھا کہ ان کے کون سے رشتے دار کافر مرے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے استغفار سے منع فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہ کیا تم بھی وہی کرو۔ ایک ابراہیم علیہ السلام نے دعا چاہی تھی باپ کے واسطے، جب تک معلوم نہ تھا، تم کو معلوم ہو چکا تم کافر کی بخشش نہ مانگو (موضح القرآن) علامہ آلوسی لکھتے ہیں:-“

لاتجاملوهم ولا تبدوا لهم الرأفة كما فعل ابراهيم لانه لم يتبين له كما يتبين لكم (روح المعانی)

ایک مؤثر اور جامع دعاء

طاقتور کافروں کے درمیان رہتے ہوئے ان سے کھلی دشمنی اور براءت کا اعلان آسان کام نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے یہ سخت مشکل کام اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کیا اور اس موقع پر انہوں نے جس دعاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگی۔ وہ دعاء قرآن پاک کے واسطے سے سب امت کو بھی سکھادی گئی۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبَدْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً

لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَأَغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

”یعنی اے ہمارے رب ہم نے سب کو چھوڑ کر آپ پر بھروسہ کیا اور سب سے ٹوٹ کر آپ کی طرف رجوع ہوئے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم سب کو آپ کی ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے لئے محل آزمائش اور تختہ مشق نہ بنا اور ایسے حال میں مت رکھ جس کو دیکھ کر کافر خوش ہوں اور وہ اسلام اور مسلمانوں پر آوازیں

کسیں اور ہمارے مقابلے میں خود کو حق پر سمجھنے لگیں۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما کہ اگر ان گناہوں کی سزا میں ہم پر برے حالات آئے تب بھی کافر یہ سمجھیں گے کہ وہ حق پر ہیں اور ہم غلط راستے پر ہیں۔ اے ہمارے رب آپ غالب ہیں، حکمت والے ہیں آپکی زبردست قوت و حکمت سے یہی توقع ہے کہ اپنے وفاداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دیں گے (مفہوم عثمانی، مظہری وغیرہ)

ہم کو کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا

مسلمان جب غالب ہو تو وہ کفار کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ بن جاتا ہے کہ کافر اسکی حالت دیکھ کر ایمان کی طرف راغب ہوتے ہیں لیکن اگر مسلمان مغلوب اور غلام ہو تو اس کی یہ حالت کافروں کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ جب اس کی کمزوری اور ظاہری ذلت دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے کفر کی حقانیت کا یقین ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے غلط عقیدے اور مذہب پر اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح آجکل کے اکثر کفار کی حالت ہے کہ وہ کہتے ہیں ”ہم بہت اچھے ہیں اس لئے کہ ہم مسلمان نہیں“ (نعوذ باللہ)

اس مبارک دعاء ابراہیمی میں اللہ تعالیٰ سے یہی مانگا گیا کہ اے ہمارے رب ہمیں کفار کے لئے فتنہ نہ بنا“
حضرات مفسرین نے اس کے تین مطلب بیان فرمائے ہیں

① یا اللہ ہمیں کفار کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے اور نہ اپنی طرف سے عذاب میں مبتلا فرما ورنہ یہ کفار کہیں گے کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔

قال مجاہد لا تعذبنا بأیدیہم ولا بعذاب من عندک فیقولوا: لو کان هؤلاء علی حق ما اصابہم هذا
و کذا قال الضحاك۔

② یا اللہ ان کافروں کو ہم پر غالب نہ فرما اگر یہ غالب ہو گئے تو وہ اس فتنے میں پڑ جائیں گے کہ وہ برحق ہیں اس لئے غالب ہیں۔

③ یا اللہ انہیں ہم پر غالب نہ فرما ورنہ یہ ہمیں بہت تکلیفیں پہنچائیں گے۔ (اور ستا ستا کر کافر بننے پر مجبور کریں گے)
عن ابن عباس لا تسلطہم علینا فیفتنوننا۔ (تفسیر ابن کثیر)

گناہوں کی شامت سے بچا

وَاعْقِرْنَا دَابَّتَنَا

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے۔

تفسیر مظہری میں ہے:-

کبھی اپنے گناہوں کی وجہ سے مؤمن مبتلائے عذاب ہو جاتے ہیں اور کفار کا ان پر غلبہ ہو جاتا ہے اس لئے

درخواست مغفرت کا ذکر کیا گیا۔ (مظہری)

سوچ کافرق

ایک سوچ یہ ہے کہ:-

”ہم مسلمان ہیں، کمزور ہیں کفار بہت طاقتور ہیں وہ ہمیں بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے ہم ان سے دوستی کر لیں، ان کے ساتھ تعاون کریں آخر ہم نے دنیا میں تو رہنا ہے“

گویا کہ کافروں کے شر سے صرف کافروں کی دوستی ہی ہمیں بچا سکتی ہے (نعوذ باللہ)

دوسری سوچ یہ ہے کہ

ہم مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے دفا دار بندے ہیں، جو بھی اللہ تعالیٰ کا دشمن کافر ہوگا ہم اس کے دشمن ہیں۔ ہم ساری دنیا کے کفار کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں ہم کمزور ہیں، کفار طاقتور ہیں تو وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ صرف وہی ہمیں ہر نقصان سے بچا سکتا ہے۔ اور ہم نے ہمیشہ دنیا میں تو نہیں رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے اس لئے دنیا کے عارضی مفاد کی خاطر ہم کافروں سے دوستی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں

سخت تاکیدی حکم

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:-

تاکید کا کوئی طریقہ ایسا نہیں جو ان آیات میں اختیار نہ کیا گیا ہو یعنی قسم کے ذریعہ، ترغیب کے ذریعہ، وعید کے ذریعہ الغرض ہر طریقے سے تاکید فرمائی کہ کافروں سے تعلق کے بارے میں صرف اور صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو اختیار کرو۔ فلم یتروک نوعا من التاکید الاجاء بہ (المدارک)

مجاہدین کے لئے اہم سبق

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جو دعاء آئی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعاء ہے۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس دعاء سے پہلے ”قولوا“ کا لفظ مقدر ہے۔ کہ اے مسلمانو! تم یہ دعاء مانگو الغرض یہ دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ”اسوۃ“ ہو۔ تب بھی مجاہدین کو اسے اپنا معمول بنانا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ”اسوۃ“ اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے کے کافروں سے کھلی دشمنی کا اعلان فرمایا اور یہ دعاء مانگتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی، غلبہ اور اپنی خصوصی رحمت عطا فرمائی۔ ان کا کام بھی جاری رہا اور ان کا نام بھی آج تک مبارک ہے۔

اور دوسرے قول کے مطابق اگر ایمان والوں کو اس دعاء کے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے تو بھی اسے معمول بنانا ضروری ہو اور اس صورت میں ربط واضح ہے کہ مسلمانوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوۃ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا جو کہ کافی مشکل کام ہے تو اس میں آسانی کے لئے یہ دعاء سکھائی گئی کہ مسلمان یہ دعاء مانگیں اور اس دعاء کے تقاضوں پر عمل کریں (واللہ اعلم بالصواب)

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا

متصل بما قبل الاستثناء وهو من جملة الاسوة الحسنة وقيل معناه

قولوا ربنا فهو ابتداء امر من الله للمؤمنين بأن يقولوه (المدارك)

ربنا عليك توكلنا واليك انبأ واليك المصير

ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا واغفر لنا ربنا انك انت العزيز الحكيم

(أمين يا ارحم الراحمين)



سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقَدِيمِ ﴿آیت ۷﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِنْهُمْ

شاید کہ اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں کہ جن سے تمہیں دشمنی ہے دوستی قائم کر دے اور

مَوَدَّةً ط وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

خلاصہ

۱ جن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے کافر عزیز و اقارب سے دشمنی کی ان کے لئے خوشخبری ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے رشتہ داروں کو ایمان کی توفیق دے دے گا۔ تب ان سے تمہاری خوب محبت بھری دوستی قائم ہو جائے گی۔ اللہ پاک دلوں کے پھیرنے، حالات کے بدلنے اور دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ باقی رہے ان کفار کے سابقہ گناہ تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ جب وہ ایمان لائیں گے تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۲ دوستی اور دشمنی کی بنیاد ”دین“ ہے۔ مسلمان کی کسی سے شخصی دشمنی نہیں حربی کافر بھی اگر ایمان لے آئے تو مسلمان کے دل میں اس کے لئے محبت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

آسان تفسیر

”اہل ایمان کو تسلی دی ہے اور امید دلائی ہے کہ ایمان کی وجہ سے جن رشتہ داروں سے تعلقات ختم ہو گئے اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے اور ان کے درمیان موڈت یعنی محبت پیدا فرمادے گا۔ یہ محبت اس طرح وجود میں آئے گی کہ جو لوگ اب تک مسلمان نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی توفیق دے دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ لوگ فتح مکہ سے پہلے اور کچھ اس دن اور کچھ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے، ابوسفیان بن حرب، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، حکیم بن حزام مسلمان ہو گئے۔ ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جو مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کے لشکر کی قیادت کرتے تھے۔ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ وہی شخص ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندہ بن کر آئے تھے اور صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا۔ کافروں کو ایمان کی توفیق دینا، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے اسی لئے آیت کے ختم پر فرمایا واللہ قدیر (اور اللہ تعالیٰ قادر ہے) نیز واللہ غفور رحیم بھی فرمایا۔ جس میں یہ بتایا کہ کفار جب مسلمان ہو جائیں گے تو ان کا پچھلا سب معاف کر دیا جائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ معاف فرمادے گا تو اہل ایمان کو ان لوگوں سے تعلقات استوار کرنے کے بارے میں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ یہ آدمی تو کل تک دشمن تھا آج دوستی کیسے کریں“ (انوار البیان)

دینی مضبوطی اور تصلب کا انعام

روح المعانی میں ہے:-

جب مسلمانوں نے دین کے معاملے میں خوب مضبوطی سے کام لیا اور نہایت شدت کے ساتھ اپنے کافر باپ، بیٹوں اور رشتہ داروں سے دشمنی کی تو اللہ پاک نے ان کے دلوں کو خوش فرمانے کے لئے یہ وعدہ فرمایا کہ عنقریب تمہارے رشتہ داروں کو ایمان کی توفیق عطا فرمادی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے وقت یہ وعدہ پورا فرمادیا۔

وعدہم اللہ بذلك لمارأى منهم التصلب في الدين والتشد في معاداة اباؤهم

وابنائهم وسائر اقربائهم ومقاطعتهم اياه بالكلية تطيببالقلوبهم، ولقد انجز الله سبحانه

وعدہ الکریم حین اتاح لهم الفتح۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ دلوں کو جوڑنے پر قادر ہے

امام ابن کثیرؒ نے اس موضوع کو تفصیل سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو جوڑنے پر قادر ہے۔ اس پر انہوں نے کچھ آیات اور احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں۔ اور حضرت ابوسفیانؓ کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ دین اسلام کی طرف سے مرتدین کے خلاف جہاد کرنے والے پہلے مجاہد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یمن سے واپس تشریف لاتے ہوئے ذوالخمار کو قتل کیا جو مرتد ہو چکا تھا۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر۔

امام نسفیؒ لکھتے ہیں۔

والله قدیر علی تقلیب القلوب وتحویل الاحوال وتسہیل اسباب المودة واللہ غفور

رحیم لمن اسلم من المشرکین۔ (المدارک)

حقوق انسانیت

آج کل کئی لوگ خود کو ”حقوق انسانیت“ کا علمبردار قرار دیتے ہیں اور سب سے زیادہ تنقید دین اور مذہب پر کرتے ہیں کہ دین نے انسانوں کو کلکڑوں میں بانٹ دیا ہے، اس لئے ہمیں دین سے بالاتر ہو کر انسانیت کے لئے سوچنا چاہیے۔ ان لوگوں کا یہ نظریہ سراسر غلط اور انسان دشمنی پر مبنی ہے کیونکہ

① انسانوں کا اتحاد آخر کس بنیاد پر ہو سکتا ہے؟ خاندان محدود ہوتا ہے۔ قبیلہ محدود ہوتا ہے اور وطن اور ملک بھی

محدود ہوتا ہے۔ اگر انسان ان دائروں میں تقسیم ہو جائے تو پھر اتحاد کس طرح ممکن ہے؟ تب تو انسان چھوٹی

چھوٹی ٹولیوں میں بٹے رہیں گے۔ اور ایسا کوئی طریقہ ہے نہیں کہ ان تقسیموں کو ختم کیا جاسکے۔ چنانچہ دین ہی وہ واحد ذریعہ ہے کہ اگر تعلق کی بنیاد دین پر ہو تو ہر خاندان، ہر قبیلے اور ہر نسل اور ملک کا انسان اس دین کو قبول کر کے ”انسانی اتحاد“ میں برابر کا فرد بن سکتا ہے؟

۲ حقوق انسانیت کے علمبردار دین اور مذہب کو تو تفریق کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ دین اسلام نے کروڑوں انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر رکھا مگر یہ لوگ ملکوں اور علاقوں کی تقسیم کے خلاف نہیں بولتے۔ حالانکہ ملکوں کی تقسیم کی وجہ سے انسان طرح طرح کی پابندیوں اور عدم مساوات کا شکار ہے۔

۳ مسلمان خلافت کے علمبردار ہیں، اس خلافت کے زیر سایہ سب مسلمان برابر ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا خلیفہ ان کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے جبکہ حقوق انسانیت کے علمبرداروں کے پاس ایسا کوئی نظام نہیں ہے جو انسانوں کی تقسیم کو ختم کر سکے۔

۴ انسان دنیا میں رہتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے مگر اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ انسان اس دنیا سے چلے بھی جاتے ہیں دین نے ایسا نظام پیش کیا کہ انسان اس دنیا میں بھی امن اور سکون سے رہیں اور مرنے کے بعد بھی کامیاب ہوں جبکہ حقوق انسانیت کے نام نہاد علمبردار انسانوں کو دین سے ہٹا کر نفس پرست جانور بننے کی دعوت دیتے ہیں، ایسا جانور جو دنیا میں اپنی خواہشات کی خاطر لوگوں کے حقوق پامال کرتا ہے اور آخرت میں جہنم میں جاگرتا ہے، تو یہ دعوت انسانیت کے ساتھ دشمنی پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے؟ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْمُنْتَهِنِ قُلْتُمْ ۙ آیت ۸، ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الدِّیْنِ لَمَّا یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَكَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں

دیارِ کُمُّ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتَقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ

تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو چکے

الْمُقْسِطِیْنَ ۙ اِنَّمَا یَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الدِّیْنِ قُلْتُمْ فِی الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ انہیں سے منع کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑے

وَ اَخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَظَهْرُوْا عَلٰی اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۗ

اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر (لوگوں کی) مدد بھی کی کہ ان سے دوستی

وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۙ

کرو اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہیں۔

خلاصہ

جو کفار تم سے دشمنی نہیں رکھتے ان کے ساتھ حسن سلوک سے اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا۔ اور جو کفار تم سے دشمنی رکھتے ہیں ان کے ساتھ دوستی کرنا ممنوع ہے، بڑا ظلم ہے۔

احسان کرو، دوستی نہیں

لَا یَنْهٰكُمُ اللّٰهُ

”جو لوگ تم سے لڑے نہیں نہ انہوں نے تم کو گھروں سے باہر کیا ان سے احسان و انصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا۔ احسان و انصاف ان سے کرو۔ مگر دوستی اور محبت اور چیز ہے وہ نہیں۔ اور جنہوں نے تم سے لڑائی کی، گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور ان کے حلیف قبائل، ان سے دوستی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ان لوگوں سے احسان و عدل کرنے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے اس کی بھی ممانعت ہے، آیت کا سابق اس پر دلالت کر رہا ہے یہ لوگ حربی کہلاتے ہیں ان سے سوائے مقابلے کے اور کیا کیا جائے۔ اور احسان و سلوک کفار میں سے صرف ذمیوں کے ساتھ درست ہے جو اسلام کے ذمے یا عہد میں

داخل ہوں جیسا کہ عرب میں قبیلہ خزاعہ تھا“ (تفسیر حقانی)

تفسیر احکام القرآن میں امام جصاصؒ نے اور تفسیر جلالین میں علامہ محلیؒ نے آیت ۸ کے حکم کے منسوخ ہونے کا قول نقل فرمایا ہے۔

عن قتادة في قوله: لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم

من دياركم قال نسخها قوله: فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم۔ (احکام القرآن)

امام قرطبیؒ نے اس آیت مبارکہ کے بارے میں درج ذیل اقوال نقل فرمائے ہیں

۱ قتادہؒ اور ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اب کفار سے جہاد کا حکم ہے۔

۲ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم صلح حدیبیہ کے وقت تھا جب صلح ختم ہو گئی تو یہ حکم بھی ختم ہو گیا۔

۳ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبائل کے بارے میں خاص ہے۔ یعنی وہ قبائل جنہوں

نے آپ ﷺ سے معاہدہ کیا اور پھر اسے نہیں توڑا یہ حسن بصریؒ کا قول ہے۔

۴ حضرت مجاہدؒ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جو ایمان لائے تھے مگر انہوں نے

ہجرت نہیں کی تھی۔

۵ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم صرف عورتوں اور بچوں کے لئے ہے کیونکہ وہ مسلمانوں سے قتال نہیں کر سکتے۔

ان پانچ اقوال کو لکھنے کے بعد امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:-

اکثر اہل علم کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور انکی دلیل حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا واقعہ ہے

کہ ان کی مشرکہ ماں صلح حدیبیہ کے بعد ان سے ملنے آئی اور کچھ ہدیہ وغیرہ لائی تو حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے آپ

ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے حسن سلوک کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (القرطبیؒ)

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا ان کافروں پر احسان کرنے سے جو دین کی بنیاد پر تم سے نہیں لڑتے جیسے انکی عورتیں

اور کمزور لوگ (ابن کثیرؒ)

اہم نکتہ

۱ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں پر احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا جو تم سے نہیں لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ

احسان کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ ہماری طرف سے منع نہیں ہے کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔

اگر احسان کا حکم دیا جاتا تو اس سے کفر کی حقارت اور ذلت میں کمی آتی چنانچہ صرف اجازت اور رخصت دی گئی۔

۲ پھر فرمایا ان تبروہم کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا مطلب یہ ہے کہ دوستی کرنا ان سے بھی

منوع ہے۔ اور انکی دلیل وہ آیات ہیں جن میں کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت ہے۔ ان میں یہ کفار بھی

آجاتے ہیں جو مسلمانوں سے دشمنی نہیں کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ دوستی ہر کافر سے منع ہے البتہ بعض کافروں سے حسن سلوک کی اجازت ہے تاکہ تالیف قلب ہو اور وہ بھی اسلام کی طرف مائل ہوں (حقانی وغیرہ)

کفار میں فرق

”مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پر خاش بھی نہیں رکھی، نہ دین کے معاملے میں ان سے لڑے نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسر پیکار ہے تو تمام کافروں (ذمیوں وغیرہ) کو بلا تمیز ایک ہی لاشی سے ہانکنا شروع کر دیں، ایسا کرنا حکمت و انصاف کے خلاف ہوگا، ضروری ہے کہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے، جوان اور معاند و مسلم (یعنی لڑنے والوں اور نہ لڑنے والوں) میں ان کے حالات کے اعتبار سے فرق کیا جائے جسکی قدرے تفصیل سورۃ مائدہ اور آل عمران کے فوائد میں گزر چکی ہے (عثمانی)



سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقَدِيمِ ۝ آیت ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَا مَتَّحِنُوهُنَّ ۝

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو اللہ تعالیٰ ہی ان کے

اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۝ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ

ایمان کو خوب جانتا ہے پس اگر تم انہیں مومن معلوم کرو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ نہ وہ (عورتیں) ان کے

إِلَى الْكُفَّارِ لَاهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُم مَّا

لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں اور ان کفار کو دے دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اور

انْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا

تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انہیں ان کے مہر دے دو۔ اور کافر عورتوں کے ناموں کو قبضہ

تُمْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُوفِ وَسَلُّو مَّا انْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْ تَنْفِقُوا ۝

میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ مانگ لیں اللہ تعالیٰ

ذَلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۝ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

کا یہی حکم ہے جو تمہارے لئے صادر فرمایا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

خلاصہ

☆ جو عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے اسے واپس کافروں کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اگر اس عورت نے اسلام کی خاطر ہجرت کی ہو۔

☆ مسلمان عورت کا نکاح کسی بھی کافر سے نہیں ہو سکتا

☆ جو عورت مسلمان ہو کر آگئی اس کا اپنے کافر خاوند سے نکاح ختم ہو چکا ہے اب مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کر لیں اور اس کا مہر ادا کریں

☆ اگر کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر دارالحرب چلی گئی تو دونوں کا نکاح ختم ہو گیا۔ اس طرح جن مسلمانوں کی بیویوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور دارالحرب میں رہ گئی ہیں تو مسلمانوں کا نکاح ان سے ٹوٹ چکا ہے وہ اب ان کو اپنے نکاح میں نہ سمجھیں۔

☆ صلح حدیبیہ کی رعایت کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ جو عورتیں مسلمان ہو کر تمہاری طرف ہجرت کر آئیں تو ان کے سابقہ خاوندوں نے ان کو جو مہر دیا تھا وہ ان کو لوٹا دو۔ اسی طرح اگر تمہاری بیویاں مسلمان نہیں ہوئیں اور دارالہرب میں رہ گئی ہیں تو تم نے جو مہر ان کو دیا تھا وہ کافروں سے مانگ لو۔ یہ حکم صلح کے وقت کا تھا۔ آئندہ بھی مسلمانوں کی کفار سے کوئی مصالحت ہو تو ان احکام کو مد نظر رکھیں۔ جبکہ عام حالات میں یہ حکم نہیں ہے جو عورت مسلمان ہو کر ہجرت کر آئے اس سے مسلمانوں کا نکاح جائز ہے اور اس کے سابقہ خاوند کو اس کا مہر واپس نہیں کیا جائے گا۔

مسلمان عورتوں کا اعزاز

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو کوئی بھاگ کر رسول اکرم ﷺ کے پاس جائے گا تو آپ ﷺ اسے واپس لوٹا دیں گے۔ چنانچہ اس شرط کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ابو جندل کو واپس فرما دیا۔ مگر اسی وقت مسلمان عورتوں کا مسئلہ پیش آ گیا۔ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر کے حدیبیہ ہی میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں۔ مفسرین نے بعض دوسری عورتوں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ حضرت ام کلثوم جیسے ہی پہنچیں پیچھے ان کا خاوندان کو لینے آ گیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے خواتین کو واپس کرنے سے منع فرما دیا۔ سبحان اللہ! اسلام مسلمان خواتین کو کتنی عزت اور کتنا مقام دیتا ہے۔ مسلمانوں کے اس انکار پر معاہدہ ٹوٹ بھی سکتا تھا اور صلح ختم ہو سکتی تھی مگر مسلمان اسی بات پر ڈٹ گئے کہ مسلمان عورت ایک کافر کے ساتھ کیسے رہے؟ مشرکین نے مسلمانوں کی یہ بات مان لی اور حکم دیا گیا کہ مسلمان ان مہاجر عورتوں کا مہر ان کے مشرک خاوندوں کو واپس کریں گے۔ اور مسلمانوں کی جو عورتیں مکہ میں کفر کی حالت میں رہ گئی ہیں چونکہ ان کا نکاح مسلمانوں سے ختم ہو چکا ہے اور مشرک ان سے نکاح کر سکتے ہیں اس لیے مشرکین وہ مہر مسلمان خاوندوں کو واپس کریں جو انہوں نے ان عورتوں کو دیا تھا۔ یہ طے ہونے کے بعد مسلمان تو مہر واپس کرنے پر راضی ہو گئے جبکہ مشرکین کافر عورتوں کا مہر مسلمانوں کو واپس کرنے پر تیار نہ ہوئے تب اگلی آیت ۱۱ میں مسلمانوں کو اس مال کی واپسی اور وصولی کا ایک طریقہ سکھا دیا گیا۔

ان احکامات کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے (احکام القرآن للجصاص، بیان القرآن، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ)

عورتوں کا امتحان

جو خواتین ہجرت کر کے آئیں ان کا امتحان لیا جائے گا کہ کیا وہ واقعی دین کی خاطر آئی ہیں؟ اگر ان کی ہجرت دین کی خاطر ہو تو انہیں واپس نہ لوٹایا جائے لیکن اگر یہ ہجرت کسی دنیاوی غرض یا عشق وغیرہ کی وجہ سے ہو تو پھر انہیں واپس کیا جاسکتا ہے چنانچہ ان کی ہجرت کا مقصد معلوم کرنے کے لئے ان سے حلف لیا جائے گا اور حلف و بیعت کا طریقہ آگے آیت ۱۲ میں مذکور ہے

فَامْتَحِنُوهُنَّ بِالْحَلْفِ اَنْهِنَّ مَا خَرَجْنَ اِلَّا رَغْبَةً فِي الْاِسْلَامِ لَا بَغْضًا لِاَزْوَاجِهِنَّ الْكُفَرِ

ولا عشقا لرجال من المسلمین (جلالین) ☆☆☆

سُورَةُ الْمُنْتَهِنِ قُلْتُمْ ۝ آیت ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ

اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں سے کفار کے پاس چلی گئی ہے پھر تمہاری باری آجائے تو تم ان مسلمانوں

ذَهَبَتْ أَزْوَاجَهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ

کو دے دو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ جس پر تم

مُؤْمِنُونَ ۝

ایمان لائے ہو۔

خلاصہ

اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر کفار کے ہاں چلی جائے تو مال غنیمت میں سے اسکے شوہر کو اتنا روپیہ ادا کر دو جتنا اس نے (اس عورت کے مہر پر) خرچ کیا تھا۔ (حضرت لاہوریؒ)

دو صورتیں

صلح حدیبیہ کی رعایت رکھتے ہوئے یہ حکم فرمایا تھا کہ جو مسلمان خواتین ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آجائیں تو مسلمان انکے مشرک خاوندوں کو ان کے مہر کی رقم بھجوادیں یعنی جتنا مہر ان خواتین کے خاوندوں نے ان کو دیا تھا۔ وہ ان کو لوٹا دیا جائے۔ اور جن مسلمانوں کی بیویاں مکہ مکرمہ رہ گئی ہیں اور مسلمان نہیں ہوئیں ہیں۔ انہوں نے جتنا مہر ان کو دیا تھا اب مشرکین وہ مال مسلمانوں کو لوٹا دیں۔ مسلمانوں نے اس حکم کو تسلیم کر لیا مگر کافروں نے ان عورتوں کا مہر مسلمانوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا جو مکہ میں رہ گئیں تھیں (اور وہ چھ عورتیں تھیں)۔ تب یہ حکم نازل ہوا اور فرمایا گیا کہ تمہارے ذمے مسلمان مہاجر عورتوں کے حوالے سے جو مال بنتا ہے اس مال میں سے ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں دارالحرب میں رہ گئیں ہیں یہ حکم خاص صلح حدیبیہ کے زمانے تک تھا۔ اور اس آیت کا عام حکم یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی گئی تو جب مسلمانوں کو مال غنیمت ملے تو اس میں سے اس مسلمان کو اتنی رقم دے دی جائے جتنی اُس نے اس عورت کے مہر پر خرچ کی تھی (بغوی، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ)

فَعاقِبْتُمْ قَالَ الْمَفْسُورُونَ مَعْنَاهُ غَنِمْتُمْ أَي غَزَوْتُمْ فَاصْبِرْتُمْ مِنَ الْكُفَّارِ عَقِبِي وَهِيَ

الغنيمة۔ (البغوي)

یعنی فعاقبتہ کا معنی یہ ہے کہ تم نے کافروں سے جہاد کیا اور تمہیں اس میں غنیمت ملی مطلب یہ کہ اس جہاد کا عقبی یعنی انجام مال غنیمت کی صورت میں سامنے آیا (تو اس مال میں سے ان مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں دارالحرب میں رہ گئیں ہیں) (البغوی)

کلام برکت

”یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا خرچ کیا نہیں پھیرتے (یعنی واپس نہیں کرتے) تو جس کافر کی عورت آئی اس کا خرچ دینا تھا اس کو نہ دیں اسی مسلمان کو دیں یہ مال گھے (یعنی بدلے) میں رکھا اس مال کے۔ یہ حکم جب تھا کہ کافروں سے صلح ٹھہر گئی تھی پھیر دینے پر۔ اب یہ حکم نہیں مگر (یہ کہ) کہیں (آئندہ) ایسی صلح کا اتفاق ہو جاوے“ (موضح القرآن)

فائدہ

آجکل اکثر مسلمان جہاد کی نعمت سے محروم ہیں جہاد ہوتا ہے تو مسلمانوں کو وہ عزت ملتی ہے جس کی جھلک ان آیات میں نظر آرہی ہے مگر چونکہ آجکل جہاد کی عمومی فضاء نہیں ہے اور مسلمان اکثر جگہ مغلوبیت اور احساس کمتری میں مبتلا ہیں اس لیے انکو اس طرح کی آیات کا حقیقی منظر سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے انشاء اللہ مسلمانوں میں پھر جہاد کا عمومی احیاء ہوگا تو وہ خود دیکھ لیں گے کہ ان آیات کے مناظر کس طرح سے سامنے آتے ہیں مرد اور عورتیں جو ق در جو ق اسلام قبول کرتے ہیں۔ پاک رو میں دارالحرب کے گندے ماحول کو چھوڑ کر دارالاسلام کی طرف دوڑتی ہیں۔ یہ تو ہوئی پہلی بات جو ان آیات کو سمجھنے کیلئے ذہن میں رکھنا مفید ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں نکاح کا جو طریقہ کار ہے وہ ان تبتغوا باموالکم کے قانون پر مبنی ہے کہ مرد اپنا مال خرچ کر کے عورت سے نکاح کرتا ہے۔ اور یہ مال اس عورت کو بطور مہر کے دیتا ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے۔

اس نظام میں بڑی برکت تھی اور اس میں عورتوں کے حقوق کا بہت زیادہ تحفظ تھا۔ ان آیات میں جو احکامات بیان فرمائے گئے ہیں وہ اسی قانون کے مطابق ہیں۔ اس قانون کے تحت عورت کا مہر ایک لازمی اور بڑی چیز ہوتا ہے۔ اور نکاح کا تمام بوجھ مرد پر پڑتا ہے۔ اب جبکہ بد قسمتی سے مسلمانوں میں نکاح کا نظام بھی تبدیل ہو چکا ہے۔ ان آیات کے حقیقی منظر کو بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ موجودہ دور میں تو نکاح کا زیادہ خرچ عورت اور اس کے خاندان پر ڈالا جاتا ہے جبکہ رسومات اور دکھلاوے کا خرچ بھی نکاح کا مستقل حصہ بن چکا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)



سُورَةُ الْمُنْتَحِنَةِ قُلُوبِهِمْ آیت ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعَنَّكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ

اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ

شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ

کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جسے

بِهَتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِي

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (تلفہ شوہر سے جینی ہوئی) بنا لیں اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں

مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهُ ط إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

گی تو ان کی بیعت قبول کر اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے

خلاصہ

دارالحرب سے جو خواتین مسلمان ہو کر دارالاسلام آئیں گی ان سے ان باتوں کا عہد لیا جائے گا۔ اور یہی ان کے ایمان کا امتحان ہوگا اور یہی انکی بیعت ہوگی۔ وہ باتیں یہ ہیں

۱۔ شرک نہیں کریں گی۔

۲۔ چوری نہیں کریں گی۔

۳۔ زنا نہیں کریں گی۔

۴۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

۵۔ جھوٹا بہتان نہیں گھڑیں گی۔

۶۔ معروف یعنی نیک باتوں میں رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

اگر عورتیں ان شرائط کو قبول کر لیں تو ان کو دائرہ اسلام میں قبول کر لیں اور ان کے لیے استغفار کریں بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔

زبانی بیعت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں :-

رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کا امتحان اس آیت سے فرماتے تھے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ

الْمُؤْمِنَاتُ مَيْبَطَاتٌ (الآیۃ) پس جو ان شرائط کا اقرار کر لیتی آپ ﷺ اس سے فرماتے میں نے تجھے بیعت کر لیا آپ ﷺ کا یہ فرمانا زبانی ہوتا تھا اللہ تعالیٰ کی قسم آپ ﷺ کے ہاتھ نے کسی بیعت کرنے والی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔ (احکام القرآن للجصاص، صحیح البخاری)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی (جو ہجرت کر کے آئیں) جانچ کی جائے۔ یہاں بتلایا کہ ان کا جانچنا یہ ہے کہ جو احکام اس آیت میں ہیں وہ قبول کر لیں تو انکا ایمان ثابت رکھو یہ آیت بیعت، کہلاتی ہے حضرت کے پاس عورتیں بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا (عثمانی و موضح)

افتراء یعنی بہتان

ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان سے بہتان گھڑنے کے مفسرین نے کئی مطلب لکھے ہیں ان سب کا خلاصہ اس جامع عبارت میں آ گیا ہے

طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسم کھائیں اور ایک معنی یہ ہے کہ بیٹا جٹا ہو کسی اور سے اور منسوب کر دیں خاوند کی طرف یا کسی دوسری عورت کی اولاد لیکر مکر و فریب سے اپنی طرف نسبت کر لیں حدیث میں ہے کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف لگائے جنت اس پر حرام ہے۔ (عثمانی، موضح القرآن)

فتح مکہ کے وقت

حضور اقدس ﷺ کی طرف سے عورتوں کی جانچ اور بیعت کا کا حضرت عمرؓ کے سپرد تھا فتح مکہ کے موقع پر بھی حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے عورتوں کو بیعت فرما رہے تھے اور پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بھی اس آیت مبارکہ والی بیعت لی اس کا مفصل واقعہ مفسرین نے ذکر فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے البغوی، القرطبی وغیرہ اور خواتین کی بیعت کے متعلق احادیث اور روایات کے لیے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر



سُورَةُ الْمُنْتَهِنِ قُلْتُمْ لَا يَأْتِيهِمْ

آیت ۱۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَدْسُوا مِنْ

اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ تو آخرت سے

الْآخِرَةِ كَمَا يَبِئْسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝۱۳

ایسے ناامید ہو گئے کہ جیسے کافر اہل قبور سے ناامید ہو گئے۔

خلاصہ

اے مسلمانو! کفار سے ہرگز دوستی مت رکھو

ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو ان سے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے

کس طرح سے دوستی کر سکتے ہیں؟

یہ کفار آخرت سے بالکل مایوس ہیں جس طرح مرجانے والے کافر اپنی قبروں میں آخرت کا عذاب دیکھ کر اب ہر

طرح کی خیر سے مایوس ہو چکے ہیں۔ یا جس طرح کفار قبروں میں دفن ہو جانے والے لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے

سے مایوس ہیں

عجیب مضمون

سورۃ مبارکہ کے شروع میں کفار سے دوستی سے منع فرمایا تھا اور اب سورت کے آخر میں اسی مضمون کو عجیب تاکید

کے ساتھ پھر بیان فرمایا ہے۔

کفار سے دوستی نہ کرو۔ کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور ان کا سارا کھیل ان کے دفن ہونے تک کا ہے بس

جیسے ہی مر کر قبروں میں گئے تو ہر طرح کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شروع۔

کتنی عجیب اور پر اثر تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اتنا سخت لفظ ہے کہ اسے سن کر روح کانپ جاتی ہے۔ اور ایک

مؤمن کو دو باتیں سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔

۱ اگر میں اللہ تعالیٰ کا وفادار ہوں تو ان لوگوں کو منہ نہ لگاؤں جن پر میرے محبوب رب کا غضب ہے اور وہ ان

سے ناراض ہے۔

۲ ایسے لوگوں کی صحبت جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے مجھے بھی اس غضب کا مستحق نہ بنا دے۔

پھر فرمایا وہ کفار آخرت سے بالکل ناامید ہیں۔ یہ بات سنتے ہی مؤمن کے دل میں فوری طور پر دو باتیں آتی ہیں۔

۱ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے یہ کفار چونکہ اُس زندگی سے مایوس ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی دوستی مجھے بھی آخرت سے غافل کر کے دنیا پرستی میں لگا دے اور میں ناکام ہو جاؤں۔

۲ جو آخرت کو نہ ماننا ہو اسکی زندگی میں انسانیت نہیں آسکتی کیونکہ جب آگے کی پوچھتاچھ اور حساب و کتاب کا خطرہ نہیں تو پھر صرف وقتی مفادات ہی رہ جاتے ہیں۔ تو ایسے کافروں سے دوستی بالآخر ذلت کا باعث بنے گی کیونکہ وہ اپنا مفاد حاصل کر کے مجھے تنہا چھوڑ دیں گے۔

اور آخر میں فرمایا۔ جس طرح قبروں میں مدفون کافراں کی آخرت کی خیر سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اکمیں بہت عبرت ہے کہ کافروں کی طاقت انکی شان و شوکت اور ان کے سب تماشے فانی ہیں ایک مسلمان کو ان سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کافر جیسے ہی مرتا ہے ہمیشہ کے عذاب میں جا گرتا ہے تو اسکے چند روزہ شور شرابے کو دیکھ کر اس سے دوستی جوڑنا کونسی عقلندی ہے؟ (واللہ اعلم بالصواب)

امام قرطبی لکھتے ہیں:-

ان اللہ تعالیٰ ختم السورۃ بما بدأها من ترک موالاة الکفار۔ (القرطبی)

کون سے کفار مراد ہیں

ابن کثیر لکھتے ہیں:-

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں کفار سے دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے جس طرح سورۃ کے شروع میں منع فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یعنی یہود، نصاریٰ اور تمام کفار وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب اسکی لعنت، اس سے دوری اور محرومی مسلط ہے

ینہی تبارک و تعالیٰ عن موالاة الکافرین فی آخر هذه السورۃ کما نہی عنها فی اولها

فقال تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لاتتولوا قوما غضب اللہ علیہم یعنی الیہود والنصاریٰ

وسائر الکفار ممن غضب علیہ ولعنہ واستحق من اللہ الطرد والا بعدا۔ (ابن کثیر)

بعض مفسرین نے یہاں خاص طور سے یہودی اور بعض نے مشرکین اور بعض نے منافقین اور یہود و نصاریٰ بھی مراد لئے ہیں لیکن آیت مبارکہ کے الفاظ میں تمام کفار کو مراد لینے کی گنجائش موجود ہے ملاحظہ فرمائیے (القرطبی، البغوی، المدارک وغیرہ)

مالی مفاد کی خاطر یہودیوں سے دوستی

امام قرطبی لکھتے ہیں:-

کچھ غریب مسلمان یہودیوں کو مسلمانوں کی کچھ خبریں پہنچاتے تھے اور اس دوستی کے عوض کچھ پھل (کھجور) ان

سے لیتے تھے تو اس آیت میں انکو منع فرمادیا گیا

وذلك انّ ناساً من فقراء المسلمين كانوا يخبرون اليهود بأخبار المؤمنين ويوا
صلونهم فيصيبون بذلك من ثمارهم فنهوا عن ذلك (القرطبي)

قبروں والے

ارشاد فرمایا:-

كما ينس الكفار من اصحاب القبور

وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جس طرح کافر اہل قبور سے ناامید ہو گئے اس جملے کے حضرات مفسرین نے
دو مطلب بیان فرمائے ہیں

① یعنی جس طرح کافر اُن مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہیں جو قبروں میں دفن ہو چکے ہیں۔
یہ حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے:-

وقال الحسن البصرى: الكفار الاحياء قد ينسوا من الاموات

وقال قتاده: كما ينس الكفار ان يرجع اليهم اصحاب القبور الذين ماتوا وكذا قال

الضحاک (ابن کثیر)

② یا جس طرح مرے ہوئے کافر اپنی قبروں میں عذاب دیکھنے کے بعد اب آخرت کی ہر خیر سے ناامید ہو چکے
ہیں یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے

والقول الثانی معناه كما ينس الكفار الذين هم في القبور من كل خير قال الاعمش

عن ابي الضحى عن مسروق عن ابن مسعود رضي الله عنه (ابن کثیر)

آخر معارف سورۃ الممتحنہ

ولله الحمد والمنة والصلوة والسلام على سيدى

رسول الله ﷺ واصحابه تسليماً كثيراً كثيراً كثيراً

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ یوم السبت

۲۱ مارچ ۲۰۰۹ء



سورة

الصف

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں ”سورۃ الصف“ کی تمام
۱۴ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے

آیات
۴ تا ۱۳

آیت
۸

آیت
۷

آیت
۶

آیت
۵

آیت
۱۴

آیات
۱۰ تا ۱۳

آیت
۹



ابتدائیہ

اس تالیف میں مکمل سورۃ القف کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے

چودہ آیات میں مضامین جہاد کا خلاصہ

- آیت ۱ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (حکم جہاد کی تمہید)
- آیت ۲ تا ۳ جہاد میں کوتاہی پر سخت تنبیہ۔
- آیت ۴ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل قتال فی سبیل اللہ ہے۔
- آیت ۵ کفار سے قتال کی وجوہات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جہاد۔
- آیت ۶ کفار سے قتال کی وجوہات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آپ ﷺ کے بارے میں بشارت۔
- آیت ۷ احب الاعمال الی اللہ (جہاد فی سبیل اللہ) کا میدان عمل مخالفین اسلام ہیں۔
- آیت ۸ اسلام کے دشمن اس نور الہی کو بجھانا چاہتے ہیں مگر وہ ناکام رہیں گے۔
- آیت ۹ دین اسلام غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔
- آیت ۱۰ تا ۱۳ ایک ایسی تجارت جو دردناک عذاب سے بچاتی ہے اور جس میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ ایمان لانا اور جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنا۔
- آیت ۱۴ جہاد کی تاکید۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح قربانی دو۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ آیت ۲۳۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①

جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ

حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی

اللَّهُ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ③ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ

ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی

فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوعٌ ④

راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

خلاصہ

① آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہی غالب ہے، حکمت والا ہے، پس جو ایسی عظمت اور شان والا ہے اسکی اطاعت ہر حکم میں ضروری ہے اور ان احکامات میں سے ایک حکم جہاد کا ہے، جو اس سورت میں مذکور ہے۔

② اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل پوچھتے ہو، ایسا نہ ہو کہ جواب لینے کے بعد عمل نہ کرو۔ (مفہوم لاہوری)

③ اپنے منہ مانگ کر قانون لینا اور پھر عمل نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا کام ہے۔ (مفہوم لاہوری)

④ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل قتال فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا "احب الاعمال الی اللہ" ہے۔ (مفہوم لاہوری)

سورة مبارکہ کے شان نزول کا واقعہ

① حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند افراد نے آپس میں یہ بات کی کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ مگر ہم میں سے کوئی (اس کام کے لئے رعب کی وجہ سے) کھڑا نہ ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور ہم کو اپنے پاس اکٹھا فرمایا اور ہمارے سامنے پوری سورۃ القف تلاوت فرمائی۔ (مسند احمد، ابن کثیر)

اس سورت میں ارشاد فرمایا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

۲ ابن ابی حاتم کی روایت اس طرح سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ نے کہا ہم کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں اور پوچھیں کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟

مگر ہم میں سے کوئی نہ گیا اور ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے ڈرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو ایک ایک کر کے بلوایا یہاں تک کہ سب اکٹھے ہو گئے اور ان کے اس سوال کے بارے میں سورۃ القف نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت ہمارے سامنے تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیر)

پھر حضرت عبداللہ بن سلام نے یہ روایت بیان فرماتے ہوئے اپنے شاگرد ابو سلمہ کے سامنے پوری سورت تلاوت فرمائی ابو سلمہ نے اپنے شاگرد کو سنائی اور آگے اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا کہ ہر استاذ اپنے شاگرد کو یہ روایت بیان کرتے ہوئے یہ پوری سورۃ سناتا رہا۔ خود مفسر ابن کثیر کے استاذ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی نے ان کو یہ حدیث پڑھاتے وقت یہ سورت پوری پڑھ کر سنائی۔ (ابن کثیر)

روح المعانی میں ہے کہ یہ حدیث مسلسل احادیث میں سے ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ مسلسل احادیث میں سے صحیح ترین روایت ہے۔ (روح المعانی)

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قتال فی سبیل اللہ کو اپنا محبوب ترین عمل ارشاد فرمادیا اور حضرات صحابہ کرام کے سوال کا جواب ہو گیا۔

اس سورت اور اسکی مختلف آیات کے بارے میں بعض دیگر روایات بھی ہیں جو ان شاء اللہ ان آیات کے معارف کے ساتھ بیان کی جائیں گی۔ اب ملاحظہ فرمائیے آیت ۱ تا ۳ کے مضامین:

جہاد بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کی طرح ہے

ارشاد فرمایا:-

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے:-

اے مسلمانو! اے پاکباز جماعت! تمہارا صف باندھ کر ثابت قدمی سے دین کے دشمنوں سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہو کر تمہارا جاں نثاری کرنا ہے۔ اسلئے یہ عمل اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند ہے۔
(حقانی، تسبیح)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ ہر ضرورت سے مستغنی ہے، لہذا سورہ صف میں جو قانون (یعنی جہاد فی سبیل اللہ) بیان ہوا ہے اس قانون پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو نفع ہوگا۔ (مفہوم لاہوری)

جہاد سے پیچھے ہٹنے پر سخت وعید

ارشاد فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۱﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۲﴾
ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو تم کرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناراضی کی بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔

۱ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

جمہور کے نزدیک یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب لوگوں نے جہاد کی تمنا کی پھر جب جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ جہاد سے پیچھے ہٹنے لگے۔ جیسا کہ سورہ النساء آیت ۷۱ ← ۷۲ میں ہے اور سورہ محمد آیت ۱۵ میں ہے (ابن کثیر) ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ جہاد کو موت سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور ان پر جہاد کا حکم سن کے خوف اور غشی طاری ہو جاتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کو فرمایا گیا کہ تم جو کہتے ہو وہ کرتے نہیں یہ بات اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی ہے۔

۲ تفسیر ابن کثیر میں ہے:-

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے فرمان يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۱﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کچھ مسلمانوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا ہماری چاہت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا محبوب ترین عمل ارشاد فرمادے تاکہ ہم اسکو اپنالیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور ان نافرمان لوگوں سے جہاد کرنا ہے جو ایمان کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کا اقرار نہیں کرتے۔ پھر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو بعض لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور یہ حکم ان پر بہت بھاری گذرا تو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۵﴾ اے ایمان والو! وہ کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ وھذا اختیار ابن جریر۔ (ابن کثیر)

۳) مقاتل بن حیان فرماتے ہیں:-

مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم اسکو اپنالیں گے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ اس کے نزدیک محبوب ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے ارشاد فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا

پھر احد کے دن مسلمانوں کی اس عمل میں آزمائش ہوئی تو کئی لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۵﴾ (ابن کثیر)

۴) بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے جھوٹے دعوے کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی، بعض لوگ کہتے تھے کہ ہم نے خوب جنگ کی حالانکہ انہوں نے جنگ نہیں کی تھی، یا کہتے تھے کہ ہم نے جہاد میں خوب نیزہ بازی کی اور دشمنوں کو بہت مارا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جھوٹے دعوے کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دو۔ یہ قنادہ اور ضحاک کا قول ہے۔ (ابن کثیر)

۵) بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت أَنْ مَنَافِقُونَ کے بارے میں نازل ہوئی جو جہاد میں مسلمانوں کی نصرت کا وعدہ کر لیتے تھے مگر پھر اس وعدے کو پورا نہیں کرتے تھے۔

وقال ابن زید: نزلت فی قوم من المنافقین كانوا يعدون المسلمین النصر ولا یفون لهم بذلك وقال مالک عن زید بن اسلم لم تقولون ما لا تفعلون قال فی الجہاد۔ (ابن کثیر)

امام قرطبی نے مزید بھی کئی اقوال نقل کئے ہیں مثلاً:-

۱) کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کا موقع ملا تو ہم خوب جان بازی دکھائیں گے۔ مگر پھر احد کے دن وہ ایسا نہ کر سکے تو یہ آیت نازل ہوئی اور دعویٰ بازی کرنے سے روکا گیا۔

۲) حضرت صہیب روٹی نے ایک کافر کو قتل کیا ایک اور شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر دعویٰ کر دیا کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل سے بہت خوشی ہوئی بعد میں کچھ صحابہ کرام نے حضرت صہیب روٹی سے کہا کہ آپ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال بتادیں تو انہوں نے جا کر بتادی تب جھوٹا دعویٰ کرنے والے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے (تفسیر القرطبی)

خلاصہ ان سب اقوال کا یہ ہوا کہ

۱) جہاد سے منہ موڑنا بہت برا عمل ہے۔

۲ جہاد میں اپنے کارناموں کے جھوٹے دعوے کرنا بہت برا عمل ہے۔

۳ جہاد سے پہلے خود پر بھروسہ کرتے ہوئے ایسے دعوے نہیں کرنے چاہئیں کہ ہم یہ کر دیں گے ہم وہ کر دیں گے۔

ملاحظہ فرمائیے ان تمام اقوال کے خلاصے پر مبنی موضح القرآن اور تفسیر عثمانی کی یہ جامع عبارت:

ایک جامع عبارت

”بندہ کو لاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہیے (یعنی خود ستائی اور شیخی کی اونچی باتیں نہیں کرنا چاہیے) کہ بعد میں مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے، لیکن اس کا نباہنا آسان نہیں، اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں، روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے، کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی دیکھو! سنبھل کر کہو۔ ہم ہٹلائے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جہاد میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلادیا گیا ہے۔ اور جس میں کسی جگہ کوئی رخسہ نہیں پڑ سکتا۔ اب اس معیار پر اپنے کو پرکھ لو بے شک تم میں بہت ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل واکمل اتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں بعض کے زبانی دعووں کی ان کے عمل نے تکذیب کی ہے، آخر جنگ احد میں وہ بنیان مروض کہاں قائم رہی۔ اور جس وقت حکم قتال اتر تو یقیناً بعضوں نے یہ بھی کہا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ (النساء) بہر حال زبان سے زیادہ دعوے مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرو جس سے اعلیٰ کامیابی نصیب ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلق و تفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر بتاتے تھے، لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے، جہاں کوئی موقع کام کا آیا فوراً پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے۔ (موضح عثمانی تسہیل)

اے زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والو

امام ابو حیانؒ لکھتے ہیں:-

ان آیات کے نزول کا سبب منافقین کا مسلمانوں سے یہ کہنا ہے کہ ہم تم میں سے ہیں اور (جہاد میں) تمہارے ساتھ رہیں گے اور پھر ان کا معاملہ اس کے برخلاف ظاہر ہوتا تھا۔

اگر ان آیات کا نزول منافقین کے بارے میں ہو تو يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کا معنی یہ ہوگا کہ اے زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں (گویا کہ ایمان کی نسبت بطور طنز ان کی طرف کی گئی)

وسبب نزولها قول المنافقين للمؤمنين : نحن منكم ومعكم ثم يظهر من افعالهم خلاف ذلك وان

كان للمنافقين فالعنى يا ايها الذين امنوا اى بالسنتهم والاستفهام يراد به الانكار والتوبيخ وتهكم بهم
فى اسناد الايمان اليهم- (البحر المحيط)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ آج کتنے مسلمان ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جہاد کے قریب تک نہیں آتے، یہ اللہ تعالیٰ پر
عجیب ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین عمل پر کھڑا نہیں کرتا۔ اللہم انا نعوذک من النفاق

فقہی و اصلاحی احکامات

سورة القف کی ان دو آیات (۲ اور ۳) سے حضرات فقہاء کرام اور اہل اصلاح نے بہت سے مسائل کا استنباط
فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ احکام القرآن للجصاص، القرطبی، بیان القرآن، انوار البیان، معارف
القرآن۔ یہاں صرف ایک ضروری مسئلے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

”آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایسے کام کا دعویٰ کرنا جس کے کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور اسکو کرنا ہی نہ ہو تو یہ گناہ
کبیرہ اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا سبب ہے کَبْرًا مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ کا مصداق یہی ہے۔ اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ
رادہ کرنے کا ہو وہاں بھی اپنی قوت و قدرت پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔“ (بلکہ ان شاء اللہ کہہ کر اللہ
تعالیٰ کی طرف تفویض کرے) (معارف القرآن)

یہاں تک آیت ۱ تا ۳ کے مضامین کا بیان تھا، اب ملاحظہ فرمائیے آیت ۴ کے بعض مضامین۔

رابط

تفسیر کبیر میں ہے:-

پچھلی آیت میں ان لوگوں کی مذمت تھی جو قتال فی سبیل اللہ کے مخالف ہیں اور وہ اس طرح کہ وعدہ تو کرتے ہیں
مگر قتال میں شریک نہیں ہوتے اب اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف ہے جو قتال فی سبیل اللہ میں خوب مضبوطی کے
ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

تلك الآية مذمة المخالفين فى القتال وهم الذين وعدوا بالقتال ولم يقاتلوا وهذه الآية محمداً
الموافقين فى القتال وهم الذين قاتلوا فى سبيل الله وبالغوا فيه (تفسیر کبیر)

ایک روشن مثال

انصار میں سے کچھ حضرات جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک مجلس میں کہنے لگے۔ اگر
ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کونسا ہے تو ہم مرتے دم تک
اس میں لگے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں
اب مرتے دم تک جہاد فی سبیل اللہ ہی میں لگا رہوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ جہاد میں شہید ہوئے۔

فقال عبد الله بن رواحة لا ابرح حبيساً فى سبيل الله حتى اموت فقتل شهيداً (تفسیر ابن کثیر)

بنیان مرصوص

تفسیر کبیر اور تفسیر حقانی میں ہے:-

اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو اسکی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ صف باندھ کر لڑنے سے کیا مراد ہے؟ لڑائی میں صف باندھ کر عرب لڑا کرتے تھے، حال کے زمانے میں باقاعدہ فوجیں صف بستہ ہو کر لڑتی ہیں اس سے مخالف پر رعب بھی پڑتا ہے اور دشمن کے مغلوب کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے، اس لئے کہ سینکڑوں آدمی بمزلاہ شخص واحد کے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے زور کا کیا کہنا، اتفاق عجب چیز ہے، اسلام نے عبادت سے لیکر دشمنوں کے مقابلے کے وقت تک جماعت اور اتفاق کی تاکید کر کے افراد متفرقہ کو جمع کر دیا پھر صف بھی کیسی؟

كَانَهُمْ بِنِيَانٍ مَّرْصُوصٍ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر مستقل اور بھگوڑے نہ ہوں، بلکہ آہنی دیوار کی طرح جم جائیں، کسی کے مرجانے، زخمی ہو جانے سے تتر بتر ہو کر نہ بھاگ پڑیں۔ فرما کہتے ہیں:

”مرصوص بالرصاص“ اس وقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کر دیا جائے ”لیٹ“ کہتے ہیں رص کے معنی ملا دینا ہے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پتھر پہ پتھر رکھ کر چھوٹے پتھروں سے درز بندی کرتے تھے اس کے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل مکہ مرصوص کہتے تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں خاص صف بنانا ہی مراد نہیں بلکہ یہ ثابت قدمی، باہم اتفاق اور یک دلی کی ایک تمثیل ہے کہ سب کو متحد ہو کر یکدل ہو کر لڑنا چاہیے۔

اس آیت مبارکہ نے صحابہ کرام کا ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کر دیا تھا جس کے مقابلے میں اسلام اور ہدایت کا راستہ روکنے والے نہ ٹھہر سکے، قیصر و کسریٰ کے چمکدار ہتھیار اور زرق برق سپاہی اس لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے، ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر ایسے لشکر کا ایک مفلس اور غیر منظم ملک میں وجود میں آنا کہ جس پر کسی خزانے سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی ہو ایک عظیم الشان معجزہ اور کتب مقدسہ کی پیشن گوئیوں کی پوری تصدیق تھی۔

آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ (حقانی، تسہیل)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے طریقہ قتال کی تعلیم

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان والوں کے لئے تعلیم ہے کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کرتے وقت کس طرح سے ہوں (ایک بغیر شگاف والی مضبوط عمارت کی طرح)

وقال سعید بن جبیر: هذا تعليم من الله تعالى للمؤمنين كيف يكونون عند قتال عدوهم۔ (القرطبي)

ایک مؤمن کو اور کیا چاہیے

محبت تو بہت اونچی چیز ہے۔ اور پھر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت تو ایک مؤمن کو اور کیا چاہیے۔ بالکل واضح

فرما دیا کہ ثابت قدمی مکمل اتحاد اور استقامت کے ساتھ قتال فی سبیل اللہ میں لگے رہنا اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین عمل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اس طرح وہ محبت کی بلند یوں پر سفر کرتے چلے گئے، کرتے چلے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی واپسی کا نہ سوچا..... نتیجہ کیا نکلا؟ دنیا میں وہ غالب رہے اور آخرت میں ہر نعمت ان کا مقدر بن گئی۔ راستہ بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب ملاحظہ فرمائیے قتال فی سبیل اللہ اور اسکی مبارک صفوں کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ۔

مجموعہ مبارکہ

قال فی سبیل اللہ۔ احب الاعمال الی اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے ملاحظہ فرمائیے قال فی سبیل اللہ کے فضائل، مستقبل کی بشارتوں اور قال فی سبیل اللہ کی صف کے مقام پر چند روایات مبارکہ۔

قال فی سبیل اللہ قیامت تک جاری

① عن جابر بن سمرة عن النبی ﷺ قال لن یبرح هذا الدین قائما یقاتل علیہ عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة۔ (مسلم ص ۱۴۳ ج ۲)
حضرت جابر بن سمرة سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا (اور) قیامت تک اس دین کیلئے مسلمانوں کی ایک جماعت قتال کرتی رہے گی۔

اہل حق کی ایک علامت قتال فی سبیل اللہ

② عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیمة۔ (مسلم ص ۱۴۳ ج ۲)
حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا وہ قیامت کے دن تک غالب رہیں گے۔

ہمیشہ غالب

③ عن یزید بن الاصم قال سمعت معویة بن ابی سفیان ذکر حدیثا رواہ عن النبی ﷺ لم اسمعه روی عن النبی ﷺ علی منبرہ حدیثا غیرہ قال قال رسول اللہ ﷺ من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ولا تزال عصابة من المسلمین یقاتلون علی الحق ظاہرین علی من ناواہم الی یوم القیمة۔ (مسلم ص ۱۴۳ ج ۲)
یزید بن اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حدیث ذکر کرتے ہوئے سنا جسے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کر رہے تھے۔ میں نے حضرت معاویہ کو منبر پر اس حدیث کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے کوئی روایت کرتے ہوئے نہیں سنا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسکو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتے ہیں اور مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق کی خاطر لڑتی

رہے گی وہ اپنے مد مقابل پر تا قیامت غالب رہے گی۔

قتال فی سبیل اللہ کا وجوب

۴ عن سعید بن المسیب ان أباهريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ قال أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم مني ماله ونفسه الا بحقه وحسابه على الله۔

(رواہ النسائی باب وجوب الجہاد ص ۵۲ ج ۲)

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ ”لا اله الا اللہ“ کا اقرار کر لیں پس جس نے ”لا اله الا اللہ“ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیا مگر اس کے حق کے ساتھ (یعنی اگر وہ شخص کسی دوسرے کی حق تلفی کرے یا جان لے لے تو اس کے عوض اس کا مال و جان لیا جائیگا) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

قتال اللہ تعالیٰ کے کلمے کی سربلندی کا ذریعہ

۵ عن ابی موسیٰ الاشعری قال جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ فقال الرجل یقاتل لیذکر ویقاتل لیغنم ویقاتل لیبری مکانہ فمن فی سبیل اللہ قال من قاتل لتکون کلمة اللہ هی العلیا فهو فی سبیل اللہ۔

(رواہ النسائی فی باب من قاتل لتکون کلمة اللہ هی العلیا ص ۵۷ ج ۲ و بخاری فی باب من قاتل لتکون کلمة اللہ هی العلیا ص ۳۹۲ ج ۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ ایک آدمی شہرت کیلئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی مال غنیمت کے لئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی حصول مرتبہ کیلئے قتال کرتا ہے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں (لڑنے والا) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے قتال کرے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

قتال فی سبیل اللہ پر جنت کی بشارت

۶ عن معاذ بن جبل انه سمع النبی ﷺ یقول من قاتل فی سبیل اللہ عزوجل من رجل مسلم فواق ناقة وجبت له الجنة۔ (رواہ النسائی فی باب ثواب من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقة ص ۵۸ ج ۲)

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مسلمانوں میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں اونٹنی کا دودھ دوھنے کے درمیانی وقفہ کی مقدار قتال کرے اس کیلئے جنت واجب ہوگی۔

اسلام قبول کرتے ہی قتال کا حکم

۷ عن ابی اسحق قال سمعت البراء یقول أتى النبی ﷺ رجل مقنع بالحديد فقال یا رسول أقاتل

اواسلم قال اسلم ثم قاتل فاسلم ثم قاتل فقتل فقال رسول الله ﷺ عمل قليلا واجر كثيرا۔
(رواه البخاری فی باب عمل صالح قبل القتال ص ۳۹۴ ج ۱)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوہے میں ڈوبا ہوا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں قتال کروں یا مسلمان ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام قبول کرو پھر قتال کرو پس اسے اسلام قبول کیا پھر قتال کیا اور وہ شخص شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر بڑا پایا۔

مستقبل کے قتال کی بشارت

۸ عن عمرو بن تغلب قال قال النبي ﷺ ان من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوما ينتعلون نعال الشعروان من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوما عراض الوجوه كأن وجوههم المجان المطرقة۔

(رواه البخاری فی باب قتال الترك ص ۴۱۰ ج ۱)

عمرو بن تغلب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جو بالوں کے جوتے پہنتے ہوں گے اور بے شک قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ تم چوڑے چہروں والی قوم سے قتال کرو گے گویا کہ ان کے چہرے دہری ڈھال ہیں۔

عجمیوں سے قتال کی بشارت

۹ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا خوزو کرمان قوما من الاعاجم حمر الوجوه فطس الانوف صفار العين كأن وجوههم المجان المطرقة۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹۶ ج ۹)
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اہل عجم کی دو قوموں (خوز اور کرمان) سے قتال نہ کرو جن کے چہرے سرخ ناک چپٹی اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے دہری ڈھال ہیں۔

قتال فی سبیل اللہ کی صف

۱۰ عن ابی سعید الخدری قال کنا اذا حضرنا العدو مع رسول الله ﷺ لأحدنا أشد تفقد الرکبة اخیه حين يتقدم للصف للقتال منه للسهم حين یرمی يقول احد رکتک فانی التمس کما تلتمس قال الله تعالیٰ کانهم بنیان مرصوص۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط بحوالہ مجمع الزوائد ص ۴۲۰ ج ۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمن کے مد مقابل حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک خوب جستجو کرتا اپنے بھائی کے گھٹنے (کے ساتھ ملنے) کی (تاکہ صف قتال برابر رہے) جس وقت وہ

صف قتال سے تیر اندازی کیلئے آگے بڑھنے لگتا ہم میں سے ہر ایک یہ کہتا اپنے گھٹنے کو آہستہ رکھ (یعنی آگے نہ بڑھ) میں بھی ایسے ہی متلاشی ہوں جیسے تو متلاشی ہے (فضیلت و شہادت کا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، الصف آیہ ۴)

اٹھو اور قتال کرو

۱۱ عن عقبه بن عبد السلمیٰ أن النبی ﷺ قال لأصحابه قوموا فقاتلوا قال فرمی رجل بسهم فقال النبی ﷺ اوجب هذا (رواه احمد باسناد حسن بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۱۸۱ ج ۲)
عقبہ بن عبد السلمیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا اٹھو! اور قتال کرو! روای کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے تیر پھینکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے (جنت) واجب کر لی۔

قتال کرنے اور اس میں مقتول ہونے کی تمنا

۱۲ عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال والذی نفس محمد بیدہ لوددت ان أقاتل فی سبیل اللہ فأقتل ثم أحمیا فأقتل ثم أحمیا فأقتل (ثم أحمیا فأقتل ثم أحمیا) کان ابو ہریرۃ یقول ثلاثا اشهد اللہ۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۶۵ ج ۹، مؤطا امام مالک ص ۴۷۶)
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کروں اور شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں حضرت ابو ہریرہؓ تین بار فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا تا ہوں۔

قتال کی صف میں کھڑے ہونے کی فضیلت

۱۳ عن عمران بن حصین أن رسول اللہ ﷺ قال: مقام الرجل فی الصف فی سبیل اللہ افضل من عبادۃ رجل ستین سنة۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۷۰ ج ۹)
حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا صف قتال میں یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کی صف میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

جہاد کو کوئی نہیں بند کر سکتا

۱۴ عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الجهاد ماض منذ بعثنی اللہ تعالیٰ الی أن یقاتل آخر امتی الدجال لا یبطله جور جائر ولا عدل عادل۔

(رواہ الدیلمی بحوالہ کنز العمال ص ۱۳۵ ج ۴ رواہ ابوداؤد فی باب فی الغزومع ائمة الجور ص ۳۶۵ ج ۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد اس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے قتال کرے گا جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل ختم نہیں کر سکتا۔

قتال کی صف دنیا و مافیہا سے بہتر

۱۵ عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مقام رجل فی صف فی سبیل اللہ خیر من دنیا و مافیہا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر بحوالہ کنز العمال ص ۱۳۷ ج ۴)
حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی آدمی کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں صفِ قتال میں کھڑا ہونا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

اللہ پاک کے محبوب

۱۶ عن ابی سعیدؓ یرفع الحدیث قال ثلاثة یضحک اللہ الیہم الرجل اذا قام من اللیل یصلی والقوم اذا صفوا فی الصلاة والقوم اذا صفوا فی قتال العدو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۷ ج ۱۰)
حضرت ابوسعیدؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں ایک وہ آدمی جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور وہ لوگ جو نماز میں صف باندھیں اور وہ لوگ جو دشمن سے لڑائی کیلئے صف باندھیں۔

ڈٹ کر لڑنے والوں کی فضیلت

۱۷ وعن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الجہاد عند اللہ یوم القیمة الذین یلتقون فی الصف فلا یلفتون وجوہہم حتی یقتلوا اولئک یتلبطون فی الغرف من الجنة یضحک الیہم ربک واذ ضحک الی قوم فلا حساب علیہم۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۲۰۹ ج ۲)
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل جہاد ان لوگوں کا شمار ہوگا جو پہلی صفِ قتال میں لڑتے ہیں پس وہ اپنے چہروں کو تادمِ شہادت نہیں پھیرتے وہ جنت کے بلند کمروں میں گھومتے پھرتے ہوں گے تیرا رب ان کی طرف دیکھ کر ہنستے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی پر (خوشی سے) ہنستا ہے تو ان پر کوئی حساب نہیں ہوتا (یعنی ان سے حساب نہیں لیا جائے گا)۔

صفِ قتال میں دعاء کی قبولیت

۱۸ عن سهل بن سعدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساعتان تفتح فیہما ابواب السماء قلما ترد علی داع دعوتہ عند حضور النداء والصف فی سبیل اللہ۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الجہاد باب نمبر ۳۹ ص ۳۶۷ ج ۱)
حضرت سهل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو گھنٹیاں ایسی ہیں جن میں

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (اور) بہت کم دعاء کرنے والے کی دعاء (ان اوقات میں) رد کی جاتی ہے ❶ اذان کے وقت۔ ❷ اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی صفِ قتال میں۔

ملک شام کے قتال کی بشارت

❶۹ عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ لا تزال عصابة من امتی یقاتلون علی ابواب دمشق و ما حولہ و علی ابواب بیت المقدس و ما حولہ لا یضرہم خذلان من خذلہم ظاہرین علی الحق الی ان تقوم الساعة۔ (رواہ ابو یعلیٰ و رجالہ ثقات بحوالہ مجمع الزوائد ص ۴۹ ج ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ دمشق کے دروازوں اور اس کے اردگرد قتال کرتا رہے گا اور بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے اردگرد قتال کرتا رہے گا انہیں رسوا کرنے والوں کا رسوا کرنا نقصان نہیں دے گا۔ قیامت کے قائم ہونے تک وہ حق پر غالب رہیں گے۔

غزوہ ہند کی بشارت

❷۰ عن ابی ہریرۃ قال وعدنا رسول اللہ ﷺ غزوة الهند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی و ما لی فان اُقتل کنت افضل الشهداء وان ارجع فانا ابو ہریرۃ المحرر۔ (سنن نسائی باب غزوة الہند)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا کہ مسلمان ہندوستان میں جہاد کریں گے، اگر وہ جہاد میری زندگی میں ہو تو میں اس کے لئے اپنی جان و مال خرچ کروں گا پھر اگر قتل کر دیا گیا تو افضل ترین شہداء میں سے ہوں گا اور اگر واپس لوٹ آیا تو جہنم سے آزاد کیا ہوا ابو ہریرہ ہوں گا۔

❷۱ عن ثوبان مولى رسول اللہ ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ عصابة من امتی احرزہما اللہ من النار عصابة تغزو الہند و عصابة تكون مع عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام۔ (سنن نسائی باب غزوة الہند)

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد فرمادیں گے ایک جماعت وہ جو ہند میں جہاد کرے گی جبکہ دوسری وہ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگی۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ آیت ۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ لِمَ تَوَدُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری

رسول اللہ کے ہیں، لہذا زانچو آزاغ اللہ قلوبہم واللہ لا یهدی القوم الفاسقین

طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پس جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

خلاصہ

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکی قوم بنی اسرائیل نے بہت ایذا میں پہنچائیں۔ اور وہ نافرمانی کرتے کرتے ہدایت سے محروم ہو گئے۔

اس سے دو سبق ملے

- ۱ جو لوگ جہاد سے منہ موڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچا رہے ہیں وہ بھی ہدایت سے محروم ہیں۔
- ۲ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایذا پہنچائی اور اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کر رہے ہیں چنانچہ وہ قتال کے مستحق ہیں۔

مضامین جہاد کا ربط

حضرات مفسرین نے اس آیت کا پچھلی آیت کے ساتھ ربط اور تعلق کئی طرح سے بیان فرمایا ہے:

- ۱ پچھلی آیت میں قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان تھا اور اس آیت سے وہ وجوہات بیان کی جا رہی ہیں جن کی وجہ سے کفار سے قتال کیا جاتا ہے۔ مثلاً رسولوں کو جھٹلانا۔ ان کی مخالفت کرنا، ان کو ایذا پہنچانا، حق کے نور کو بجھانے کی کوشش کرنا وغیرہ۔ (مفہوم بیان القرآن و حضرت لاہوری)
- ۲ پچھلی آیت میں جہاد کا ذکر فرمایا تو اب اس آیت سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور دونوں حضرات نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور ان دونوں حضرات کے مخالفوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا دی گئی۔

لما ذکر امر الجہاد بین ان موسیٰ وعیسیٰ امرًا بالتوحید وجاہد ا فی سبیل اللہ وحل العقاب بمن خالفہما۔ (القرطبی)
یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرما کر مسئلہ جہاد کو مزید قوت دی گئی۔

۳ پچھلی آیات میں جہاد نہ کرنے والوں کی جو مذمت بیان ہوئی تھی کہ لم تقولون مالا تفعلون اب اس آیت میں اسی مضمون کی تاکید ہے گویا کہ یوں کہا جا رہا ہے کہ ان جہاد سے پیٹھ پھیرنے والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کا واقعہ سنا دیجئے کہ کس طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ”جبارہ“ کے خلاف جہاد کی دعوت دی مگر انہوں نے سخت نافرمانی کرتے ہوئے جہاد سے انکار کر دیا اور اپنے اس انکار پر ڈٹے رہے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سخت ایذا پہنچائی۔ (مفہوم روح المعانی)

پس اب بھی جہاد سے بھاگنے والے لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچا رہے ہیں۔ اور ان کی حالت بھی بنی اسرائیل کے ان لوگوں جیسی ہے جو دعویٰ تو بہت اونچے کرتے تھے مگر جہاد اور عمل کے میدان میں بالکل صفر تھے۔

ایسے فسادی لوگ قتال کے مستحق ہیں

بیان القرآن میں ہے:-

۱ آگے کفار کے مستحق قتل و قتال ہونے کی علت یعنی ایذا رسانی، تکذیب، مخالفت رسول کا بیان فرمانا مقصود ہے اور اسی کی مناسبت سے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں۔

۲ پس ارشاد ہے کہ وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں وہ ایذائیں مختلف طور پر تھیں۔ پھر جب وہ لوگ اس سمجھانے کے باوجود ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ اسی طرح یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انواع مخالفت سے ایذائیں پہنچاتے ہیں، اس لئے ان کا ٹیڑھا پن اور فسق زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ امید اصلاح کی نہیں رہی، پس ان کا فساد مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا۔ (بیان القرآن بحذف و تسہیل)

دو اشارے

۱ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت سے دل ٹیڑھے ہوتے ہیں اور ہدایت سے محرومی ہوتی ہے پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور جہاد نہیں کرتے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے جائینگے کہ پھر ہدایت کی توفیق نہ ملے۔ چنانچہ منافقین کے ساتھ اسی طرح ہوا۔

۲ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے اور یہ جہاد جن کے خلاف ہوگا ان میں یہود و نصاریٰ خاص طور پر شامل ہوں گے جن کا تذکرہ ان آیات میں چل رہا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُورَةُ الصَّفِّ ۱۰۰ مَكِّيَّةٌ آيَةُ ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کا تمہاری طرف رسول ہوں تو رات جو

إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَبُشْرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي

مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے

مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۱

گا اور اس کا نام احمد ہوگا پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آ گیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

خلاصہ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی بنی اسرائیل میں سے بہت سوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی انکار کر دیا حالانکہ وہ کھلے معجزات لے کر آئے تھے اور اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کرتے ہیں، ایسے ضدی، ظالم اور ہٹ دھرم کافروں کا قتال کے سوا اور کیا علاج ہو سکتا ہے؟

جہاد کی ربط

بیان القرآن میں ہے:-

وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ سے پہلے تو رات آچکی ہے میں اسکی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام مبارک احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت کے لئے ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو لوگ ان معجزات کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور جادو بتا کر انکی نبوت کو جھٹلایا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت میں موجودہ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ یہ سب ظلم عظیم ہے پس اس ظلم کے پھیلنے اثرات کو مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا عین مصلحت کے مطابق ہے۔ (مفہوم بیان القرآن)

آیت مبارکہ کے بعض مضامین

- ۱ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ اکثر ”ابن مریم“ لایا جاتا ہے تاکہ ان ظالم عیسائیوں کے عقیدے کی نفی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، قرآن پاک بتاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہیں بلکہ حضرت مریم کے بیٹے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر حقانی)
- ۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب فرماتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے تھے نہ کہ تمام انسانیت کے لئے اور وہ ”خاتم انبیاء بنی اسرائیل“ تھے یعنی انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ ان پر ختم ہو گیا اور ان کے بعد پورے عالم کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا جو بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل سب کے لئے بھیجے گئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر حقانی، انوار البیان، ابن کثیر)
- ۳ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توراہ کی تصدیق فرمائی۔ اس تصدیق کے کیا معنی ہیں؟ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا توراہ کی تصدیق تھی جبکہ باقی مفسرین نے عمومی مطلب لیا ہے کہ انہوں نے توراہ کی سچائی کو بیان کیا۔
- ۴ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام ”احمد“ ہوگا۔ حضرات مفسرین نے اس پر دو طرح کی بحث فرمائی ہے بعض مفسرین نے قرآن اور احادیث سے ثابت فرمادیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی۔ اور مسلمانوں کے لئے قرآن و احادیث ہی کافی ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، تفسیر خازن اور تفسیر قرطبی میں کئی احادیث اور روایات بیان ہوئی ہیں۔
- اور ان حضرات نے نجاشی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ واقعی انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود ہے۔ شائقین حضرات ان تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۵ جبکہ بعض مفسرین نے اہل کتاب پر حجت قائم کرنے کے لئے موجودہ توراہ اور انجیل میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتوں کی تفصیل درج کی ہے۔
- اور اس سوال کا جواب دیا ہے کہ ”احمد“ نام سے بشارت کیوں موجود نہیں ہے اور ثابت کیا ہے ”فارقلیط“ کی بشارت کا مصداق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر زیادہ جامع، مدلل اور مفصل بحث تو تفسیر حقانی میں ہے جبکہ بیان القرآن اور انوار البیان میں بھی اس بحث کا بہت عمدہ خلاصہ درج ہے جبکہ عربی تفاسیر میں سے تفسیر کبیر، روح المعانی نے اس موضوع کو چھیڑا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۶ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے حوالے سے صاحب انوار البیان نے قادیانیوں کی تردید بھی فرمائی ہے۔
- ۷ تمام انبیاء علیہم السلام کے ذمہ لازمی تھا کہ وہ اپنی قوم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیں اور ان

سے وعدہ لیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موجودگی میں تشریف لے آئے تو وہ انکی پیروی کریں گے۔ ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس بارے میں ذکر فرمایا ہے۔

۸ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں بنی اسرائیل کو انہوں نے اپنی قوم فرمایا یقوم لم تؤول ذونہی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اپنی قوم نہیں فرمایا کیونکہ قوم اور نسب کا سلسلہ والد سے چلتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر والد کے پیدا فرمایا اس لئے آپ نے بنی اسرائیل کو اپنی قوم نہیں فرمایا ملاحظہ فرمائیے المدارک، جلالین، حقانی۔

۹ ”احمد“ کے کیا معنی ہیں یہ بنا بر فاعلیت ہے یا بنا بر مفعولیت حضرات مفسرین نے عمدہ اور دلکش عبارتیں لکھی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ البغوی، القرطبی اور تفسیر مظہری

۱۰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اور ولادت کے وقت کی بشارات اور انوارات کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر



سُورَةُ الصَّفِّ ۱۰۰ آیت ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَ

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسلام کی طرف اسے بلایا جا رہا ہو اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۴﴾

اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سے زیادہ محبوب جہاد کا عمل ہے اور اس عمل کا میدان مخالفین اسلام ہیں۔

”أحب الأعمال إلى الله (الجهد) كما ميدان عمل مخالفين اسلام ہیں“ (حضرت لاہوری)

جہاد کی ربط

بیان القرآن میں ہے:-

اور واقعی اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ سچے نبی کی نبوت

کا انکار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمائی ہوئی چیز کا انکار کرنا اور نہ فرمائی ہوئی کو اسکی طرف منسوب کرنا یہ سب جھوٹ

باندھنے میں آتا ہے۔ اور يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ سے اسکی مزید خرابی بیان فرمائی کہ تنبیہ اور دعوت کے باوجود اسلام

کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ سے یہ بات سمجھائی کہ ان لوگوں کی اصلاح ممکن

نہیں۔ چنانچہ اب ان کے لئے قتال کی سزا تجویز کرنا ہی مصلحت کے مطابق ہے۔ (تسہیل بیان القرآن)

اہل کتاب مراد ہیں

حضرت شاہ صاحب کے نزدیک اس آیت میں ان اہل کتاب کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ جو اپنی کتابوں میں

مذکور رسول اللہ ﷺ کی خبریں اور علامتیں مٹاتے تھے۔ ایسے لوگ بہت ظالم ہیں اللہ تعالیٰ کی باتوں کو چھپاتے اور

مٹاتے ہیں پس آیت میں اہل کتاب سے جہاد کی ترغیب ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں

”یہ فرمایا احوال کتاب والوں کا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر چھپاتے تھے“ (موضع القرآن)

سب کا جھوٹ

تفسیر حقانی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیت مبارکہ نے کفار کے تمام مذاہب کا حال بیان کیا ہے کہ وہ

سب کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا ظلم عظیم کر رہے ہیں، یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا مجوسی ہر ایک نے اللہ تعالیٰ پر طرح طرح کے جھوٹ ایجاد کر رکھے ہیں اور ہر آئے دن نئے جھوٹ گھڑتے رہتے ہیں اور کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی سچی باتیں نہیں ہیں یہ صرف دین اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام دنیا کو دیتا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر حقانی

پس جو لوگ مخلوق تک خالق کی سچی باتیں نہیں پہنچنے دیتے وہ مخلوق کے دشمن ہیں کہ اس کو کامیابی کے راستے سے روکتے ہیں تو ایسے لوگوں کی طاقت کو اگر جہاد سے نہ توڑا گیا تو دنیا جھوٹ، کفر اور گمراہی سے بھر جائے گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الصَّفِّ ۙ مَا لَنْبِيهِ ۙ آیت ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝^۸

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برائے ہیں۔

خلاصہ

مخالفین اسلام اس نور الہی (یعنی دین اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنا چاہتا ہے لہذا اللہ والوں کی جماعت کفار کی کوششوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگی۔ (حضرت لاہوری)

آسان تفسیر

”جنہیں اسلام قبول کرنا نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کے پھونکوں سے بجھادیں ان کے ارادوں سے کچھ نہ ہوگا اسلام بڑھ چڑھ کر رہے گا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرما دے گا کافروں کو برا لگے لگتا رہے، انہیں اسلام کی ترقی اور اس کا عروج گوارا نہیں ان کی اس ناگواری کا اسلام کی رفعت اور بلندی پر کچھ اثر نہیں پڑے گا“ (انوار البیان)

ایک پیشین گوئی

آیت مبارکہ میں ایک پیشین گوئی بھی ہے کہ کفار برابر دین اسلام کو مٹانے اور جڑ سے کاٹنے کی کوشش میں لگے رہیں گے۔ پس مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیے (واللہ اعلم بالصواب)

کفار کی بے بسی کا مذاق

مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت مبارکہ میں ایک تمثیل ہے کہ جس طرح کوئی شخص پھونک مار کر سورج کو نہیں بجھا سکتا اسی طرح کفار بھی اپنی زبانی اور عملی کوششوں سے جتنا زور لگائیں اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ گویا کہ اس میں انکی بے بسی پر ایک طرح کا ”جہلم“ ہے۔ (المدارک، ابن کثیر، وغیرہ)

اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ اس کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ وقال ابن عباس مظهر دینہ۔ (الحازن)

صدیوں کی تاریخ گواہ ہے

تفسیر حقانی میں صدیوں کی ان کوششوں کا خلاصہ بیان کیا ہے جو اسلام کو مٹانے کے لئے ہوئیں۔ صلیبی جنگیں، تاتاری فتنہ اور مسلمانوں کے اندر سے اٹھنے والے فتنے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی قرآن پاک کے ایک حرف کو نہیں مٹا سکا اور نہ اسلام کے کسی قطعی حکم کو بدل سکا والحمد للہ رب العالمین۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر حقانی
تفسیر مظہری میں ہے:-

کافروں کو خوشی ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں، دین اسلام کو تو اللہ تعالیٰ پھیلا کر رہے گا دین کا جھنڈا ضرور بلند کرے گا، کافروں کی ناخوشی کی اس کو پروا نہیں۔ (تفسیر مظہری)



سُورَةُ الصَّفِّ ۱۰ آیت ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلٰی الدِّیْنِ

وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر

کَلِّہٖ وَ لَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۙ

غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ اس دین حق کو ساری دنیا کے ادیان پر غالب کرنے کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ لہذا سرفروش اہل ایمان اس وقت تک چین نہیں لیں گے جب تک دین الہی کو یہ عزت حاصل نہ ہوگی۔ (مفہوم لاہوری)

دلائل نبوت میں سے ایک روشن دلیل

امام ابو بکر صا رازیؓ تحریر فرماتے ہیں:-

یہ آیت مبارکہ ”دلائل نبوت“ میں سے ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کے دلائل میں سے ہے) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ آیت اس وقت سنائی جب مسلمان کمزور تھے، تھوڑے تھے اور مغلوبیت اور خوف کی حالت میں تھے۔ مگر اس آیت نے جو خردی وہ پوری ہوئی۔ اس زمانے میں جتنے بڑے مذاہب تھے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، صابی اور سندھ وغیرہ کے بت پرست۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں بچا جن پر مسلمانوں نے غلبہ نہ پایا ہو اور ان کے تمام یا بعض شہروں پر قبضہ نہ کیا ہو اور ان کے دور دراز علاقوں کی طرف ان کو نہ دھکیل دیا ہو۔ پس یہ ہے اس آیت کا مصداق اور وہ غلبہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اسکی وحی صرف اس کے رسولوں کو کی جاتی ہے پس یہ واضح دلیل ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی۔ و قوله تعالیٰ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّیْنِ كَلِّہٖ

من دلائل النبوة لانه اخبر بذلك والمسلمون في ضعف وقلة وحال خوف مستذون مقهورون فكان مخبره على ما اخبر به لان الاديان التي كانت في ذلك الزمان اليهودية والنصرانية والمجوسية والصائبة وعباد الاصنام من السند وغيرهم فلم تبق من اهل هذه الاديان امة الا وقد ظهر عليهم المسلمون فقهرهم وغلبوهم على جميع بلادهم اوبعضها وشردوهم الى اقاصي بلادهم فهذا هو مصداق هذه الآية التي وعد الله تعالى رسوله فيها اظهاره على جميع الاديان وقد علمنا ان الغيب لا يعلمه الا الله عز وجل

ولا یوحی بہ الا الی رسلہ فہذہ دلالتہ واضحہ علی صحۃ نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (احکام القرآن)

دو غلبے

امام قرطبی لکھتے ہیں:-

اسلام کے غالب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی دوسرا دین ہی باقی نہ رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام ان پر بلند اور غالب ہو جائیں گے، اور غلبے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہ رہے تو ایسا آخری زمانے میں ہوگا مجاہد فرماتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو اس وقت روئے زمین پر اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔ قال مجاہد: وذلك اذا نزل عیسیٰ لم یکن فی الارض دین الا دین الاسلام۔ (القرطبی)



سُورَةُ الصَّفِّ ۱۰۰ مَكِّيَّةٌ آيَةُ الْاٰلِهَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُّوْكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُبْحِیْكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝۱

اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم

تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ

کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں

جَنَّتِ بَجْرِيٍّ مِّنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَدَّتِ عَدْنٍ ط

جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ وَاٰخِرٰى يُحِبُّوْنَهَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے اور

قَرِيْبٌ ط وَبَشِيْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدے۔

خلاصہ

۱ ایمان والوں کیلئے جہاد فی سبیل اللہ ایک ایسی تجارت ہے جو انہیں دردناک عذاب سے بچاتی ہے۔

۲ جہاد فی سبیل اللہ میں کسی مؤمن کا جان و مال لگانا اس کے لئے بہت بڑی خیر ہے مگر اس بات کو سمجھنے والے ہی سمجھتے ہیں، (اکثر لوگ تو جان و مال بچانے کی فکر میں اپنا جان و مال ضائع کر دیتے ہیں جبکہ مجاہد اپنا فانی جان و مال لگا کر ہمیشہ کی عظیم الشان نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے)۔

۳ مؤمن اگر جہاد فی سبیل اللہ کرے تو اس کے لئے دو کامیابیاں ہیں (الف) بڑی اور اصلی کامیابی (ب) فوری اور پسندیدہ کامیابی۔ بڑی کامیابی تو یہ ہے کہ اس کے گناہ معاف کر کے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کے اونچے مقامات عطا کر دیئے جائیں گے۔ اور فوری کامیابی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتوحات ہیں۔ پس ایمان والوں کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں اور ہر طرح کی بشارتیں اور خوشخبریاں، دنیا اور آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل

تفسیر خازن میں ہے:-

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب اہل ایمان نے تمنا کی کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کا پتا چل جائے تو وہ اسکو اپنائیں۔ اور اس عمل کو تجارت اس لئے کہا گیا کہ اس کے ذریعہ بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے اور وہ نفع ہے اللہ تعالیٰ کی رضا، اور اسکی جنت کا پالینا اور جہنم سے بچ جانا۔

نزلت هذه الآية حين قالوا لولعلم أى الأعمال أحب إلى الله عزوجل لعملائنا وإنما سماها تجارة لانهم يربحون فيه رضا الله عزوجل ونيل جنته والنجاة من النار۔ (الحازن)

نجات کا قطعی حصول

حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں:-

عذاب الیم (یعنی جہنم کے دردناک عذاب) سے نجات دینے والی چیز ایمان باللہ وبالرسول کے بعد قتال فی سبیل اللہ ہے، ان تینوں چیزوں سے نجات کا حصول قطعی (یعنی یقینی) ہے۔ (حضرت لاہوریؒ)

تین چیزوں سے مراد (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان (۳) قتال فی سبیل اللہ

جہاد کی ترغیب اور اس کے دو ثمرات

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:-

ان آیات میں جہاد کے دو طرح کے ثمرات (فوائد) بیان فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے ایک ”ثمرۃ آخرت“ اور دوسرا ”ثمرۃ دنیویہ“، یعنی فوری فائدہ جو نصرت اور فتح ہے۔ (مفہوم بیان القرآن)

تجارت کرو

جس کسی کے ہاتھ میں کچھ سرمایہ ہو اسے عقلمند لوگ یہی مشورہ دیتے ہیں کہ اپنا سرمایہ تجارت میں لگا لو تا کہ اصل مال محفوظ رہے اور بڑھتا بھی رہے تو ان آیات میں مسلمان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اے مسلمان تو بھی تاجر ہے تیرے ہاتھ میں جان و مال کا سرمایہ ہے پس اس سرمائے کو ضائع ہونے سے بچالے اور تجارت میں لگا لے۔ اور وہ تجارت ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ (یعنی ایمان والوں کا جہاد کرنا)

والتجارة الجهاد (القرطبی)

① یہ تجارت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔

ہی التجارة بین اهل الایمان و حضرة الله تعالیٰ (تفسیر کبیر)

۲ اس تجارت میں گھائے اور نقصان کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ یہ سب سے بڑے گھائے یعنی دردناک عذاب سے بچانے والی ہے۔ تُنَجِّیْکُمْ مِّنْ عَذَابِ الْکَیْمِ

۳ اس تجارت کا سرمایہ ایمان لانا اور جان و مال سے جہاد کرنا ہے اور اس تجارت کا فائدہ اور نفع گناہوں کی معافی اور جنت کے اعلیٰ مقامات ہیں۔

۴ یہ بہت ہی مفید اور بہترین تجارت ہے، جان و مال بچانے سے جان و مال کا جہاد میں لگانا بہتر ہے اور دنیا کی تجارت سے یہ آخرت کے نفع والی تجارت بہت افضل ہے۔

ذِکْرُکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ۔ (المدارک)

ذِکْرُکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ تِجَارَةِ الدُّنْیَا وَالکِدْلِهَا وَالتَّصَدِی لَهَا وَحَدِّهَا۔ (ابن کثیر)

۵ اس تجارت میں فوری نفع بھی ہے اور وہ یہ کہ جہاد میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور اہل ایمان کو اہل باطل پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

ای اذا قاتلتہم فی سبیلہ ونصرتہم دینہ تکفل اللہ بنصرکم۔ (ابن کثیر)

آسان تفسیر

”تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان و مال سے جہاد کرو یہ وہ تجارت ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں، محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اس طرح راس المال یعنی اصل سرمایہ کم ہونے اور ضائع ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل خانہ تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔

لیکن ایمان والے اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روز کے افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون و محفوظ ہو جائیں گے، اگر مسلمان سمجھتے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع مکمل مغفرت اور ہمیشہ کی جنت کی صورت میں ملے گا، جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔

وَمَسْکِنٌ طَیِّبٌ فِی جَدَّتِ عَدْنٍ یعنی وہ سترے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مومنین کو آباد ہونا ہے یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔ آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے۔

وَأُخْرٰی مَحْبُوْبَةٌ یعنی اصلی اور بڑی کامیابی تو وہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے نفی القیم کی سلطنت کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی ایک چیز ہے جسے تم طبعاً محبوب رکھتے ہو، وہ بھی تمہیں دی جائے گی وہ کیا ہے

نَهَرَمَنْ اَللّٰهُ وَفَتْمٌ قَرِيْبٌۙ اَللّٰهُ تَعَالٰی كى طرف سے ايك مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والى فتح و ظفر جن ميں سے ہر ايك دوسرے كے ساتھ لازم ہے، دنيا نے ديكھ ليا كہ قرون اولى كے مسلمانوں كے ساتھ يہ وعدہ كيسى صفائى سے پورا ہوا اور آج بھى مسلم قوم اگر سچے معنى ميں ايمان اور جہادنى سبيل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو يہى كاميابى ان كو حاصل ہو جائے گی۔ (تسہيل عثمانى)

قربانى كى ترغيب

تفسير كبير ميں ہے:-

بعيد نہیں كہ جنت كے عمدہ مكانات وغيرہ كا تذكرہ مسلمانوں كو گھر بار چھوڑنے اور مال قربان كرنے اور جہاد كى ترغيب دينے كے لئے ہو۔ (كہ يہاں چھوڑو گے تو وہاں بہت بہتر پالو گے)

ولا يبعد ان اللہ تعالٰى رغبهم فى هذه الآيۃ الى مفارقة مساكنهم وانفاق اموالهم والجہاد۔ (تفسير كبير)

ايك لشكر كى تيارى

تفسير حقانى ميں ہے:-

”عالم بالا دنيا پر ايك سلطنت قائم كرنے والا لشكر تيار كرنے والا ہے جس سے اس نور كے بجھانے (كى كوشش كرنے) والوں كو زير كيا جاوے اس لئے ان آيات ميں ايك بڑے اجر اور بيش بہا تنخواہ پر جو دنيا و آخرت كى سعادت كو شامل ہے اعلان ديتا ہے اور اس كے ضمن ميں اس ضرورى كام سے پہلو تہى كرنے پر عذاب اليم كا خوف بھى دلاتا ہے تا كہ بڑى مستعدى كے ساتھ ايك لشكر جرتيار ہو جاوے جو دنيا كو تمام نجاتوں سے پاك كر دے۔ (تفسير حقانى)



مجموعہ مبارکہ

جہاد فی سبیل اللہ وہ کامیاب ”تجارت“ ہے کہ جس میں نفع ہی نفع ہے۔ ملاحظہ فرمائیے جہاد اور مجاہد کی فضیلت پر چند مبارک روایات۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت، حقیقت اور فضیلت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لوگوں میں سب سے افضل

۱ ان ابوسعید حدثہ قال قیل یا رسول اللہ ای الناس افضل؟ فقال رسول اللہ ﷺ مؤمن یجاہد فی سبیل اللہ بنفسہ و مالہ قالوا ثم من؟ قال مؤمن فی شعب من الشعاب یتقی اللہ و یدع الناس من شرہ۔

(رواہ البخاری فی باب افضل الناس مؤمن مجاہد بنفسہ و مالہ فی سبیل اللہ ص ۳۹۱ ج ۱)

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں! عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مؤمن جو اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے انہوں (یعنی صحابہ کرام) نے کہا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

مجاہد کے لئے کامیابی کی پکی ضمانت

۲ ان اباہریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مثل المجاہد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یجاہد فی سبیلہ کمثل الصائم القائم وتوکل اللہ للمجاہد فی سبیلہ بأن یتوفاه ان یدخلہ الجنة أو یرجعہ سالما مع اجر او غنیمۃ۔ (رواہ البخاری فی باب افضل الناس مجاہد بنفسہ و مالہ فی سبیل اللہ ص ۳۹۱ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے ”اس شخص کی طرح ہے جو برابر روزہ رکھتا اور نماز پڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کیلئے اسکی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے وفات دے گا تو جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ و سلامت ثواب و غنیمت کے ساتھ (گھر) واپس لوٹائے گا۔

مجاہد خیر الناس

۳ عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ ﷺ عام تبوک یخطب الناس وهو مسند ظهرہ الی راحلته فقال الا اخبرکم بخیر الناس وشر الناس ان من خیر الناس رجلا عمل فی سبیل اللہ علی ظهر فرسہ او علی ظهر بعیرہ او علی قدمہ حتی یأتیہ الموت وان من شر الناس رجلا فاجرا یقرأ کتاب اللہ لا یرعوی الی شی منہ۔ (رواہ الترمذی باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ ص ۵۴ ج ۲)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنی سواری سے سہارا لگائے ہوئے خطبہ دے رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین اور بدترین لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پشت پر سوار ہو کر یا پیدل چلتا ہے یہاں تک کہ اسکی موت آجاتی ہے جبکہ بدترین شخص وہ ہے جو کہ فاجر ہے وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر کسی طور عمل نہیں کرتا۔

مجاہد کے لیے جہنم سے نجات

۴ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یجتمعان فی النار مسلم قتل کافر اثم سدد وقارب ولا یجتمعان فی جوف مؤمن غبار فی سبیل اللہ وفیہ جہنم ولا یجتمعان فی قلب عبد الا یمان والحسد۔ (رواہ الترمذی فی باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ ص ۵۴ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے کسی کافر کو قتل کر ڈالا اور پھر درمیانہ راستہ اختیار کیا۔ تو وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا (اسی طریقہ سے) جہنم کی گرمی اور دھواں اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار اکٹھا نہیں ہو سکتا نیز کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

مجاہد کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد

۵ عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال ثلاثۃ کلہم علی اللہ عزوجل عونہ المجاہد فی سبیل اللہ والناکم الذی یرید العفاف والمکاتب الذی یرید الاداء۔ (رواہ الترمذی فی باب فضل الروضۃ فی سبیل اللہ ص ۵۵ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جنکی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کا مجاہد، ایسا نکاح کرنے والا جو برائی سے بچنے کے لئے نکاح کرے اور وہ مکاتب جو (حق مکاتب) ادا کرنا چاہتا ہو۔

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

① عن ابی ہریرۃ قال قیل للنبی ﷺ ما یعدل الجہاد فی سبیل اللہ قال لا یستطیعوہ قال فأعادہ علیہ مرتین او ثلاثہ کل ذلك یقول لا یستطیعوہ قال فی الثالثہ مثل المجاہد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم الغائم الغائم بایات اللہ لایفتر من صیام ولا صلوة حتی یرجع المجاہد فی سبیل اللہ تعالیٰ۔

(رواہ مسلم ص ۱۳۲ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد کے برابر کونسا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ اسکی استطاعت نہیں رکھتے۔ راوی کہتے ہیں آپ ﷺ سے دو یا تین مرتبہ یہی سوال پوچھا گیا ہر دفعہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ لوگ اسکی استطاعت نہیں رکھتے تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزہ رکھنے والے، شب بیدار اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی فرمانبرداری کرنے والے کی طرح ہے جو روزے اور نماز سے نہیں تھکتا، یہاں تک کہ مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد سے واپس لوٹ آئے۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب

② عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال ثلاثۃ یحبہم اللہ فذکر احدہم: رجل کان فی سریۃ فلقوا العدو فہزموا فأقبل بصدرة حتی یقتل أو یفتح لهم بصدرة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲۸ ج ۱۰)

حضرت ابو ذرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں (راوی کہتے ہیں) کہ ان میں سے ایک کا ذکر فرمایا۔ وہ آدمی جو لشکر میں ہو پس وہ لشکر دشمن سے لکرائے پھر وہ شکست کھا جائے تو یہ آدمی سینہ تان کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یا وہ اپنے آگے بڑھنے کی وجہ سے ان کیلئے فتح پالے۔

جہاد سل عبادت

③ ان ابا ہریرۃ حدث قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ! علمنی عملاً یعدل الجہاد قال: لا اجده قال هل تستطیع انا خرج المجاہدان تدخل مسجدک فتقوم لا تفتر وتصوم لا تقطر؟ قال لا استطیع ذلك: فقال ابو ہریرۃ ان فرس المجاہد لیستن فی طولہ فتکتب لہ حسناتہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۵ ج ۱۰)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا عمل سکھا دیں جو جہاد کے برابر ہو آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسا عمل نہیں پاتا۔ (پھر) فرمایا کیا تو استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو اور بغیر تھکے قیام کرے اور سل روزے رکھے۔ انہوں نے جواب دیا، میں اسکی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ مجاہد کا گھوڑا جب لمبائی میں آگے پیچھے چلتا ہے تو مجاہد کے لئے اسکی وجہ سے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

کامیاب زندگی

۹ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ أنه قال: من خیر معاش الناس رجل ممسک بعنان فرسه فی سبیل اللہ یطیر علی متنہ كلما سمع هیعة أوفزعة طار علیہ یتبغی القتل والموت مظانہ أو رجل فی غنمة فی رأس شعفة من هذه الشعف أویطن وادم من هذه الأودية یتقیم الصلوة ویؤتی الزکوۃ و یعبد ربہ حتی یأتیہ المیقین لیس من الناس الا فی خیر۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۶۸ ج ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام لوگوں میں اچھی زندگی والا وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر اڑتا پھر رہا ہو جب کبھی وہ گھبراہٹ کی آواز سنے تو اس پر اڑتا ہی چلا جائے وہ موت اور قتل کی جگہیں تلاش کرتا پھرے یا وہ آدمی جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر (اپنی) بکریوں میں ہو یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں ہو وہ نماز کا پابند رہے، زکوٰۃ ادا کرے اور موت کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کرتا رہے لوگوں میں سے یہی بھلائی میں ہے۔

مجاہد کا ایک دن، ہزار برابر

۱۰ قال عثمان بن عفان فی مسجد الخیف: یا ایہا الناس حدیثا سمعتہ من رسول اللہ ﷺ کنت اکتبکم وہ ضنابکم قد بدالی ان ابدیہ نصیحة لکم سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: یوم المجاہد فی سبیل اللہ کالف یوم فیما سواہ فلینظر منکم کل امرئ لنفسہ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۷۱ ج ۹)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے مسجد خیف میں ارشاد فرمایا اے لوگو! میں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپایا کرتا تھا تم پر بخل کی وجہ سے (یعنی اسلئے کہ تم سب مجھے چھوڑ کر نہ نکل جاؤ) اب میں نے مناسب سمجھا کہ تمہارے سامنے اس حدیث کو تمہاری خیر خواہی کے پیش نظر ظاہر کر دوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہد کا ایک دن لگانا اللہ تعالیٰ کے راستے کے علاوہ میں ہزار دن لگانے کی طرح ہے پس تم میں سے ہر ایک اپنے لئے (جو صورت چاہے) پسند کر لے۔

بے شمار نیکیاں

۱۱ عن ابن عباس قال جمیع اعمال بنی آدم تحضرہا الملائکة الکرام الکاتبون إلا خیار المجاہدین فی سبیل اللہ فان الملائکة الذین خلقہم اللہ یعجزون عن علم احصاء حسنات أدناہم (کنز العمال ص ۱۳۶ ج ۴)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی آدم کے تمام اعمال کراما کاتبین فرشتے لکھتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے راستے کے مقبول مجاہدین کے اعمال کے، اسلئے کہ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے وہ ان میں سے ادنیٰ مجاہد کی نیکیوں کو شمار کرنے سے عاجز ہیں۔

ایمان کامل

۱۲ عن ابی سعیدؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ اکمل المؤمنین ایماناً رجل یجاہد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ ورجل عبد اللہ منی شعب من الشعب قد کفی الناس شرہ (متدرک حاکم، ابوداؤد بحوالہ کنز العمال ص ۱۲۳ ج ۴) حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام ایمان والوں میں سے کامل مؤمن وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرے اور دوسرا وہ آدمی جو کسی گھائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے (اور) لوگ اسکے شر سے محفوظ ہوں۔



سُورَةُ الْاِنْفِثَارِ مَلَانِيْتِهٖ
آیت ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ

لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ پھر

فَأَمَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ

ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا پھر ہم نے ایمان والوں کو ان کے

أَمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَاصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿۱۳﴾

دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

خلاصہ

- ۱ احبّ الاعمال الی اللہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں لگنے والے ”انصار اللہ“ ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار
- ۲ مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمائی جا رہی ہے اور ترغیب دینے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا تذکرہ فرمایا ہے
- ۳ اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الف صلوات و تحیات) کے غلبے کی بشارت ہے

دعوت جہاد کی تاکید

امام بغویؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت اور دین کے دشمنوں سے جہاد پر ابھارتے ہوئے فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ۔ (البغوی، الخازن)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

جہاد کی تاکید فرماتے ہیں کہ تم بھی اپنے نبی کے حواری بن جاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دشمنوں پر غالب

فرمادے جس طرح اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو ان کے مخالفین پر غلبہ عطا فرمایا۔

اکدامر الجہادای کونوا حواری نبیکم لیظہر کم اللہ علی من مخالفکم کما أظہر حواری عیسیٰ علی من مخالفہم۔ (القرطبی)
اور مزید لکھتے ہیں:-

ایک قرأت میں انصاراً للہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ثابت قدم رہو اور تلوار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار)
لان معنہ اثبتوا و کونوا اعوانا للہ بالسیف علی أعدائہ۔ (القرطبی)
حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:-

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ اس طریق سے جو تمہارے لئے مشروع ہے یعنی ”جہاد“
(بیان القرآن)

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

”أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ) کی ابتداء اسی طرح ہوگی جس طرح حواریین عیسیٰ علیہ السلام نے کام شروع کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پہلے تبلیغ شروع کی اس کے بعد مؤمن اور کافر جو دو جماعتیں پیدا ہو گئی۔ دونوں کے مقاصد میں چونکہ تضاد تھا دونوں آگے چل کر ٹکرائیں، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو فتح عطاء فرمائی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

آئندہ حالات کی بشارت ہے

اس آیت مبارکہ سے یہ بشارت بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں لڑائی ہوگی آپ کے دین کی خاطر لڑنے والے ”انصار اللہ“ کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اور وہ غالب رہیں گے حضرت شاہ صاحب کے کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔
”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کیں ہیں تب ان کا دین نشر ہوا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی خلیفوں نے اس سے زیادہ کیا“ (موضح القرآن)

حواری

تفسیر حقانی میں ہے:-

حواری کا لفظ عربی زبان میں ”حور“ سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سفیدی کے ہیں، اس لئے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی (حواری کہتے ہیں) جس کے دل میں محبت و نصرت

کی سفید روشنی ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جواول ان پر ایمان لائے اور ان کے یار و مددگار ہوئے اسی لئے حواری کہتے ہیں نہ کہ اس لئے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ ان بارہ شخصوں کے نام یہ ہیں۔

- | | |
|----------------------------|--------------------------------|
| ۱ شمعون جو پطرس کہلاتے ہیں | ۷ تہوما |
| ۲ اندریاس | ۸ متی |
| ۳ یعقوب | ۹ ہلقا کا بیٹا یعقوب |
| ۴ یوحنا | ۱۰ لمبی جو تہدی بھی کہلاتے ہیں |
| ۵ فیلبوس | ۱۱ شمعون کنعانی |
| ۶ برتھولا | ۱۲ یہوداہ |

ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے پہلے قبول کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلص تھے ان حضرات نے دین کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں، ان کا طرز معاشرت بھی درویشانہ تھا۔ بلاآخر یہ لوگوں کے ہاتھوں سے قتل (یعنی شہید) ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا۔ (حتانی تسہیل)

اہل اسلام کے لئے فتح کی بشارت

اکثر مفسرین تو یہی فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے ماننے والوں کی فتح اور کامیابی کا تذکرہ ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں اور آپ کا انکار کرنے والوں میں مقابلہ رہا، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نصرت فرمائی تو وہ غالب رہے، مگر بعض بڑے مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو غلبہ تب ملا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تب ان کو ان لوگوں پر غلبہ ملا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے یا ان کے بارے میں غلط اور کفریہ عقیدہ رکھتے تھے۔

امام بغویؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا تو بنی اسرائیل تین فرقوں میں بٹ گئے ایک فرقے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے جو اوپر چلے گئے دوسرے فرقے نہ کہا وہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا اور تیسرے فرقے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا ہے یہ فرقہ ایمان والا تھا۔ لوگ ان تین فرقوں میں بٹ گئے اور ان کی آپس میں جنگیں ہوئیں ان جنگوں میں دونوں کافر فرقے ایمان والے فرقے پر غالب رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ایمان والا فرقہ (مسلمان ہو کر) کافر فرقوں پر غالب آ گیا۔ (ملاحظہ فرمائیے تفسیر بغوی)

امام ابن کثیرؒ نے بھی اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے:-

فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ باظہار محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیہم علیٰ دین الکفار کہ بنی اسرائیل میں سے ایمان والوں کو غلبہ تب ملا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیدے کو کفار کے عقیدے پر غالب فرمادیا آگے امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت غالب رہے گی اور حق پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے اور اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملکر دجال سے جہاد کریں گے۔

فامة محمد صلى الله عليه وسلم لا يزالون ظاهرين على الحق حتى ياتي امر الله وهم كذلك وحتى يقاتل آخرهم الدجال مع المسيح عيسى ابن مريم عليه السلام۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک جامع عبارت

تفسیر عثمانی میں اس آیت مبارکہ کے بارے میں مفسرین کے اکثر اقوال میں تطبیق کی کوشش کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت:-

”یعنی بنی اسرائیل میں دو فرقے ہو گئے ایک ایمان پر قائم ہوا اور دوسرے نے انکار کیا، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آپس میں دست و گریبان رہے آخر اللہ تعالیٰ نے اس بحث و مناظرہ اور خانہ جنگیوں میں مؤمنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نام لیوا (نصاری) یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو بچے گھچے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا۔ حجت و برہان کے اعتبار سے بھی اور قوت و سلطنت کے اعتبار سے بھی فله الحمد والمنة“۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ہیں

اس وقت دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صرف مسلمان ہی صحیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ جبکہ خود کو عیسائی کہنے والوں نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کا بھی انکار کر رکھا ہے اور ان کی تعلیمات کا بھی۔

مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ویسے ہی مانتے ہیں جیسے کہ وہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور ان پر ایمان لانے کے جو احکامات سنائے تھے ان کو بھی مسلمان مانتے ہیں۔ اور آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک فرد اور ایک مجاہد کے طور پر تشریف لائیں گے۔

والحمد لله رب العالمين

تم سورة الصف والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسليماً كثيراً، كثيراً، كثيراً

(لیلیۃ النہیس ۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ)

سورة

الْمُفَقَّرُونَ

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں مکمل سورۃ المنافقون کے

مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے ”منافقین“ اسلام اور جہاد کے خطرناک ترین دشمن ہیں، اس لئے مجاہدین کے لئے لازم ہے کہ وہ منافقین اور ان کے کردار اور ان کے طریقہ واردات کو سمجھیں اور منافقین کی عادات اور خصوصیات سے بچیں اور اپنی صفوں کو نفاق کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ سورۃ المنافقون اس سلسلے میں بہترین رہنمائی فرماتی ہے۔

ابتدائیہ

سورۃ المنافقون کی گیارہ آیات کے مضامین کا خلاصہ

آیت ۱ غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ۔ منافقین جھوٹے ہیں۔

آیت ۲ یہ دین سے اور جہاد سے روکتے ہیں۔

آیت ۳ ان کے دلوں پر بدبختی کی مہر لگ چکی ہے۔

آیت ۴ منافقین ایمان اور جذبات سے خالی، بے کار، کم ہمت اور بزدل لوگ۔

آیت ۵ منافقین متکبر اور استغفار سے محروم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی سے ناواقف۔

آیت ۶ منافقین معافی سے محروم۔

آیت ۷ منافقین مسلمانوں کی مالی امداد کے ذرائع روکنے کی کوشش کرنے والے، مسلمانوں کی اجتماعیت کے دشمن۔

آیت ۸ منافقین مسلمانوں میں علاقہ پرستی کی بنیاد پر پھوٹ ڈالنے والے، فانی چیزوں میں عزت دیکھنے والے۔

آیت ۹، ۱۰، ۱۱ مسلمانوں کو بیداری کی تلقین تاکہ ان کے اندر مرضِ نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد



سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ مَكِّيَّةٌ آيَاتُهَا ۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول

یَعْلَمُ اِنَّكَ لِرَسُوْلِهِ ط وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱

ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق

اِتَّخَذُوْا وَاٰیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا

جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پھر (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطَبَعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَمَوْ

کیسا برا کام ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی

لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۳

گئی پس وہ نہیں سمجھتے

خلاصہ

۱ اسلام اور مسلمانوں کے داخلی دشمن ”منافقین“ کا تذکرہ جو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان کی صفات یہ ہیں۔

۲ وہ بہت زور دے کر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان کی تکذیب فرمادی۔

۳ انہوں نے اپنی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا رکھا ہے، یعنی بے دھڑک قسمیں کھا کر مسلمانوں میں عزت اور اعتبار حاصل کرتے ہیں تاکہ مسلمان انکی جان و مال کے ساتھ کافروں جیسا سلوک نہ کریں۔

۴ وہ لوگوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے طرز عمل سے کافروں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔

۵ ان کے دل بالکل مسخ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ نعمت اسلام کو قریب سے دیکھ کر پھر دل سے اس کے منکر ہوئے تو ان کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دی گئی۔

شان نزول

اکثر مفسرین کے نزدیک سورۃ المنافقون غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر نازل ہوئی۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری

دو صحابہ کرام کے درمیان لڑائی ہوگئی دونوں نے اپنی اپنی قوم کو بلایا۔ یہ لڑائی بھڑکنے کو تھی کہ آپ ﷺ کو خبر ہوگئی آپ ﷺ نے قومیت کے نعرے کو جاہلی اور بدبودار نعرہ قرار دیا اور فریقین کے بڑوں نے یہ معاملہ ختم کر دیا مگر منافقین کی زبانیں کھل گئیں۔ انہوں نے کہا ہم مدینہ جا کر ان مہاجرین کو نکال دیں گے ہم عزت والے مقامی لوگ ہیں اور یہ (نعوذ باللہ) ذلیل لوگ ہیں۔ اور اے مدینہ والو ان مہاجرین پر اپنے اموال خرچ نہ کرو یہ خود ہی بھاگ جائیں گے۔ یہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں تو آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا آپ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کولوا کر پوچھا تو اس نے قسمیں کھالیں کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہوں۔ کچھ لوگوں نے اسکی تصدیق و سفارش کی تو اس کے عذر کو قبول کر لیا گیا۔ اور اسکی بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے والے صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے کافی شرمندہ کیا اور خوب ملامت کی۔ اسوقت سورۃ المنافقون نازل ہوئی اور قرآن پاک نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمادی۔ (مفہوم البحر المحیط)

فائدہ

سورۃ مبارکہ کے شان نزول پر صحیح بخاری کی ایک روایت اور بعض دیگر روایات کچھ آگے چل کر بیان کی جائیں گی۔ اور غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ بھی بیان ہوگا تاکہ سورۃ مبارکہ کے مضامین سمجھنے میں آسانی رہے۔

جہاد سے روکنے والے

ارشاد فرمایا:-

فَصَدُّوْا عَنِّ سَبِيْلَ اللّٰهِ

کہ یہ منافق دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، یہ منافق دوسرے لوگوں کو جہاد سے اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے سے روکتے ہیں

فَصَدُّوْا عَنِّ سَبِيْلَ اللّٰهِ: منعوا الناس عن الجهاد والایمان بمحمد ﷺ۔ (معالم التنزیل)
امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ انہوں نے چونکہ خود کو مسلمان ظاہر کر رکھا ہے اس لئے حقیقی مسلمان ان کے خلاف جہاد نہیں کر سکتے تو اس طرح سے انہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی جہاد سے روک رکھا ہے۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد کے وقت پیچھے رہ جاتے ہیں، یعنی جہاد میں نہیں نکلتے تو بعض دوسرے مسلمان بھی انکی دیکھا دیکھی جہاد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

فَصَدُّوْا عَنِّ سَبِيْلَ اللّٰهِ

أَوْصِرْفُوا الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ اِقَامَةِ حَكْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنَ الْقَتْلِ وَالسَّبِيِّ وَاخْذِ الْاَمْوَالِ

فہو من الصد او منعو الناس عن الجہاد بان يتخلفوا ويقتدى بهم غيرهم۔ (القرطبی)

علامہ محلیؒ لکھتے ہیں:-

وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد سے روکتے ہیں

فصدوا بها عن سبیل اللہ ای الجہاد فیہ

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

یہ بے ایمان جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو شمیر اسلام سے بچالیتے ہیں اور پھر لوگوں کو اسلام سے بہکاتے رہتے ہیں۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

انتہائی نقصان دہ لوگ

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

یہ جھوٹی قسمیں کھا کر خود کو مسلمانوں (کے جہاد) سے بچالیتے ہیں اور اپنی قسموں کے ذریعے لوگوں میں اپنا اعتبار بناتے ہیں تو کئی لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور ان کو مسلمان سمجھ کر انکی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ منافقین کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اندرونی طور پر اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے پس اس طرح بہت سے لوگوں کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے (کہ وہ منافقوں کو مسلمان سمجھ کر انکی باتیں مانتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں) (مفہوم تفسیر ابن کثیر)

محروری کی وجہ

منافقین کو موقع ملا کہ جناب رسول نبی کریم ﷺ کو قریب سے دیکھیں، مسلمانوں کے حالات کا خود مشاہدہ کریں، قرآن پاک سنیں مسجد نبوی میں حاضری دیں رسول اللہ ﷺ کے مبارک بیانات سنیں۔ کیونکہ انہوں نے کلمہ پڑھ کر خود کو مسلمانوں میں ظاہری طور پر شامل کر لیا تھا۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے کفر اختیار کیا۔ جان و مال کی محبت، اولاد کی محبت اور علاقہ پرستی کے برے اثرات نے ان کو تباہ کر دیا وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے رہے اور مسلمانوں میں شامل ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کی باتوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ کبھی کہتے کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو پھر ہم گدھے ہیں، خندق اور تبوک کے موقع پر انہوں نے اسلامی فتوحات کے وعدوں کا مذاق اڑایا اور کہا کہ کسریٰ اور قیصر کے محلات کو فتح کرنا بہت دور کی بات ہے۔

پس ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے ان کے دلوں پر بدبختی اور شقاوت کی کچی مہر لگادی گئی۔ آج بہت سے لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا مذاق اڑاتے ہیں، قرآن پاک میں اہل ایمان کے

غلبے کے جو وعدے ہیں ان کو ناممکن قرار دیتے ہیں ان لوگوں کو اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنی چاہیے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:

یعنی زبان سے ایمان لائے اور دل سے منکر رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پہ مہر لگ گئی۔ جن میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی، ظاہر ہے کہ اب اس حالت پہ پہنچ کر ان سے سمجھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اسکی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہے گی۔ (تفسیر عثمانی)

سورت کے شان نزول پر بخاری شریف کی روایت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک غزوہ میں تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے سنا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہیں ان پر (مال وغیرہ) خرچ نہ کرو تا کہ خود ہی منتشر ہو جائیں (اور اس نے کہا) اب اگر ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والے لوگ وہاں سے کمزور و ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا (حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ) سے کیا (یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی کو شک ہے) انہوں نے یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کو عرض کر دی، آپ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا میں نے پورا واقعہ عرض کر دیا پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا، انہوں نے قسم کھائی کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے میری تکذیب اور اسکی تصدیق فرمادی۔ مجھے اس پر اتنا صدمہ ہوا کہ کبھی پہلے نہیں ہوا تھا، پھر میں گھر میں بیٹھ گیا میرے چچا نے کہا میرا خیال نہیں تھا کہ حضور اکرم ﷺ تمہاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اذا جاءك المنافقون — الی آخرہ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں اور ارشاد فرمایا اے زید! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمادی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر)

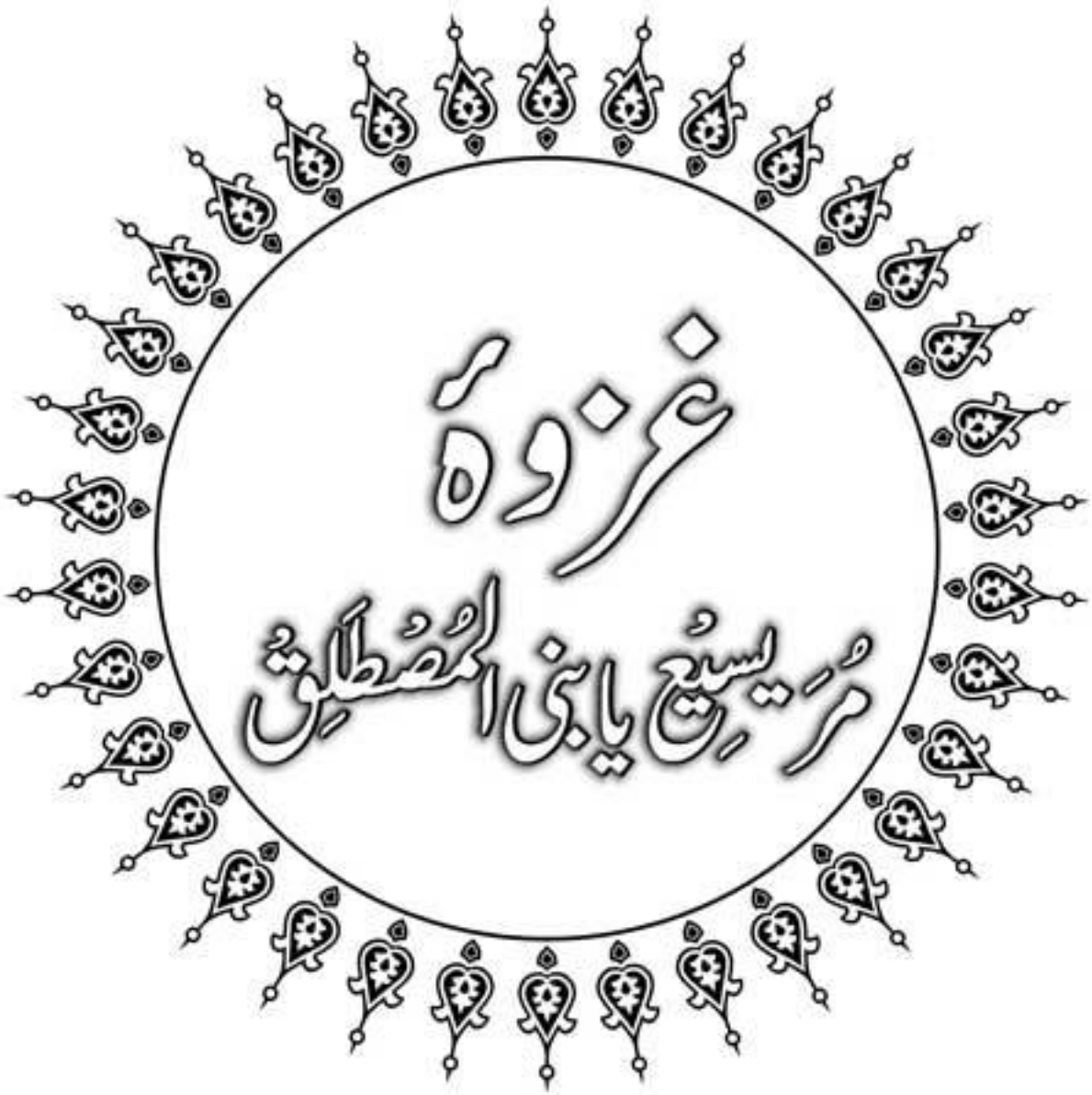
امام بخاری نے اس سورۃ مبارکہ کی تفسیر میں اسی واقعہ کو اور غزوہ بنی مصطلق میں مہاجرین و انصار کے درمیان متوقع لڑائی کے واقعہ کو کئی سندوں سے بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ جس کے بارے میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے غزوۃ المرسیع میں پیش آیا ہے جسے غزوہ بنی مصطلق کہتے ہیں

وهی غزوة بنی المصطلق۔ (تفسیر ابن کثیر)

چنانچہ مزید آیات کے مضامین سے پہلے ملاحظہ فرمائیے غزوہ بنی المصطلق کے مختصر حالات۔



غزوة مُرَيْسُجِ يَابَنِي الْمُصْطَلِقِ ٢ شعبان يوم دوشنبه ٥٥



غزوہ مرسینج یا بنی المصطلق ۲ شعبان یوم دوشنبہ ۵ھ

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے، آپ نے بریدہ بن حصیب اسلمی کو خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ بریدہ رضی اللہ عنہ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے۔ آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔

ناگہانی حملہ

صحابہ فوراً تیار ہو گئے تیس گھوڑے ہمراہ لئے جن میں سے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے اس مرتبہ مال غنیمت کی طمع میں منافقین کا بھی ایک کثیر گروہ ہمراہ ہولیا جو اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ مدینہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا اور ۲ شعبان یوم دوشنبہ کو مرسینج کی طرف خروج فرمایا۔

تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ناگہاں اور اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے، حملہ کی تاب نہ لا سکے دس آدمی ان کے قتل ہوئے باقی مرد عورت بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے مال اسباب لوٹ لیا گیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں اور دو سو گھرانے قید ہوئے۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

انہیں قیدیوں میں سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ مال غنیمت جب غانمین پر تقسیم ہوا تو جویریہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان کو مکاتبہ بنا دیا یعنی اگر اتنی مقدار رقم ادا کر دیں تو آزاد ہو جائیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ، آپ کو معلوم ہے کہ میں جویریہ سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ میری اسیری کا حال آپ پر مخفی نہیں۔ تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں، انہوں نے مجھ کو مکاتبہ بنا دیا ہے۔ بدل کتابت میں آپ سے اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم وہ پسند کرو، وہ یہ کہ تمہاری طرف سے کتابت کی واجب الاداء رقم میں ادا کرو اور آزاد کر کے تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں (رواہ ابوداؤد فی کتاب العتاق)۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تو پہلے ہی سے تھی کہ وہ آزاد ہو جائیں، اتفاق سے ان کے باپ حارث بھی آپ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں قبیلہ بنی المصطلق کا سردار ہوں میری بیٹی کنیز بن کر نہیں رہ سکتی۔ آپ اس کو آزاد فرمادیں۔ آپ نے فرمایا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو خود جویر یہ ہی کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں، حارث نے جا کر جویر یہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے، جویر یہ نے نبی ﷺ نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (رواہ ابن مندہ و سند صحیح)

عبداللہ بن زیاد سے مروی ہے کہ حضرت جویر یہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تاکہ فدیہ دے کر اپنی بیٹی کو چھڑالائیں ان میں سے دو اونٹ جو نہایت عمدہ اور پسندیدہ تھے ان کو ایک گھائی میں چھپا دیا کہ واپسی میں ان کو لے لوں گا۔ مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ کے سامنے پیش کئے اور کہا اے محمد آپ نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، یہ اس کا فدیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم فلاں گھائی میں چھپا آئے ہو۔ حارث نے کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ تھا، اللہ ہی نے آپ کو اس سے مطلع کیا ہے (اصابہ ترجمہ حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ)

الغرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویر یہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عشق رسول

صحابہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دامادی رشتہ دار ہیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جویر یہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب العقاق ص ۱۹۲ ج ۲)

منافقین کی شرارت

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا جو ہر موقع پر اپنی فتنہ پردازی اور شرانگیزی کو ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک پانی کے چشمہ پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا مہاجر نے انصاری کے ایک لات ماری مہاجر نے یا للمہاجرین کہہ کر مہاجرین کو اور انصاری نے یا للانصار کہہ کر انصار کو اپنی مدد کے لئے آواز دی، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آوازیں سُنیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی، لوگوں نے عرض کیا یا رسول ﷺ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے لات ماری، آپ نے ارشاد فرمایا:

دَعُوها فَإِنَّها مُبْتَغاةٌ

ان باتوں کو چھوڑو یقیناً یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بولنے کا موقع مل گیا اور کہا کیا یہ لوگ (یعنی مہاجرین) ہم پر حاکم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو

نکال باہر کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ منافق کی گردن مارنے کی مجھ کو اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دو (لوگ حقیقت حال کو سمجھیں گے نہیں) یہ گمان کریں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں تھے۔ مہاجرین میں سے ایک صحابی نے ایک انصاری صحابی کو لات مار دی۔ انصاری نے انصار کو مدد کے لئے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آوازیں سنیں تو فرمایا جاہلیت کی بات کہاں آگئی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ایک مہاجر نے انصاری کو لات مار دی ہے (جس پر انصاری نے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا ہے) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ دو بے شک یہ بدبودار بات ہے۔

عبداللہ بن ابی نے یہ بات سنی تو کہا مہاجرین نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم ہم اگر مدینہ لوٹے تو ہم میں سے عزت والے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ مبادا لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مہاجرین جب مدینہ آئے تھے تو انصار سے کم تھے بعد میں ان کی تعداد انصار سے بڑھ گئی۔ (بخاری کتاب التفسیر ص ۷۲۸)

عبداللہ بن ابی حقیقتاً آپ کے اصحاب میں نہ تھا بلکہ سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ لیکن ظاہر صورت میں آپ کے اصحاب کے مشابہ تھا۔ زبان سے آپ کے اصحاب میں سے ہونے کا مدعی تھا اس لئے آپ نے اُس کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اصحاب مخلصین کے تہمت نے اس کی جان بچالی۔ صالحین کا تشبہ اگر نفاق سے ہو وہ بھی ضائع اور بیکار نہیں۔

فائدہ جلیلہ

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد:-

دَعُوها فَإِنَّها مُنْتِنَةٌ

ان باتوں کو چھوڑو یقیناً یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی باتیں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں اور بُری باتیں گندی اور بدبودار ہیں، جن کی خوشبو اور بدبو کا احساس ظاہری اور حسی طور پر حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ یا ان کے وارثین کو ہوتا ہے۔

و عن جابر رضی اللہ عنہ کنا مع النبی ﷺ فارتقت ریح منتنة فقال رسول اللہ ﷺ

اتدرون ما هذه الريح هذه ریح الذین یغتابون المؤمنین رواہ احمد وابن ابی الدنیا

ورواة احمد ثقات (ترغیب و ترہیب للمذری ص ۳۰۰ ج ۳ طبع مصری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ سخت بدبو اٹھی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ بدبو ان لوگوں کے منہ سے آرہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی غیبت (بدگوئی) کر رہے ہیں اس حدیث کو امام احمد اور ابن ابی الدنیانے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے اور جو حضرات آپ ﷺ کے ساتھ تھے سب نے غیبت کی بدبو کو محسوس کیا لیکن یہ امر کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ آپ کے بتلانے سے معلوم ہوا۔

حافظ سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب ما وقع فی غزوة بنی المصطلق من الآیات کے تحت میں اسی حدیث کو بحوالہ ابی نعیم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن جابر قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فهاجت ريح منتنة فقال

النبي صلى الله عليه وسلم ان ناساً من المنافقين اغتابونا سامن المومنين فلذلك

هاجت هذه الريح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ یکا یک ایک سخت بدبو اٹھی (کہ جو غالباً اس سے پہلے کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا (تم اس عجیب و غریب بدبو سے تعجب مت کرو) اس وقت چند منافقین نے اہل ایمان کی غیبت اور بدگوئی کی ہے پس اس لئے یہ بدبو نمودار ہوئی ہے، یعنی یہ اہل ایمان کی غیبت کی عفتوت ہے اس لئے اس میں یہ شدت اور غرابت ہے۔

حافظ سیوطی کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کی بدبو کا واقعہ غزوة بنی المصطلق ہی میں پیش آیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ مدینہ کے قریب پہنچ کر پیش آیا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ جب ہم اس سفر (یعنی غزوة بنی المصطلق) سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچے تو دفعۃً ایک نہایت متعفن اور بدبو دار ہوا چلی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ بدبو دار ہوا کسی منافق کے مرنے کی وجہ سے چلی ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا منافق مرا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۳۶ ج ۱)

غالباً اس منافق کی خبیث اور گندی روح کی وجہ سے اس صحرا کا تمام خلا متعفن ہو گیا جس کو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس فرمایا۔

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ حضرات پر کفر کی نجاست منکشف فرمائی ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور خوب سمجھ لیں کہ کسی بے حس اور زکام زدہ کا گلاب اور پیشاب کی خوشبو اور بدبو کو نہ محسوس کرنا صحیح الحواس پر حجت نہیں کلمات طیبہ کی خوشبو کو اور کلمات خبیثہ کی حبت اور بدبو کو کیا محسوس کریں

بہر ازاں باید حواس اہل دل

جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

إذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتن ماجاء به (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹)

محمد بن واسع اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے ہم سر تا پا گناہوں میں غرق ہیں تم میں سے اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی بدبو محسوس کرتا تو تعفن اور بدبو کی وجہ سے میرے پاس ہرگز نہ بیٹھ سکتا۔

این سخن رانیست ہرگز اختتام

پس سخن کوتاہ باید والسلام

عجیب بات ہے کہ عبد اللہ بن ابی تو دشمن اسلام اور منافقوں کا سردار اور اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبد اللہ تھا وہ اسلام کے شیدائی اور مخلص و جان نثار حقیقت میں وہ اللہ کے بندے تھے اور باپ تو محض نام کا عبد اللہ تھا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جب باپ کو یہ کہتے سنا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا تو باپ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں تجھ کو اس وقت تک ہرگز مدینہ جانے نہ دوں گا جب تک تو یہ اقرار نہ کر لے کہ تو ہی ذلیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عزیز ہیں۔ چنانچہ باپ نے جب یہ اقرار کیا تب بیٹے نے چھوڑا۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن اسحاق اور طبری نے بھی ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری سورۃ المنافقون)

مدینہ پہنچ کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں اگر اجازت ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں لا حاضر کروں مبادا آپ کسی دوسرے کو حکم دے دیں اور میں جوش میں آ کر اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں اور اس طرح سے ایک مسلمان کے قتل کا مرتکب ہوں۔ آپ نے باپ کے قتل سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے کا حکم دیا۔

اسلامی سیاست کا سنگِ بنیاد خالص اسلامی برادری قائم کرنا ہے جس میں رنگ و نسل اور زبان اور ملکی و غیر ملکی کے سب امتیازات بالکل ختم کر دیئے جاویں۔

غزوہ بنی المصطلق میں پیش آنے والا ایک انصاری اور ایک مہاجر کا جھگڑا اور دونوں طرف سے انصار و مہاجرین کو اپنی اپنی مدد کے لئے پکارنا، یہ وہ جاہلیت کا بُت تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ دیا، اور مسلمان کہیں کارہنے والا ہو کسی رنگ و زبان اور کسی نسل و قوم کا ہو سب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا، انصار و مہاجرین میں باقاعدہ بھائی چارہ قائم کرا کر ان کی مشترک اسلامی برادری بنا دی تھی، مگر شیطان کا یہ پُرانا جال ہے جس میں لوگوں کو پھنسا کر باہمی جھگڑوں کے وقت قوم و وطن اور زبان و رنگ وغیرہ کو باہمی تعاون کی بنیاد بنا دیتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہمی معاونت کا اسلامی معیار حق و انصاف سب کے ذہنوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، صرف برادری اور قومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اصول بن جاتا ہے، اس طرح وہ مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا دیتا ہے، اس واقعہ میں بھی کچھ ایسی ہی صورت بن رہی تھی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً موقع پر پہنچ کر اس فتنہ کو ختم کر دیا اور بتلایا کہ یہ

جاہلیت و کفر کا بدبودار نعرہ ہے، اس سے بچو، اور پھر سب کو قرآنی اصول تعاون پر قائم کر دیا جس میں ارشاد ہے۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِسْمِ وَالْعَدْوَانِ

یعنی مسلمانوں کے لئے کسی کی مدد کرنے یا مدد حاصل کرنے کا ایک معیار ہونا چاہیے کہ جو شخص عدل و انصاف اور نیکی پر ہے اس کی مدد کرو، اگرچہ وہ نسب و خاندان اور زبان و وطن میں تم سے الگ ہو اور جو شخص کسی گناہ اور ظلم پر ہو اس کی ہرگز مدد نہ کرو اگرچہ وہ تمہارا باپ اور بھائی ہی ہو، یہ وہ معقول اور منصفانہ بنیاد ہے جس کو اسلام نے قائم فرمایا، اور رسول اللہ ﷺ نے ہر قدم پر اس کی خود رعایت فرمائی۔ اور سب کو اس کے تابع رہنے کی تلقین فرمائی، اور اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت کی سب رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں، اب عربی، عجمی، کالے گورے ملکی غیر ملکی کے فرق کے بت ٹوٹ چکے ہیں، باہمی تعاون و مدد کی اسلامی بنیاد صرف حق و انصاف ہے، سب کو اس کے تابع چلنا ہے۔

اس واقعہ نے ہمیں یہ بھی سبق دیا ہے کہ دشمنان اسلام آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے کے لئے یہی برادری اور وطنی قومیت کا حربہ استعمال کرتے ہیں، جب اور جس وقت موقع مل جاتا ہے اسی سے کام لے کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں۔

افسوس ہے کہ زمانہ دراز سے پھر مسلمان اپنے اس سبق کو بھول گئے، اور غیروں نے مسلمانوں کی اسلامی وحدت کے ٹکڑے کرنے میں پھر وہی شیطانی جال پھیلا دیا، اور دین و اصول دین سے غفلت کی بناء پر عام دنیا کے مسلمان اس جال میں پھنس کر باہمی خانہ جنگیوں کے شکار ہو گئے، اور کفر و الحاد کے مقابلہ کے لئے اُن کی متحدہ قوت پاش پاش ہو گئی۔ صرف عربی و عجمی ہی نہیں عربوں میں مصری، شامی، حجازی، یمنی ایک دوسرے سے متحد نہ رہے، ہندوستان اور پاکستان میں پنجابی، بنگالی، سندھی، ہندی، پٹھان اور بلوچی باہم آویزش کے شکار ہو گئے، فیالی اللہ المشتکی، دشمنان اسلام ہماری باہمی نا اتفاقی کے سبب ہم سے کھیل رہے ہیں اس کے نتیجہ میں وہ ہر میدان میں ہم پر غالب آتے جاتے ہیں اور ہم ہر جگہ شکست خوردہ غلامانہ ذہنیت میں مبتلا انہی کی پناہ لینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ کاش، آج بھی مسلمان اپنے قرآنی اصول اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر غور کریں، غیروں کے سہارے جینے کے بجائے خود اسلامی برادری کو مضبوط بنالیں، رنگ و نسل اور زبان و وطن کے بتوں کو پھر ایک دفعہ توڑ ڈالیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کا مشاہدہ کھلی آنکھوں میں ہونے لگے۔

صحابہ کرام کی اسلامی اصول پر بینظیر ثابت قدمی اور مقام بلند

اس واقعہ نے یہ بھی بتلایا کہ اگرچہ وقتی طور پر شیطان نے کچھ لوگوں کو نعرہ جاہلیت میں مبتلا کر دیا تھا، مگر درحقیقت سب کے دلوں میں ایمان رچا بسا ہوا تھا، ذرا سی تنبیہ پر سب ان خیالات سے تائب ہو گئے، اور اُن کے دلوں پر اللہ

اور رسولؐ کی محبت و عظمت کا ایسا غلبہ تھا جس میں کوئی رشتہ ناطہ برادری اور قومیت حائل نہ ہوئی، اس کی شہادت خود اسی واقعہ میں اول زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوئی کہ وہ قبیلہ خزرج کے آدمی ہیں، اور ابن ابی اس قبیلہ کا سردار تھا، اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اس کی عزت و عظمت کے قائل تھے لیکن جس وقت اس کی زبان سے مؤمنین مہاجرین اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الفاظ سنے تو برداشت نہ کر سکے، اسی مجلس میں ابن ابی کو منہ توڑ جواب دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت پیش کر دی، اگر آجکل کی برادری پرستی ہوتی تو اپنی برادری کے سردار کی یہ بات وہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچاتے۔

اس واقعہ میں خود ابن ابی کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے اس کو کس قدر واضح کر دیا، کہ ان کی محبت و عظمت کا اصل تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا، جب اپنے باپ سے ان کے خلاف بات سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خود اپنے باپ کا سر قلم کرنے کی پیشکش کر دی اور اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا تو مدینہ کے قریب پہنچ کر باپ کی سواری کو بٹھا دیا اور مدینہ جانے کا راستہ روک کر باپ کو مجبور کیا کہ وہ یہ اقرار کرے کہ عزت دار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ خود ذلیل و خوار ہے، پھر آپ کی اجازت ملنے سے پہلے باپ کا راستہ نہیں کھولا، جس کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے

تو نخل خوش شمر کیستی کہ سرو و سمن

ہمہ ز خویش بریدن دبا تو پیوستند

اس کے علاوہ بدر و احد اور احزاب کی جنگوں نے تو بذریعہ تلوار اس قوم پرستی اور وطن پرستی کے بُت کے ٹکڑے اڑائے ہیں، جس نے ثابت کر دیا کہ مسلمان کسی قوم و وطن اور کسی رنگ و زبان کے ہوں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور جو اللہ و رسول کو نہ مانے وہ اگرچہ حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو وہ دشمن ہے

سہم زار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

(ماخوذ از صحیح بخاری، سیرت المصطفیٰ، معارف القرآن)



نِسْوَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقِينَ

آیت ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ

اور جب آپ ان کو دیکھیں تو آپ کو ان کے ڈیل ڈول اچھے لگیں اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سن

كَانَهُمْ خَشَبٌ مُسْتَدَاةٌ يُحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ

لیں گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں وہ ہر آواز کو اپنے ہی اوپر خیال کرتے ہیں وہی دشمن ہیں پس ان سے

فَاَحْذَرَهُمْ قَتَلَهُمُ اللَّهُ اِنِّي يُؤَفِّكُونَ

ہوشیار رہیے اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے کہاں وہ بچے جارہے ہیں۔

خلاصہ

ان کی صورت اور باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے مسلمان ہیں درحقیقت انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ ان میں اسلام تو نمائشی ہے لہذا جو اصلاح کی بات کہی جائے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ چوٹ ہم پر ہو رہی ہے، کفار سے بڑھ کر اسلام کے اصلی دشمن یہی ہیں۔ (حضرت لاہوری)

منافقین کا نقشہ

- ۱ جسمانی طور پر وجاہت والے۔
 - ۲ باتیں اور زبان فصیح اور لہجے دار۔
 - ۳ ہر طرح کے ایمان اور جذبات سے خالی، بے ہمت اور کمزور دل جیسے دیوار سے ٹکی لکڑیاں۔
 - ۴ بزدل، ہر وقت موت سے ڈرنے والے اور ہر آفت کو اپنے اوپر سمجھنے والے۔
 - ۵ مسلمانوں کے بچے دشمن ان کے رازوں سے کفار کو مطلع کرنے والے۔
- اے مسلمانو! ان سے بچ کر رہو ان پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو کہ ہدایت کے چشمے سے پیا سے لوٹ رہے ہیں۔

مختصر تفسیر

یعنی دل تو مسخ ہو چکے ہیں لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے، چکنے چڑے، بات کریں تو بہت فصاحت اور چرب زبانی سے، نہایت لہجے دار کہ خواہ مخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو اور کلام کی ظاہری سطح دیکھ کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

كَانَهُمْ خَشَبٌ مُسْتَدَاةٌ خَشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے، محض بے جان اور لایعقل (یعنی

بے عقل) دیکھنے میں کتنی موٹی، مگر ایک منٹ بھی بغیر سہارے کے کھڑے نہیں رہ سکتی یا ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آ سکتی ہے، یہی حال ان لوگوں کا ہے، ان کے موٹے فریبہ جسم اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں اندر سے خالی اور بے جان محض جہنم کا ایندھن بننے کے لائق (ان کے لمبے چوڑے جسموں کا حال لکڑیوں جیسا ہے، ایمان سے بھی خالی اور جرأت و ہمت سے بھی یہ آپ کے کام نہیں آ سکتے۔) (انوار البیان)

يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ یعنی بزدل، نامرد، ڈر پوک، ذرا کہیں شور و غل ہو تو دل دہل جائے، سمجھیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی، سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغذغہ (یعنی کھٹکا) لگا رہتا ہے کہ دیکھئے کہیں ہماری دغا بازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد (یعنی مصیبت) تو پڑنے والی نہیں (وہ اخلاص اور ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت اس اندیشے میں رہتے تھے کہ کبھی مسلمانوں کو ہماری اصل حالت کی اطلاع نہ ہو جائے اور دیگر کفار کی طرح ہمارے خلاف بھی جہاد شرع نہ کر دیں۔) (مفہوم بیان القرآن)

هُمُ الْعَدُوُّ یعنی بڑے خطرناک دشمن یہی ہیں انکی چالوں سے ہشیار رہو فَتَلَهُمُ اللَّهُ اَنِّي يُؤَفِّكُونَ یعنی ایمان کا اظہار کر کے یہ بے ایمانی اور حق و صداقت کی روشنی آچکنے کے بعد یہ ظلمت پسندی کس قدر عجیب ہے۔ (عثمانی)

کافروں کو مسلمانوں کے راز پہنچانے والے

تفسیر خازن میں ہے:-

ان سے بچ کر رہیں یہ اگرچہ ظاہری طور پر آپ کے ساتھ ہیں مگر حقیقت میں آپ کے دشمن ہیں اور ان کے سامنے اپنے راز ظاہر نہ کر دیں کیونکہ یہ آپ کے دشمن کافروں کے جاسوس ہیں ان تک آپ کے راز پہنچاتے ہیں

ای لاتأمنهم فانهم وان كانوا معك ويظهرون تصديقك اعداء لك فاحذرهم فلا

تأمنهم علی سرك لانهم عيون لأعدائك من الكفار ينقلون اليهم اسرارك (الغازن)

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ ان سے بچیں یعنی ان کی بات کا اعتبار نہ کریں اور نہ ان کے کلام کی طرف مائل ہوں۔ (القرطبی)

ان صحافیوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو خود کو مسلمان شمار کرتے ہیں مگر مجاہدین اسلام کے راز چن چن کر کافروں تک پہنچاتے ہیں اور کافروں کو مجاہدین کے خاتمے کے طریقے اور مشورے بتاتے ہیں۔

زرے ڈھول ہیں

”اور خوش بیان، چرب زبان بھی ہیں کہ مجلس میں بات کریں تو انکی بات کان لگا کر دھیان سے سنی جائے مگر یہ ظاہری ڈھول ہیں، اندر سے خالی ہیں“ (حقانی)

مسلمانوں کے لئے بے شرم

منافقین اپنا شمار مسلمانوں میں کرتے ہیں مگر وہ مسلمانوں کے لئے اور اسلام کے لئے بے فائدہ اور بے شرم ہوتے ہیں۔ علامہ بغوی نے خُشْبُ مَسْنَدًا کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں کہ وہ پھل دار درخت نہیں کہ کسی کو ان سے فائدہ

پہنچے بلکہ وہ تو خشک اور بے کار لکڑیاں ہیں۔

واراد انها لیست بأشجار تثمر ولكنھا خشب مسندة الی حائط۔ (معالم التنزیل)
ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی کوئی فکر نہیں رکھتے اور مسلمانوں کے کسی کام نہیں آتے۔

جذبات سے عاری

منافقین رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے مؤثر بیانات سنتے تھے، ایسے بیانات جو پتھروں کو بھی نرم کر دیں مگر منافقین پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ ایسی خشک لکڑیاں تھیں جو بالکل سوکھ چکی تھیں۔ ہر طرح کے عواطف اور جذبات سے خالی۔ بس اپنی دنیا میں گم اور لوگوں کے سہارے کے محتاج سبحان اللہ قرآن پاک نے کیسی تشبیہ بیان فرمائی ہے۔ آپ کو آج بھی ایسے لوگ مل سکتے ہیں کہ اگر ان کو گھنٹوں قرآن پاک سنایا جائے، آخرت کی فکر دلائی جائے اور مسلمانوں کے حالات بتائے جائیں تو ان پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا وہ اپنے آفیسروں کے حکم پر اسی طرح جھے اور کھڑے رہتے ہیں جس طرح دیوار سے لگی لکڑی دیوار کے ساتھ جڑی رہتی ہے اور کسی بات کا اثر نہیں لیتی۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے مردہ ہونے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین) (واللہ اعلم بالصواب)

ایک عجیب نکتہ

تفسیر مظہری میں یہ عجیب نکتہ لکھا ہے کہ جو شخص ہر وقت موت سے ڈرتا رہتا ہو وہ بہت خطرناک ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔ منافقوں کو خطرہ تھا کہ مسلمان انکی حالت سے واقف ہو کر ان کے خلاف جہاد شروع کر سکتے ہیں چنانچہ وہ ہر وقت اپنے بچاؤ کے لئے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے تو قرآن پاک نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ تمہارے دشمن ہیں ان سے احتیاط رکھو اور بیچ کر چلو ہم العدو فاحذرہم۔ (مفہوم تفسیر مظہری)

کلام برکت

حضرت شاہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-
یعنی دیکھنے کے مرد آدمی اور دل میں دعا باز نامرد۔ (موضح القرآن)



سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ مَكِّيَّةٌ ۝ آیت ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذْ أُنزِلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّارِعًا وَسَهْمًا

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ مغفرت طلب کریں تو اپنے سر پھیر

وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ

لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ رکتے ہیں ایسے حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں

أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۖ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ

برابر ہے خواہ آپ ان کیلئے معافی مانگیں یا نہ مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشنے گا بے شک

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کرتا

خلاصہ

منافقین

اپنی غلطیوں پر ندامت سے محروم، استغفار سے محروم۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام عالی سمجھنے سے محروم، تکبر میں مبتلا، ہدایت سے محروم۔

آسان تفسیر

”بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب و خیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنا قصور معاف کراؤ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا تو غرور و تکبر سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پرواہی سے گردن ہلا کر اور سرمٹکا کر رہ جاتے، بلکہ بعض بد بخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کے استغفار کی ضرورت نہیں (نعوذ باللہ)

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ یعنی ممکن ہے کہ آپ غایت رحمت و شفقت سے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں مگر اللہ تعالیٰ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔“ (عثانی)

شان نزول

تفسیر بغوی میں ہے کہ:-

جب عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں آیت قرآنیہ نازل ہوگئی جس سے اس کا جھوٹا ہونا اور حضرت زید بن ارقم کا سچا ہونا ثابت ہو گیا تو اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیرے بارے میں کیسی سخت بات نازل ہوئی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو تاکہ وہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اس پر اس نے انکار کرتے ہوئے اپنے سر کو حرکت دی اور کہنے لگا کہ تم لوگوں نے مجھ سے ایمان لانے کو کہا تو میں ایمان لے آیا تم لوگوں نے زکوٰۃ دینے کے لئے کہا تو میں نے زکوٰۃ بھی دی اب اتنی سی بات رہ گئی ہے کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کو سجدہ کر لو؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ نَازِلُ فَرْمَانِي** صحیح بخاری میں **كُوِّرُوا دَرُوسَهُمْ** کی تفسیر میں لکھا ہے **حَرَّ كُوَارٍ وَسَهْمٍ** استهزؤا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ یہ لوگ سر کو حرکت دیتے ہیں اور یہ حرکت دینا اس انداز میں ہوتا ہے جس میں (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا مقصود ہوتا ہے۔ (مفہوم بغوی، انوار البیان)

فائدہ

البغوی، ابن کثیر اور المدارک وغیرہ تفاسیر میں ان آیات کے ذیل میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر پیش آنے والے وہ واقعات ذکر فرمائے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں نے عبداللہ بن ابی کو استغفار کے لئے کہا تھا دراصل منافقین کی اکثر شرارتیں جہاد کے موقع پر ہی سامنے آتی تھیں اور اب بھی نفاق زدہ طبقے کا یہی حال ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ ٥٠ آیت ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُمُ الَّذِیْنَ یَقُولُوْنَ لَا تَنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی

وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں

یَنْفِقُوْا ط وَ لِلّٰهِ خَزَاۤئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ

تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں لیکن

لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۴

منافق نہیں سمجھتے۔

خلاصہ

منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت لوگوں کے مالی تعاون کی وجہ سے جڑی رہتی ہے، اگر ان کو مالی تعاون ملنا بند ہو جائے تو وہ بکھر جائیں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی نے بھی یہی کہا کہ اے انصاریو! ان مہاجرین پر مال خرچ نہ کرو تا کہ یہ بکھر جائیں۔

جواب دیا گیا کہ منافق کا گمان غلط ہے اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے ہر کسی کو رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ مگر منافق کی عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ وہ مال ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور وہ نہیں سمجھتا کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

آسان تفسیر

”واقعہ پہلے گذر چکا ہے کہ جب ایک مہاجر صحابی نے ایک انصاری صحابی کو (تھپڑ وغیرہ) مارا تو یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچی وہ کہنے لگا کہ اگر ہم ان مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو یہ ہم سے مقابلہ کیوں کرتے تم ہی انکی دیکھ بھال کرتے ہو تو یہ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں، ان پر خرچ کرنا چھوڑ دو تو ابھی تنگ آ کر بکھر جائیں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ (غزوہ بنی مصطلق کے) اس سفر سے واپس ہو کر جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو جس کا اس شہر میں زور و اقتدار ہے اسے چاہیے کہ ذلیل، بے قدروں کو نکال دے یعنی ہم جو معزز لوگ ہیں (نعوذ باللہ) ذلیل مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے کیا جو لوگ خالص اسکی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو بھوکوں مار دے گا اور لوگ اگر انکی امداد بند کر دیں گے تو کیا اللہ تعالیٰ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کر دے گا؟ سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ

بھی اللہ تعالیٰ ہی کراتا ہے، اسکی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔ (عثمانی، تلخیص)

اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

ایک شخص نے (مشہور تابعی) حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا **وَاللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہیں میں ان میں سے کھاتا ہوں) (قرطبی)

کوئی خود کسی کو کچھ نہیں دے سکتا

امام بغویؒ لکھتے ہیں:-

اور اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے آسمان اور زمین کے خزانوں کا

پس کوئی کسی کو کوئی چیز دیتا ہے، یا کوئی چیز روکتا ہے تو سب اللہ تعالیٰ ہی کی مشیئت سے ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہ کوئی کسی کو کوئی چیز دے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی سے کوئی چیز روک سکتا ہے) (معالم التنزیل)

منافع کا نظریہ

منافع کو مسلمانوں کے جہاد کے پیچھے بھی مال نظر آتا ہے اور انکی جماعت کے پیچھے بھی مال نظر آتا ہے۔ وہ خود چونکہ ہر کام مال کی خاطر کرتا ہے اس لئے اسکی عقل مال سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں سکتی۔ وہ مکمل یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ مجاہدین مال کی خاطر جہاد کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی جماعت مال کی خاطر جڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ اگر مال کی آمد کے ذرائع بند کر دیئے جائیں تو جہاد بھی رک جائے گا۔ اور مسلمانوں کی جماعت بھی منتشر ہو جائے گی اور کوئی بھی دین کا کوئی کام نہیں کر سکے گا۔ منافع کو کیا پتا کہ مال کبھی بھی اہل دین کا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی منافع اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی حقیقت اور اس کے رزق کے نظام کو سمجھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مجاہدین کے لئے بہت بڑا سبق ہے کہ وہ اپنی نظر اللہ تعالیٰ پر رکھیں اور رزق کے لئے اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر بھروسہ کریں اور مال کے ظاہری ذرائع بند ہونے سے بالکل پریشان نہ ہوا کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ مَكِّيَّةٌ ۝ آیت ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یَقُولُونَ لَیْنٌ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۝

وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس میں سے عزت والا ذلیل کو

وَاللّٰهُ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا

ضرور نکال دے گا اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کیلئے ہے لیکن

یَعْلَمُونَ ۝

منافق نہیں جانتے

خلاصہ

۱ منافق نے علاقہ پرستی کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔

۲ منافق، عزت اور ذلت کے اصل معیار کو نہیں سمجھتا وہ اپنی حماقت کی وجہ سے دنیا کی فانی چیزوں میں عزت سمجھتا ہے حالانکہ ایسا بالکل نہیں عزت والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہی عزت کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ عزت دیتا ہے اپنے رسول کو اور ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر عزت کا ملنا ناممکن ہے۔ مگر منافق اس حقیقت کو نہیں مانتا۔

۳ منافق کو جب بھی زور، قوت اور موقع ملتا ہے وہ مسلمانوں کو کسی بھی طرح کا نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا۔ چنانچہ عبداللہ ابن ابی نے بھی موقع گرم دیکھ کر اعلان کر دیا کہ ہم اب مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

آسان تفسیر

”یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور اور عزت والا کون ہے یا درکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے بعد اسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول ﷺ کی اور ایمان والوں کی۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے وہ الفاظ (کہ عزت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ کو پہنچے (جو مخلص مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے (غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر مدینہ منورہ کے راستے میں) تلوار لے کر کھڑے ہو گئے، بولے جب تک اقرار نہ کر لے گا کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے۔ زندہ نہ چھوڑوں گا اور نہ مدینہ میں گھسنے دوں گا آخر اقرار کر کر چھوڑا رضی اللہ عنہ“۔ (عثمانی)

اس واقعہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر۔

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:-

(یہ منافق) رسول اللہ ﷺ کے وجود اقدس کے ذاتی دشمن ہیں۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

منافقین کا وہم

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

منافقین کا یہ وہم تھا کہ عزت، مال اور افراد کی کثرت سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ عزت، طاقت اور قوت سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

تو هموا ان العزة بكثرة الاموال والاتباع، فبين الله ان العزة والمنعة والقوة لله (القرطبي)
حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:-

لیکن منافقین جانتے نہیں بلکہ مناط عزت امور فانیہ کو سمجھتے ہیں (بیان القرآن)

یعنی عزت کا معیار دنیا کی فانی چیزوں کو سمجھتے ہیں، حالانکہ جو چیز مرتے ہی ساتھ چھوڑ جائے اس میں کیا عزت، عزت تو وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں کام آئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمانوں کی عزت اسلامی فتوحات

امام بغویؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ کی عزت تو یہ ہے کہ وہ اپنے علاوہ کی ہر چیز پر غالب و قابض ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عزت یہ ہے کہ ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہے اور مسلمانوں کی عزت اللہ تعالیٰ کا ان کو ان کے دشمنوں پر فتح اور غلبہ عطا فرمانا ہے۔

عزة الله قهره من دونه وعزة رسوله اظهار دينه على الاديان كلها وعزة المومنين

نصر الله اياهم على اعدائهم۔ (البغوي)

دشمنوں پر غلبے میں دنیا کی عزت بھی ہے اور آخرت کا اجر اور درجات بھی۔ چنانچہ اُس زمانے کو دیکھ لیں عبد اللہ بن ابی اس واقعہ کے کچھ دن بعد مر گیا اور اب تک ہر کسی کی زبان پر ملعون ہے اور برزخ میں جو گذرتی ہوگی سو گذرتی ہوگی جبکہ اُس زمانے کے مسلمان مہاجرین جن کو وہ ذلیل کہہ رہا تھا دنیا کے حکمران بنے اور آخرت میں بھی ان کے لئے مزے اور کامیابی ہے اور ان کا ذکر خیر آج بھی کروڑوں انسانوں کی زبان پر ہے۔

امام خازنؒ لکھتے ہیں:-

قال اصحاب السمر فلما نزلت هذه الآية في عبد الله بن ابي بن سلول لم يلبث ألا

اياماً قلانل حتى اشتكى ومات على نفاقه۔ (النازن)

اور یہ قانون قیامت تک کے لئے ہے جو بھی خالص ایمان پر ہوگا اسے عزت نصیب ہوگی۔

ایک غریب مسلمان خاتون کا فرمان

تفسیر مدارک اور روح المعانی میں ہے:-

ایک مسلمان نیک خاتون جو پراگندہ حالت میں تھیں انہوں نے فرمایا میں مسلمان ہوں اور یہ ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا سوال ہی نہیں اور یہ ایسی مالداری ہے جس میں فقر نہیں

وعن بعض الصالحات و كانت في هنية رثة: الست على الاسلام وهو لعز الذي لا ذل

معہ والغنی الذی لا فقر معہ۔ (المدارک)

وہ لوگ جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں اور دنیا کے کافروں کو ”عالمی برادری“ کا نام دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اور ان کے معاشرے کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے ہیں، ان لوگوں نے قرآن پاک کو اتنا بھی نہیں سمجھا جتنا اس غیر مسلمان خاتون نے سمجھا تھا جن کا فرمان ابھی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے اندر غرور ہے (یعنی تکبر) انہوں نے فرمایا غرور نہیں بلکہ عزت ہے اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وعن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ان رجلاً قال له ان الناس يزعمون ان فيك

تبها قال: ليس بتبیه ولكن عزة وتلا هذه الآية۔ (المدارک)

مسلمانوں کے لئے بڑا اعزاز

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:-

اس آیت میں ایمان والوں کے لئے بڑے شرف اور اعزاز کی بات ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عزت کا اعلان فرمایا ہے اور ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد فرمایا ہے)

وفي الآية من الدلالة على شرف المومنين ما يفهمه (روح المعانی)

عزت اور تکبر ظاہری طور پر آپس میں ملتے جلتے ہیں مگر ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے تفسیر کبیر اور روح المعانی میں اس پر بہت عمدہ کلام موجود ہے شائقین اسی آیت کی تفسیر کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

عزت و ذلت کا حتمی قانون

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:-

عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور جسکی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور وہ رسول ہیں اور ایمان والے پس عزت ان ہی کے ساتھ خاص ہے جس طرح ذلت اور خواری شیطان کے لئے اور شیطان جیسے کافروں اور منافقوں کے لئے ہے

ولمن اعزه الله وايداه من رسوله ومن المومنين وهم الاخصاء بذلك كما ان المذلة

والهوان للشيطان وذويه من الكافرين والمنافقين۔ (المدارک)

خرچ نہ کرنے میں اپنا نقصان

علامہ آلوسیؒ امام راعبؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:-

منافقین مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کہتے تھے کہ ان پر مال خرچ کرنا بند کر دو اور وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کریں گے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے اصل فائدہ خرچ کرنے والے ہی کو ملتا ہے)

وعن الراغب معنی قوله تعالى هم الذين يقولون لا تنفقوا — الخ انهم يأمرون

بالإضرار بالمؤمنين وحبس النفقات عنهم ولا يفتنون انهم اذا فعلوا ذلك اضروا بانفسهم

فهم لا يفتنون ذلك ولا يفتنون لهم (روح المعاني)

اہم سبق

سورۃ المنافقون کی ان دو آیات ۷ اور ۸ سے یہ اہم سبق ملا کہ منافقین مسلمانوں کے درمیان علاقہ پرستی اور قومی عصبیت کا نعرہ بلند کر کے ان میں پھوٹ ڈالتے ہیں پس تمام مسلمانوں کو عموماً اور مجاہدین کو خصوصاً اس طرح کے بدبودار نعروں سے ظاہری اور باطنی طور پر دور رہنا چاہیے اور ایسے نفاق زدہ لوگوں پر نظر رکھنی چاہیے جو اس طرح کے نعرے بلند کر کے مسلمانوں کی جماعت میں اور مجاہدین میں انتشار ڈالتے ہیں، اور اگر کبھی ایسا کوئی نعرہ بلند ہو جائے تو سب کو مل کر اس کے برے اثرات کو زائل کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ ۙ اٰیة ۱۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ

اے ایمان والو تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور

اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۙ ۱۱۶ ۙ وَانْفِقُوْا مِمَّنْ

جو کوئی ایسا کریگا سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے

مَا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ

تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے تو کہے اے میرے رب

لَا اٰخِرَتِيْۤ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصْدَقَ وَاَكُنْ مِّنَ

تو نے مجھے تھوڑی مدت کیلئے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں

الصّٰلِحِيْنَ ۙ ۱۱۷ ۙ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۗ وَاللّٰهُ

ہوجاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دیگا جب اس کی اجل آجائے گی اور اللہ تعالیٰ

خَيْرٍۭ يَّمَا تَعْمَلُوْنَ ۙ ۱۱۸ ۙ

اس سے خیردار ہے جو تم کرتے ہو۔

خلاصہ

مسلمانوں کو بیداری کی تلقین تاکہ ان کے اندر مرض نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں۔ (حضرت لاہوری)

مال اور اولاد کی محبت اور محنت میں زیادہ منہمک ہو جانا، اور اس کو اپنا مقصود بنا لینا یہ چیز انسان کے اندر نفاق

پیدا کرتی ہے۔

نفاق سے بچنے کے لئے بہترین نسخہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں مال خرچ کرنا اور اپنی موت کو یاد رکھنا۔ کہ

موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اس کے آنے سے پہلے مال خرچ کر لوں۔

مال اور اولاد کے کاموں میں پھنسے رہنا۔ اسکی خاطر نماز اور دیگر فرائض چھوڑنا، اور ہر وقت لمبی عمر کی فکر میں رہنا یہ

منافقین کی خصوصیت ہے۔ (العیاذ باللہ)

منافقوں کی عادات سے بچو

امام قرطبی فرماتے ہیں:-

ان آیات میں مسلمانوں کو منافقین کی عادات اپنانے سے روکا گیا کہ اپنے مال میں ایسے مشغول نہ ہو جاؤ جس طرح منافقین کہ انہوں نے مال کی حرص اور لالچ میں کہا تھا کہ لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو۔

حذر المومنین اخلاق المنافقین ای لاتشتغلوا باموالکم كما فعل المنافقون اذ قالوا

للشح باموالهم۔ لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ (القرطبی)

منافق کی خصوصیات

تفسیر مظہری میں ہے:-

”سابق آیات میں صراحت کے ساتھ منافقوں کی مذمت کی اور اس آیت میں آخر تک درپردہ انکی بد اعمالی کو بیان کیا ہے۔ مال و اولاد کے مشغلہ میں پھنسا رہنا اور نماز کو ترک کر دینا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور تباہی موت کی تمنا کرنا اور درازی اجل کا امیدوار ہونا یہ سب منافقوں کی خصوصیت ہے، مسلمانوں کے لئے منافقوں کی طرح ان میں سے کسی بات کو اختیار کرنا زیبا نہیں۔ (تفسیر مظہری)

ذکر اللہ سے مراد

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کہ اے مسلمانو! تم منافقین کی طرح مال و اولاد میں ایسے منہمک نہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض سے غفلت کرنے لگو۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب آخر سورۃ تک منافقین سے ہے کہ اے خود کو مسلمان اور مؤمن کہنے والو! حقیقی مسلمان بنو اور حقیقی مسلمان کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔

لاتلکم لاتشغلکم كما شغلت المنافقین ہو قد اختلف المفسرون منهم من قال،

نزلت فی حق المنافقین ومنهم من قال فی حق المومنین (تفسیر کبیر)

اب سوال یہ ہے کہ ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں

① اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ تمام فرائض

② پانچ نمازیں

③ تلاوت قرآن پاک

④ جہاد فی سبیل اللہ

⑤ حج اور زکوٰۃ

مگر زیادہ مضبوط قول یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی طاعت اور بندگی مراد ہے جس میں مکمل دین آ جاتا ہے۔

وقال الحسن جميع الفرائض كانه قال عن طاعة الله۔ (القرطبي)

اقوال کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر کبیر، القرطبی اور روح المعانی

مال اور اولاد کے غلام

تفسیر المدارک میں ہے:-

مال کی مشغولیت یہ کہ اُسے بچانے، بڑھانے اور اس سے اور مال بنانے کی فکر میں ایسا لگنا کہ اللہ تعالیٰ ہی سے غفلت ہو جائے اور اولاد کی مشغولیت یہ ہے کہ ان سے سرور حاصل کرنے، ان پر شفقت کرنے اور ان کے معاملات کی درستگی میں ایسا منہمک ہونا کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض سے غفلت ہو جائے۔ (مفہوم المدارک)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بعض مسلمان تو مال اور اولاد کے غلام بن کر رہ جاتے ہیں ہر وقت انہی دو چیزوں کی فکر اور مشغولیت میں لگے رہتے ہیں اور اس میں زندگی کٹ جاتی ہے اور موت کے پتے گردن تک پہنچ جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود مال سے نفع حاصل نہیں کر سکتے مگر اس لئے اس میں لگے رہتے ہیں تاکہ اولاد کے لئے زیادہ سے زیادہ مال چھوڑ جائیں۔ چنانچہ اس فکر میں دین کے فرائض نماز، زکوٰۃ، حج اور جہاد وغیرہ سے غافل رہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

مختصر تفسیر

”یعنی آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی (یعنی ہمیشہ رہنے والی) کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے مال و اولاد وہ ہی اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اسکی عبادت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا **وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى** وانفقوا مما رزقناکم (اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے)

یہ شاید منافقوں کے قول لا تنفقوا علی من عند۔ الخ کا جواب ہو کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے، جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا، اس وقت (موت کے قریب) بخیل تمنا کرے گا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیتے کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک بن کر حاضر ہوتا لیکن وہاں التواء کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کر دی ہے، اس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی (متنبیہ) ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تمنیٰ (یعنی تمنا کرنے) کو قیامت کے دن پر حمل (یعنی محمول) کرتے ہیں، یعنی محشر میں یہ آرزو کرے گا کہ کاش مجھے

پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں وَاِنَّ اللّٰهَ لَخَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے تمہارے اعمال کی) اسکو یہ بھی خبر ہے کہ بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کر دیں تب تم کیسے عمل کرو گے، وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبر دار ہے اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ (تفسیر عثمانی)

تمّ سورة المنافقون، ولله الحمد والمنّة و صلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد

واله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً، كثيراً، كثيراً۔

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

فائدہ

سورۃ المنافقون کی مناسبت سے شائقین طلباء اور اہل تحقیق حضرات کے لئے ان قرآنی آیات کی فہرست پیش کی جا رہی ہے جن میں نفاق اور منافقین کے بارے میں مضامین موجود ہیں۔

یہ فہرست ۱۹۹ آیات پر مشتمل ہے

البقرة ١٢	ال عمران ١٢	النساء ٢٤	المائدة ٣	الانفال ٢	التوبة ٥٤	النور ٩	العنكبوت ٢
٢٠٤٨	٢٨	٦٨٤٦٠	٣١	٢١	٢٢	١١	١٠
٢٠٦٤٢٠٣	٢٩	٤٢	٥٢	٢٩	٢٣	١٣	١١
٢٦٣	١٢٠٤١١٨	٤٣	٥٣		٥٠٤٢٥	١٩	
الاحزاب ١٨	١٥٣	٤٤	فتح ٦	الحديد ٣	٥٩٤٥٢	٥٠٤٢٤	التحریم ١
١	١٥٦	٤٨			٤٠٤٦١	٥٣	
٢٠٤١٢	١٦٤	٨٣٤٨١	٦	١٣	٨٤٤٤٣	٦٣	٩
٢٣	١٦٨	٨٥	١١	١٣	٩٠		
٢٨	١٢٦	٩١٤٨٨	١٢	١٤	٩٨٤٩٣		
٥٤	١٤٤	١٠٥	١٣	١٥	١٠١		
٥٨	١٤٩	١٠٤	١٥	١٥	١١٠٤١٠٤		
٦٠	محمد ١٣	١٠٨	١٦	المجادله ٨	١٢٤٤٢٣٣	المنافقون ٨	المدثر ١
٦١	١٦	١٠٩		٨		١	٣١
٦٢	٢٠	١١٥٤١١٣		١٠	١١	٢	
٤٣	٢١	١٣٣٤١٣٤		١٢	١٢	٣	
	٢٢	١٣٥		١٣	١٣	٤	
	٢٣	١٣٦		١٤	١٤	٥	
	٢٤	١٣٨		١٦	١٥	٦	
	٢٥			١٧	١٦	٧	
	٢٦			١٨	١٧	٨	
	٣٠٤٢٤			١٩	١٨		

سورة

البقرة

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں **سورۃ البقرہ** کی ایک
آیت کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے



سُورَةُ التَّحْوِيْمِ نَبِيْرًا مَّا لَنِيْتِهٖ ۙ آيَةٌ ۙ ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۗ وَمَا وَاوَاهُمْ

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کا ٹھکانہ جہنم

جَهَنَّمَ ۗ وَيَسُّ الْمَصِيْرُ ۙ ۹

ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے

خلاصہ

کفار کے خلاف تلوار اور منافقین پر سختی کا حکم..... کفار اور منافقین دونوں کا انجام جہنم ہے اور یہ بہت برا انجام ہے۔

کفار اور منافقین کے خلاف جہاد

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے کفار کے خلاف اسلحہ اور قتال کے ذریعہ اور منافقین کے خلاف ان پر حدیں جاری کر کے

يقول تعالى امرأ رسولہ ﷺ بجہاد الكفار والمنافقين۔ هؤلاء بالسلاح والقتال وهؤلاء باقامة الحدود

عليهم۔ (ابن کثیر)

کفار منافقین کے ساتھ سختی واجب ہے

امام ابو بکرؓ جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:-

حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس زمانے میں اکثر حدیں منافقین پر جاری ہوتی تھیں تو حکم فرمایا کہ حد جاری کرنے میں ان پر سختی کریں اور ایک قول یہ ہے کہ:-

جہاد المنافقين بالقول وجہاد الكفار بالحرب

اور آیت مبارکہ میں اس بات کی دلالت ہے کہ کفار اور منافقین سے سختی کرنا واجب اور ان سے میل جول

رکھنا ممنوع ہے (یعنی دوستی والا میل جول)

فيه الدلالة على وجوب الغلظة على الفريقين من الكفار والمنافقين ونهى عن مقارنتهم ومعاشر

تهم (احکام القرآن)

اہم سبق

حضرت لاہوریؒ اس آیت مبارکہ سے یہ نکتہ سمجھاتے ہیں:-

جس جماعت میں رجوع الی اللہ کا صحیح جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں انکی معاندین حق (یعنی اسلام کے دشمن

کافروں اور منافقوں) سے علیحدگی لازمی ہے (حضرت لاہوریؒ)

اس آیت مبارکہ کے مزید مضامین کے لیے ملاحظہ فرمائیے (فتح الجواد جلد سوم ص ۲۹)

سورۃ التوبہ آیت ۴۷



سورة

العنكبوت

ابتدائیہ

اس تالیف میں **تَفْوِذُ الْجَاهِدَاتِ** کی آٹھ آیات کے جہادی مضامین کو بیان کیا گیا ہے



سُورَةُ الْعَادِيَاتِ آيَةُ ۸۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعُدَيْتِ صُبْحًا ۱ فَاَلْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۲ فَاَلْمُغِيْرَتِ صُبْحًا ۳

ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر (پھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت

فَاَثْرَنَ بِهٖ نَقْعًا ۴ فَوْسَطُنَ بِهٖ جَمْعًا ۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

دھاوا کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھمتے ہیں۔ بے شک

لَكَنُوْدٌ ۶ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشٰهِيْدٌ ۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ

انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور بے شک وہ اس بات پر خود شاہد ہے۔ اور بے شک وہ مال کی محبت

لَشٰهِيْدٌ ۸

میں بڑا سخت ہے۔

خلاصہ

جہاد فی سبیل اللہ میں بھاگتے، ہانپتے، چنگاریاں اڑاتے، حملہ کرتے، غبار کا طوفان اٹھاتے اور دشمن کے لشکر کو چیرتے گھوڑوں کی قسم انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اس پر وہ خود گواہ ہے اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔ اے انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ اور اپنے مالک اللہ تعالیٰ کا وقادار بن، جانثار بن۔

مجاہدین کے گھوڑے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات میں جن گھوڑوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے غازیوں کے گھوڑے ہیں۔

والجمہور من اهل التفسیر واللغة علی ان العادیات هنا الخیل تعدو فی سبیل اللہ

وتضیح حالة عدوها (البحر المحیط)

امام خازن لکھتے ہیں:-

والعادیات کے بارے میں دو اقوال ہیں مگر گھوڑوں والا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے کیونکہ ان گھوڑوں میں دینی، دنیاوی فائدے اور اجر و غنیمت ہے اور انکی قسم کھا کر ان گھوڑوں کی فضیلت کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان گھوڑوں کے باندھنے اور پالنے کے اجر کی طرف توجہ دلائی ہے۔

وهذا القول فی تفسیر هذه الآيات اولیٰ بالصحة واشبه بالمعنی وانما اقسام
اللہبخیل الغزلة لما فیها من المنافع الدینیة والدنیویة والاجر والغنیمة وتنبیها علیٰ
فضلها وفضل ریاطها فی سبیل اللہ عزوجل۔ (الخازن)

عجیب نکتہ

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت محمد ﷺ کی قسم کھائی ہے، ارشاد فرمایا۔

يَسَّ ۙ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۙ (یسین ۲۰۱)

اور آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے، ارشاد فرمایا:-

لَعَمْرُكَ ۚ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (الحجر ۷۲)

”اور آپ ﷺ کے گھوڑوں کی، ان کے ہانپنے کی، ان کے غبار کی، اور ان کی ٹاپوں کے چنگاریاں اڑانے کی قسم

کھائی ہے، ارشاد فرمایا:

وَالْعُدَيْتِ ضَبْمًا (پانچ آیات) (القرطبی)

یہ مجاہدین کی قسم ہے

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ قیم مجاہدین کے گھڑسوار دستے کی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں

یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے کام پر اپنی جان دینے کو

حاضر ہے (موضح القرآن)

قرطبی، ابن کثیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جہادی دستہ کسی علاقے میں بھیجا جو گم ہو گیا۔ اور ایک

ماہ تک اسکی خبر نہ آئی منافقین کہنے لگے کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ جن میں

خبر دی گئی کہ وہ تو سلامت ہیں اور بشارت دی گئی کہ ان کے گھوڑے دشمنوں پر حملہ آور ہیں (القرطبی، ابن کثیر)

تفسیر مظہری میں ہے:-

بزاز، دارقطنی، حاکم اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے

کچھ سواروں کو کہیں بھیجا انکی کوئی خبر رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں آئی تو مندرجہ ذیل آیات کا نزول ہوا

وَالْعُدَيْتِ ضَبْمًا ”العادیات“ سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوڑتے ہیں

مذکورہ بالا شان نزول اور ”العادیات“ کے اس تفسیری معنی پر اس سورت کا ”مدنی“ ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ہجرت

سے پہلے جہاد نہیں تھا لیکن اگر سورت کو مانی جائے تو پھر غازیوں کے گھوڑوں کی قسم ایک پیشین گوئی کے طور پر

ہوگی (گویا یہ پیشین گوئی ہے کہ آئندہ جہاد کا حکم ہوگا اور غازیوں کے گھوڑے ہوں گے) (مظہری)

اے غافل انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ

اس عبارت کو توجہ اور غور سے پڑھیں تو اس سورت مبارکہ کا اصل موضوع اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جائے گا۔
تفسیر عثمانی میں ہے:-

”ممکن ہے قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جب کہ ظاہر ہے اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ (یعنی سوار دستے) کی قسم ہو، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں

”یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے“
یعنی جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرفروشی و جانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار، شکر گزار بندے ایسے ہوتے ہیں، جو آدمی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستے میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجے کا ناشکر اور نالائق ہے، بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اسکی بے شمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اسکی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے ٹکے اور تھوڑا سادانہ کھلاتا ہے، وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا، ٹاپیں مارتا اور غبار اٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے گولیوں کی بارش میں تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا، بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے، کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے، جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے، بے شک انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔“ (تفسیر عثمانی)

جامع تفسیر

وَالْعُدَيْتِ ضَبَبًا

ہم کو قسم ہے غازیوں کے ان گھوڑوں کی جو دشمن پر حملہ کرنے کے لئے دوڑتے ہیں اور دوڑتے وقت ”اح اح“ کی آواز ان کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا

پھر انکی جورات میں اپنی ٹاپوں سے پتھروں میں چتھاق کی طرح آگ کی چنگاریاں نکالتے ہیں۔ یہ دوسری صفت بھی انہیں جہادی گھوڑوں کی ہے جو انکی قوت اور تیز رفتاری کو ظاہر کرتی ہے، مضبوط گھوڑوں کے نعل رات کو تیزی سے دوڑتے ہوئے جب پتھروں پر کھٹ پڑتے ہیں، تو پتھروں میں سے آگ چکا کرتی ہے۔ یہ گھوڑے دشمنان اسلام پر قہر الہی ہیں اور یہ آگ قہر الہی کی آگ ہے اور انکے سواروں کی اس دینی غیرت اور شجاعت کا اثر

ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے جو بدکاروں کے خرمین عیش و عشرت کو جلانے کے لئے کافی ہے۔

فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا

پھراکی (قسم) جو صبح ہوتے ہی جبکہ دشمنان دین خواب غفلت میں ہوتے ہیں حملہ کرتے ہیں۔ وہ راتوں کو چلے اور چلتے ہوئے اپنی ناپوں سے آگ کے شرارے اڑاتے رہے اور صبح ہوتے ہی بدکرداروں اور اللہ تعالیٰ کے مجرموں پر دھاوا بول دیا۔

فَأَثَرُنَّ بِهِ نَقْعًا

پھراکی قسم جو صبح میں حملے کے وقت بڑے زور سے دوڑتے ہوئے گردوغبار اٹھاتے ہیں اور دشمنوں کے چہروں کو گرد آلود کرتے ہیں، یہ صبح کے وقت گرد اڑانا زیادہ قوت اور زور پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ شبینم سے زمین تر ہوتی ہے، جبکہ شام کو خشکی ہوتی ہے اور ذرا سی حرکت سے گرد اڑنے لگتی ہے۔

فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا

پھراکی قسم جو صبح کے وقت دھاوا بولنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے لشکر میں گھس جاتے ہیں، یہ نہیں کہ صرف دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں اور وقت پر بزدلی دکھاتے ہیں۔ یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب۔

پھر ان گھوڑوں کی قسم کھا کر فرماتے ہیں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ

کہ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکر اور احسان نہ ماننے والا ہے۔

① اول تو اسکی نعمتوں کو اسباب کی طرف، یا اپنی کوشش کی طرف یا نقلی معبودوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔

② دوم یہ کہ ان نعمتوں کو بے موقع استعمال کرتا ہے۔

③ سوم یہ کہ اپنے محسن و مربی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا بلکہ اپنی لذتوں اور شہوتوں میں ڈوب رہتا ہے۔

وَاِنَّكَ عَلٰى ذٰلِكَ لَشٰهِيْدٌ

اور وہ اس بات پر گواہی دیتا ہے۔ یعنی انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو ناشکر ہے۔

وَاِنَّكَ لِحَبِيْبٍ الْخَيْرِ لَشٰهِيْدٌ

وہ مال کا بہت بڑا دوست اور سخت لالچی ہے۔

یہ انسان کے تین برے کام ہیں جو اسکو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اب اس ناشکرے انسان کے مقابلے میں ان حیوانات کو دیکھنا چاہیے جو مالک کے مطیع ہیں جیسا کہ گھوڑا جس کے اوصاف کی قسم کھائی ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسا انسان حیوان سے بدتر ہے جس میں مالک کی اطاعت کا مادہ نہیں۔ اور نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ناشکرے، نافرمان، شہوت پرست، مال و زر کے لالچی انسان ایک روز ایسے جہادی گھوڑوں کے پاؤں تلے

روندے جاتے ہیں جن کی ٹاپوں سے آگ نکلتی ہے اور جو دشمنوں کے خرمن آرام کو جلاتی ہے۔“ (تفسیر حقانی تلخیص)

فائدہ

بعض مفسرین کرام کے نزدیک اس سورت میں ان اونٹوں کی قسم کھائی گئی ہے جو حجاج کرام کو منیٰ، مزدلفہ اور عرفات لے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے تفسیر القرطبی، البغوی، الخازن ابن کثیر وغیرہ۔

ان سب حضرات نے یہ قول لکھنے کے بعد جہادی گھوڑوں والے قول کو ترجیح دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آگ کی چنگاریاں

فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا

قسم ان گھوڑوں کی جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں یعنی ان کے نعل جب زور سے زمین پر لگتے ہیں اور پتھروں سے نکراتے ہیں تو اس سے آگ کی چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مجاہدین کا اس طرح سے آگ اڑاتے ہوئے چنگاریاں چکاتے ہوئے دوڑنا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا تو ان کے اس عمل کا نقشہ قرآن پاک میں محفوظ فرمادیا اور اسکی قسم کھا کر انہیں اعزاز بخشا۔ حضرات مفسرین نے اس جملے کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیے۔

① یہ گھوڑوں کا تذکرہ ہے جو اپنے پاؤں یعنی نعل سے پتھروں پر دوڑتے ہوئے آگ کی چنگاریاں نکالتے ہیں۔ (البغوی)

② قتادہ فرماتے ہیں یہ گھوڑوں کی صفت ہے جو اپنے گھڑسواروں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں۔
ہی الخیل تھیج الحرب ونار العداوة بین فرسانہا۔ (البغوی)

③ یہ مجاہدین کے سوار دستے کا تذکرہ ہے جو دن کو جہاد کرتے ہیں پھر رات کو کسی جگہ پڑاؤ ڈال کر آگ جلاتے ہیں اور اپنا کھانا پکاتے ہیں۔

وقال سعید بن جبیر عن ابن عباس: ہی الخیل تغزو فی سبیل اللہ ثم تاوی باللیل فیورون نارہم ویصنعون طعامہم۔ (البغوی)

④ اس سے مراد وہ عظیم لوگ ہیں جو جنگ کے لئے مکر اور تدبیر کرتے ہیں اور دشمنوں کو شکست دینے اور دھوکہ میں ڈالنے کے طریقے سوچتے ہیں۔

وقال مجاہد وزید بن اسلم ہی مکر الرجال یعنی رجال الحرب۔ (البغوی)

امام قرطبی نے یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں اور مزید چند اقوال کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔ مثلاً

⑤ اس سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو دشمن کو مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لیے آگ جلاتے ہیں اور جو دشمن سے جتنا قریب ہوتا ہے اتنی زیادہ آگ جلاتا ہے تاکہ دشمن انکی تعداد کو زیادہ سمجھے۔

وعن ابن عباس ایضاً انہا نیران المجاہدین اذا کثرت نارہا ارہابا وکل من قرب من

العدویوقد نیرانا کثیرة لیظنهم العدو کثیرا۔ (القرطبی)

۶ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے آگ کی چنگاریاں نکال کر دشمنوں کو دہلیل سے مغلوب کرتے ہیں یعنی انکی باتیں دشمنوں کے لئے آگ کی طرح ہوتی ہیں۔

وقال عکرمہ ہی السنة الرجال توری النار من عظیم ماتنکلم بہ ویظہر بہا من اقامة الحججہ (القرطبی)
یہ تمام اقوال لکھنے کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ تمام مجازی معنی ہیں جبکہ اصل اور حقیقی معنی وہ ہے جو سب سے پہلے بیان ہوا یعنی جہادی گھوڑوں کا دوڑتے ہوئے اپنی ٹاپوں سے آگ نکالنا۔ (القرطبی)

جہاد کی آگ

تفسیر حقانی میں ہے:-

فَالْمُؤَدِّيَةُ قَدْ حَاسَا سِ اس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو انجیل متی کے تیسرے باب میں ہے۔ (اس کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

وہ آگ جہاد کی آگ ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے نکلتی ہے اور جو قیامت تک نہ بجھے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

لن یبرح هذا الدین قانما تقاتل علیہ عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة (رواہ مسلم)

کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، قیامت تک مسلمانوں کی ایک نہ ایک جماعت اس کی خاطر لڑتی رہے گی۔

فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں رہی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم کو لڑنے کے لئے حکم دیا جائے تو نکلو (متفق علیہ) اور فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جہاد کرتا رہے گا، اپنے مخالف پر فتح پاوے گا، یہاں تک کہ آخر کے لوگ دجال سے لڑیں گے (رواہ ابوداؤد)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا البرکة فی نواصی الخیل (متفق علیہ)

کہ برکت گھوڑے کی پیشانی میں رکھی ہوئی ہے اور یہ بھی فرمادیا کہ الخیل معقود بنواصیہا الخیر الی یوم

القیمة الاجر والغنیمة (رواہ مسلم)

کہ گھوڑے کی پیشانی یا چوٹی میں قیامت تک بہتری باندھی گئی ہے اور وہ بہتری کیا ہے؟ آخرت کا اجر اور دنیا کی غنیمت (تفسیر حقانی)

اسباق

اس سورۃ مبارکہ سے مسلمانوں کو بہت سے سبق ملتے ہیں۔ مثلاً

۱ جہاد کی تیاری میں لگے رہنا چاہیے۔ (مفسرین نے والعیاذ باللہ صیغہ اسم فاعل سے یہ مطلب سمجھا ہے کہ

مسلمانوں کو جہاد کی ہمیشہ تیاری رکھنی چاہیے)

۲ جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنے چاہئیں، اور گھڑ سواری سیکھنی چاہیے، اور جہاد کے لیے دیگر اسباب اور آلات بھی خوب جمع کرنے چاہئیں۔

۳ جہاد کے مبارک شعلوں کو بجھنے نہیں دینا چاہیے۔ (قَالَ مُؤَدِّيَةُ قَدْحًا)

۴ خوب تدبیر، مکر اور حکمت عملی کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے (قَالَ مُؤَدِّيَةُ قَدْحًا)

۵ صبح کے وقت کو قیمتی بنانا چاہیے یہ وقت جہاد اور جہاد کی محنت کے لیے بہت موزوں اور مبارک

ہے۔ (قَالَ مُؤَدِّيَةُ صُبْحًا) رسول اکرم ﷺ بھی صبح کے وقت حملہ فرماتے تھے

۶ اپنے اندر جرأت اور بہادری پیدا کرنی چاہیے۔ (فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا)

۷ جہادی گھوڑوں اور جہادی آلات و اسباب سے محبت رکھنا چاہیے۔ (جہادی گھوڑوں کی محبت کے لیے اتنا

کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکی قسم کھائی ہے)

۸ ناشکری سے بچنا چاہیے۔ (إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ)

۹ مال کی محبت کو کم کرنے کی محنت اور کوشش کرنی چاہیے۔ (وَلَا تَكُنْ مِثْلَ الْبَخِيلِ الشَّدِيدِ)

۱۰ موت اور موت کے بعد کے حالات کا مذاکرہ کر کے اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور غفلت کو دور

کرنا چاہیے۔ (اقلا يعلم اذا بعث ما في القبور۔ الخ)

جہادی گھوڑے اور اسے پالنے کے فضائل

اس سورۃ مبارکہ کی مناسبت سے جہادی گھوڑے اور اسے پالنے کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔



مجموعہ مبارکہ

محبت، احترام اور عمل کی نیت کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے ہادی عالم حضرت محمد ﷺ کی چند احادیث۔ جن کو پڑھ کر دل میں شوق جہاد زندہ ہوتا ہے۔ جہادی گھوڑے سے انس اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گھڑسواری کی ترغیب ملتی ہے۔

۱

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ الخیل فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمة۔ (رواہ البخاری فی باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمة ص ۳۹۹ ج ۱)
حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت قائم رہے گی (اے تمہیں جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کی بھی بشارت ہے)

۲

عن عامر حدثنی عروۃ البارقی أن النبی ﷺ قال الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمة الأجر والمغنم (رواہ البخاری فی باب الجہاد ما مضی۔ ص ۳۹۹-۴۰۰ ج ۱)
عروۃ بارقی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر یعنی اجر و غنیمت رکھ دی گئی ہے۔

(پس مسلمانوں کو چاہیے کہ گھڑسواری سیکھیں، جہادی گھوڑے پالیں اور ان سے محبت رکھیں، گھوڑا آج بھی جہاد میں استعمال ہوتا ہے اور گھوڑے کی سواری کرنے سے انسان کے جسم میں مضبوطی اور دل میں بہادری آتی ہے)

۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسکے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا اور پینا اسکی لید اور پیشاب قیامت کے دن (اس مجاہد کے) ترازو میں (اجر بنا کر) ڈالا جائیگا۔
(گھوڑے کی یہ فضیلت تو صریح ہے باقی جہاد کے لئے جو تیاری کی جائے اور جو سامان بھی رکھا جائے اسکی فضیلت بھی اشارۃً معلوم ہوگئی)

۴

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال الخیل لثلاثة لرجل اجر و لرجل سترو علی رجل و زر فاما الذی له اجر فرجل ربطها فی سبیل اللہ فأطال لها فی مرج أو روضة فما اصاب فی طیلها ذلك من المربج أو الروضة كانت له حسنات و لو انها قطعت طیلها و استنتت شرفا و اشرفین كانت ارواثها و آثارها حسنات له و لو انها مرت بنهر فشربت منه و لم یرد ان یسقیها كان ذلك له حسنات و رجل ربطها فخر و یراء و نواء لاهل الاسلام فہی و زر علی ذلك۔ (رواہ البخاری فی باب الخیل لثیۃ..... ص ۴۰۰ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں بعض آدمیوں کیلئے وہ اجر و ثواب ہیں بعض آدمیوں کیلئے پردہ ہیں اور بعض آدمیوں کیلئے وبال جان ہیں۔ جس کیلئے گھوڑا اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کیلئے) اسے باندھے پھر وہ (اسکی رسی کو) لمبا چھوڑتا ہے کسی چراگاہ یا یہ فرمایا کہ سرسبز جگہ میں (تا کہ چاروں طرف چرسکے) تو گھوڑا اس چراگاہ یا سرسبز جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اسکی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں) اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو بار کودا تو اسکی لید اور اسکے نشان قدم مالک کے لئے نیکیاں ہیں اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر سے گذرے اور مالک کے ارادے کے بغیر اس سے پانی پی لے تو پھر بھی مالک کو نیکیاں ملتی ہیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑا فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اسکے لئے وبال جان ہے۔

۵

عن حنش بن علی الصنعانی قال سمعت ابن عباس رضی اللہ عنہما یقول فی قوله تعالیٰ! اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاِیْمَانٍ وَّالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ سَبَّحَ اللّٰهُ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۷ ج ۱۰)

حضرت حنش بن علی صنعانی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کو اللہ تعالیٰ کے اس قول (ترجمہ:- جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں رات اور دن کو چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں البقرہ آیہ ص ۲۷۴) کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑوں پر خرچ کرنا ہے۔ (جہادی گھوڑوں پر خرچ کرنے کا اجر یہ ہے تو خود مجاہدین پر خرچ کرنے کا کتنا اونچا مقام ہوگا)

۶

عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ ﷺ من حبس فرسا فی سبیل اللہ كان سترة من العار (کنز العمال ص ۱۳۳ ج ۴)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں

گھوڑا باندھا تو یہ جہنم سے اس کے لئے آڑ بن جائے گا۔ (یعنی جہنم سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا)

۷

عن محباب بن عثمان قال قال رسول اللہ ﷺ الخيل ثلاثه فرس للرحمن وفرس للانسان وفرس للشيطان فاما فرس الرحمن فماتخذني سبيل الله وقتل عليه اعداء الله واما فرس الانسان فماتستبطن وتحمل عليه واما فرس الشيطان فماروحن عليه وقومر عليه۔ (رواه الطبرانی فی الکبیر۔ بحوالہ کنز العمال ص ۱۳۳ ج ۴)

حضرت محباب بن عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا رحمن کا، ایک گھوڑا انسان کا، اور ایک گھوڑا شیطان کا۔ رحمن کا گھوڑا تو وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد فی سبیل اللہ) کے لئے مقرر کر دیا ہو اور اس پر (سوار ہو کر) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قتل کیا گیا ہے، رہا انسان کا گھوڑا۔ سو وہ ہے جس کو (آدمی) موٹا کرتا ہے اس پر سواری کرتا ہے، اور شیطان کا گھوڑا تو وہ ہے جس پر شرط لگائی جائے اور جو اٹھایا جائے۔

۸

عن انس بن مالك قال لم يكن شئ احب الي رسول الله ﷺ بعد النساء من الخيل (رواه الترمذی فی باب حب الخيل ص ۱۲۲ ج ۲)

حضرت انس بن مالك فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات کے بعد رسول اللہ ﷺ کو سب سے محبوب چیز گھوڑے تھے۔

۹

عن ابی هريرة بن اسد قال قال رسول الله ﷺ الخير معقود بنواصي الخيل الي يوم القيمة ومثل المنفق عليها كالمتكف بالصدقة۔ (رواه ابو يعلى، والطبرانی فی الاوسط، ورجالہ رجال الصحیح بحوالہ مجمع الزوائد ص ۳۳۶ ج ۵)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خیر و برکت تا قیامت گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو صدقہ دینے کے لئے ہتھیلیاں پھیلانے والا ہو۔

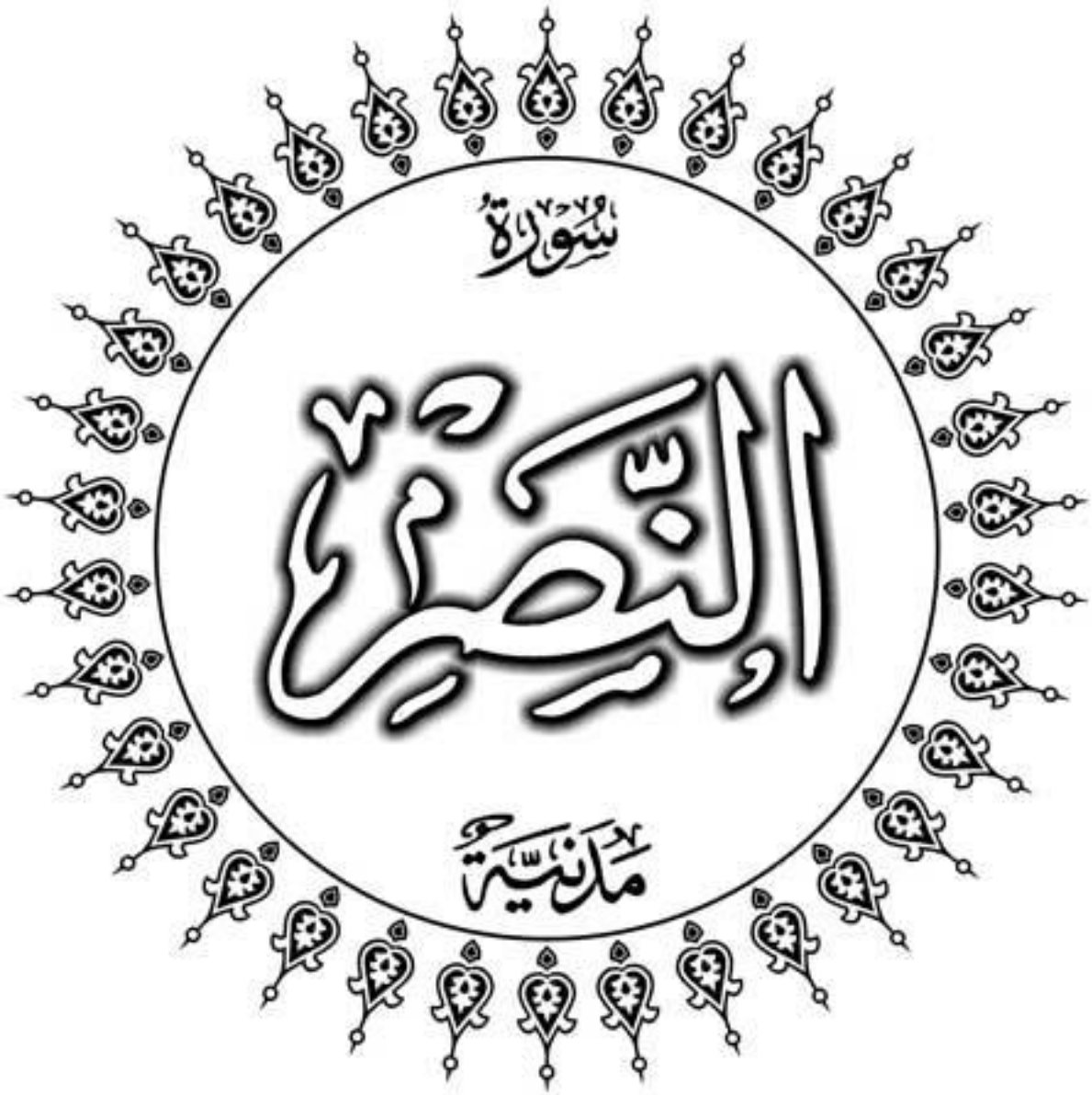
۱۰

عن ابی وهب و كانت له صحبة قال قال رسول الله ﷺ تسموا باسماء الانبياء واحب الاسماء الي الله عز وجل عبد الله وعبد الرحمن وارتبطوا بالخيل وامسحوا ابوابهم واصبيهاوا اكفهاهاوا قلدوهاوا لا تقلدوها الاوتارو عليكم بكل كميت اغرم محجل او اشقرا غرم محجل او ادهم

اغرمحجل (رواہ النسائی فی باب ما یستحب من ھیۃ الخیل ص ۱۲۲ ج ۲)

حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہما جو کہ صحابی ہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انبیاء کرامؑ کے ناموں پر نام رکھو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام ناموں میں سے زیادہ محبوب عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں اور گھوڑوں کو باندھو اور انکی پیشانیوں اور رانوں پر ہاتھ پھیرا کرو اگر تم ان پر سوار ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے سوار ہوا کرو نہ کہ دور جاہلیت کے انتقام لینے کیلئے (جیسا کہ عرب کی عادت تھی) اور تم کیت (یعنی جس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو) گھوڑا جو جسکی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا لال رنگ کا گھوڑا جو جسکی پیشانی اور چاروں پاؤں سفید ہوں یا پھر سیاہ رنگ کا گھوڑا جو جسکی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں۔





سورة

البقرة

مكية

ابتدائیہ

اس تالیف میں **سورۃ النصر** مکمل
کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔



ابتدائیہ

تین آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

یہ سورۃ مبارکہ مسلمانوں کو فتح کے آداب بھی سکھاتی ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جہاد میں فتح عطاء فرمائے تو وہ غفلت میں مبتلا نہ ہوں اور نہ عیش و عشرت کو اپنا مقصود بنالیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں۔ اسی طرح فتح کے بعد تکبر میں مبتلا نہ ہوں بلکہ استغفار میں مشغول ہوں۔ اور استغفار سے تواضع کی نعمت بھی نصیب ہوتی ہے۔

اس سورۃ مبارکہ میں فتح مکہ کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ مضامین جہاد سے پہلے ملاحظہ فرمائیے فتح مکہ کے کچھ حالات۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد





غزوہ فتح مکہ رمضان ۸ھ

غزوة الفتح الا عظم

فتح مکہ مکرمہ زادھا اللہ تشریفاً وتکریماً

جس وقت قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین، حدیبیہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا تو اس وقت دیگر قبائل کو اختیار دیا گیا کہ جس کے عہد اور عقد میں چاہیں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ بنو بکر قریش کے عہد میں اور بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں شامل ہو گئے۔

ان دونوں قبیلوں میں زمانہ جاہلیت سے ان بن چلی آتی تھی جس کا سبب یہ تھا کہ مالک بن عبداحضری ایک مرتبہ مال تجارت لے کر خزاعہ کی سر زمین میں داخل ہوا۔ خزاعہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ بنو بکر نے موقع پا کر حضری کے معاوضہ میں بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ قبیلہ بنو خزاعہ نے اپنے ایک آدمی کے معاوضہ میں بنو بکر کے تین سرداروں ذویب اور سلمیٰ اور کلثوم کو میدان عرفات میں حدود حرم کے قریب قتل کر ڈالا۔

زمانہ جاہلیت سے زمانہ بعثت تک یہی سلسلہ رہا ظہور اسلام کے بعد اسلامی معاملات میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ حدیبیہ میں ایک میعاد صلح ہو جانے کی وجہ سے فریقین ایک دوسرے سے مامون اور بے خوف ہو گئے بنو بکر نے اپنی دشمنی نکالنے کا موقع غنیمت سمجھا۔ چنانچہ بنو بکر میں سے نوفل بن معاویہ دہلی نے مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر شب خون مارا رات کا وقت تھا خزاعہ کے لوگ پانی کے ایک چشمہ پر سو رہے تھے جس کا نام وتیر تھا۔

قریش میں سے صفوان بن امیہ اور شیبہ بن عثمان اور سہیل بن عمرو اور حوہیط بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص نے پوشیدہ طور پر بنو بکر کی امداد کی۔ خزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی۔ مگر ان کو وہاں بھی قتل سے پناہ نہ ملی۔

قریش نے بنو بکر کی ہر طرح سے امداد کی ہتھیار بھی دیئے اور لڑنے کے لئے آدمی بھی، خزاعہ کے لوگ مکہ میں بدیل بن ورقاء بن خزاعی کے مکان میں گھس گئے۔ مگر بنو بکر اور رؤساء قریش نے گھروں میں گھس کر ان کو مارا اور لوٹا اور یہ سمجھتے رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع نہ ہوگی۔ جب صبح ہوئی تو قریش کو اپنے کئے پر ندامت ہوئی اور یہ سمجھ گئے کہ ہم نے عہد شکنی کی اور جو معاہدہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں کیا تھا اس کو ہم نے اپنی غلطی سے توڑ ڈالا۔

عمرو بن سالم خزاعی، چالیس آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا آنحضرت

ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

یارب انی ناشد محمدا حلف ابینا و ابیہ الاتلدا

اے پروردگار میں محمد ﷺ کو اپنے باپ اور ان کے باپ عبدالمطلب کا قدیم عہد یاد دلانے آیا ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں خزاعہ حضرت مطلب کے حلیف تھے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح ہم آپ کے حلیف ہیں اسی طرح ہمارے باپ دادا آپ کے دادا کے حلیف تھے۔

ان قریشاً اخلفوک الموعدا ونقضوا میثاقتک المؤکدا

پیشک قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی اور آپ کے پختہ عہد اور پیمان کو توڑ ڈالا۔

ہم بیٹوں ہاں الوتہیر ہجدا وقتلو نارگھاوسجداً

ان لوگوں نے چشمہ ”وتیر“ (نامی مقام) پر سوائے ہوئے ہم پر شب خون مارا اور رکوع اور سجود کی حالت میں ہم کو قتل کیا۔ (ان میں سے بعض مسلمان بھی تھے ورنہ وہ خود مسلمان نہ تھے۔)

وجعلوالی فی کداء رصداً وزعموا ان لست ادعو احدا

اور مقام کداء میں آدمیوں کو ہماری گھات میں بٹھلا دیا اور ان کا گمان یہ تھا کہ میں کسی کو اپنی مدد کے لئے نہ بلاؤں گا۔

وہم اذل و اقل عددا

اور وہ سب ذلیل ہیں اور شمار میں بہت کم ہیں

ووالدا کنا و کنت الولدا ثمت اسلمنا ولم ینزع یدنا

اور ہم بمنزلہ باپ کے ہیں اور آپ بمنزلہ اولاد کے اس لئے کہ عبدمناف کی ماں قبیلہ خزاعہ کی تھی اور اسی طرح قصی کی ماں فاطمہ بنت سعد بھی قبیلہ خزاعہ کی تھی۔ اس تعلق کی بناء پر ہماری نصرت اور اعانت آپ پر لازم ہے اور اس کے علاوہ ہم ہمیشہ آپ کے مطیع اور فرمانبردار رہے کبھی آپ کی اطاعت سے دستکش نہیں ہوئے اس لئے آپ سے امید ہے کہ اپنے جانثاروں اور وفا شعاروں کی مدد فرمائیں گے۔

فانصر ایدک اللہ النصر ااعتدا وادع عباد اللہ میا تہم امداداً

پس ہماری فوری مدد فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اپنے صحابہ کو حکم دیجئے وہ ضرور ہماری مدد کو آئیں گے۔

اور ایک نسخہ میں ہے۔ فانصر رسول اللہ ﷺ نصر ااعتدا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ ہماری فوری مدد فرمائیے۔

ان سیم حسفاً وجہہ تربدا

فیہم رسول اللہ ﷺ قد تجردا

اور جب عباد اللہ کا لشکر ہماری مدد کو آئے تو اس میں اللہ کا رسول ﷺ ضرور ہو جو ظالموں سے جنگ کے لئے تیار ہو۔ (یعنی فقط سر یہ بھیجنے پر اکتفا نہ فرمائیں بلکہ اس لشکر کے ساتھ خود بھی بنفس نفیس تشریف لائیں) اور اگر وہ ظالم آپ کو کوئی ذلت پہنچانا چاہیں تو آپ کا چہرہ مبارک غیرت و حمیت سے تہمتا نہ لگے بعض نسخوں میں "قد تحردا حاء مہملہ کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی غضبناک ہونے کے ہیں۔

فی فیلق کالبحر یجری مزیدا

اور ایسے لشکر کو ساتھ لے کر آئے کہ جو دریا کی طرح جھاگ مارتا ہو۔

مدد کا وعدہ

مغازی ابن عائد میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آل حضرت ﷺ نے واقعات سن کر نصرت یا عمر بن سالم اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ فرمایا نہ مدد کیا جاؤں میں اگر میں تیری مدد نہ کروں بعد ازاں یہ دریافت فرمایا کہ کیا تمام بنو بکر اس میں شریک تھے عمرو بن سالم نے کہا سب نہیں بلکہ بنو بکر میں سے صرف بنو نفاشہ اور انکا سردار نوفل اس میں شریک تھا۔ آپ نے ان کی اعانت اور امداد کا وعدہ فرمایا اسکے بعد یہ وفد واپس ہو گیا۔

قریش کے نام پیغام

آپ نے ایک قاصد قریش مکہ کے پاس روانہ کیا، کہ انکو یہ پیغام پہنچادے کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لیں۔

① مقتولین خزاعہ کی دیت دے دی جائے۔

② یا بنو نفاشہ کے عہد اور عقد سے علیحدہ ہو جائیں۔

③ یا معاہدہ حدیبیہ کے فسخ کا اعلان کر دیں۔

قاصد نے جب پیغام پہنچایا تو قریش کی طرف سے قرظہ بن عمرو نے جواب دیا۔ کہ ہم نہ مقتولین خزاعہ کی دیت دیں گے اور نہ بنو نفاشہ سے اپنے تعلقات کو منقطع کریں گے۔ ہاں معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر ہم راضی ہیں لیکن قاصد روانہ ہونے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی اور فوراً ہی ابوسفیان کو تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کے لئے مدینہ روانہ کیا۔

تجدید معاہدہ کے لئے مکہ سے ابوسفیان کی روانگی

ابوسفیان۔ تجدید صلح کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور آں حضرت ﷺ نے صحابہ کو خبر دی کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح کو بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے کے لئے آرہا ہے، چنانچہ ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا اور مقام

عسفان میں پہنچ کر ابوسفیان کی بدیل بن ورقاء خزاعی سے ملاقات ہوئی ابوسفیان نے بدیل سے دریافت کیا کہ کہاں سے آرہا ہے۔ بدیل نے کہا کہ میں اسی قریب کی وادی سے آرہا ہوں، یہ کہہ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسکے بعد ابوسفیان کو خیال آیا کہ بدیل ضرور مدینہ سے واپس آرہا ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے اس جگہ کو جا کر دیکھا، جہاں بدیل نے اونٹ بٹھلایا تھا۔ بدیل کی اونٹنی کی میٹھی کو توڑ کر دیکھا تو اس میں کھجور کی گھٹلی برآمد ہوئی۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم بدیل ضرور مدینہ ہی سے آرہا ہے اور یہ گھٹلی مدینہ ہی کی کھجور کی ہے۔

غیرت ایمانی

ابوسفیان مدینہ پہنچ کر اول اپنی بیٹی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تو نے فرش کو لپیٹ دیا کیا فرش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے فرش کے قابل نہ سمجھا ام حبیبہ نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس پر ایک مشرک کو جو شرک کی نجاست سے ملوث اور آلودہ ہو نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا اے بیٹی خدا کی قسم تو میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی۔ ام حبیبہ نے کہا۔ شر میں نہیں بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں داخل ہو گئی اور آپ سے تعجب ہے کہ آپ سردار قریش ہو کر پتھروں کو پوجتے ہیں کہ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

سفارش کی تلاش

ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آئے اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بارگاہ رسالت سے جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو ابوسفیان ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے سفارش کی درخواست کی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کی درخواست کی۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر میں تیری سفارش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ دنیا میں مجھے اگر کوئی ساتھی میسر نہ آئے تو میں تنہا جہاد کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سنتے ہی خاموشی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس وقت ان کے پاس انکی بیوی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا اے ابوالحسن آپ ہم سے قرابت میں سب سے قریب ہیں ایک شدید ضرورت سے آیا ہوں یہ چاہتا ہوں کہ ناکام واپس نہ ہوں لہذا آپ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ قصد فرمایا ہے لہذا اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہہ سکے ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس بچہ یعنی امام حسن کو یہ حکم دیں کہ وہ پکار دے کہ میں نے قریش کو پناہ دی تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار مان لیا جائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اول تو یہ کمن ہے (یعنی پناہ دینا بڑوں کا کام

ہے (دوسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی خلاف مرضی کون پناہ دے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا معاملہ سخت ہو گیا آخر مجھ کو کوئی تدبیر بتلائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا صرف اتنا خیال میں آتا ہے اگر اس کو تو اپنے لئے مفید اور کارآمد سمجھے تو کر گزر۔ وہ یہ کہ مسجد میں جا کر یہ پکار دے کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور استحکام اور مدت صلح کو بڑھانے کے لئے آیا ہوں اور یہ کہہ کر تو اپنے شہر واپس چلا جا۔ چنانچہ ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور باواز بلند پکار کر یہ کہا کہ میں عہد کی تجدید اور صلح کی مدت بڑھاتا ہوں اور یہ کہہ کر مکہ کو چل کھڑا ہوا۔

ناکام واپسی

ابوسفیان جب مکہ پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا تو قریش نے کہا کہ کیا محمد ﷺ نے بھی تمہارے اس اعلان کو جائز رکھا ہے ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قریش نے کہا کہ محمد ﷺ کی بغیر رضامندی اور اجازت کے تم کیسے راضی اور مطمئن ہو گئے محض لغو اور بیکار چیز لے کر آئے جس کا توڑ نا ان پر کچھ دشوار نہیں اور خدا کی قسم علی نے تیرا مذاق اڑایا۔ تو نہ صلح کی خبر لے کر آیا جس سے اطمینان ہوتا اور نہ جنگ کی خبر لایا کہ جس کی تیاری اور سامان کیا جاتا۔ ابوسفیان کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پوشیدہ طور پر مکہ کی تیاری، سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اس کو پوشیدہ رکھا جائے اس کا اظہار و اعلان نہ کیا جائے اور آس پاس کے قبائل میں بھی کہلا بھیجا کہ تیار ہو جائیں۔

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ

صحیح بخاری میں ہے کہ اسی اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ آں حضرت ﷺ مکہ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ اس خط کو مکہ روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی کے اس سے اطلاع دی آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ روضہ خانہ میں تم کو اونٹ پر ایک عورت ملے گی اس کے ساتھ مشرکین مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے۔ وہ اس سے لے آؤ، چنانچہ روضہ خانہ میں پہنچ کر ہم کو ایک عورت ملی اونٹ بٹھلا کر اس کی تلاشی لی کہیں خط نہ ملا۔ ہم نے کہا خدا کی قسم اللہ کا رسول ﷺ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔

ہم نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تو وہ خط ہم کو دیدے ورنہ ہم برہنہ کر کے تیری تلاشی لیں گے، اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر ہم کو دیا ہم وہ خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ مواخذہ میں عجلت نہ فرمائیں یا رسول اللہ ﷺ قریش سے میری کوئی قرابت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں۔ میرے اہل و عیال آجکل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی اور مددگار نہیں بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی

قراہتیں ہیں، قراہتوں کی وجہ سے ان کے اہل و عیال محفوظ ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض وہی تھی جو میں نے عرض کی۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے، ابن مردودہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں فکتبت کتابا لایضر اللہ ورسولہ۔ پس میں نے ایک خط لکھا (کہ جس میں میرا نفع ہے) اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا کوئی نقصان نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے سن کر یہ فرمایا:
امانہ قد صدقکم۔ آگاہ ہو جاؤ یقیناً اس نے تم سے سچ بیان کیا۔

اہل بدر کی خاص فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ ﷺ نے فرمایا: انہ قد شہد بدداؤمایدیک لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ بیشک حاطب بدر میں حاضر ہوا ہے اور اے عمر رضی اللہ عنہ تجھ کو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت سے اہل بدر کو یہ فرمایا ہو کہ جو چاہے کرو بلاشبہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جاننے والے ہیں۔ یعنی جو بدر میں شریک ہوا وہ کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ سرفروشی اور جانبازی دکھائی جس پر فرشتوں نے بھی رشک کیا، جو بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے مقابلے میں آیا خواہ باپ تھایا بیٹا، بھائی تھایا دوست سب سے بلا تفریق اور بے دریغ مقابلہ کیا اور انہیں قتل کیا، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا تعلق اور ان کی محبت ایسی غالب ہو گئی کہ ان کے سوا ہر اپنا بیگانہ ہو گیا۔ انہوں نے اللہ کا نام بلند کیا اور کفر کے سر پر ایسی کاری ضرب لگائی جس کا زخم مندمل نہ ہو سکا۔ اس عظیم الشان کارنامے کے صلے میں انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم کا تحفہ بطور انعام ملا اور اولئک کتب فی قلوبہم الایمان کی عظیم بشارت بھی۔ اور ساتھ یہ عظیم خوشخبری بھی ملی کہ مستقبل میں جن گناہوں کے صادر ہونے کا امکان تھا انکی پیشگی معافی کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوا۔ فرمایا قد غفرت لکم (میں تمہیں معاف کر چکا ہوں) گویا کہ یہ کام ماضی میں یقینی طور پر ہو چکا ہے اس میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ اعملوا ما شئتم (جو چاہو کرتے رہو) کا مطلب ان حضرات کو گناہوں کی اجازت دینا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ ان پاکباز لوگوں کا کوئی عمل بھی انہیں یہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا کہ معاذ اللہ ایمان سے محروم ہو جائیں یا ان کی معافی نہ ہو سکے بلکہ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے گی

تو فوراً معاف کر دی جائے گی اور ان کے بلند درجات اور خاص مقام برقرار رہیں گے۔ ایسا خطاب اور انعام ان مخلصین اور خاص مجاہدین کو ہی دیا جاتا ہے جن سے اپنے محبوب کی نافرمانی کا امکان ہی باقی نہ رہے۔ بدر میں شرکت بظاہر تو ایک نیکی تھی لیکن درحقیقت ایمان، اخلاص اور اللہ و رسول سے سچی محبت کی پختہ اور یقینی سند تھی۔ لہذا بدر میں شرکت کرنے والے صحابی سے ہتھمائے بشریت اگر کوئی غلطی ہو جائے گی تو یہ غلطی اسے رضی اللہ عنہم اور اولئک کتب فی قلوبہم الایمان کے انعام اور اعزاز سے محروم نہ کر سکے گی اور اس نیکی کو نہ مٹا سکے گی بلکہ بدر میں شرکت کی نیکی اتنی بڑی ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں صادر ہونے والے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ بن گئی ہے اور انہیں مٹا دے گی۔

حاطب کے خط کا مضمون

حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا مضمون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا منشاء عیاذاً باللہ نفاق نہ تھا وہ خط یہ تھا:

امابعد یامعشر قریش فان رسول اللہ ﷺ جاء کم بجیش کاللیل یسیر کالسیل
فواللہ لو جاء کم وحده لنصرہ اللہ وانجزہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام
اے گروہ قریش۔ رسول اللہ ﷺ رات کی مانند تم پر ایک ہولناک لشکر لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح بہتا ہوگا۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ بلا لشکر خود تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح و نصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ یعنی آپ کی کامیابی لشکر پر موقوف نہیں، پس تم اپنے انجام کو سوچ لو۔ والسلام

یہ خط صحیحی بن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جس کو علامہ رقتلانی نے شرح بخاری کتاب الجہاد باب حکم الجاسوس میں نقل کیا ہے اور فتح الباری غزوة الفتح میں بھی مذکور ہے اور البدایہ والنہایہ میں بھی ہے۔

اس خط کا مضمون حاطب بن ابی بلتعہ کے اس عذر کی صاف تصدیق اور تائید کر رہا ہے کہ جو پہلے گزر چکا ہے فکتبت کتابا لایضرب اللہ ورسولہ میں نے ایسا خط لکھا ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو مضرت نہیں۔

واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ خط سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کے نام تھا۔ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے (رضی اللہ عنہم) اور ایک روایت میں ہے کہ خط کا مضمون یہ تھا:-

ان محمد اقدنفر فاما الیکم واما الی غیرکم فعلیکم الحد۔ (زرقانی ص ۲۹۸ ج ۲)

تحقیق محمد ﷺ غزوہ کے لئے نکلنے والے ہیں معلوم نہیں کہ کس طرف کا قصد ہے تمہاری طرف یا کسی اور طرف تم اپنی فکر کرو۔

حق جل شانہ نے حاطب کے اس واقعہ میں سورہ ممتحنہ نازل فرمائی یعنی یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي

وَعَدَاؤَكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

جس میں حق جل شانہ نے کافروں سے دوستانہ تعلق کے احکام بیان فرمائے اس سورت کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

مدینہ منورہ سے روانگی

آں حضرت ﷺ دسویں رمضان المبارک کو دس ہزار قدسیوں کی جمعیت ہمراہ لے کر بعد نماز عصر مدینہ منورہ سے بقصد فتح مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے (بخاری وفتح الباری) اور ازواج مطہرات میں سے ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما آپ کے ہمراہ تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آمد اور جہاد میں شرکت

جب آپ مقام ذی الخلیفہ یا مقام بھہ میں پہنچے تو حضرت عباس مع اپنے اہل و عیال مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ملے آپ ﷺ کے ارشاد سے سامان تو مدینہ منورہ بھیج دیا اور خود آپ کے ساتھ لشکر اسلام میں شریک ہو کر بغرض جہاد پھر مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔ حضرت عباسؓ اسلام تو پہلے ہی لاپکے تھے، مگر قریش سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے عباسؓ یہ تمہاری ہجرت آخری ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے اور حضرت عباسؓ کا مکہ میں قیام آپ کے حکم سے تھا کہ مکہ ہی میں رہیں اور قریش کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہیں۔

مسند ابی یعلیٰ اور معجم طبرانی میں ہے کہ قیام مکہ کے زمانے میں عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی آپ نے ان کو جواب لکھوایا کہ اے چچا آپ اپنی ہی جگہ قیام فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم کرے گا جیسا کہ مجھ پر نبوت کو ختم کیا (زرقاتی ج ۲ ص ۳۰۰)

اور مقام ابواء میں ابوسفیان بن حارثؓ اور عبداللہ بن ابی امیہؓ بغرض اسلام مکہ سے مدینہ آتے ہوئے ملے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے تھے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ نبوت سے پیشتر آپ کے دوست تھے کسی وقت آپ سے جدا نہ ہوتے تھے نبوت اور بعثت کے بعد محبت دشمنی میں بدل گئی اور آپ کے بھو میں شعر کہے جن کا حسان بن ثابتؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان بن حارث کے ساتھ ان کا بیٹا جعفر بھی تھا۔ اور عبداللہ بن امیہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یعنی آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، یہ بھی آپ کے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ دونوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کی اجازت چاہی مگر حضور پر نور ﷺ کو ان دونوں سے بہت تکلیفیں پہنچی تھیں اس لئے آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا اور حاضری کی اجازت نہیں دی۔

ام المؤمنین کی سفارش

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک آپ کے چچا کا بیٹا ہے اور دوسرا آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان سے ملنے کی ضرورت نہیں ابن عم نے میری آبروریزی کی اور پھوپھی

کا بیٹا وہی شخص ہے جس نے مکہ میں یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا یہاں تک کہ تو اگر میری لگا کر آسمان پر چڑھ جائے اور میں پچشم خود تجھ کو دیکھ رہا ہوں اور پھر تو ایک دستاویز لے کر آسمان سے اترے اور چار فرشتے تیرے ساتھ ہوں اور یہ گواہی دیں کہ تجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر بھی میں تجھ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے مکارم اخلاق سے یہ امید ہے کہ آپ کے خوانِ نعمت سے آپ کا چچا زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی سب سے زیادہ محروم اور بد نصیب نہ رہے گا۔ جب آپ کا ترحم اور غمخوام ہے۔ تو پھر یہی کیوں محروم رہیں۔

اقربا راکجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داری

ادھر ابوسفیان بن حارث نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو لے کر کسی صحراء میں نکل جاؤں گا اور وہیں بھوکا اور پیاسا مر جاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے ام المؤمنین کی شفاعت اور ان دونوں کی اس درجہ تجالت و ندامت کو سن کر حاضری کی اجازت دی۔ حاضر ہوتے ہی دونوں مشرف باسلام ہوئے اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔

حافظ ابن عبدالبر اور محبت طبری راوی ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے ابوسفیان بن حارث کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کے چہرہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر وہ کہیں کہ جو یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ سے کہا تھا، یعنی

تالله لقد اشرک الله علينا وان کننا لخالطين

قسم ہے اللہ کی بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصور وار ہیں۔

حضرت علیؓ نے سامنے آنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ چہرہ انور کی حیاء اور چشمہائے شریکوں سے لڑنے اور عتاب کے درمیان حائل بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رحمت عالم اور حیاء مجسم ﷺ کی زبان سے یہ جواب نکلا۔

لا تشریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وهو ارحم الرحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی الزام اور ملامت نہیں اللہ تمہارا قصور معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ابوسفیان کی معذرت قبول ہوئی اور حسب ارشاد نبوی الاسلام یهدم ماکان قبلہ اسلام کی کدال نے ابوسفیان بن حارث کے قلب کو کھود کر ایسا صاف کر دیا کہ اب اس میں آپ کی کدورت کا کوئی ریزہ باقی نہ چھوڑا اور ایمان و احسان اور اخلاص و یقین کو کوٹ کوٹ کر ان کے دل میں ایسا بھردیا کہ باہر سے کفر کا کوئی غبار اور ذرہ اڑ کر ان کے دل میں نہ پہنچ سکے اور اسی وقت سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی کے لئے آپ کے ہمراہ ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث نے حیاء کی وجہ سے مدۃ العمر آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا اور آنحضرت ﷺ ان کے لئے جنت کی شہادت دیتے تھے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاه) (زرقانی ص ۳۰۰ ج ۲ ص ۳۰۲ ج ۲)

اور گذشتہ قصور کی معذرت میں کچھ اشعار کہے۔

لعتلب خیل اللات خیل محمد
لعمرک انی یوم احمل رأیة

قسم ہے آپ کی زندگی کی یقیناً جس دن میں جھنڈا سلئے اٹھاتا تھا کہ لات کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب آجائے۔

لکا المدلج الحیران اظلم لیلہ
فہذا وانی حین اهدی و اہتدی

تو اس دن میں اندھیری رات میں چلنے والے کی طرح حیران و پریشان تھا۔ اور بھگت اللہ اب یہ وقت ہے کہ من

جانب اللہ ہدایت دیا جا رہا ہوں اور ہدایت پارہا ہوں۔

اور اسکے علاوہ اور معذرت میں اشعار کہے (دیکھو سیرۃ ابن ہشام ص ۴۳ ج ۴)

اور عبد اللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہما کا اسلام لانے کے بعد یہ حال رہا کہ حیاء کی وجہ سے حضور پر نور ﷺ کی طرف آنکھ

اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جہاد کے لیے روزہ کا افطار

آں حضرت ﷺ جس وقت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ اور صحابہ روزہ سے تھے۔ مقام کدید میں پہنچ کر صحابہ کی مشقت کے خیال سے آپ نے روزہ افطار فرمایا صحابہ نے بھی آپ کے اقتداء میں روزہ توڑ دیا۔ (بخاری شریف)

اول تو سفر فی نفسہ تعب اور مشقت ہے اور پھر وہ جہاد کے لئے اور موسم گرما میں اس لئے افطار فرمایا کہ ایسی حالت میں اگر روزہ رکھا گیا۔ تو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا نہیں ہو سکے گا۔ اسی وجہ سے حدیث میں ہے لیس من البر الصیام فی السفر سفر میں روزہ رکھنا بھلائی اور نیکی نہیں۔ ہاں اگر سفر جہاد نہ ہو اور سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا افضل ہے۔ رمضان کے روزے کی اگرچہ قضاء ممکن ہے لیکن رمضان کے انوار و تجلیات اور فرشتوں کے ہر وقت عروج و نزول کے برکات شیطین کے پیروں میں بیڑیاں پڑ جانا جنت اور رحمت کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا اور حفاظت کتاب اللہ کا لیل و نہار کلام اللہ کی تلاوت میں سرشار رہنا اور فرشتوں کا حلقہ ہائے ذکر اور مجالس تسبیح و تہلیل اور قرآن پاک کی محفلوں کی تلاش کرتے پھرنا۔ یہ باتیں رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کہاں میسر آسکتی ہیں۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وان تصوموا محیر لکم۔ یعنی مریض اور مسافر کے لیے اگرچہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا اولیٰ اور افضل ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ سفر میں روزہ افضل ہے۔ فتح مکہ کے ارادہ سے جو دس ہزار قدوسیوں کا لشکر ظفر پیکر سفر کر رہا تھا وہ جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے تھا، اس کے لئے تو نماز کو بھی مؤخر کیا جاسکتا ہے جو روزہ سے بلاشبہ افضل ہے۔ اور دین کا ستون بھی ہے اور ایمان کے بعد سب سے افضل اور بہتر عمل

ہے۔ لہذا سفر جہاد میں روزہ کا افطار ہی اولیٰ اور افضل ہے۔ اللہ رب العزت کی راہ میں جان دینے اور سرکٹانے کے لیے نکل کھڑا ہونا وہ نعمت ہے۔ جس پر زمین و آسمان کے فرشتے رشک کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں روزہ افطار کرنے سے اگرچہ مجاہد کو تسبیح، تحمید اور فرشتوں کے نزول کی برکات کم نصیب ہوں لیکن وہ اللہ کے راستے میں جان دینے کے جس جذبے سے سرشار ہو کر صبح و شام میدان جہاد میں چلتا ہے صرف یہی عمل اسے چند قدموں میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور محبت کی وہ منازل طے کر دیتا ہے جو ہزاروں سال تسبیح و تحمید کرنے سے بھی طے نہ ہوتیں۔ ظاہر میں وہ زمین پر سات میل چلا جبکہ درحقیقت اس نے ساتوں آسمان پار کر لئے اور ان سے اوپر جا پہنچا۔ یہ ننگے سر، ننگے پاؤں، خاک آلود، پراگندہ حال اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے جا رہا ہے جو اس کے خریدار ہیں اور یہ انہیں اپنی جان جنت کے بدلے میں بیچ چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان اس مبارک سودے کو بگاڑ دے اور بعد میں یہ صرف افسوس کرتا رہ جائے۔

مقام مَرّ الظہر ان میں پڑاؤ اور سردارانِ قریش کی گرفتاری

مقام کدید سے چل کر عشاء کے وقت آپ مَرّ الظہر ان میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے خیمہ کے سامنے آگ ساگائے۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ لشکروں میں آگ روشن کیا کرتے تھے، اسی کے موافق آپ نے یہ حکم دیا قریش کو اپنی بد عہدی کی وجہ سے خوف لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم رسول اللہ ﷺ کس وقت ہم پر چڑھائی کر بیٹھیں۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب اور بدیل بن ورقاء اور حکیم خبر لینے کی غرض سے مکہ سے نکلے جب مَرّ الظہر ان کے قریب پہنچے تو لشکر نظر آیا۔ گھبرا گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے، بدیل نے کہا یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے ابوسفیان نے کہا خزاعہ کے پاس اتنا لشکر کہاں سے آیا وہ بہت قلیل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چوکیداروں نے دیکھے ہی ان لوگوں کو گرفتار کر لیا، ان لوگوں نے چوکیداروں سے دریافت کیا تم میں یہ کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ہم ان کے اصحاب ہیں گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر گشت لگاتے ہوئے ادھر آ نکلے اور ابوسفیان کی آواز پہچان کر فرمایا۔ افسوس اے ابوسفیان یہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر ہے۔ خدا کی قسم اگر تجھ پر فتح یاب ہو گئے تو تیری گردن اڑا دیں گے اور قریش کی اس میں بہتری ہے کہ آپ سے امن کے خواستگار ہو جائیں اور اطاعت قبول کر لیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں یہ آواز سن کر اسی سمت میں ڈھونڈتا ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہم تک پہنچا اور کہا اے ابوالفضل (حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی کنیت ہے) میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں پھر رہائی اور مخلصی کی کیا صورت ہے۔ عباسؓ نے کہا میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو جا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر تجھے حاضر ہوتا ہوں تاکہ تیرے لئے امن حاصل کروں، عباسؓ اس کو اپنے ہمراہ لیکر لشکر اسلام دکھلاتے ہوئے روانہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی

جب حضرت عمرؓ کی طرف سے گزرنے لگے تو حضرت عمرؓ دیکھتے ہی پیچھے پیچھے اور کہا کہ یہ ابوسفیان اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا دشمن ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور اقرار کے ہاتھ آ گیا ہے حضرت عمرؓ پیادہ پاتھے اور حضرت عباسؓ ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خچر پر سوار تھے نہایت تیزی کے ساتھ آپکی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ پیچھے پیچھے تلواریں سونٹے ہوئے آپکی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ابوسفیان اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا دشمن ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور پیمان کے آج ہاتھ آ گیا ہے، مجھ کو اجازت دیجئے کہ ابھی اسکی گردن اڑا دوں۔ عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لیا ہے حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں اور بار بار وہی عرض کر رہے ہیں۔ ابوسفیان کے قتل کے لیے آپکے اشارے کے منتظر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح کو میرے پاس لانا ابوسفیان تو شب بھر حضرت عباسؓ کے خیمہ میں رہے اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اسی وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے کچھ دیر تک رسول اللہ ﷺ ان سے مکہ کے حالات دریافت فرماتے رہے: اسلام لانے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس ہو گئے تاکہ اہل مکہ کو آپ کی آمد سے مطلع کریں۔

ابوسفیان کا اسلام

صبح ہوتے ہی حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، افسوس اے ابوسفیان کیا وقت نہیں آ گیا کہ تو یقین کرے لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(ابوسفیان) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نہایت ہی حلیم و کریم اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام آتا۔ اور آپ کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتا۔

(رسول اللہ ﷺ) افسوس اے ابوسفیان کیا تیرے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ تو مجھ کو اللہ کا رسول جانے (ابوسفیان) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بے شک آپ نہایت حلیم و کریم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ ابھی تک مہربانی کر رہے ہیں کہ باوجود میری اس عداوت کے مجھ پر مہربانی ہے مجھے اسی میں ذرا تردد ہے آپ نبی ہیں یا نہیں۔

معافی کا اعلان

بعد ازاں حضرت عباسؓ ابوسفیان کے سمجھانے سے ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ ابوسفیان کے مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ ابوسفیان سرداران مکہ سے ہے فخر کو پسند کرتا ہے لہذا

آپ اس کے لئے کوئی ایسی شئی کر دیں جو اس کے لیے باعث عزت و شرف اور موجب امتیاز ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھا اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے، ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں سب آدمی کہاں ساکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔

ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مسجد بھی کافی نہیں ہو سکتی آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے، ابوسفیان نے کہا ہاں اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے۔

لشکر اسلام کا نظارہ

اسکے بعد آں حضرت ﷺ جب مزار الظہران سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو لے کر پہاڑ پر کھڑے ہو جائیں تاکہ لشکر اسلام کو بخوبی دیکھ سکے۔ چنانچہ یکے بعد دیگر جب قبائل جوق در جوق گزرنے لگے تو ابوسفیان دنگ رہ گیا۔ اور یہ کہا تمہارے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے (یعنی جیسے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت ظاہر اور صورت کے لحاظ سے سلطنت تھی۔ مگر معنی اور حقیقت کے لحاظ سے نبوت تھی اس لئے کہ وہ خارق عادت تھی۔ ظاہری اسباب اور مادیت پر مبنی نہ تھی ہوائی جہاز مادیت اور صنعت کے زور سے اڑتا ہے اور تخت سلیمان بلا کسی مادی اور بلا کسی ظاہری سبب کے بطور خرق عادت اڑتا تھا۔ یہ انکی نبوت کی دلیل تھی بطور معجزہ ان کو یہ شان و شوکت دی گئی تھی تاکہ سلاطین عالم اپنی مادی طاقت کو اس غیبی طاقت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں اور خدا کے نبی کے سامنے گردن تسلیم خم کر دیں۔ اسی طرح آں حضرت ﷺ کی اس شان و شوکت کو سمجھو کہ ظاہر میں بادشاہت معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت نبوت و پیغمبری ہے۔) جو قبیلہ سامنے سے گزرتا تھا۔ ابوسفیان پوچھتا جاتا تھا کہ یہ کون سا قبیلہ ہے سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہما ایک ہزار یا نو سو کے دستہ کو لے کر گزرے۔ بعد ازاں اور مختلف دستے گزرے تا آنکہ آخر میں ماہتاب نبوت ظاہری اور باطنی حال اور شکوہ کے ساتھ مہاجرین و انصار کے مسلح اور زرہ پوش گروہ کے جلو میں جلوہ افروز ہوا۔ مہاجرین کا علم حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تھا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما جب ادھر سے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر جوش آ گیا اور جوش میں یہ کہہ بیٹھے۔

اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل الكعبة-

آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل و قتال حلال ہوگا۔

ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ مہاجرین و انصار کا لشکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہیں۔

سامنے سے جب رسول اللہ ﷺ گزرے تو ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے سعد بن

عبادہ رضی اللہ عنہم کو اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے اور سعد کا قول نقل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیتا ہوں نیکی اور صلہ رحمی میں آپ سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

یا ہا بسفیان الیوم یوم المرحمة یعز اللہ فیہ قریشا

اے ابوسفیان آج کا دن مہربانی کا دن ہے جس میں اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ یہ ارشاد فرمایا:۔

کذب سعد ولكن هذا یوم یعظم اللہ فیہ الکعبۃ ویوم تکسی فیہ الکعبۃ

سعد نے غلط کہا آج خانہ کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔

اور یہ حکم دیا کہ علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔ ابن عسا کر کی روایت میں ہے کہ جب آل حضرت ﷺ سامنے سے گزرے تو قریش کی ایک خاتون نے یہ شعر پڑھے۔

یانبی الہدی الیک لجا حی قریش ولا تحین الجاء

اے نبی ہدایت قریش نے آپ کی طرف پناہ لی ہے حالانکہ یہ وقت پناہ کا نہیں ہے۔

حین ضاقت علیہم سعة الارض وعاداهم الہ السماء

جس وقت وسیع زمین ان پر تنگ ہو گئی اور اللہ ان کا دشمن ہو گیا۔

ان سعدا یرید قاصمة الظهر باہل الحجون والبطحاً

تحقیق سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم اہل حجون اور اہل بطحاء کی کمر توڑ دینا چاہتا ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان آپ ﷺ سے رخصت ہوا۔ اور غلت کر کے مکہ واپس آ گیا اور با آواز بلند یہ اعلان کیا کہ محمد ﷺ لشکر کے ساتھ آرہے ہیں۔ میری رائے میں کسی کو یہ طاقت نہیں کہ ان سے مقاومت کر سکے اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔ البتہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے یا جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے یا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے یا ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امن ہے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کی مونچھ پکڑ لی اور کہا اے بنی کنانہ یہ پیر فرقت بیوقوف ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا بک رہا ہے اور بہت گالیاں دیں لوگ جمع ہو گئے ابوسفیان نے کہا اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہوگا اے لوگو تم اس عورت کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا۔

کوئی شخص محمد ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن، لوگوں نے کہا ارے کبخت خدا تجھے ہلاک کرے تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے ابوسفیان نے کہا کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امن ہے۔

اور ابوسفیان نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ تو اسلام لے آو نہ ماری جائے گی۔ جا اپنے

گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ لوگ اس اعلان کو سنتے ہی بھاگے کوئی مسجد حرام کی طرف اور کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

اس کے بعد آں حضرت ﷺ کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

(مقام کداء۔ وہ مقام ہے کہ جس جگہ ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کے لئے پکارا تھا۔ کما قال تعالیٰ:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ وَاللَّذِينَ آمَنُوا أَتَى الْحَجَّ أَجْزَاءً مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (سورۃ الحج ۲۷)

ترجمہ

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے آویں گے تیرے پاس پایادہ اور دبلے اونٹوں پر ہر دور و دراز راہ سے

اور اسی مقام پر اپنی ذریت کے لیے یہ دعا فرمائی ہے جو قبول ہوئی۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذَمِيرِ يَتِي بِوَادٍ

غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي

إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (سورۃ ابراہیم ۳۷)

اے پروردگار میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے میدان میں بسایا ہے جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں تیرے محترم

گھر کے قریب، اے پروردگار غرض یہ ہے کہ نماز کا خاص اہتمام رکھیں سو کچھ لوگوں کے دل انکی طرف مائل کر دیجئے

اور انکے لئے پھل عطاء کرتا کہ تیری نعمتوں کا شکر کریں۔

اس لیے آں حضرت ﷺ مکہ میں اس مقام سے داخل ہوئے کہ جہاں اس کے بانی نے اللہ تعالیٰ سے

دعاء مانگی تھی۔

اور مکہ میں داخل ہوتے وقت آں حضرت ﷺ نے کعبۃ اللہ کے ادب اور احترام کو غایت درجہ ملحوظ رکھا۔ تو وضع

کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے شاہانہ شان سے داخل نہیں ہوئے۔

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ناقہ

پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورۃ انا فتحنا پڑھ رہے ہیں۔

اس عظیم الشان فتح کے وقت مسرت اور نشاط، فرحت اور انبساط کے آثار کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں تخریج اور

تضرع، تذلل اور تمسکن کے آثار بھی چہرہ انور پر نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقہ پر سوار تھے تو وضع سے گردن اس قدر جھکی

ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی (رواہ ابن احن مرسل) اور آپ کے خادم اور خادم زادہ اسامہ

بن زید رضی اللہ عنہما آپ کے ردیف تھے۔ (بخاری شریف) یعنی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے لیکن

آپ تو وضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔ (رواہ الحاکم بسند جید)

معجم طبرانی میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور پھر یہ سورۃ تلاوت فرمائی إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (زرقانی ص ۳۲۰ ج ۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک اس پر تھی کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں نے اسی شہر سے کس بے کسی اور بے بسی کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دشمنوں سے گریزاں اور تنہا یہاں سے نکلا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ حق تعالیٰ شانہ کی اعانت اور نصرت سے اسی شہر میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ فاتحانہ داخلہ ہو رہا ہے۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

فاتحانہ تواضع

اس لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک تواضع سے خم تھا اور پالان شتر پر سر رکھے ہوئے سجدہ شکر بجلا رہے تھے اور جوش مسرت میں ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ انما فتحنا اور إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ پڑھ رہے تھے کہ بے شک یہ فتح مبین اور یہ نصرت سراپا شوکت و عظمت، محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے کہ حق کو حکومت عطاء ہوئی اور باطل سرنگوں ہوا اسلام اور ایمان کا نور چمکا اور کفر کی ظلمتیں دور ہوئیں اور سرزمین حرم، کفر اور شرک کی نجاستوں سے پاک ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام کداء میں سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسفل مکہ مقام کدئی سے داخل ہونے کا اور زبیر رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مکہ یعنی مقام کداء میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بالقتال نہ کرنا جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ادب و احترام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

صلوۃ الفتح

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اول امّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے اور غسل کر کے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (بخاری) اصطلاح علماء میں اس نماز کو صلوۃ الفتح کہتے ہیں۔ اور امراء اسلام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی شہر کو فتح کرتے تھے تو فتح کے شکر یہ میں آٹھ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب مدائن کو فتح کیا اور ایوان کسریٰ میں داخل ہوئے تو آٹھ رکعت نماز ایک سلام سے ادا فرمائی۔ (روض الانف ج ۲ ص ۲۷۳) غالباً اسی وجہ سے امام اعظم کا یہ قول ہے کہ آٹھ رکعت سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے امّ ہانی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر کے دور شہتہ دار بھاگ کر میرے گھر میں آگئے ہیں جن کو میں نے پناہ دی اور میرا بھائی علی ان کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو ام ہانی نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی، علی کو چاہیے کہ ان دو آدمیوں کو نہ مارے۔

نماز سے فارغ ہو کر شعب ابی طالب میں تشریف لے گئے جہاں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا، صحابہ کرام نے مکہ میں داخل ہونے سے ایک روز پیشتر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کہاں قیام فرمائیں

گے، آپ ﷺ نے فرمایا جہاں قریش اور کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو محصور کیا تھا۔ اور آپس میں یہ عہد اور حلف کیا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب سے خرید و فروخت شادی اور بیاہ کے تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں جب تک محمد ﷺ کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ شعب ابی طالب اسی مقام کا نام ہے۔

قتال کی اجازت

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلا کر یہ فرمایا کہ قریش نے کچھ اوباش تمہارے مقابلہ کے لئے جمع کئے ہیں وہ اگر مقابلہ پر آئیں تو انکو کھیتی کی طرح کاٹ کر رکھ دینا۔ صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور سمیل بن عمرو نے مقام خندمہ میں مقابلہ کی غرض سے کچھ اوباشوں کو جمع کیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا مسلمانوں میں سے دو شخص شہید ہوئے۔ حنیس بن خالد بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ اور مشرکین کے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے۔ باقی سب بھاگ اٹھے، یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔

اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو بنو بکر اور بنو حارث بن عبد مناة اور کچھ لوگ قبیلہ ہذیل اور کچھ اوباش قریش مقابلہ کے لیے جمع تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے ہی ان لوگوں نے ہلہ بول دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب ان کا مقابلہ کیا تو تاب نہ لاسکے شکست کھا کر بھاگے۔ بنو بکر میں تقریباً بیس آدمی اور ہذیل کے تین یا چار آدمی قتل ہوئے۔ باقی ماندہ اشخاص میں بھگنی پڑ گئی، کوئی مکان میں جا کر چھپا اور کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا، ابوسفیان نے چلا کر کہا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ امن سے ہے اور جو شخص اپنا ہاتھ روک لے وہ امن سے ہے۔ آں حضرت ﷺ کی نظر تلواروں کی چمک پر پڑی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے میں نے تم کو قتال سے منع کیا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابتداء بالقتال نہیں کی۔ میں نے برابر اپنا ہاتھ روک رکھا، جب میں مجبور ہو گیا اور تلواریں ہم پر چلنے لگیں اس وقت مقابلہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا (قضاء اللہ صخیر) اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کیا اس میں خیر ہے۔

اس کے بعد امن قائم ہو گیا اور لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ مطمئن ہوئے اور فتح مکمل ہو گئی تو آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

مسجد حرام میں داخلہ اور بت شکنی

فتح کے بعد آں حضرت ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا دلائل نبیہتی اور دلائل ابی نعیم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حرم محترم میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ ایک ایک بت کی طرف چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزهق الباطل اور بت منہ کے بل اوندھے گر جاتے تھے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس کی مؤید ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس حدیث کو بزاز نے بھی مختصر روایت کیا ہے۔

ابن اسحاق اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ وہ بت سیسے سے چپکے ہوئے تھے۔

جب آپ ﷺ حرم میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ ناقہ پر سوار تھے اسی حالت میں طواف فرمایا طواف سے فارغ ہو کر عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی لی اور بیت اللہ کو کھلوا دیا۔ دیکھا کہ اس میں تصویریں ہیں ان سب کے مٹانے کا حکم دیا۔ جب تمام تصویریں مٹادیں گئیں اور آب زمزم سے انکو دھویا گیا اس وقت آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔

اور بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھر کر توحید و تکبیر کی آوازوں سے اس کو منور کیا۔ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ اور اسامہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ فارغ ہو کر دروازہ کھولا اور باہر تشریف لائے دیکھا کہ مسجد حرام لوگوں سے کھپا کھچ بھری ہوئی ہے نیچے سب منتظر ہیں کہ مجرموں اور دشمنوں کے متعلق کیا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ تھی، باب کعبہ پر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور چابی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی اس وقت آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔

باب کعبہ پر خطبہ

لا اله الا الله وحده لا شريك له صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده الا كل
مائرة اودم او ما يدعى فهو تحت قدمي هاتين الاسدانة البيت وسقاية الحاج الا وقتيل
الخطاء شبه العمد بالسوط والعصا ففيه الدية مغلظة من الابل اربعون منها في بطونها
اولادها يا معشر قریش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظيها بالآباء۔ الناس من
ادم وادم من تراب ثم تلا هذه الآية يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلنا
كم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم۔ ان الله عليهم خبير ثم قال يا
معشر قریش ماترون اني فاعل بكم قالوا خيرا اخ كريم وابن اخ كريم قال فاني اقول
لكم كما قال يوسف لاخوته لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا فانتم الطلقاء (زاد المعادو

سيرة بن هشام و زر قاني والبداية والنهاية۔ (ص ۳۰۰ ج ۳ و ص ۱۰۳ ج ۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس

نے تنہا شکست دی آگاہ ہو جاؤ جو خصلت و عادت خواہ جانی ہو یا مالی ہو جس کا دعویٰ کیا جاسکے۔ وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں (سب لغو اور باطل ہیں) مگر بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانا یہ خصلتیں حسب دستور برقرار رہیں گی آگاہ ہو جاؤ جو شخص خطا قتل کیا جائے کوڑے یا لاشی سے اس کی دیت (خون بہا) مغلظہ ہے سوانٹ ہوں گے جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نحوست اور غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا۔ سب لوگ آدم سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ترجمہ:- اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخوں اور خاندانوں پر تقسیم کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے..... پھر ارشاد فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا۔ بھلائی کا۔ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ تم پر آج کوئی عتاب اور ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

عرب میں جو حسب و نسب پر فخر کرنے کا دستور چلا آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس خطبہ میں اسکا خاتمہ کر دیا۔ اور اسلامی مساوات کا جھنڈا نصب کر دیا اور یہ بتلا دیا کہ شرف اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ آں حضرت ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر ہدایت عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا مقصود ہدایت تھا۔ دشمنوں سے انتقام لینا بادشاہوں کا کام ہے۔

حجابت و سقایت

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کنجی ہم کو عطاء فرمادیجئے، تاکہ سقایت زمزم (حاجیوں کو پانی پلانے) کے ساتھ حجابت بیت اللہ کی دربانی کا شرف بھی ہم کو حاصل ہو جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَئِنْ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّواْ الْاٰمَنِيْنَ اِلٰى اٰهْلِهَا (سورۃ النساء آیت ۵۸)

تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں پہنچادو امانت والوں کو۔

آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ کے لئے لو۔ (یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی)

میں نے خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے۔ سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا۔

باب کعبہ پر اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ قریش مکہ دین

حق کی فتح مبین کا یہ عجیب و غریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے۔

اور جو سرداران قریش کفر و شرک کی ذلت اور دین برحق کی عزت کا یہ منظر نہ دیکھ سکے وہ روپوش ہو گئے ابوسفیان اور عتاب و خالد پسران اسید اور حارث بن ہشام (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) اور دیگر سرداران قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب اور خالد نے کہا کہ اللہ نے ہمارے باپ کی بڑی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی ان کو دنیا سے اٹھالیا۔ حارث نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ یقین ہو جاتا کہ آپ حق پر ہیں تو ضرور اتباع کرتا۔ ابوسفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا، اگر میں نے کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالا تو یہ سنگریزے آپ کو خبر دیدیں گے۔ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کے اطلاع ہو گئی اور انہوں نے جو گفتگو کی تھی وہ سب بیان فرمادی۔ حارث اور عتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس لئے کہ ہم میں سے تو کسی نے آپ ﷺ کو اس امر کی اطلاع نہیں دی (معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے اپنے رسول ﷺ کو ہماری باتوں کی خبر دی ہے) (رواہ ابو یعلیٰ عن ابن عباس وابن ابی شیبہ عن ابی سلمہ)

مکہ کے والی

آنحضرت ﷺ نے عتاب بن اسید کو مسلمان ہو جانے کے بعد مکہ کا والی مقرر فرمایا، عتاب کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی، اور بطور روزینہ ایک درہم یومیہ مقرر فرمایا۔ اس پر عتاب نے یہ کہا۔

ایھا الناس اجاء اللہ کبد من جاع علی درہم (روض الانف ج ۲ ص ۲۶)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ اس شخص کے جگر کو بھوکا رکھے کہ جو ایک درہم میں بھوکا رہے۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات تک برابر مکہ کے امیر رہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ان کو برقرار رکھا جس دن صدیق اکبر کی وفات ہوئی اسی روز عتاب کی وفات ہوئی۔ (استیعاب لابن عبد البر ترجمہ عتاب بن اسید)

مکہ کے مؤذن

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جس وقت کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو ابو محذورہ حنفی اور چند نوجوان جو ان کے ساتھ تھے بطور تمسخر اذان کی نقل اتارنے لگے۔

ابو محذورہ نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے ان کی آواز گوش مبارک میں پہنچ گئی حکم ہوا کہ حاضر کئے جائیں۔ دریافت فرمایا کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ جس کی آواز میرے کان میں پہنچی سب نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے سب کے چھوڑ دینے اور ان کے روک لینے کا حکم دیا۔

ابو محذورہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دل میں یہ گمان غالب تھا کہ میں قتل کیا جاؤں گا آپ نے حکم دیا کہ اذان دو، بادل ناخواستہ اذان دی۔ اذان کے بعد آپ نے تھیلی عطا کی جس میں کچھ درہم تھے۔ اور سر اور پیشانی پر دست مبارک پھیرا اور پھر سینہ اور جگر اور شکم پر ناف تک ہاتھ پھیرا اور یہ دعادی ہسارک اللہ

فیک وبارک اللہ علیک -

ابومحذورہ کہتے ہیں کہ دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ آپ کی تمام نفرت یکنخت مبدل بہ الفت ہوگئی۔ اور قلب آپ کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ اب میں نے خود عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو مکہ کا مؤذن مقرر فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھ کو مکہ کا مؤذن مقرر کیا۔ میں نے آ کر عتاب بن اسید امیر مکہ کو اس کی اطلاع دی۔ اور آپ کے حکم کے مطابق اذان دینے لگا۔ مدۃ العمر مکہ میں مقیم رہے اور اذان دیتے رہے (س ۵۹ھ) میں مکہ ہی میں وفات پائی (استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ ابومحذورہؓ جس وقت مؤذن مقرر ہوئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ وفات تک مکہ کے مؤذن رہے اور وفات کے بعد ان کی اولاد نسلاً بعد نسل انکی اذان کی وارث ہوتی رہی۔ ایک شاعر ابومحذورہؓ کی اذان کے بارے میں کہتا ہے۔

امارب الكعبة المستورة وماتلا محمد من سورة

قسم ہے رب کعبہ کی جس پر غلاف پڑا ہوا ہے اور قسم ہے قرآن پاک کی سورتوں کی جن کی محمد ﷺ نے تلاوت کی۔

والنعمات من ابی محذورة لافعلن فعلة مذکورة

اور قسم ہے ابومحذورہؓ کے نعمائے اذان کی میں فلاں کام ضرور کروں گا۔

انصار کا عشق رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ طواف سے فارغ ہو کر کوہ صفا پر تشریف لائے اور دیر تک بیت اللہ کی طرف منہ کئے ہوئے دست بدعا اور مشغول حمد و ثناء رہے۔ دامن میں انصار کا مجمع تھا اسی اثناء میں بعض انصار کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کا شہر اور آپ کی زمین فتح کر دی ہے، مبادا ایسا نہ ہو کہ آپ یہیں ٹھہر جائیں اور مکہ میں رہ پڑیں اور مدینہ تشریف نہ لے جائیں اور آپس میں کچھ کہنے سننے لگے اسی وقت آپ ﷺ پر وحی کے آثار نمودار ہو گئے۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے گروہ انصار۔ تم نے یہ کہا ہے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خوب سمجھ لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کے حکم سے ہجرت کی ہے تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے۔ یہ سن کر انصار جاں نثار کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو یہ اندیشہ ہوا ہے کہ نصیب دشمنان جس شمع کے ہم پروانے ہیں وہ شمع ہماری محفل سے نہ اٹھالی جائے۔ ہم غلامانِ جاں نثار اور خادمانِ وفا شعار ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار ہیں مگر اللہ اور اسکے رسول کے بارے میں انتہائی بخیل ہیں۔

عشق است و ہزار بدگمانی

باسایہ ترانمی پسندم

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کا رسول تم کو معذور اور سچا سمجھتے ہیں۔ رواہ مسلم و غیرہما عن

ابی ہریرۃ۔ (زرقلنی ص ۲۲۳ ج ۲۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۳۰۶ ج ۲ ص ۳۰۷ ج ۲)

مردوں اور عورتوں سے بیعت

دعاء سے فارغ ہونے کے بعد آں حضرت ﷺ کوہ صفا پر بیٹھ گئے لوگ بیعت کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ اسلام پر اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے۔ مردوں سے فقط اسلام پر اور حسب استطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر بیعت لیتے اور بعض روایات میں ہے کہ مردوں سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے مردوں کی بیعت سے جب فراغت پائی تو عورتوں سے بیعت لینے لگے۔ عورتوں سے ان امور پر بیعت لی کہ جو عورتوں کی بیعت کی آیت میں مذکور ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعَنَّكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعَهُنَّ وَاِسْتَعْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة الممتحنة ۱۲)

آں حضرت ﷺ عورتوں سے جو بیعت فرماتے وہ محض زبان سے ہوتی تھی آپ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی بھی کسی نامحرم عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا اور نہ کسی عورت سے کبھی آپ نے مصافحہ فرمایا بلکہ کپڑے کے ذریعہ بیعت کرتے تھے کہ کپڑے کا ایک کونہ حضور پر نور ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کپڑے کا دوسرا کونہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا کہ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو پانی کا ایک پیالہ منگا لیتے اور اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے اور پھر عورتوں کو حکم دیتے کہ تم بھی اس پیالہ میں اپنے ہاتھ ڈال لو تو عورتیں بھی اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈال کر تر کر لیتیں۔ اس طرح بیعت پختہ ہو جاتی تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر قرطبی سورة ممتحنہ ص ۷۱ ج ۱۸ کی مراجعت کریں۔ کن کن عورتوں نے بیعت کی تاریخ ابن الاثیر ص ۶۶ ج ۲ کو دیکھیں۔

ابن اثیر جزری فرماتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو عورتوں کی بیعت کی طرف متوجہ ہوئے، قریش کی جو عورتیں اس وقت بیعت کے لئے حاضر ہوئیں ان میں سے یہ چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

- ۱ ام ہانی بنت ابی طالب یعنی حضرت علیؑ کی بہن
- ۲ ام حبیبہ بنت عاص بن امیہ زوجہ عمر بن عبدود عامری
- ۳ اروی بنت ابی العیس یعنی عتاب بن اسید کی پھوپھی

۴ عاتکہ بنت ابی العیص۔ یعنی اروی کی بہن

۵ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ووالدہ امیر معاویہ

ہندہ نے اسلام لانے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ۔ اسلام سے پہلے آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھ کو مبغوض نہ تھا اور آپ سے زیادہ کسی کو دشمن نہ رکھتی تھی اور اب آپ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی محبت میں اور زیادتی ہوگی۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی نے ایک ہذلی مشرک کو مار ڈالا۔ آں حضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو صحابہ کو جمع کر کے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

ياايها الناس ان الله حرم مكة يوم خلق السموات والارض فهي حرام الى يوم القيامة فلا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الاخر ان يسفك فيها دما ولا يعضد فيها شجرة ولم تحلل لاحد كان قبلي ولا تحل لاحديكون بعدي ولم تحلل لي الا هذه الساعة غضبا على اهلها الا ثم قد رجعت كحرمتها بالامس فليبلغ الشاهد منكم الغائب فمن قال لكم ان رسول الله ﷺ قاتل فيها فقولوا ان الله قد احلها لرسوله ولم يحللها لكم يا معشر خزاعة ارفعوا ايديكم عن القتل فلقد كثر القتل لقد قتلتهم قتيلا لاديبته فمن قتل بعد مقامي هذا فاهله بخيرا لنظرين ان شاء وا قدم قاتله وان شاء وافعتله۔

ترجمہ

اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام اور محترم پیدا کیا پس وہ قیامت تک حرام اور محترم رہیگا پس کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا جائز ہے مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ اور میرے لئے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال کیا گیا، اہل مکہ کی نافرمانی پر اور ناراضی کی وجہ سے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگی جیسا کہ کل تھی۔ پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا پیام ان لوگوں تک پہنچا دے کہ جو غائب ہیں پس تم میں سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کر دیا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا اے گروہ خزاعہ قتل سے اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ تم نے ایک شخص کو مار ڈالا جس کی دیت (خون بہا) میں دوں گا جو شخص آج کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے گھر والوں کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہوگا یا تو خون کے بدلے قاتل کا خون لے لیں یا مقتول کی

دیت (خون بہا) لے لیں۔

بعد ازاں آل حضرت ﷺ نے اپنے پاس سے سوانٹ اس شخص کی دیت ادا فرمائی جس کو خزانہ نے قتل کیا تھا۔

مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ

کفار مکہ تمام مہاجرین کے مکانات اور جائیداد اور املاک پر قبضہ کر چکے تھے۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو گئے، ہنوز باب کعبہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ابواحمد بن جحش اٹھے اور اپنے اس مکان کی واپسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہا جس کو ابوسفیان نے انکی ہجرت کے بعد چار سو دینار میں فروخت کر لیا تھا۔ آپ ﷺ نے انکو بلا کر کچھ آہستہ سے فرمایا، سنتے ہی ابواحمد بن جحش خاموش ہو گئے اسکے بعد جب ابوجحش سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا کہا تھا۔ ابواحمد نے کہا آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اسکے معاوضہ میں تجھ کو جنت میں ایک مکان مل جائے گا، میں نے عرض کیا میں صبر کروں گا۔

ان کے علاوہ اور بھی بعض مہاجرین نے چاہا کہ ان کے مکانات ان کو دلوائے جائیں آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا جو مال اللہ کی راہ میں جا چکا ہے میں اس کی واپسی پسند نہیں کرتا۔ یہ سنتے ہی تمام مہاجرین خاموش ہو گئے اور جو گھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے چھوڑ چکے تھے پھر اسکی واپسی کا کوئی حرف زبان پر نہیں آیا اور جس مکان میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے اور جس مکان میں حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی آپ ﷺ نے اس مکان کا ذکر تک نہیں فرمایا۔

گستاخان رسول ﷺ جہاں ملیں قتل کر دو

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے غنوغام کا اعلان کروایا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے اور جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور جو ہمیشہ آپ ﷺ سے برسر پیکار رہے اور جنہوں نے آپ ﷺ کی ایزیوں کو بولہبان کیا تھا سب کو معافی دے دی گئی۔ مگر چند اشخاص جو بارگاہ نبوی میں غایت درجہ گستاخ اور دریدہ دہن تھے ان کے متعلق یہ حکم ہوا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیئے جائیں ایسے لوگوں کے متعلق خداوند ذوالجلال کا یہی حکم ہے۔

مَلْعُونِينَ اَيْنَمَا نَجِفُوا اُخِذُوا وَقْتَلُوا تَقْتِيلاً (سورۃ الاحزاب آیت ۶۱)

یہ ملعون جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کئے جائیں جیسا کہ گزشتہ مفسدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کے آئین اور عادت میں کوئی تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

پیغمبر خدا کی توقیر و تعظیم اور اسکی نصرت و حمایت تمام امت پر فرض ہے اسکی بے حرمتی دین الہی کی بے حرمتی ہے
وقال تعالیٰ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

وَاِنْ تَكُنُوْا اٰیْمًا نَّهْمُ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَغَاتِلُوْا اٰیْمَةَ الْكٰفِرِ اِنَّهُمْ لَا

اِيْمَانٌ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ اَلَا تَتَّقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اٰيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ

وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرْكَبَةٍ اَتَّخِشُوْنَهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ اَحْسَنُ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ توبہ ۱۲، ۱۳)

اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو ان پیشوایان کفر سے قتال کرو انکی قسمیں کچھ نہیں تاکہ اس قسم کی شرارتوں سے باز آجائیں کیوں نہیں جنگ کرتے تم ان لوگوں سے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور فکر کی پیغمبر کے نکالنے کی اور عہد شکنی میں ابتداء کی۔ کیا ان لوگوں سے ڈرتے ہو صرف خداوند ذوالجلال سے تم کو ڈرنا چاہیے اگر تم سچے مومن ہو۔

یعنی جن لوگوں نے پیغمبر کے نکالنے کا فقط ارادہ اور قصد ہی کیا ان کے قتال میں اہل ایمان کو ذرہ برابر تامل نہ ہونا چاہیے۔ انکی ظاہری قوت و شوکت اور مادی ساز و سامان سے خائف نہ ہوں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اسکے رسول ﷺ کی نصرت و حمایت میں جان اور مال جو کچھ بھی درکار ہو اس سے دریغ نہ کریں اور یہ امر اہل عقل پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سب و شتم، استہزاء اور تمسخر، گستاخی اور بدزبانی کا جرم نکال دینے کے جرم سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ حکومت اپنے سخت سے سخت مجرم کو معافی دے سکتی ہے لیکن ملک معظم اور وائسرائے کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کرنے والے سے ایک لمحہ کے لئے صرف نظر نہیں کر سکتی اس میں حکومت کی بے حرمتی اور بے وقعتی ہے۔

علاوہ ازیں پیغمبر کی توہین اور بے حرمتی ساری امت کی توہین اور بے حرمتی ہے۔ لہذا ہر امتی کا فرض ہے کہ جب آپ ﷺ کی شان میں گستاخی سنے تو فوراً اسکی جان لے لے یا اپنی جان دیدے۔

ونشتم بالافعال لا بالتکلم

تشتہ ایدینا ویحلہم رأینا

ہمارے ہاتھ گالیاں دیتے ہیں اور ہماری رائے اور عقل حلم اور بردباری کرتے ہیں ہم عمل سے گالیاں دیتے زبان سے نہیں۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے جب امام مالک سے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو یہ ارشاد فرمایا۔

ما بقاء الامۃ بعد شتم نبیہا اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے پیغمبر کو گالیاں دی جائیں

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حرانی قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ (آمین) کے زمانے میں ایک نصرانی نے آں حضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو امام موصوف نے چھ سو صفحات میں ایک ضخیم کتاب فقط اسی موضوع پر تصنیف فرمائی اور الصارم المسلمون علی شاتم الرسول اس کا نام رکھا جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ، تابعین اور تعامل خلفاء راشدین اور عقلی دلائل وبراہین سے شاتم رسول کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر آمین۔

الحاصل

جن لوگوں کے متعلق آں حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ حکم دیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں تقریباً وہ پندرہ سولہ تھے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

① (عبداللہ بن نطل) یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ ایک غلام اور ایک انصاری ساتھ تھے ایک منزل پر پہنچ کر ابن نطل نے غلام کو کھانا تیار کرنے کو کہا، غلام کسی وجہ سے سو گیا، جب بیدار ہوا تو ابن نطل نے دیکھا کہ اس نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا غصہ میں آ کر اس غلام کو قتل کر ڈالا بعد میں خیال آیا کہ آں حضرت ﷺ ضرور مجھ کو اس کے قصاص میں قتل کریں گے مرتد ہو کر مکہ چلا آیا اور مشرکین میں جا ملا اور صدقات کے اونٹ بھی ساتھ لے گیا۔ آپ ﷺ کی ججو میں شعر کہتا تھا اور باندیوں کو ان اشعار کے گانے کا حکم دیتا تھا، پس اس کے تین جرم تھے۔ ایک خون ناحق۔ دوسرا مرتد ہو جانا۔ تیسرا جرم یہ کہ آپ کی ججو میں شعر کہنا۔ ابن نطل فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کے پردوں سے جا کر لپٹ گیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابن نطل بیت اللہ کے پردہ کو پکڑے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہیں قتل کر ڈالو۔ چنانچہ ابو برزہ اسلمی اور سعد بن حریث نے وہیں جا کر قتل کیا۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اسکی گردن اڑادی گئی۔ (الصارم المسلول ص ۶۳۳ و زرقانی ص ۳۱۴ ج ۲)

② (قرتبی اور قریبہ)۔ یہ دونوں ابن نطل کی لونڈیاں تھیں شب و روز آپ کی ججو گاتی رہتی تھیں۔ مشرکین مکہ کسی مجلس میں جمع ہوتے تو شراب کا دور چلتا اور یہ دونوں آپ کی ججو میں اشعار پڑھتی اور گاتی اور بجاتی۔ ایک ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی اس کو امن دے دیا گیا۔ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی۔

③ (سارہ) بنی المطلب میں سے کسی کی باندی تھی۔ یہ بھی آپ ﷺ کی ججو گایا کرتی تھی بعض کہتے ہیں کہ قتل کی گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام لے آئی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہی اور یہی وہ عورت تھی کہ جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لے کر مکہ جا رہی تھی۔

④ (حوریت بن نقید) یہ شاعر تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ججو میں شعر کہتا تھا۔ اس لئے اس کا خون ہدر ہوا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو قتل کیا۔

⑤ (مقیس بن صبانہ) یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ غزوہ ذی قرد میں ایک انصاری نے اس کے بھائی ہشام کو دشمنوں میں سے سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔ آں حضرت ﷺ نے دیت دلانے کا حکم دیا۔ مقیس نے دیت لینے کے بعد انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے اس کا خون مباح کیا۔ غیلہ عبداللہ لیشی نے اس کو قتل کیا۔

⑥ (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) یہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے کاتب الوحی تھے، مرتد ہو کر کفار سے جا ملے

عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے فتح مکہ کے دن جان بچانے کی خاطر چھپ گئے۔ حضرت عثمانؓ ان کو لے کر خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عبد اللہ حاضر ہے، اس سے بھی بیعت لے لیجیے۔ آپ ﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ بالآخر جب حضرت عثمانؓ نے آپ ﷺ سے کئی بار درخواست کی تو آپ ﷺ نے ابن ابی سرح سے بیعت لے لی اور اسلام قبول فرمایا۔ اس طرح انکی جان بخشی ہوئی بعد میں صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی سمجھدار نہ تھا کہ جب میں نے عبد اللہ کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تھا، اٹھ کر اسکو قتل کر ڈالتا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس وقت کوئی اشارہ کیوں نہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نبی کیلئے اشارہ بازی زیبا نہیں۔

اس مرتبہ عبد اللہ بن ابی سرح نہایت سچائی کے ساتھ اسلام لائے اور کوئی بات بعد میں ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں مصر وغیرہ کے والی اور حاکم رہے اور حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں افریقہ کی فتح کا سہرا انہیں کے سر رہا اور مال غنیمت جب تقسیم ہوا تو ایک ایک شخص کے حصہ میں تین ہزار دینار آئے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنوں سے بالکل علیحدہ رہے، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں سے کسی کے ہاتھ پر بھی بیعت نہیں کی حضرت معاویہؓ کی اخیر زمانہ امارت میں عسقلان میں وفات پائی وفات کا عجیب واقعہ ہے ایک روز صبح کواٹھے اور یہ دعا مانگی۔

اللہم اجعل آخر عملی الصبح

اے اللہ میرا آخری عمل صبح کے وقت ہو۔

وضو کیا اور نماز پڑھائی دائیں جانب سلام پھیر کر بائیں جانب سلام پھیرنا چاہتے تھے کہ روح عالم بالا کو پرواز کرگی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

۸ (عکرمہ بن ابی جہل) یہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے کہ جن کا خون فتح مکہ کے دن آپ نے مباح کیا تھا۔ عکرمہ ابو جہل کے فرزند تھے، باپ کی طرح یہ بھی آپ کے شدید ترین دشمن تھے۔ فتح مکہ کے بعد یمن چلے گئے۔ عکرمہ کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام اسلام لے آئیں اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے امن کی درخواست کی رحمت دو عالم اور غفور مجسم ﷺ نے فرزند ابی جہل کے لئے امان کی درخواست کو فوراً منظور فرمایا۔

عکرمہ بھاگ کر یمن کے ساحل پر پہنچے کشتی پر سوار ہو گئے کشتی کا چلنا تھا کہ تندہواؤں نے آ کر کشتی کو گھیر لیا۔ عکرمہ نے لات اور عزئی کو مدد کے لیے پکارا۔ کشتی والوں نے کہا اس وقت لات اور عزئی کچھ کام نہ دیں گے۔ ایک خدا کو پکارو۔ عکرمہ نے کہا خدا کی قسم اگر دریا میں کوئی چیز خدا کے سوا کام نہیں آسکتی تو سمجھ لو کہ کشتی میں بھی سوائے خدا

کے کوئی چیز کام نہیں آسکتی اسی وقت سچے دل سے خدا کے ساتھ یہ عہد کر لیا۔

اللہم لك عهد ان عافيتنى مما انافيه ان اتى محمدا حتى اضع يدى فى يده فلا جدنه
عفو اغفور اكرىما

اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس پریشانی سے نجات بخشی تو ضرور محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدوں گا اور یقیناً ان کو بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا اور مہربان پاؤں گا۔

ادھر سے عکرمہ کی بیوی ام حکیم پہنچ گئیں اور کہا۔

يا ابن عم جنتك من عند ابر الناس واصل الناس وخير الناس لاتهلك نفسك انى قد
استأمنت لك رسول الله ﷺ

اے ابن عم میں سب سے زیادہ نیکو کار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب میں بہتر شخص کے پاس سے آئی ہوں تو اپنے آپ کو ہلاک مت کر میں نے تیرے لئے رسول اللہ ﷺ سے امان حاصل کیا ہے۔
یہ سن کر عکرمہ ام حکیم کے ساتھ ہولیا۔ راستہ میں مباشرت کا ارادہ کیا۔ ام حکیم نے کہا ابھی تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں عکرمہ نے کہا کس بڑی شئی نے تجھ کو روکا ہے اور یہ کہہ کر مکہ کا قصد کیا اور آنحضرت ﷺ نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ياتيكم عكرمة مومنا فلا تسبوا اباها فان سب الميت يؤذى الحي

عکرمہ مؤمن ہو کر آ رہا ہے لہذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

عکرمہ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بیوی ساتھ تھی وہ نقاب ڈالے ہوئے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ اور عرض کیا کہ یہ میری بیوی حاضر ہے اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ کو امان دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا تجھ کو امان ہے، عکرمہ نے کہا آپ کس چیز کی طرف بلا تے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس امر کی شہادت دو کہ اللہ ایک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اسکے علاوہ اور چند خصال اسلام تلقین فرمائی۔ عکرمہ نے کہا:

قد كنت لاتدعو الا الى خير و امر حسن جميل قد كنت فينا يا رسول الله قبل ان

تدعونا وانت اصدقنا حديثا و ابرنا

بے شک آپ نے خیر اور مستحسن اور پسندیدہ امر کی طرف دعوت دی ہے اور یا رسول اللہ ﷺ اس دعوت حق سے بیشتر بھی آپ ہم میں سب سے زیادہ سچے اور نیکو کار تھے۔

اور اسکے بعد کہا۔ اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله۔

کلمہ شہادت کے بعد عکرمہ نے کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد اور مہاجر ہوں۔

اور یا رسول اللہ ﷺ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپ ﷺ نے عکرمہ کے لیے دعاء مغفرت فرمائی، عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ قسم ہے خداوند ذوالجلال کی جو خرچ میں نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے کیا اب میں خدا کی راہ میں بلانے کے لئے اس سے دو چند خرچ کروں گا اور جس قدر قتال خدا اور اس کے رسول کے خلاف میں کیا ہے اس سے دو چند قتال خداوند ذوالجلال کی راہ میں کروں گا اور جس مقام پر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا ہے اس مقام پر جا کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں گا۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مرتدین کے مقابلے کے لئے لشکر روانہ کئے تو ان میں ایک لشکر کے سردار عکرمہ تھے۔ الغرض باقی ساری عمر خدا اور اسکے رسول ﷺ کے دشمنوں سے جہاد اور قتال میں گزاری۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ میں نے خواب میں ابو جہل کے لئے جنت میں ایک خوشہ دیکھا۔ جب عکرمہ مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ (اصابہ ترجمہ عکرمہ)

عکرمہ کی مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت تھی کہ جب تلاوت کے لیے بیٹھتے اور قرآن کریم کو کھولتے تو روتے اور غشی کی کیفیت ہوتی اور بار بار یہ کہتے ہذا کلام ربی یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ میں عکرمہ کے ہاتھ سے ایک مسلمان شہید ہوا۔ جب آپ ﷺ کو یہ خبر دی گئی تو مسکرائے اور فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں ہی جنت میں ہیں۔

اشارہ اس طرف تھا کہ عکرمہ فی الحال اگرچہ کافر ہیں لیکن عنقریب اسلام میں داخل ہوں گے۔

① (ہبار بن الاسود) اس کا جرم یہ تھا کہ مسلمانوں کو بہت ایذائیں پہنچاتا تھا۔ آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینب زوجہ ابوالعاص بن ربیع جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ جا رہی تھیں تو ہبار بن اسود نے مع چند اوباشوں کے جا کر راستہ میں حضرت زینب کے ایک نیزہ مارا جس سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں۔ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا (ان اللہ وانا الیہ راجعون)

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ہبار کا خون مباح فرمایا تھا۔ جب آپ ہجرانہ سے واپس ہوئے تو ہبار حاضر خدمت ہوئے اور آکر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ہبار بن اسود ہے، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھ لیا، حاضرین میں سے ایک شخص نے ہبار کی طرف اٹھنے کا قصد کیا تو آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ہبار بن اسود نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

السلام علیک یا نبی اللہ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله وقد هربت منك في البلاد فارتدت اللحاق
بالا عاجم ثم ذكرت عائدتك و صلتك و صفحك عمن جهل عليك و كنا يا نبی اللہ
اهل شرك فهدانا اللہ بك و انقذنا من الهلكة فاصفح عن جهلی و عما كان یبلغك عنی
فانی مقربسوء فعلی معترف بذنبی فقال رسول اللہ ﷺ قد عفوت عنك و قد احسن اللہ
الیك اذهداك للاسلام والا سلام یجب ما قبله

۱۰ (وحشی بن حرب) قاتل سید الشہد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جس کا مفصل قصہ غزوہ احد کے بیان میں گزر چکا ہے) بھاگ کر طائف پہنچے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور قصور کی معافی چاہی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لشکر روانہ کیا تو ان میں وحشیؓ بھی تھے، جس برچھی سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا وہ ساتھ تھی، اسی سے مسلمانوں کو واصل جہنم کیا اور یہ کہا کرتے تھے کہ اسی برچھی سے خیر الناس کو قتل کیا ہے اور اسی برچھی سے شر الناس کو قتل کیا ہے۔ (استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ وحشی بن حرب)

۱۱ (کعب بن زبیر) مشہور شاعر ہیں آپ کی بچوں میں اشعار کہا کرتے تھے۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں۔ جن کا خون آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ہدر کیا تھا یہ مکہ سے بھاگ گئے تھے، بعد میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور آپ ﷺ کی مدح میں قصیدہ کہا جو بابت سعادت کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت ﷺ ان سے بہت خوش ہوئے اور اپنی چادر عنایت فرمائی۔

۱۲ (حارث بن ظالم) یہ شخص آپ ﷺ کی بچوں کو کرتا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
۱۳ (عبداللہ بن زبیری) یہ بڑے زبردست شاعر تھے آں حضرت ﷺ کی بچوں اور مذمت میں شعر کہا کرتے تھے۔ سعد بن مسیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ابن زبیری کے قتل کا حکم دیا۔ یہ بھاگ کر نجران چلے گئے، بعد میں تائب ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام لائے اور معذرت میں اشعار کہے۔

راتق ما فتنت اذا نابور

یا رسول الملیک ان لسانی

اے اللہ کے رسول میری زبان اس نقصان کا جبر کر دیگی جو میں نے اپنی ہلاکت اور گمراہی کے زمانہ میں پہنچایا ہے۔

آمن اللحم والعظام بریبی ثم قلبی الشہید انت الذنیر

میرا گوشت اور میری ہڈیاں پروردگار پر ایمان لے آئیں، پھر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ آپ ﷺ خدا کے

بشیر و نذیر ہیں۔ (سیرة ابن ہشام)

۱۴) (ہمیرہ بن ابی وہب مخزومی) یہ بھی انہیں شعراء میں سے تھا جو آپ ﷺ کی ہجو میں شعر کہا کرتے تھے فتح مکہ کے دن نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا (سیرۃ ابن ہشام اصابعہ، ترجمہ ہند بنت ابی طالب جوام ہانی کے کنیت سے مشہور ہیں ہمیرہ بن ابی وہب کی بیوی تھیں)

۱۵) (ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان) یہ وہی ہندہ ہے کہ جس نے معرکہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ ہندہ بھی انہیں عورتوں میں داخل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن جن کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ہندہ آں حضرت ﷺ کو بہت ایذا دیتی تھی۔ ہندہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور اسلام قبول کیا۔ اور گھر جا کر تمام بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ کہا خدا کی قسم تمہاری ہی وجہ سے ہم دھوکہ میں تھے۔

یہ پندرہ اشخاص ناقابل غفو مجرم تھے، ان کا جرم نہایت سنگین تھا جس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور تائب ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسکو امن ملا۔ اور جو اپنی بغاوت اور سرکشی پر قائم رہا وہ قتل ہوا۔ اب ہم اسکے بعد۔ ان چند معززین قریش کا ذکر کرتے ہیں کہ جو فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔

ابوقافہ

یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

آں حضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ ابو بکر صدیق اپنے بوڑھے باپ کو لئے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے بٹھلا دیا آپ ﷺ نے فرمایا:

هلا ترکت الشیخ فی بیتہ حتی اکون اذاتیہ فیہ

اے ابو بکر تو نے اس بزرگ کو گھر میں کیوں نہ رہنے دیا میں خود ہی اس کے پاس آجاتا۔

یا رسول اللہ هو احق ان یمشی الیک من ان تمشی الیہ انت

یا رسول اللہ ﷺ بجائے اس کے کہ آپ ﷺ چل کر میرے باپ کے پاس جائیں بہتر یہی ہے کہ میرا باپ خود پیادہ چل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے ابوقافہ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور اسلام کی تلقین کی۔ ابوقافہ نے اسلام قبول کیا۔ بڑھاپے کی وجہ سے تمام چہرہ اور سر سفید تھا۔ آپ ﷺ نے خضاب کیلئے ارشاد فرمایا اور یہ تاکید فرمادی کہ سیاہی سے بالکل دور رکھنا۔ یعنی سیاہ خضاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔

علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابوقافہ اسلام لے آئے تو آں حضرت ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا۔ ابوطالب اگر اسلام لے آتے تو میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہو جاتیں۔

صفوان بن امیہ

صفوان بن امیہ سرداران قریش میں سے تھے جو دو سٹا میں مشہور تھے فیاضی اور مہمان نوازی میں یہ گھرانہ ممتاز تھا۔ ان کا باپ امیہ بن خلف جنگ بدر میں مارا گیا۔ فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گئے۔ ان کے چچا زاد بھائی عمیر بن وہب نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر صفوان کے لئے امن کی درخواست کی آپ ﷺ نے امان دیا اور بطور علامت اپنا عمامہ یا چادر بھی عنایت فرمائی۔ عمیر جا کر ان کو جدہ سے واپس لائے۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے محمد ﷺ عمیر یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ کو امن دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ صفوان نے کہا مجھ کو سوچنے کے لئے دو ماہ کی مہلت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا تجھ کو چار مہینے کی مہلت ہے فی الحال مسلمان نہیں ہوئے۔

مگر غزوہ حنین میں آپ ﷺ کے ہمراہ رہے، آپ ﷺ نے کچھ زرہیں ان سے بطور عاریت لیں۔ حنین میں پہنچ کر ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔

کان یرینی رجل من قریش۔ احب الی من ان یرینی رجل من ہوازن
قریش مکہ کا کوئی شخص میری تربیت کرے وہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی آدمی میری تربیت کرے۔

حنین سے واپسی میں آپ ﷺ نے صفوان کو بے شمار بکریاں عطاء فرمائیں۔ صفوان نے ان بکریوں کو دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم اتنی سخاوت سوائے نبی کے کوئی نہیں کر سکتا اور مسلمان ہو گئے۔ (استیعاب واصابہ ترجمہ صفوان بن امیہ)

سہیل بن عمرو

آپ مکہ کے اشراف اور سادات میں سے تھے خطیب قریش کے نام سے مشہور تھے۔
صلح حدیبیہ میں انہیں کو آتے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

قد سهل من امرکم اب تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔

فتح مکہ کے دن سہیل نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بارگاہ نبوت ﷺ میں بھیجا کہ جا کر آپ ﷺ سے میرے لئے امن حاصل کرے، آپ ﷺ نے اس کو امن دیا اور صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

من لقی سہیل بن عمرو فلا یحدالیہ النظر فلعمری ان سہیلا له عقل وشرف ومامل
سہیل یجہل الاسلام۔

جو شخص سہیل سے ملے وہ اس کی طرف تیز نگاہوں سے نہ دیکھے قسم ہے میری زندگی کی بیشک سہیل بڑا عاقل اور شریف ہے، سہیل جیسا شخص اسلام سے جاہل اور بے خبر نہیں رہ سکتا۔

سہیل نے فی الحال اسلام قبول نہیں کیا۔ غزوہ حنین میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور ہجرانہ میں مشرف

باسلام ہوئے۔

اور قسم کھائی کہ جس قدر مشرکین کے ساتھ ہو کر جنگ کی ہے اسی قدر اب مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جنگ کروں گا اور جتنا مال مشرکین پر خرچ کیا ہے اتنا ہی مسلمانوں پر خرچ کروں گا۔

ایک دن حضرت عمرؓ کے دروازے پر لوگوں کا مجمع تھا ملاقات کے منتظر تھے۔ سہیل بن عمرو، ابوسفیان بن حرب اور دیگر مشائخ قریش بھی موجود تھے۔ دربان نے جب اطلاع کی تو صہیب اور بلال اور دیگر اہل بدر کو اندر بلا یا گیا۔ اور سہیل اور ابوسفیان اور مشائخ قریش کو چھوڑ دیا گیا۔ ابوسفیان نے کہا آج جیسا منظر تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ غلاموں کو تو بلایا جا رہا ہے اور ہماری طرف التفات بھی نہیں۔ اس موقع پر سہیل نے جو عاقلانہ اور دانشمندانہ جواب دیا وہ دلوں کی تختیوں پر کندہ کرانے کے قابل ہے۔ سہیل نے ابوسفیان اور دیگر مشائخ قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

اے قوم خدا کی قسم ناگواری اور غصہ کے آثار تمہارے چہرے پر دیکھ رہا ہوں بجائے اس کے کہ تم دوسروں پر غصہ کرو تم کو خود اپنے نفسوں پر غصہ کرنا چاہیے اس لئے کہ دین حق کی دعوت ان لوگوں کو بھی دی گئی اور تم کو بھی یہ لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے اور تم نے پس و پیش کی اور پیچھے رہے۔ خدا کی قسم جس شرف اور فضیلت کو یہ لوگ لے دوڑے تمہارا اس شرف سے محروم رہ جانا میرے نزدیک اس دروازہ کی محرومی سے کہیں زیادہ سخت ہے جس پر تم آج رشک کر رہے ہو اے قوم یہ لوگ تم سے سبقت لے گئے جو تمہاری نظروں کے سامنے ہیں۔ اور تمہارے لیے اس شرف اور فضیلت کے حاصل ہونے کی اب کوئی سہیل نہیں۔ اس کھوئے ہوئے شرف کے تدارک اور تلافی کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور خدا کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی ہے۔ اس کے لئے تیار ہو جاؤ و عجب نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو شہادت کی دولت و نعمت سے مالا مال فرمائے۔ سہیل نے اپنی تقریر دلپذیر کو ختم کیا اور دامن جھاڑ کر اسی وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور مع خاندان اور اہل و عیال کے رومیوں سے مقابلہ کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ طاعون عمواس میں وفات پائی۔ بہر حال مقصد ہر صورت میں حاصل ہے۔ طاعون کی موت بھی شہادت ہے۔

(استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ سہیل بن عمروؓ)

عتبہ و معتبہ پسران ابی لہب

حضرت عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ کو فتح کرنے کے لئے تشریف لائے تو مجھ سے یہ فرمایا کہ تمہارے دونوں بھتیجے عتبہ و معتبہ پسران ابی لہب کہاں ہیں وہ مجھے دکھائی نہیں دیئے آخروہ دونوں کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ جو مشرکین قریش روپوش ہو گئے ہیں انہیں کے ساتھ یہ دونوں بھی کہیں دور چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں آپ کے ارشاد کے مطابق سوار ہو کر مقام عنہ گیا اور وہاں سے دونوں کو اپنے

ساتھ لایا۔ آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے باب کعبہ کے قریب ملتزم پر آئے اور دیر تک دعا مانگتے رہے پھر وہاں سے واپس ہوئے اور چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے آپ ﷺ کے چہرہ کو مسرور دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ درخواست کی تھی مجھکو میرے چچا کے یہ دونوں بیٹے عقبہ اور معتب عطا کر دیئے جائیں سو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دونوں عطا کر دیئے اور میرے لئے ان دونوں کو بہہ کر دیا۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۲۶۴)

معاویہ رضی اللہ عنہ

بعض کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں اسلام لائے مگر صحیح یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ میں اس کا اظہار کیا۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں اور ماں کا بھائی ماموں ہوتا ہے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خال المؤمنین ہوئے یعنی تمام مسلمانوں کے ماموں ہوئے اور جس طرح اہل بیت اور ذوی القربی سے محبت رکھنا مؤمن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور پر نور کے خسر اور برادر نسبتی اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب

آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ ام حبیبہ کے بھائی ہیں، ان سے محبت رکھنا فرض ہے اور ان سے کینہ اور عداوت رکھنا حرام ہے اور اسلام سے پہلے جو ہو چکا وہ سب معاف ہے اور اسلام سے پہلی باتوں کا ذکر کرنا از روئے قرآن و حدیث قطعاً ممنوع ہے۔

بت خانوں کی تخریب کے لئے سرایا کی روانگی

آں حضرت ﷺ فتح کے بعد تقریباً پندرہ روز مکہ میں مقیم رہے جو بت خانہ کعبہ میں تھے ان کو منہدم کرایا اور یہ منادی کرادی۔

من کان یؤمن باللہ والیوم

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

الآخر فلا ید۶ فی بیتہ صنما

وہ اپنے گھر میں کوئی بت باقی نہ چھوڑے

جب مکہ مکرمہ بتوں سے پاک ہو گیا اور اس کے تمام بت گرا دیئے گئے تو مکہ کے اطراف و اکناف میں بتوں کے منہدم کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی جماعتیں روانہ فرمائیں۔

ہدم عزی، ہدم سواع

۲۵) رمضان ۸ھ کو خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ عزی کو منہدم کرنے کے لئے مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس مقام تک مکہ سے ایک شب کا راستہ ہے اور عمرو بن العاصؓ کو سواع کے منہدم کرنے کے لئے بھیجا یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ عمرو بن العاص جب وہاں پہنچے تو اس بت کے مجاور نے ان سے کہا تم کس ارادہ سے آئے عمرو بن العاصؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس بت کو منہدم کرنے آیا ہوں عمرو کا یہ جواب سن کر مجاور نے کہا تم اس پر کبھی قادر نہ ہو سکو گے خداوند سواع تم کو خود روک دے گا عمرو بن العاصؓ نے کہا افسوس تو ابھی تک اسی خیال باطل میں پھنسا ہوا ہے کیا یہ سنتا اور دیکھتا ہے جو جھک روک دے گا یہ کہہ کر اس پر ایک ضرب لگائی جس سے ان کا خداوند سواع پاش پاش ہو گیا اور مجاور سے مخاطب ہو کر کہا تو نے دیکھ لیا مجاور یہ دیکھتے ہی فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا اسلمت للہ میں اسلام لایا اللہ کے لئے

ہدم مناة

اور ۲۶) رمضان المبارک کو سعد بن زید اشہلیؓ کو مناة کے منہدم کرنے کے لئے مقام مشلل کی طرف روانہ کیا اور بیس سوار آپ کے ہمراہ کئے۔ غرض یہ کہ رمضان کا تمام مبارک مہینہ اسی بت شکنی یعنی ارض اللہ سے کفر و شرک کی نجاست کے دھلوانے میں صرف ہوا۔

ماہ شوال میں محض تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے لئے ساڑھے تین سو مہاجرین و انصار کو خالد بن ولیدؓ کے زیر کمان بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ یلم کے قریب ایک تالاب کے کنارے جس کا نام غمیصا ہے وہاں رہتے تھے خالد بن ولیدؓ نے جا کر ان کو اسلام کی دعوت دی گھبراہٹ میں اچھی طرح یہ تو نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہیں یہ کہنے لگے صبا ناصبا ناہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا۔ خالد بن ولیدؓ نے اس کو کافی نہ سمجھا بعض کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار جب آں حضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا:

اللھم انسی ابرا الیک مما صنع خالد اے اللہ میں اس سے بالکل بری ہوں جو خالد نے کیا۔ (بخاری و فتح الباری ۴۵، ج ۸)

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روپیہ دے کے بنو جذیمہ میں بھیجا تاکہ ان کا خون بہا ادا کر آئیں حضرت علیؓ نے جا کر ان کا خون بہا ادا کیا۔ اور جب تحقیق اور دریافت کے بعد یہ اطمینان ہو گیا کہ اب کسی کا خون بہا باقی نہیں رہا تو جو روپیہ باقی بچ رہا تھا وہ بھی احتیاطاً انہیں پر تقسیم کر دیا۔ واپس ہو کر جب بارگاہ نبوی میں سارا قصہ بیان کیا تو آپ بے حد مسرور ہوئے اور یہ فرمایا۔ اصبت واحسن۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱۰۰ آیت ۳۲۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱۰۰

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۱ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آچکی۔ اور آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل

دِينَ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۳ إِنَّهُ

ہوتے دیکھ لیا۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے معافی مانگیے بے شک وہ بڑا توبہ

كَانَ تَوَّابًا ۴

قبول کرنے والا ہے۔

خلاصہ

جب اللہ تعالیٰ کی نصرت آگئی اور وہ یہ کہ اُس نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو اُن کے دشمنوں پر غالب فرمادیا۔ اور جب فتح آگئی اور وہ یہ کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو قبول کر رہے ہیں۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں، اُسکی حمد کریں یعنی شکر ادا کریں اور استغفار فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

جامع تفسیر

(فتح کا معنی فیصلہ) بڑی فیصلہ کن چیز یہ تھی کہ مکہ معظمہ، جو گویا زمین پر اللہ تعالیٰ کا دارالسلطنت ہے فتح ہو جائے، اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں، اُس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے، فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے، حتیٰ کہ سارا جزیرہ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا اور جو مقصد نبی کریم ﷺ کی بعثت کا تھا پورا ہوا۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۲ یعنی سبح لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین اور تمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا اب سفر آخرت قریب ہے لہذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن ادھر ہی لگ جائیے اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور ان فتوحات و کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کیجئے۔

وَاسْتَغْفِرْهُ ۳ یعنی اپنے لئے اور امت کے لئے استغفار کیجئے، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلہ کا اور کافر شتابی کرتے تھے (یعنی جلد فیصلہ مانگتے تھے) حضرت محمد ﷺ کی آخر عمر میں مکہ فتح ہو چکا۔ قبائل عرب ذل کے ذل (یعنی لشکر کے لشکر) مسلمان ہونے لگے، وعدہ سچا ہوا اب امت کے گناہ بخشوایا کر

کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے، یہ سورت اُتری آخری عمر میں، حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔ (تفسیر عثمانی)

نصرت اور فتح

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:-

نصرت کہتے ہیں مدد کو پہنچانا اور دشمن پر غالب کرنا اور فتح کہتے ہیں شہروں کے مفتوح ہونے کو۔ (المدارک)

فتح مکہ مراد ہے

جمہور مفسرین کے نزدیک سورۃ مبارکہ میں جس فتح کا تذکرہ ہے وہ فتح مکہ ہے
امام خازنؒ لکھتے ہیں:-

یعنی فتح مکہ فی قول جمہور المفسرین۔ (الخازن)
امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:-

یہاں فتح سے صرف فتح مکہ ہی مراد ہے کیونکہ عرب کے لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے وہ کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ اپنی قوم پر غالب آگئے تو آپ نبی برحق ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح عطاء فرمادی تو لوگ فوج در فوج مسلمان ہونے لگے اور دو ہی سال کے اندر پورا جزیرۃ العرب مسلمان ہو گیا اور تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ (ابن کثیر)
امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:-

جب اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمادیا تو عرب نے کہا اب تو محمد ﷺ اہل حرم پر بھی فتیاب ہو چکے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اصحاب فیل (ہاتھی والوں کے لشکر) سے بھی بچایا تھا پس اب تمہارے اندر محمد ﷺ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تب وہ فوج در فوج مسلمان ہونے لگے۔

وذلك لما فتحت مكة قالت العرب اما اذا ظفر محمد (ﷺ) باهل الحرم وقد كان
الله اجارهم من اصحاب الغيل فليس لكم به يدان (اي طاقة) فكانوا يسلمون
افواجاً (القرطبي)

یعنی مفسرین نے فتح سے عمومی فتوحات بھی مراد لی ہیں ملاحظہ فرمائیے المدارک وغیرہ۔

مکمل نازل ہونے والی آخری سورت

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قرآن پاک کی پوری نازل ہونے والی آخری سورت ہے۔

وہی آخر سورۃ نزلت جميعاً قالہ ابن عباس فی صحیحہ مسلم۔ (القرطبی)

اس سورۃ مبارکہ کا ایک نام سورۃ ”التودیع“ بھی ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اس جہان فانی سے

رخصت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ (القرطبی)

اور یہ سورۃ ربیع قرآن یعنی قرآن پاک کے چوتھائی حصہ کی فضیلت رکھتی ہے۔ (ابن کثیر)
دشمنوں پر غلبہ اور ان کے شہروں کا مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہونا کتنی عظیم نعمت ہے اس کا اندازہ اس سورت
مبارکہ سے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے یہ نعمت اپنے فضل سے بحال فرمائے۔ (آمین)

تسبیح کے دو معنی

ارشاد فرمایا:-

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ یعنی اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُسکی پاکی بیان کریں۔ اس کے دو معنی ہیں۔

- ۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں ان چیزوں سے جن سے وہ متزہ ہے اور ساتھ اُس کا شکر بھی ادا کریں۔
اس کا طریقہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنا ہے یا اس جیسے اور الفاظ۔
- ۲ اس سے مراد نماز ادا کرنا ہے۔ اور مراد اُس سے ”نماز شکر“ ہے اور آپ ﷺ نے فتح مکہ کا شکرانہ آٹھ
رکعات نماز سے ادا فرمایا جو آپ نے چاشت کے وقت ادا فرمائی۔

وفی معنی التسبیح وجہان: احد ہما نزهة ربك عما لا یلیق بجلالہ ثم احمدہ والشانی
فصل لربك لأن التسبیح جزء من اجزاء الصلوٰۃ ثم قيل عنی به صلوٰۃ الشکر وهو ما
صلاہ رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکة ثمانی رکعات۔ (الغازن)

استغفار کے معنی

وَاسْتَغْفِرْکَ اور آپ استغفار کیجئے۔

آپ ﷺ کو استغفار کا حکم دیا گیا حالانکہ آپ معصوم ہیں، مفسرین نے کئی وجوہات لکھی ہیں۔

- ۱ یہ حکم امت کی تعلیم کے لئے دیا گیا کہ جب آپ ﷺ کو معصوم ہونے کے باوجود استغفار کا حکم ہے تو
دوسرے لوگ استغفار کے کس قدر محتاج ہوں گے۔
- ۲ اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے استغفار فرمائیں۔
- ۳ استغفار خود ایک عبادت ہے جو ضروری نہیں کہ گناہ پر ہی ہو بلکہ یہ ایک مستقل عمل ہے جو انسان میں تواضع
پیدا کرتا ہے۔ (اور فتوحات کے مواقع پر تو تواضع کی بہت ضرورت ہوتی ہے) (الغازن، البحر المحیط)

آپ ﷺ کا عمل مبارک

خود آپ ﷺ نے اور بعض بڑے صحابہ کرام نے اس سورت کے نازل ہونے سے سمجھ لیا کہ اب آپ ﷺ
کے تشریف لے جانے کا وقت قریب ہے چنانچہ آپ ﷺ پہلے سے زیادہ کثرت سے تسبیح، تحمید اور استغفار فرمانے
لگے۔ مفسرین نے کئی روایات لکھی ہیں۔ مثلاً

۱ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو فرماتے۔

سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ (بخاری)

۲ آپ ﷺ قرآن پاک کے اس حکم پر عمل فرماتے ہوئے اپنے رکوع اور سجدے میں کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ (بخاری)

۳ آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے فرماتے تھے

سُبْحَانَ اللَّهِ وَ بِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ۔

اور فرماتے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے پھر یہ سورت تلاوت فرماتے إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ إِلَى آخِرِهِ۔ (مسند احمد)

۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد زیادہ محنت شروع فرمادی یہاں تک کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا اور جسم کمزور ہو گیا اور مسکراہٹ کم ہو گئی اور گریہ زیادہ ہو گیا۔ (القرطبی)

۵ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات سے قبل آپ ﷺ بہت کثرت سے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھتے تھے

میں نے عرض کیا کہ یہ نئے کلمات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا

میرے لئے میری امت میں ایک علامت مقرر کی گئی تھی کہ جب میں وہ دیکھ لوں تو ان کلمات کو پڑھوں اور وہ

علامت إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ إِلَى آخِرِهِ۔ ہے (احکام القرآن، جصاص)

مکہ مکرمہ قوت اور جنگ سے فتح ہوا

امام ابو بکر جصاص رازی فرماتے ہیں:-

اس سورۃ سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ (صلحا نہیں) قوت اور جنگ سے فتح ہوا ہے (اگرچہ دشمن مرعوب ہو کر زیادہ

جنگ نہ کر سکے) کیونکہ ”فتح“ کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اُس کے یہی معنی مراد ہوتے ہیں

وهذا يدل على انها فتحت عنوة لان اطلاق اللفظ يقتضيه ولا ينصرف الى الصلح بلا

تقييد۔ (احکام القرآن)

فتح کے آداب

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:-

اس سورت مبارکہ کا یہ معنی سمجھنا (جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود کئی صحابہ کرام نے سمجھا) کہ اللہ

تعالیٰ ہمیں حکم فرما رہے ہیں کہ ہم جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کریں تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں، اس کا شکر ادا کریں اور اسکی پاکی بولیں اور اُس سے استغفار کریں۔ یہ معنی بہت عمدہ اور ٹھیک ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن چاشت کے وقت آٹھ رکعات ادا کیں۔ اور یہ ”صلوٰۃ الفتح“ تھی۔ پس مسلمانوں کے امیر لشکر کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب کوئی شہر فتح کرے تو اس میں داخل ہوتے ہی آٹھ رکعات نماز ادا کرے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کی فتح کے دن ایسا ہی کیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

دینی کام کی حفاظت کے لئے

اس سورت مبارکہ سے یہ اشارہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دینی کام کی حفاظت کے لئے تسبیح، تحمید اور استغفار بہت بڑا نسخہ ہے۔ آپ ﷺ نے ساری زندگی محنت فرمائی اب آپ کو عمر کے آخری حصے میں اس عمل کی تلقین فرمائی جا رہی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل تمام دینی کاموں کی حفاظت اور ترقی کے لئے بے حد مفید ہے۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ فتوحات کے بعد فخر اور غفلت نہیں بلکہ تواضع، ذکر اور استغفار کی کثرت کرنی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سبحانک اللہم وبحمدک اشهدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک سبحانک اللہم
ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی۔ استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القيوم واتوب الیہ الحمد
للہ رب العالمین اولوا اخرًا و ظاہرا و باطناً
الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم قبل کل شیء والحمد للہ بعد کل شیء والحمد
للہ علی کل حال سبحان اللہ لم یزل سبحان الحی القيوم یاستار یا ستار برحمتک یا
ارحم الراحمین اللہم لک الحمد کما ینبغی لجلال وجہک ولعظیم سلطانتک اللہم لا
احصى ثناء علیک انت کما اثبتت علی نفسک الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ۔
اللہم صل علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً کثیراً۔

۱۔ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ یوم الأحد

۲۹ مارچ ۲۰۰۹ء بین الظهر والعصر۔



کلامِ برکت

مَوْضِعُ الْقُرْآنِ

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائیہ

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اپنی مختصر مگر جامع تفسیر ”موخح القرآن“ میں درج ذیل ”تیس“ مدنی آیات کے معارف الجہاد کو بھی بیان فرمایا ہے۔

البقرۃ آیت ۱۰ ۸۹ ۲۵۶ ۲۵۷

ال عمران آیت ۵۵ ۱۰۹ ۳۱۰ ۱۳۸ ۱۳۹

الرعد آیت ۱۷ ۳۱

فائدہ

یاد رہے کہ یہ تیس آیات اس فہرست سے زائد اور علاوہ ہیں جو ”فتح الجواد“ میں مدنی آیات جہاد کی پیش کی گئی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے حضرت شاہ صاحبؒ کے قلم سے ان آیات کے معارف الجہاد اور حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کی تشریح اور خلاصہ



سورة البقرة من آیت ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھادی اور ان کے لئے

آلِیْمٌ ۗ لَّیْمًا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۱۰﴾

دردناک عذاب ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

کلام برکت

ان منافقین کا ایک مرض یہ تھا کہ وہ دل سے اس دین کو نہیں چاہتے تھے مجبوراً انہیں یہ دین ظاہری طور پر قبول کرنا پڑا اور دوسری تکلیف اللہ تعالیٰ نے یہ زیادہ فرمادی کہ انہیں جہاد کا حکم فرمادیا جسکی وجہ سے انہیں ان کافروں سے لڑنا پڑا جن کے وہ خیر خواہ اور دوست تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

ایک آزار یہ تھا کہ اس دین کو دل نہ چاہتا تھا۔ ناچار قبول کرنا پڑا اور دوسرا آزار اللہ نے یہ زیادہ کیا کہ حکم کیا جہاد کا۔ جن کے خیر خواہ تھے، ان سے لڑنا پڑا۔ (موضح القرآن)

بے شک منافق کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ اسکو جہاد سے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی کئی آیات مبارکہ سے ثابت ہے۔

منافقین کو مسلمانوں کی ترقی سے تکلیف ہوتی ہے

”یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد یہ مرض پہلے سے موجود تھے، اب نزول قرآن اور ظہور شوکت اسلام اور ترقی و نصرت اہل اسلام کو دیکھ کر انکی وہ بیماری اور بڑھ گئی (عثمانی)



سورة البقرة من نبي

آیت ۸۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے

مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ

پاس ہے اور اس سے پہلے وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے

مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿۸۹﴾

انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کیا پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

کلام برکت

جب یہ یہودی مغلوب ہوتے تو دعاء مانگتے کہ آخری نبی جلد تشریف لائیں تاکہ ہم انکی اتباع کر کے اور ان کے ساتھ مل کر کافروں پر غالب ہو جائیں، مگر جب آخری نبی تشریف لے آئے تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

جب غلبہ کافروں کا دیکھتے تو دعاء مانگتے کہ نبی آخر الزمان شتاب پیدا ہو۔ جب پیدا ہوا تو آپ ہی منکر ہوئے۔ (موضح القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ سابقہ کتب میں یہ بشارتیں موجود تھیں کہ نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لا کر کفار سے جہاد کریں گے اور غلبہ پائیں گے۔



سُورَةُ الْبَقَرَةِ مِثْلًا نَبِيًّا ۝ آیت ۲۵۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے پھر

بِالطَّغْوٰتِ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی

جو شخص شیطان کو نہ مانے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو

لَا انْقِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

کلام برکت

یعنی جہاد میں یہ نہیں ہوتا کہ زبردستی کسی سے اپنا دعویٰ قبول کراتے ہیں اور مسلمان کرتے ہیں بلکہ جس کام کو سب اچھا کہتے ہیں مگر کرتے نہیں وہی جہاد کے ذریعہ کرواتے ہیں۔

مطلب یہ کہ جہاد تو دین اسلام کی دعوت کے راستے کی رکاوٹوں کو توڑتا ہے پھر جسکی مرضی اپنی خوشی سے اسلام قبول کرے اور جسکی مرضی جزیہ دیکر امن حاصل کرے، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یعنی جہاد کرنا یہ نہیں کہ زور سے اپنا دعویٰ قبول کرواتے ہیں بلکہ جس کام کو سب نیک کہتے ہیں اور کرتے نہیں وہی کرواتے ہیں (موضح القرآن)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

جب دلائل توحید بخوبی بیان فرمادیئے گئے، جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے، عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ۔

اَفَاَنْتَ تَكْفِرُ الْتَّاسَّ حَتّٰی يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یہ آیت) خود نص موجود ہے۔ اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اس

کا جان و مال محفوظ ہو جائے گا۔ (عثمانی)



سورة البقرة، آیت ۲۵۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَ الَّذِیْنَ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مدد گار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور

كَفَرُوْا اُولٰٓئِھِمْ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط

جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے

اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ؕ

ہیں یہی لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کلام برکت

جہاد تو کافروں کی ضد، انکی طاقت، اور شوکت کو توڑنے کے لئے ہے باقی ہدایت تو اسی کو ملتی ہے جسکی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت رکھی ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

یعنی جہاد ہے کافروں کی ضد توڑنے کو اور ہدایت اللہ تعالیٰ کرتا ہے جسکی قسمت میں رکھی ہے (موضح القرآن)



سُورَةُ الْاٰنْطِرَانِ مَا كُنْتُمْ بِمَعْرُوفِيْنَ ۝۵۵ آیت ۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یَعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ

جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا

مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ

ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے

كَفَرُوْا اِلَیَّ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ

دن تک غالب رکھنے والا ہوں جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہوگا پھر میں تم میں فیصلہ

فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۵۵

کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

کلام برکت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے پہلے نصاریٰ تھے وہ بھی غالب رہے اور پھر جب آخری نبی ﷺ تشریف لے آئے تو مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ویسا ہی مانا جیسے وہ تھے اور انہوں نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی اتباع کا جو حکم دیا تھا وہ بھی مسلمانوں نے پورا کیا تو مسلمان بھی غالب رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع اول نصاریٰ تھے۔ پیچھے (یعنی بعد میں) مسلمان ہیں، سو ہمیشہ غالب رہے۔
(موضح القرآن)



سُورَةُ الْغُفْرِ اِنْ مَكَرْتُمْ لَكُمْ يُنِزِّلُ آيَاتٍ ۱۰۹۶۱۰۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلائی رہے اور اچھے کاموں کا حکم

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَكُونُوا

کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ ان لوگوں کی طرح

كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے انہوں نے اختلاف کیا اور

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ

ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جس دن بعض منہ سفید اور بعض منہ سیاہ ہوں گے سو وہ جن کے منہ سیاہ

فَاَمَّا الَّذِينَ اَسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ اَكْفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا

ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے اب اس کفر کرنے کے بدلے میں

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِينَ اَبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فِى

عذاب چکھو۔ اور وہ لوگ جن کے منہ سفید ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے وہ

رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيَةُ اللّٰهِ تَتْلُوْهَا عَلَیْكَ

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

بِالْحَقِّ ۗ وَاَللّٰهُ يُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ وِلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

مخلوقات پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا

الْاَرْضِ ۗ وَاِلٰى اللّٰهِ تَرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

ہے اور سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

کلام برکت

یعنی مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت قائم رہے جو جہاد کرتی رہے اور دین اسلام کو نافذ کرے تاکہ کوئی بھی

دین کے خلاف کھلم کھلا عمل نہ کر سکے۔ یقیناً ایسی جماعت کے لوگ کامیاب ہوں گے۔ باقی یہ کہنا کہ کوئی کسی کو نہ

چھیڑے ہر کوئی اپنے عقیدے پر عمل کرتا رہے یہ غلط اور غیر اسلامی نظر یہ ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کا تقید رکھنے کو تاکہ خلاف دین کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔

”موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود“ (یعنی موسیٰ اپنے دین اور عیسیٰ اپنے دین پر) یہ راہ مسلمانوں کی نہیں:

(موضح القرآن)

اور آیت ۱۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی جہاد اور امر معروف کا جو حکم فرمایا یہ ظلم نہیں غلطی پرانگی تربیت ہے۔ (موضح القرآن)

یعنی جہاد مخلوق پر ظلم نہیں ان کی تربیت اور ترقی کا ذریعہ ہے۔



سُورَةُ الْغُثَرَانِ مَكْنِيَةً آیت ۱۳۰ تا ۱۳۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا

اے ایمان والو سود کئی کئی گنا بڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تمہارا

اللّٰهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿۱۳۱﴾

چھٹکارا ہو۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور

وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ

رسول کی تابعداری کرو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو

مِّنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۳﴾

اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظَّيْمِينَ الْغِيظِ وَالْعَافِينَ

ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں

عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا

کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ

فَاجِسَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ

لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے

وَ مَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا

ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ

ہے اور اپنے کیے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے

وَجَنَّةٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط

رب کے ہاں سے بخشش ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان

وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۱۳۷﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۗ

جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے۔

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تم سے پہلے کئی واقعات ہو چکے ہیں سو زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں

الْمُكْذِبِينَ ﴿۱۳۸﴾ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ

کا کیا انجام ہوا۔ یہ لوگوں کے واسطے بیان ہے اور ڈرنے والوں کیلئے ہدایت

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾

اور نصیحت ہے۔

کلام برکت

پچھلے بعض آیات میں جہاد میں بزدلی کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ تو اب سود کا تذکرہ لانے میں شاید یہ مناسبت

ہو کہ سود کھانے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے، سود سے بزدلی پیدا ہونے کی دو جوہات ہیں

۱ حرام مال کھانے سے عبادت کی توفیق کم ہوتی ہے اور بڑی عبادت جہاد ہے۔

۲ سود لینا اعلیٰ درجے کا بخل ہے تو جو مال پر اتنا بخیل ہوگا وہ جان کب قربان کرے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

شاید سود کا ذکر یہاں اسلئے فرمایا کہ اوپر مذکور ہوا جہاد میں نامردی کا اور سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب

سے، ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے۔ دوسرے یہ کہ سود لینا کمال

بخل ہے۔ چاہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لیا بیچ میں کسی کا کام نکلا۔ یہ بھی مفت نہ چھوڑے اس کا جدا جدا چاہے تو جس

کو مال پر اتنا بخل ہو وہ کب جان دیا چاہے۔ (موضح القرآن)

آیت ۱۳۳ کی تقریر میں مفسر عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

”یعنی عیش و خوشی میں خدا کو بھولتے ہیں نہ تنگی اور تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں ہر موقع پر

اور ہر حال میں حسب مقدرت خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، سود خواروں کی طرح بخیل اور پیسہ کے پجاری نہیں

گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔ (عثمانی)

آیت ۱۳۸ پر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

یعنی کافروں کا مقابلہ نبیوں سے قدیم دستور ہے (یعنی ماضی میں بھی انبیاءؑ کی کفار سے جنگیں ہوتی آئی

ہیں) ہر ملک کی خبر تحقیق کرو تو جانو کہ اول نبیوں پر بھی تکلیفات گذری ہیں، لیکن آخر جھٹلانے والے خراب ہوئے۔ جنگ احد میں ستر کامل مسلمان شہید ہوئے اور لڑائی بگڑی اس واسطے حق تعالیٰ تقویت فرماتا ہے (یعنی تسلی دیتا ہے) (موضح القرآن)

خلاصہ یہ ہوا کہ

۱ مسلمانوں کو ایسی غذا، ایسے مال اور ایسے کاموں سے بچنا چاہیے جو ان میں کمزوری اور بزدلی پیدا کر دیں اور انہیں حب دنیا کا اسیر بنا دیں۔ سود کھانے سے انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں اور وہ جہاد کے قابل نہیں رہتا۔

۲ مسلمانوں کو جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرنا چاہیے۔

۳ مسلمانوں کو وقتی تکلیفوں اور ظاہری شکست سے نہیں گھبرانا چاہیے، آخری غلبہ اہل حق ہی کا ہوتا ہے۔

۴ جہاد حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْاٰنِ اَمَّا كُنْتُمْ ۝ آیت ۱۴۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوْا اللّٰهَ

اور وہ لوگ آپ کو غم میں نہ ڈال دیں جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ

شَيْءًا ط يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ

نہیں بگاڑیں گے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ آخرت میں انہیں کوئی حصہ نہ دے اور ان

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۶﴾

کے لئے بڑا عذاب ہے۔

کلام برکت

منافق لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کو شکست کھاتے دیکھتے ہیں فوراً کفر کی باتیں کرنے لگتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:-

”یعنی منافق لوگ کہ جہاں مسلمانوں کی بچ دیکھی اور کفر کی باتیں کرنے لگے۔“ (موضح القرآن)



سُورَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ آيَاتُهَا ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةً يَقْدَرِهَا فَاَحْتَمَلَ السَّيْلُ

اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے اپنی مقدار میں نالے بنے گئے پھر وہ سیلاب پھولا ہوا

زَبَدًا زَّابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ

جھاگ اوپر لایا اور جس چیز کو آگ میں زیور یا کسی اور اسباب بنانے کے لیے بچھلاتے ہیں اس پر

زَبَدًا مِّثْلَهُ كَذٰلِكَ يُضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

بھی ویسا ہی جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے پھر جو جھاگ

جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يُضْرِبُ

ہے وہ یونہی جاتا رہتا ہے اور جو لوگوں کو فائدہ دے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ الْاَمْتَالُ ۝۱۴

مثالیں بیان فرماتا ہے۔

کلام برکت

۱ پانی جب چلتا ہے تو اس میں مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے جھاگ بن جاتا ہے اور جھاگ پانی پر چھا جاتا ہے۔ مگر

کچھ وقت بعد یہ جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور اصل پانی باقی رہ جاتا ہے۔

۲ سونے اور چاندی وغیرہ معدنیات کو جب صاف کرنے اور پگھلانے کے لئے آگ میں ڈالتے ہیں تو اس میں

بھی جھاگ اٹھتا ہے اور اوپر چھا جاتا ہے مگر کچھ دیر بعد یہ جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور اصل سونا چاندی نکھر کر باقی

رہتا ہے۔ بس اب دو مثالوں سے حق و باطل کا معاملہ بھی سمجھ لو کہ جب حق و باطل کے درمیان جنگ و جہاد

ہوتا ہے تو باطل ابھرا ہوا اور چھایا ہوا محسوس ہوتا ہے مگر آخر میں وہ مغلوب اور منتشر ہو جاتا ہے اور حق غالب

آ جاتا ہے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:-

آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اسکے ظرف اور گنجائش کے موافق

جتنا خدانے چاہا پانی جاری کر دیا چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے

سے گدلا ہو گیا، پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا، جیسے تیز آگ میں چاندی، تانبا، لوہا اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تاکہ (کہ) زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں انہیں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک ہو یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصل کارآمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھرتا ہے بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے تھوڑی دیر بعد اسکے جوش خروش کا پتہ نہیں رہتا خدا جانے کدھر گیا، جو اصل اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہی رہ گئی۔ دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں کیسے موثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو برائے چندے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

یعنی آسمان سے دین حق اترتا ہے تو ہر ایک اپنی استعداد کے موافق فیض لیتا ہے پھر حق اور باطل ٹھہرتا ہے (یعنی آپس میں مقابلہ کرتا ہے) تو میل ابھرتا ہے، جیسے مینہ (بارش) کا پانی زمین میں مل کر یا روپے تانبے کو دھکا کر میل ابھرتا ہے۔ آخر جھاگ کو بنیاد نہیں اور کام کی چیز کو بنیاد ہے۔ یہ حق و باطل ٹھہرنا دنیا کی لڑائی مراد ہے۔ آخر حق غالب ہے یا ہر ایک کے دل میں حق و باطل ٹھہرتا ہے آخر حق اس باطل کو مٹا کر صاف حق رہتا ہے۔ (موضح القرآن)



سُورَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ آيَاتُهَا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَكُوْنَنَّ قُرْاٰنًا سِيْرًا يَّبِيْهُ الْجِبَالُ اَوْ قَطْعًا يَّبِيْهُ الْاَرْضُ

اور اگر تحقیق کوئی ایسا قرآن نازل ہوتا کہ جس سے پہاڑ چلتے یا اس سے زمین کے ٹکڑے ہو جاتے یا اس سے

اَوْ كَلِمَةٍ يَّبِيْهُ الْمَوْتٰى بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا اَفَلَمْ يَأْتِئْسَ الَّذِيْنَ

مردے بول اُٹھتے (تب بھی نہ مانتے) بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں تو کیا ایمان والوں کو اس سے

اٰمَنُوْا اِنَّ لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدٰى النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا۔ اور کافروں پر تو ہمیشہ ان کی

تَصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يٰتٰى

بد اعمالی سے کوئی نہ کوئی مصیبت آتی رہے گی یا وہ بلا ان کے گھر کے قریب نازل ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

وَعَدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

کا وعدہ پورا ہو بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔

کلام برکت

یہ کفار فرمائی نشانیاں دیکھ کر مسلمان نہیں ہوں گے بلکہ یہ اس طرح مسلمان ہوں گے کہ برابران پر یا ان کے آس
پڑوس کوئی آفت پڑتی رہے اور آفت سے مراد ہے مسلمانوں کا ان کے خلاف جہاد کرنا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

”مسلمان چاہتے ہوں گے کہ ایک نشانی بڑی ہی آوے تو کافر مسلمان ہو جاویں۔ سو فرمایا کہ اگر کسی قرآن سے یہ

کام ہوئے ہوتے تو البتہ (یعنی یقیناً) اس سے پہلے ہوتے، لیکن اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے اور خاطر جمع اسی پر چاہیے کہ اللہ

نے یوں نہیں چاہا اگر چاہتا تو حکم کافی تھا۔ لیکن کافر مسلمان یوں ہوں گے کہ ان پر آفت پڑتی رہے گی، ان پر پڑے یا

ہمسایہ پر جب تک سارے عرب ایمان میں آ جاویں۔ وہ آفت یہی تھی جہاد مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت کی مکمل توضیح اور تشریح کے لیے شائقین طلبہ اسی آیت پر تفسیر عثمانی کی تقریر

ملاحظہ فرمائیں۔

تمت بالخیر والحمد لله رب العلمین

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً کثیراً



دومزید

مدنی آیات

سورة البقرة، آیت ۲۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا

اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے

بِيعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۵۲﴾

کہ جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر وہی ظالم ہیں۔

رابط

امام رازی فرماتے ہیں:

انسان کے لئے مشکل ترین کام جہاد میں جان قربان کرنا ہے اور مال خرچ کرنا ہے۔ کچھلی آیات میں قتال کا حکم تھا تو اس آیت میں مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے

اعلم ان اصعب الاشياء على الانسان بذل النفس في القتال وبذل المال في الانفاق فلما

قدم الامر بالقتال اعقبه بالامر بالانفاق (تفسیر کبیر)

جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم

مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم سناتی ہے

امام رازی لکھتے ہیں:

یہاں مقصود جہاد میں مال خرچ کرنا ہے۔

والمقصود منه انفاق المال في الجهاد (تفسیر کبیر)

روح المعانی میں ہے

وقال الاصم المراد به الانفاق في الجهاد

حضرت اصم فرماتے ہیں یہاں مراد جہاد میں مال خرچ کرنا ہے (روح المعانی)

اس آیت مبارکہ کے جہادی مضامین کی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر کبیر، القرطبی، البحر المحیط اور روح المعانی

تَبَارَكَ الَّذِي مَنَّ عَلَيْكَ

آیت ۲۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ

اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے

وَالْأَرْضِ أَعَدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذُكَّ ذِيكَ فَضْلُ اللَّهِ

برابر ہے ان کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ تعالیٰ کا

يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۲۱

فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

خلاصہ

تفسیر البحر المحیط اور روح المعانی میں ہے کہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کے دوران آگے آگے رہا کرو اور قتال کی اگلی صفوں میں لڑا کرو۔

وقال عبداللہ کونوا فی اول صف القتال (البحر المحیط، روح المعانی)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں ملاحظہ فرمائیے تفاسیر معتبرہ۔



مکی سورتیں
اور
اشاراتِ جہاد

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۷۵، ۷۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ ان

عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور نہ وہ جو گمراہ ہوئے

خلاصہ

ان آیات میں صراط مستقیم کی دعا مانگی گئی ہے، صراط مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا انعام جن پر ہوا وہ چار طبقے ہیں

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (النساء ۶۹)

۱ انبیاء علیہم السلام ۲ صدیقین ۳ شہداء ۴ صالحین

اور شہداء سے مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مقتول ہونے والے.....

والشهداء: القتلى في سبيل الله (جلالین)

والشهداء: الذين استشهدوا في سبيل الله (المدارك)

والشهيد: فهو المقتول في سبيل الله المخصوص بفضل الميتة (البحر المحيط)



سُورَةُ الْاِعرَافِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۱۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالُوا اَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا

انہوں نے کہا تیرے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور تیرے آنے کے بعد بھی۔ فرمایا۔ تمہارا

قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ

رب بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کے بجائے تمہیں اس سر زمین کا مالک بنا دے

فَيَنْظُرْ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

گا پھر دیکھے گا تم کیا کرتے ہو۔

خلاصہ

یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس وقت مسلمان بھی مظلوم تھے تو انہیں بنی اسرائیل کا یہ واقعہ سنا کر اشارۃ بشارت دے دی کہ انہیں زمین کی حکومت و خلافت ملے گی اور ان کے دشمن مغلوب ہوں گے اور ایسا جہاد شروع ہونے کے بعد ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یہ کلام نقل فرمایا مسلمانوں کے سنانے کو یہ سورت مکی ہے اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے پھر بشارت پہنچی پردے میں (یعنی بنی اسرائیل کے واقعہ کے ضمن میں) (موضح القرآن)



سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتُوفِّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور اگر ہم آپ کو ان وعدوں میں سے کوئی چیز دکھادیں جو ہم نے ان سے کئے ہیں یا آپ کو وفات دیں پھر انہیں ہماری ہی

ثُمَّ إِلَهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿۱۸﴾

طرف لوٹنا ہے پھر اللہ تعالیٰ شاہد ہے ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

یعنی غلبہ اسلام کچھ حضرت ﷺ کے روبرو ہوا اور باقی ان کے خلیفوں سے (موضح القرآن) تفسیر بغوی میں ہے:-

قال مجاهد فكان البعض الذي اراه قتلهم ببدر، وسائر انواع العذاب بعد موتهم (البغوی)

تفسیر قرطبی میں ہے:-

بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اى من اظهار ذلك فى حياتك وقال المفسرون كان بعض الذى

وعدهم قتل من قتل واسر من اسر ببدر (القرطبی)

ان دونوں عبارتوں میں غزوہ بدر کو مثال کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے اردو کی یہ جامع عبارت:

”یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب و منصور کرنے کے جو وعدے کئے ہیں خواہ ان میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیئے جائیں جیسے ”بدر“ وغیرہ میں دکھلا دیا یا آپ کی وفات ہو جائے اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو، بہر صورت یہ یقینی ہے کہ یہ سب پورے ہو کر رہیں گے اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی ہم سے بچ کر کہاں چھپ سکتے ہیں سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

فائدہ

اس مضمون کی اور بھی کئی آیات کی سورتوں میں موجود ہیں، اس آیت کریمہ کی طرح ان میں بھی جہادی اشارہ ہے

سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ ﴿٨١﴾ آیت ۸۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَالُوا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرَبَ أَهْلِكَ بِقِطْعِ

فرشتوں نے کہا اے لوط بے شک ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تم رات کے کسی حصہ

مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتُ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرًا تَكُنُّ إِنَّهُ مُصِيبُهَا

میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری عورت کو کہ اس پر بھی وہی بلا آنے والی ہے جو ان

مَا أَصَابَهُمْ طَرَانٌ مَّوْعِدَهُمْ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾

پر آئے گی ان کے وعدوں کا وقت صبح ہے کیا صبح کا وقت نزدیک نہیں ہے۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

ہمارے حضرت ﷺ کو مکہ فتح ہوا صبح کے وقت شاید یہ وہی بشارت ہو۔ (موضح القرآن)



سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اَوْلُوْا بِقِيَّتِهِ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

سو ان جماعتوں میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوئے جو تم سے پہلے تھیں جو ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے بجز

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

چند آدمیوں کے جنہیں ہم نے ان میں سے بچا لیا تھا اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی وہ تو انہیں لذتوں کے

مَا اُتْرَفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

پچھے پڑے رہے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ مجرم تھے۔

خلاصہ

”پچھلوں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو ابھارا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں گزشتہ قومیں اسلئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی، اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف کی کچھ آواز بلند کی مگر نقارخانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہو گئی۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

”نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی تھوڑے تھے سو آپ بچ گئے“

حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر بیٹھیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے (العیاذ باللہ) (تفسیر عثمانی)“

جہاد بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بلند ترین درجہ ہے۔



سُورَةُ النَّحْلِ، حِكْمَتُهَا آيَةُ ۱۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فِتْنَاكَ ثُمَّ

پھر بے شک آپ کا رب ان کے لئے جنہوں نے مصیبت میں پڑنے کے بعد ہجرت

جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۱۰

کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا بیشک آپ کا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

خلاصہ

کئی مفسرین حضرات کے نزدیک یہ آیت مبارکہ مدنی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر قرطبی، البحر المحیط۔

وهذا كله في عمار والمعنى صبروا على الجهاد ذكره النحاس (القرطبي)

نزلت في عياش بن ابي ربيعة اخي ابي جهل من الرضاعة و في ابي جندل بن سهيل بن

عمرو والوليد بن الوليد بن المغيرة و سلمة بن هشام و عبدالله بن اسيد الثقفي فتنهم

المشركون فاعطوهم بعض ما ارادوا ليسلموا من شرهم ثم انهم هاجروا بعد ذلك

وجاهدوا (البغوي)

قال ابن عطية: وهذه الآية مدنية ولا اعلم في ذلك خلافاً (البحر)

خلاصہ یہ کہ یہ آیت ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کچھ عرصہ بعد ہجرت کی اور جہاد میں حصہ لیا

اور جہاد میں ثابت قدم رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ النِّحْلِ الْحَمِيدَةِ آيَةُ ۱۳۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ ط وَاَلَيْنُ

اور اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر

صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

کرو تو یہ صبر والوں کے لئے بہتر ہے۔

خلاصہ

حضرت ابن عباسؓ اور جمہور مفسرین کے نزدیک یہ اور اس کے بعد کی دو آیات مدنی ہیں اور حضرات شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں کہ جب ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی تو مسلمانوں نے قسم کھائی کہ حضرت حمزہؓ کے بدلے ستر مشرکین کے ساتھ یہ معاملہ کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیے البغوی، القرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی

۱ ﴿وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ﴾ هذه الآيات نزلت بالمدينة في شهداء احد (البغوي)

۲ الاولیٰ: اطبق جمهور اهل التفسیر ان هذه الآيات مدنية نزلت في شان التمثيل بحمزة في يوم احد ووقع ذلك في صحيح البخاری و في كتاب السير (قرطبي)

۳ المسألة الاولى: قال الواحدی: هذه الآية فيها ثلاثة اقوال: القول الاول: وهو الذي عليه العامة ان النبي ﷺ لمارای حمزة و قد مثلوا به قال (والله لامثلن بسبعين منهم مكانك) فنزل جبريل بخواتيم سورة النحل فكف رسول الله ﷺ وامسك عما اراد وهذا قول ابن عباس في رواية عطاء و ابي بن كعب والشعبي و على هذا قالوا ان سورة النحل كلها مكية الا هذه الآيات الثلاث۔ (الرازي)

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت مکی ہے ملاحظہ فرمائیے تفسیر قرطبی

وذهب النحاس الى انها مكية (القرطبي)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیات ”سورة البراءة“ کے نازل ہونے سے منسوخ ہو گئیں ہیں اور اب عمومی جہاد کا حکم ہے۔

قال ابن عباس والضحاك: كان هذا قبل نزول براءة حين امر النبي ﷺ بقتال من قاتله ومنع من الابتداء بالقتال فلما اعز الله الاسلام واهله نزلت براءة و امر بالجهاد نسخت هذه الآية۔ (البغوي)

سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَكِّيَّةٌ ﴿٨﴾ آیت ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُمْ عَدٰنَا ۙ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ

قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو

لِلْكَافِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾

کافروں کیلئے قید خانہ بنایا ہے۔

خلاصہ

امام بغویؒ لکھتے ہیں:-

وَاِنْ عُدْتُمْ عَدٰنَا اى ان عدتم الى المعصية عدنا الى العقوبة قال قتاده فعادوا فبعث الله عليهم محمدا صلى الله عليه وسلم فهم يعطون الجزية عن يد وهم صاغرون تفسیر جلالین میں ہے:-

وَاِنْ عُدْتُمْ اى الفساد عَدٰنَا الى العقوبة وقد عادوا بتكذيب محمد صلى الله عليه وسلم فسلط عليهم بقتل قريظة ونفى بنى النضير وضرب الجزية عليهم (جلالین)

یعنی بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ اگر تم دوبارہ نافرمانی پہ اترو گے تو ہم بھی تمہیں دوبارہ سزا دیں گے چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کا انکار کر کے دوبارہ نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مسلط فرمادیا جس کے نتیجہ میں بنی قریظہ قتل ہوئے اور بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا اور ان پر جزیہ مقرر ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

تورات میں کہہ دیا تھا کہ دوبارہ بنی اسرائیل شرارت کریں گے اس کی جزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہوں گے اسی طرح ہوا ہے ایک بار جا لوت غالب ہوا پھر حق تعالیٰ نے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک کیا، پیچھے بنی اسرائیل کو اور قوت زیادہ دی، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں۔ دوسری بار فارسی لوگوں میں سے بخت نصر غالب ہوا تب سے ان کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی اب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو وہی سلطنت اور غالبہ پھر کر دے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے یعنی مسلمان (اہل ایمان) کو ان پر غالب کیا اور آخرت میں جہنم تیار ہے۔ (موضح القرآن)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں: وعن ابن عباسؓ سلط عليهم المؤمنون الى يوم القيامة (المدارك)

آیت مبارکہ کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں ملاحظہ فرمائیے تفاسیر معتبرہ

سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَكِّيَّةٌ
آیت ۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور ہم نے بعض پیغمبروں کو

النَّبِیِّیْنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاْتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ﴿۵۵﴾

بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

اور داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا، کہ (وہ) دونوں بات رکھتے تھے جہاد بھی اور زبور بھی، سمجھانے کو وہی دونوں باتیں یہاں بھی ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس کتاب بھی ہے اور جہاد بھی) (موضح القرآن) اس قول کی مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر عثمانی



سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۸۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝۸۱

اور فرما دیجئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔

خلاصہ

۱ بعض مفسرین کے نزدیک جَاءَ الْحَقُّ سے مراد جاء الجہاد ہے کہ بس اب جہاد کا حکم نازل ہونے والا ہے۔ (القرطبی)

۲ اس آیت مبارکہ میں مکہ مکرمہ کے فتح کی بشارت ہے (بیان القرآن)

۳ اس آیت میں اسلام کے غلبے اور کفر کی شکست کی بشارت ہے۔ (موضح القرآن)

”یعنی غلبہ دین آیا اور کفر بھاگا مکے میں سے اور تمام عرب میں سے“ (موضح القرآن)

”یہ عظیم الشان پیشگوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا، یعنی کہہ دو کہ قرآن مجید مؤمنین کو بشارتیں سناتا ہوا باطل کو کچلتا ہوا آپہنچا پس سمجھ لو اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگا نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے (جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ الْخ) اور جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيدُ ہر ایک اوندھے منہ گر جاتا اس طرح قرآن کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر کعبہ سے نکل بھاگا وہ آئندہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ والحمد لله علی ذلك (تفسیر عثمانی)“



سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ آيَاتُهَا ۱۱۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ۝۱۳

اور آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اب میں تمہیں اس کا حال سنانا ہوں

تا

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۝۱۸

خلاصہ

ذوالقرنین کا قصہ، ان کے زمین پر غلبے اور اسلامی فتوحات کے واقعات اور عسکری حکمتیں۔ ملاحظہ فرمائیے
قصص القرآن حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی



سُورَةُ فَزِّيْرٍ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ٤٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۗ حَتّٰی اِذَا رَا وَا

فرما دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ بھی اسے ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب

مَا يُوعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

اس چیز کو دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا تھا یا عذاب یا قیامت تب معلوم کر لیں گے مرتبہ میں

مَكَانًا وَاَضَعَفُ جُنْدًا ۝

کون برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے۔

خلاصہ

امام نسفی لکھتے ہیں:

اِمَّا الْعَذَابَ فِي الدُّنْيَا وَهُوَ تَعْذِيبُ الْمُسْلِمِيْنَ اِيْاهُمْ بِالْقَتْلِ وَالْاَسْرِ (المدارك)

امام بغوی فرماتے ہیں:

اِمَّا الْعَذَابَ وَهُوَ الْاَسْرُ وَالْقَتْلُ فِي الدُّنْيَا (البغوی)

جلالین میں ہے:

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَاَضَعَفُ جُنْدًا اَعْوَانًا اَهْمُ امِ الْمُؤْمِنُوْنَ؟

وجند هم الشيطان وجند المؤمنین عليهم الملائكة (جلالین)

کافروں کے لئے دنیوی عذاب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل اور قید ہوں۔ اور مسلمانوں کا لشکر فرشتے ہیں اور کافروں کا لشکر شیطان ہیں۔

امام قرطبی لکھتے ہیں:

کافروں کے لئے عذاب یہ ہے کہ یا تو مسلمانوں کو ان پر مسلط اور غالب کر دیا جائے گا جو انہیں قتل کریں گے اور قید کریں گے یا قیامت قائم ہو جائے اور ان کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

والعذاب هنا اما ان يكون بنصر المؤمنین عليهم فيعدونهم بالسيف والأسر واما ان تقوم

الساعة فيصبرون الى النار (القرطبی)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

”یعنی کفار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں اپنے عالیشان محلات اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اترتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلابا دیا جائے گا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد تب پتہ لگے گا کہ کس کا مکان برا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے اس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئیں گے۔ (تفسیر عثمانی)“



سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ ۙ آيَةٌ ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۝

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں پھر وہ باطل کا سر توڑ دیتا ہے پھر وہ (باطل) مٹنے والا ہوتا ہے

وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿۱۸﴾

اور تم پر افسوس ہے ان باتوں سے جو تم بناتے ہو۔

خلاصہ

تفسیر عثمانی میں ہے:

واقعہ یہ ہے کہ دنیا محض کھیل تماشا نہیں ہے بلکہ یہ میدان کارزار ہے جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے اسی سے تم اپنی مشرکانہ اور سفیہانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق و صداقت کا گولہ جب پوری طاقت سے تم پر گرے گا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی اور کونسی طاقت بچانے آئے گی۔ (تفسیر عثمانی)

یاد رکھو حق سے باطل کو پاش پاش کر دیں گے (حضرت لاہوریؒ)

فَيَدْمَغُهُ أَي يَمْحَقُهُ بِالْكَلِمَةِ كَمَا فَعَلْنَا بِأَهْلِ الْقُرَى الْمُحْكَمَةِ وَ أَصْلُ الدَّمَغِ كَسْرُ الشَّيْءِ الرَّخْوِ وَالْأَجْوْفُ

وَقَدْ اسْتَعْبِرَ لِلْمَحَقِّ (روح المعاني)



سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَاٰبَاءَهُمْ حَتّٰی طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ اَفَلَا

بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک عرصہ دراز گزر گیا کیا وہ

یُرُوْنَ اَنْ اَنَّا نَاتِیَ الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۗ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۲۲﴾

یہ نہیں دیکھتے کہ بیشک ہم زمین کو ہر طرف سے کاٹنے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں۔

خلاصہ

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت ”مدنی“ ہے اور اس میں مسلمانوں کی فتوحات کا تذکرہ ہے کہ مسلمان فتح پاتے جا رہے ہیں اور کفار کے علاقے ایک ایک کر کے ان کے ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہیں۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں اس میں مستقبل کی فتوحات کی بشارت ہے۔

۱ والایة كما قد منا اول السورة مدنية وهي نازلة بعد فرض الجهاد فلا يردان السورة مكية والجهاد فرض بعد ما حتى يقال ان ذلك اخبار عن المستقبل (روح المعاني)

۲ اَفَلَا يَرُوْنَ اَنْ اَنَّا نَاتِیَ الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۗ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۲۲﴾ ای نقص ارض الكفر و نحذف اطرافها بتسليط المسلمين عليها و اظهارهم على اهلها و ردھا دار الاسلام و ذکرنا ناتی یشیر بان الله یجریه علی ایدی المسلمین و ان عساكرهم كانت تغزو ارض المشركين و تأتیها غالباً علیها ناقصة من اطرافها (المدارك)

علامہ آلوسی نے اس آیت میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ کافروں کی زمین تو مسلمانوں کے لشکروں کے آنے سے گھٹی جا رہی ہے جبکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے اَنَّا نَاتِیَ الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا ۗ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۲۲﴾ تو اس میں جہاد اور مجاہدین کی عظمت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ کافروں پر زمین تنگ فرماتا ہے اور پھر اس عمل کی نسبت اپنی ذات عالی کی طرف فرماتا ہے۔

اسند الایمان الیہ عزوجل تعظیماً لهم و اشارة الی انه بقدرته تعالیٰ و رضاه و فیہ تعظیم للجهاد و المجاہدین (روح المعانی)

سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۱۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ رَبِّ اَحْكُم بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعٰنُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

کہا اے رب انصاف کا فیصلہ کر دے اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

خلاصہ

۱ رسول اللہ ﷺ نے فیصلے کی جو دعاء فرمائی وہ جلد پوری ہوئی اور غزوہ بدر میں فیصلہ ہو گیا۔

رب اقص بیننا و بین اهل مكة بالعدل المقتضى لتعجيل العذاب والتشديد عليهم فهو دعاء بالتعجيل والتشديد والافكل قضائه تعالى عدل وحق وقد استجيب ذلك حيث عذبوا ببدر اى تعذيب (روح المعاني)

۲ حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

نبی آخر الزمان ﷺ نے اخیر میں یہ دعاء مانگی کہ تصفیہ ہو جائے تاکہ حق و باطل الگ الگ ہو جائیں چنانچہ غزوہ بدر میں یہ علیحدگی اور تمیز عمل میں آگئی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

۳ وَرَبُّنَا الْمُسْتَعٰنُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے۔ اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

مشرکین کہتے تھے کہ مسلمان عنقریب ختم ہو جائیں گے اور مشرکین کو مکمل غلبہ ہو حاصل ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور وہ غالب آگئے اور کفار کو ذلیل و خوار ہونا پڑا۔

كانوا يصفون الحال على خلاف ماجرت عليه وكانوا يطمعون ان تكون الشوكة لهم والغلبة فكذب الله ظنونهم وخيب امالهم ونصر رسول الله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين وخذلهم اى الكفار (المدارك)

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ 44

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذْ هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾

یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھولا تو فوراً اس میں نا امید ہو گئے۔

خلاصہ

امام قرطبی فرماتے ہیں:

وقال ابن عباس هو قتلهم بالسيف يوم بدر وقيل فتح مكة (القرطبي)

امام بغوی لکھتے ہیں:

قال ابن عباس يعني القتل يوم بدر وهو قول مجاهد وقيل هو الموت قبل قيام

الساعة (البغوي)

تفسیر جلالین میں ہے:

حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ هو يوم بدر بالقتل (جلالين)

یعنی عذاب شدید سے مراد بدر کے دن کا عذاب ہے اور ایک قول فتح مکہ کا ہے (اور بھی کئی اقوال ہیں)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں تھک کر عاجز ہوئے۔ (موضح القرآن)

تفسیر عثمانی میں ہے:

اس سے یا تو آخرت کا عذاب مراد ہے یا شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں کفار تھک کر عاجز

ہوئے۔ (عثمانی)



سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَا تَطْعَمُ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

پس کافروں کا کھانا نہ مانیے اور اس کے ساتھ بڑے زور سے ان کا مقابلہ کیجئے۔

خلاصہ

ان کافروں کی ہرگز موافقت نہ کریں۔ نہ ان کے سامنے مدہنت کریں بلکہ قرآن پاک کے ذریعہ ان سے سخت مقابلہ کریں۔

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

آپ ان مخالفین حق کی کوئی پروا نہ کریں بلکہ ان کے ساتھ سخت جہاد کریں۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)
اس آیت میں بھی دیگر کئی آیات کی طرح جہاد اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قتال کا حکم نازل ہونے کے بعد جہاد اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی میں استعمال ہونے لگا۔ امام قرطبیؒ کی یہ عبارت اس نکتے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ قَالَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما بِالْقُرْآنِ ابْنِ زَيْدٍ بِالْإِسْلَامِ وَقَيْلَ: بِالسِّيفِ وَهَذَا فِيهِ

بُعْدٌ لِأَنَّ السُّورَةَ مَكِّيَّةٌ نَزَلَتْ قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ جِهَادًا كَبِیْرًا لَا يَخَالِطُهُ فَتْوَرٌ۔ (القرطبی)



سُورَةُ الشَّجَرَةِ الْمَكِّيَّةِ آیت ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ

اور بے شک آپ کا رب غالب (ہے) رحم کرنے والا ہے

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یہ سنا دیا ہمارے حضرت (محمد ﷺ) کو کہ مکے کے فرعون بھی مسلمانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو پھر وطن سے باہر تباہ ہوں گے بدر کے دن۔ جیسے فرعون تباہ ہوا۔ (موضح القرآن)



سُورَةُ النَّامِ الْكَافِرَاتِ آیت ۲۲، ۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنِّیْ وَجَدْتُ اَمْرًا تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیْتُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ

میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔

مَا

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کہنے لگی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہوئی جو سارے جہان کا رب ہے۔

خلاصہ

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ، ہد ہد کی طرف سے جہاد کی ترغیب، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لشکر کشی کا عزم اور اس کے بہترین نتائج.....
تفسیر عثمانی میں ہے:

وَجَدْتُهُمَا وَقَوْمَهُمَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ
یعنی وہ قوم مشرک آفتاب پرست ہے شیطان نے ان کی راہ ماردی اور مشرکانہ رسوم و اطوار کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا دیا اسی لئے وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔ ہد ہد نے یہ کہہ کر گویا سلیمان علیہ السلام کو اس قوم پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔ (تفسیر عثمانی)

امام قرطبی لکھتے ہیں: وانما صار صدق الهدد عذرا لانه اخبر بما يقتضى الجهاد و كان سليمان عليه السلام حبيب اليه الجهاد۔ (القرطبي)

یعنی ہد ہد کا عذر مقبول ہوا، اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی خبر دی جو جہاد کا تقاضہ کرتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جہاد بہت محبوب تھا۔



سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۸۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأْدُكَ إِلَىٰ مَعَادِ قُلُوبِ رَبِّيَّ

جس نے آپ پر قرآن فرض کیا وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ واپس لائے گا کہہ دیجئے میرا رب خوب

أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۸۵﴾

جانتا ہے کہ ہدایت کون لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

خلاصہ

اس آیت مبارکہ میں فتح مکہ اور مسلمانوں کے غلبے کی بشارت ہے، یہ آیت ہجرت کے موقع پر نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت نہ کی ہے نہ مدنی یہ مقام ”جھہ“ میں نازل ہوئی۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

ختم السورة ببشارة نبیه محمد صلی اللہ علیہ وسلم برده الی مکة قاهرا لاعدائه (القرطبی)

قال ابن عباس نزلت هذه الآية بالجحفه لیست مکية ولا مدنيه (القرطبی)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

”پھیر لاوے گا پہلی جگہ، یہ آیت اتری ہجرت وقت، یہ تسلی فرمائی کہ پھر مکہ میں آؤ گے سو خوب طرح آئے پورے

غالب ہو کر (موضح القرآن)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ آپ کو بعد از ہجرت مکہ معظمہ پر فاتحانہ لائے گا۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)



سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ آيَةُ ۲۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝

کیا لوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَ

جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا پس اللہ تعالیٰ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو

لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ۝

سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

خلاصہ

ان آیات میں آئندہ کے جہاد کے لئے واضح ذہن سازی ہے اور حضرات مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے جو واقعات لکھے ہیں ان کا تعلق بھی جہاد سے ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ:

مسلمانوں میں سے بعض حضرات مکہ مکرمہ میں ٹھہر گئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرام نے انہیں لکھ بھیجا کہ ہجرت کے بغیر آپ لوگوں کا اسلام قبول نہیں ہوگا تو وہ ہجرت کے لئے نکل پڑے، مشرکین مکہ نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں جا پایا ان کی مشرکین سے لڑائی ہوئی تو بعض حضرات شہید ہو گئے اور بعض بچ گئے تو یہ آیات نازل ہوئیں..... (بغوی)

تفسیر قرطبی میں ایک قول یہ لکھا ہے کہ یہ آیات بدر میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید ہونے والے صحابی حضرت مہجج کے بارے میں نازل ہوئیں۔

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ آج بھی مسلمانوں پر مختلف جہادی میدانوں میں طرح طرح کی آزمائشیں آتی رہتی ہیں:

① واختلفوا فی سبب نزول هذه الآية قال الشعبي، نزلت فی اناس كانوا اہمكة قد اذقوا بالاسلام فكتب اليهم اصحاب رسول الله ﷺ انه لا يقبل منكم اقرار بالاسلام حتى تهاجروا فخرجوا عامدين الى المدينة فاتبعهم المشركون فقاتلوهم فمات منهم من قتل ومنهم من نجا فانزل الله هاتين الآيتين (بغوی)

② وقال مقاتل انزلت فی مہجج مولیٰ عمر بن الخطاب کان اول قتيل من المسلمين يوم

بدر (القرطبی)

۳۰) وهذه الآية وان كانت نزلت بهذا السبب وفي هذه الجماعة، فهي بمعناها باقية في امة محمد صلى الله عليه وسلم موجود حكمها بقيمة الدهر وذلك ان الفتنة من الله تعالى والاختبار باق في ثغور المسلمين بالأسرونة العدو وغير ذلك (البغوي، القرطبي)

امام نسفی لکھتے ہیں کہ فتنہ کا معنی ہے مختلف طرح کی تکلیفوں کے ذریعہ امتحان میں ڈالنا، مثلاً وطن کی جدائی، دشمنوں کا مقابلہ، تمام مشکل احکامات، لذتوں سے کنارہ کشی، فقر و فاقہ، قحط، جان و مال پر آنے والی مصیبتیں اور کافروں کے ایذا اور سازشوں کے مقابلے میں ثابت قدمی.....

والفتنة الامتحان بشدائد التكليف من مفارقة الاوطان ومجاهدة الاعداء وسائر الطاعات الشاقة وهجر الشهوات وبالفقر والقحط وانواع المصائب في الانفس والاموال ومصابرة الكفار على اذاهم وكيدهم (المدارك)

فائدہ

تفسیر البحر المحیط میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اور یحییٰ بن سلامؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ مکی ہے مگر اس کی پہلی گیارہ آیات ولیعلمن المنافقین تک مدنی ہیں جبکہ عام مفسرین حضرت جابرؓ، عکرمہؓ اور حسنؓ کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا تو مکہ مکرمہ میں موجود مسلمانوں پر شاق گزرا کیونکہ وہ کفار کے گھیرے اور نرغے میں تھے تو یہ آیات نازل ہوئیں اور سمجھایا گیا کہ ایمان کا دعویٰ کرنا آسان نہیں ہے بلکہ اہل ایمان کو تو جہاد وغیرہ کی تکلیفوں کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے البحر المحیط

اور تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے ان آیات پر بہت عجیب اور عمدہ جہادی نکتے تحریر فرمائے ہیں شائقین طلبہ تفسیر کبیر میں ملاحظہ فرمائیں۔



سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۲۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ سننے

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدًا فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ

والا جاننے والا ہے اور جو شخص کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کیلئے کرتا ہے بے شک اللہ

لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

تعالیٰ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ سے ملاقات یقینی ہے اس کی تیاری کے لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں اور نیک اعمال میں زیادہ اجر ان اعمال کا ہے جن میں زیادہ محنت اور مجاہدہ ہو۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں جَاهِدًا کے لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی خوب محنت اور مشقت، کیونکہ یہ آیت مکی ہے جبکہ بعض مفسرین نے اسے مدنی آیت مان کر اس میں قتال کے معنی بھی لئے ہیں.....

امام قرطبی لکھتے ہیں:

وَمَنْ جَاهَدًا فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ أَيُّ وَمَنْ جَاهَدَ فِي الدِّينِ وَصَبَرَ عَلَى قِتَالِ الْكُفَّارِ وَاعْمَلَ الطَّاعَاتِ فَإِنَّمَا يَسْعَى لِنَفْسِهِ أَيُّ ثَوَابِ ذَلِكَ كُلِّهِ وَلَا يَرْجِعُ إِلَى اللَّهِ نَفْعًا مِنْ ذَلِكَ. (القرطبی)



سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۵۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ

اور یہ آپ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں اور اگر ایک وعدہ مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آجاتا اور

وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۳﴾

البتہ ان پر اچانک آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اس امت (کے کافروں) کا عذاب یہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا پکڑے جانا، سو فح کے میں
کے کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرت محمد ﷺ کا لشکر سر پر آکھڑا ہوا (موضح القرآن)
امام نسفی لکھتے ہیں:

وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ أَوْ يَوْمُ بَدْرٍ أَوْ وَقْتُ فَنَائِهِمْ بِأَجَالِهِمْ (المدارك)
یعنی مقررہ وقت سے مراد یا تو قیامت کا دن ہے یا بدر کا دن یا ان کی موت کا وقت



سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۲۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ

اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں بچھادیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ

لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۹﴾

نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

خلاصہ

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے فرمایا:

جب آپ لوگوں میں اختلاف دیکھیں تو اس وقت مجاہدین اور محاذوں پر برسر پیکار غازیوں کے ساتھ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہدایت کا وعدہ فرمایا ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ (کہ ہم انہیں ضرور بضرور ہدایت دیں گے)

وقال سفیان بن عیینة لابن المبارک اذا رأیت الناس قد اختلفو فعلیک بالمجاهدین واهل الشفور

فان الله تعالى يقول لَنَهْدِيَنَّهُمْ (القرطبی)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

جو لوگ ہمارے دین کی حمایت کے لئے مشرکوں سے جہاد کریں گے ہماری دستگیری اور اعانت انہیں حاصل

ہوگی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

اکثر مفسرین کے نزدیک چونکہ یہ آیت مکی ہے اس لئے جُہد محنت اور مشقت کے معنی میں ہے اور جہاد فی

سبیل اللہ میں تو اعلیٰ درجے کا جُہد ہوتا ہے تو یہ وعدہ اس کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔



سُورَةُ الرَّؤْفِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ 46

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْمَلَأَ غَلَبَتِ الرُّومُ ۲ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

الْمَلَأَ۔ روم مغلوب ہو گئے نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب

سَيَغْلِبُونَ ۳ فِي بَضْعِ سِنِينَ ۴ لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ

غالب آجائیں گے چند ہی سال میں پہلے اور پچھلے سب کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۵ يَنْصُرُ اللّٰهُ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۶

ہیں اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے جس کی

وَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۷ وَعَدَ اللّٰهُ لَا يَخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلٰكِنْ

چاہتا ہے اور وہ غالب رحم والا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اپنے

أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۸ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۹

وعدہ کا خلاف نہیں کرے گا لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ دنیا کی زندگی کی ظاہر

وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۱۰

باتیں جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہی ہیں

خلاصہ

حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں غلبہ اسلام کا اعلان ہے۔ جس دن رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوئی اسی دن مسلمانوں کو جنگ بدر میں کفار مکہ پر فتح ہوئی۔

آیت ۲ ۲..... رومی مغلوب تو ہو گئے ہیں لیکن وہ عنقریب غالب آجائیں گے

آیت ۳..... دس سال سے پہلے غلبہ پالیں گے اور اس دن مسلمان بھی خوش ہوں گے، غزوہ بدر میں ادھر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ادھر رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوئی۔

آیت ۴..... یہ فتح اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوگی۔

آیت ۵..... یہ وعدہ الہی پورا ہو کر رہے گا اگرچہ ظاہر میں کافرا سے نہ مانیں

آیت ۶..... کافروں کی نظر فقط دنیا کے اسباب پر ہے خدائی طاقتوں کو یہ نہیں جانتے۔ (حضرت لاہوری)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رومیوں کی فتح حدیبیہ کے دن ہوئی۔

(وہ دن بھی مسلمانوں کے لئے فتح مبین کا دن تھا)

وجاء الخبر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية (البغوی)

لما كان يوم بدر ظهرت الروم على فارس (القرطبي)

وظهرت الروم على فارس يوم الحديبية على رأس تسع سنين (القرطبي)



سُورَةُ الرَّؤْفِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور ہم آپ سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس بھیج چکے ہیں پس وہ ان کے پاس نشانیاں

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

لے کر آئے پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا جو گناہ گار تھے اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کی تسہیل ملاحظہ فرمائیے تفسیر عثمانی کی اس عبارت میں،
 ”پہلے فرمایا تھا کہ مقبول و مردود جدا کر دیئے جائیں گے منکروں پر ان کے انکار کا وبال پڑے گا اور وہ اللہ
 تعالیٰ کو اچھے نہیں لگتے اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت اور وعدہ
 ہے کہ بحر میں مکذبین سے انتقام لے اور مومنین کا ملین کو اپنی امداد و اعانت سے دشمنوں پر غالب کرے بیچ میں
 ہوا کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے باران رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اس طرح دین کے غلبے کی
 نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

جلالین میں ہے

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بِاَهْلَاكِهِمْ وَاَنْجَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ (جلالین)

امام بغوی لکھتے ہیں:

ففى هذا تبشير للنبي صلى الله عليه وسلم بالظفر بالعاقبة والنصر على الاعداء (البغوى)

یعنی اس میں رسول اللہ ﷺ کے لئے فتح اور غلبے کی بشارت ہے۔



سُورَةُ سَبَأٍ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنْ اَعْمَلْ سَبِغَتْ وَقَدَّارِ فِي السَّرْدِ وَاَعْمَلُوا صٰلِحًا اِنِّیْ بِمَا

کہ کشادہ زرہیں بنائے اور اندازے سے کڑیاں جوڑیے اور تم سب نیک کام کرو بے شک میں جو

تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۱۱

تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہوں۔

خلاصہ

- ۱ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا خود زرہیں بنانا۔ ۲ زرہ جہاد کا ایک دفاعی آلہ ہے۔
- ۳ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ زرہ کے موجد حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہا نرم فرمایا اور انہیں زرہیں بنانا سکھایا۔

امام بغوی لکھتے ہیں:

فالان اللہ تعالیٰ له الحديد وعلمه صنعة الدرع وانه اول من اتخذها (البغوی)



سُورَةُ فَطْرٍ مَكِّيَّةٍ آيَةُ ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ

اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے کہ اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ دوسرا کھاری

اُجَابٌ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ كَمَا طَرِيبًا وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِیةً تَلْبَسُونَهَا

کڑوا ہے اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو جہازوں کو

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَآخِرٍ تَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

دیکھتا ہے کہ اس میں یانی کو پھاڑتے جاتے ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر کرو۔

خلاصہ

موضح القرآن اور تفسیر عثمانی میں ہے:

اوپر سے دلائل توحید اور شولہ قدرت بیان ہوتے آرہے ہیں اسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے

غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں، خدا کفر کو مغلوب ہی کرے گا۔

اگرچہ تم کو دونوں (یعنی مسلمانوں اور کافروں) سے فائدہ ملے گا۔

مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج

(جس طرح) گوشت میٹھے، کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی، اور گہنا یعنی موتی، مونگا اور جواہر

اکثر کھاری سے نکلتے ہیں۔“ (تفسیر عثمانی)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں سے بھی نفع ہوا کہ دین کو قوت ملی اور کافروں سے بھی فائدہ پہنچا کہ جزیہ اور

خراج ملا۔ آگے بھی جہاد کی صورت میں یہی ترتیب ہے (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الصَّافَّاتِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۱۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمُنْصُورُونَ ۝

اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں پہلے سے ہو چکا ہے۔ بے شک وہی مدد دیے جائیں

وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُونَ ۝

گے۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

خلاصہ

ان آیات پر حضرات مفسرین کے کلام کا نچوڑ ان دو عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

- ۱ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنا ہمارا فیصلہ ہے۔ اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ (حاشیہ حضرت لاہوری)
- ۲ یعنی یہ بات علم الہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیانی حالات کتنے ہی ملنے کھائیں مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کیلئے ہے باعتبار حجت و برہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط و غلبہ کے بھی ہاں شرط یہ ہے کہ ”جند، فی الواقع جند اللہ“ ہو۔ (تفسیر عثمانی)



سُورَةُ الصَّافَّاتِ مَكِّيَّةٌ آيَاتُ ۱۴۲، ۱۴۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۱۴۲ ۚ وَابْصُرْهُمْ فَسَوْفَ يَبْصُرُونَ ۱۴۵

پھر آپ ان سے کچھ مدت تک منہ موڑ لیجئے۔ اور انہیں دیکھتے رہیے پس وہ بھی دیکھ لیں گے۔

خلاصہ

پھر آپ ان سے کچھ مدت تک اعراض کیجئے۔ یعنی جہاد کا حکم ملنے تک اور دیکھتے رہیے کہ کس طرح اُن پر قتل و گرفتاری کا عذاب آتا ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ اَعْرَضَ عَن كُفَّارٍ مَّكَّةَ حَتَّىٰ حِينٍ تَوْمَرَفِيْهِمْ بِقِتَالِهِمْ وَابْصُرْهُمْ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِمُ

العذاب (بالقتل والاسر) (جلالین)

وقال ابن عباس یعنی القتل ببدر (القرطبی)



سُورَةُ الصَّافَاتِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۱۷۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾

پس جب ان کے میدان میں آ نازل ہو گا تو کیسی بری صبح ہو گی ان کی جو ڈرائے گئے۔

خلاصہ

یہ وہ آیت مبارکہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر حملہ کے آغاز میں اپنے مبارک نعرے میں شامل فرمائی۔
اللہ اکبر حریت خیبر

انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين (البغوی)

ایک قول یہ ہے کہ نَزَلَ کی ضمیر خود رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے اور مراد اس سے آپ ﷺ کا فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ہے۔

وقیل ضمیر نزل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ویراد حین نزل نزولہ یوم الفتح (روح المعانی)
حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:-

”یہ ہوا فتح مکہ کے دن“ (موضح القرآن)



سُورَةُ صَادَاتِ مَكِّيَّةٍ

آیت ۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ عَرَضَ عَلَیْهِ بِالْعِشَیِّ الصَّفِیْنَتُ الْجَبِیْدُ ۗ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ

جب ان (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کے سامنے شام کے وقت تیز رو گھوڑے حاضر کئے گئے تو کہا

الْمَخِیْرُ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْۤ اَحْتٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۗ ۗ رُدُّوْهَا عَلَیَّ فَطَفِقَ

میں نے مال کی محبت کو یاد الہی سے عزیز سمجھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا ان کو میرے پاس لوٹا لادو

مَسْحًاۤ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۗ ۗ

پس پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

خلاصہ

”یعنی نہایت اچیل شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کیلئے پرورش کئے گئے تھے ان کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر ہو گئی حتیٰ کہ غروب آفتاب ہو گیا شاید اسی شغل میں عصر کے بعد کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں اس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں اگر ایک طرف ذکر اللہ (یاد خدا) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اس کی یاد سے وابستہ ہے جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدّات و مبادی کا تفقّد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے اسی جذبہ جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لادو چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت و اکرام سے انکی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے لگے اور صاف کرنے لگے آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے اور لفظ ”حب الخیر“ سے اس کی تائید ہوئی ہے گویا خیر کا لفظ اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے حدیث میں فرمایا: الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمة (گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کیلئے خیر رکھ دی گئی ہے) (تفسیر عثمانی)



سُورَةُ الْحَجِّ الْمَكِّيَّةُ آیت ۳۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰی كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۲﴾

اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو آزمایا تھا اور ان کی کرسی پر ایک دھڑ ڈال دیا تھا پھر وہ رجوع ہوئے۔

خلاصہ

تفسیر عثمانی میں ہے:

حدیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤں گا (جو تعداد میں سترا نوے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا فرشتہ نے القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا خدا کا کرنا اس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا صرف ایک عورت سے ادھورا بچہ ہوا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ ان کے تخت پر ڈال دیا کہ لو! یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے (اسی کو یہاں جسد (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور انشاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نزدیکوں راہیں بود حیرانی۔ حدیث میں ہے کہ اگر انشاء اللہ کہہ لیتے تو بیشک اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا جو ان کی تمنا تھی (تنبیہ) اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اور اس موقع پر بہت سے بے سرو پا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتی اور جنوں کے نقل کئے ہیں جسے دلچسپی ہو کتب تفسیر میں دیکھ لے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد رویت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی اللہ عنہم وکلها متلقاة من قصص اهل الكتاب واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب (تفسیر عثمانی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ یہ نیت رکھنی چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے زینہ اولاد دی تو انشاء اللہ اس کو جہاد میں لگاؤں گا۔



سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَكِيْمَةٌ آيَةٌ ۵۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا كُنَّا نَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار ہیں اور اس دن بھی جب

وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝۵۱

کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

خلاصہ

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی مدد انبیاء علیہم السلام اور ایمانداروں کے لئے ہو ا کرتی ہے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ (حضرت لاہوریؒ)

یعنی انہ یغلبہم فی الدارین جمیعاً بالحجة والظفر علی مخالفیہم وان غلبوا فی الدنیا فی بعض الاحیاء امتحاناً من اللہ والعاقبة لہم، ویتیح اللہ من یقتص من اعدائہم ولو بعد حین (المدارک) تفسیر بغوی میں ہے:

قال ابن عباس بالغلبة والقهر (البغوی)

تفاسیر کی عبارتوں کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے اس اردو عبارت میں:

”یعنی دنیا میں ان کا بول بالا کرتا ہے جس مقصد کیلئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے انہیں کامیاب ہوتے ہیں حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحان پیش آئیں مگر آخر ان کا مشن کامیاب ہو کر رہتا ہے علمی حیثیت سے حجت و برہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت و رفعت بھی آخر کار انہی کو حاصل ہوتی ہے سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے ان کا علو اور عروج محض ہنڈیا کا جھاگ اور سوڈے کا ابال ہوتا ہے انجام کار مؤمنین قاتمین کے مقابلے میں ان کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدون نہیں چھوڑتا لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مؤمنین کیلئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ وہ حقیقی مومن اور رسولوں کے تابع ہوں کما قال (وَ اَنْتُمْ اَخْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ آل عمران ۱۳۹) مؤمنین کی خصلتیں قرآن میں جا بجا مذکور ہیں چاہئے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں۔“ (تفسیر عثمانی)

سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ حَكِيمَةٌ ٥٥ آیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ

پس صبر کر بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور شام

بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ٥٥

صبح اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کر۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے دین کے غلبے اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی ہلاکت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ برحق ہے (یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد جہاد آیا جس سے دین کو غلبہ ملا اور دشمن ہلاک ہوئے)

امام بغویؒ لکھتے ہیں

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ فِي أَظْهَارِ دِينِكَ وَاهْلَاكِ أَعْدَانِكَ حَقٌّ (البغوی)

امام ابو حیانؒ لکھتے ہیں

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ مِنْ قَوْلِهِ أَنَا لِنَنْصُرَنَّ رَسُولَنَا فَلَا بَدَ مِنْ نَصْرِكَ عَلَيَّ أَعْدَانِكَ (البحر

المحيط)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں

يعني ان ماسبق به وعدى من نصرتك واعلاء كلمتك حق (المدارك)



سُورَةُ الشُّورَىٰ حِكْمَتِهَا آیت ۳۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۳۹﴾

اور وہ لوگ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو بدلہ لیتے ہیں۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

”یعنی کافروں سے جہاد کرتے ہیں“ (موضح القرآن)

امام بغویؒ لکھتے ہیں:

قال عطاء: هم المومنون الذين اخرجهم الكفار من مكة وبغوا عليهم ثم مكنتهم الله في الارض

حتى انتصروا امن ظلمهم (البغوي)

امام قرطبيؒ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس ذلك ان المشركين بغوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى اصحابه

واذواهم واخرجوهم من مكة فاذن الله لهم بالخروج ومكن لهم في الارض ونصرهم على من بغى

عليهم وذلك قوله في سورة الحج اذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ

بِالَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا (الحج ۳۹، ۴۰) (القرطبي)

ان دو عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کی تفسیر کی تصدیق ہوتی ہے تفسیر عثمانی میں اس آیت مبارکہ کی عمومی

تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے

ساتھ اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر لیا انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی

شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم و زور سے دبانے کی کوشش کرے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ

بڑھتا ہے یا ہماری شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت اور جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے ایسی

حالت میں بدلہ لیتے ہیں وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے، جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔ (عثمانی)

سُورَةُ الدُّخَانِ بِحَمْدِهَا آیت ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَوْمَ نَبِّطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿۱۶﴾

جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

خلاصہ

کئی مفسرین حضرات کے نزدیک الْبَطْشَةُ الْكُبْرَىٰ بڑی پکڑ سے مراد غزوہ بدر کا دن ہے۔ جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام بغویؒ لکھتے ہیں:

یَوْمَ نَبِّطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ وَهُوَ يَوْمَ بَدْرٍ إِنَّا مُنتَقِمُونَ وَهَذَا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ وَاکْثَرُ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ

الحسن يوم القيامة

تفسیر جلالین میں ہے:

یَوْمَ نَبِّطِشُ الْبَطْشَةَ هُوَ يَوْمَ بَدْرٍ (جلالین)

تفسیر لسانی میں ہے:

ہی يوم القيامة او يوم بدر (المدارك)

تفسیر عثمانی میں ہے:

ابن عباسؓ کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت میں ہوگی غرض یہ ہے کہ آخرت کا عذاب نہیں ملتا اور ابن مسعودؓ

کے نزدیک بڑی پکڑ سے معرکہ بدر کا واقعہ مراد ہے بدر میں ان لوگوں سے بدلہ لے لیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)



سُورَةُ الطُّورِ حَكِيمَةً آيَةٌ ۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۷﴾

اور بے شک ان ظالموں کو علاوہ اس کے ایک عذاب دنیا میں ہو گا لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔

خلاصہ

ان ظالموں کے لئے قیامت سے پہلے بھی ایک عذاب ہے حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے غزوہ بدر کے دن کفار کو ملنے والی سزا مراد ہے۔

قال ابن عباس: یعنی القتل یوم بدر (البغوی)

دون یوم القیامة وهو القتل ببدر والقحط سبع سنین وعذاب القبر (المدارک)

غزوہ بدر اُس اسلامی جہاد کا شاندار آغاز تھا جو دجال کے قتل تک جاری رہے گا اس لئے اس غزوہ کے واقعات اور اشارات کثرت سے ملتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)



سُورَةُ الْقَبْرَةِ الْحَكِيمَةِ آیت ۲۵، ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ ﴿۲۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۲۵﴾

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

خلاصہ

مشرکین کو اپنے اتحاد اور قوت پر ناز تھا فرمایا گیا کہ یہ سب شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نہیں سمجھا کہ اس میں کن لوگوں کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کا تذکرہ ہے پھر بدر کے دن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہی آیت مبارکہ پڑھ رہے ہیں تو مجھے اس کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔

أَمْ يَقُولُونَ كَفار مكة نَحْنُ جَمِيعٌ یعنی امرنا مُنْتَصِرُونَ یعنی من اعدائنا والمعنى: نحن يد واحدة علی من خالفنا منصورون ممن عادائنا (الخازن)

وقال سعيد بن المسيب سمعت عمر بن الخطاب يقول: لما نزلت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ كنت لا ادري اى جمع يهزم، فلما كان يوم بدر، رايت النبي صلى الله عليه وسلم يثب في درعه ويقول سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ فعلت تأويلها (البغوي)

أَمْ يَقُولُونَ اى كفار قريش نَحْنُ جَمِيعٌ اى جمع مُنْتَصِرُونَ على محمد ولما قال ابو جهل يوم بدر: انا جمع منتصر نزل سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ فهزموا ببدر ونصر رسول اللﷺ عليهم، (جلالين)



سُورَةُ الْمُنَزَّلَاتِ مَكِّيَّةٌ آيَةٌ ۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی

وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ

آدھی رات اور کبھی تہائی رات سے نماز تہجد میں کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا

تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ

ہے اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم کیا پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو

مَرْضَىٰ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ

اسے علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ اور لوگ بھی جو اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین پر

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

سفر کریں گے اور کچھ اور لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے پس رہو جو اس میں سے آسان

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ

ہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح یعنی اخلاص سے قرض دو اور جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے

عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ

اپنے واسطے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو بیشک اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ

تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ

وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس میں مستقبل کی بشارت ہے کہ آگے چل کر قتال فی سبیل اللہ فرض ہوگا۔

وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فہی بشارۃ بما یستقبل (ابن کثیر)

”یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا اس لئے تم پر تخفیف کر دی۔ (تفسیر عثمانی)



سُورَةُ الْبَلَدِ حِكْمَتُهُ آیت ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝

اور آپ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔

خلاصہ

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کیلئے مکہ مکرمہ میں قتال کے حلال ہونے کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ کیلئے مکہ مکرمہ میں قتال کو حلال کیا جائے گا۔

وحلال لك ان تقتل بمكة من شنت وذلك ان الله تعالى فتح عليه مكة واحلها له (تفسیر کبیر)
ملاحظہ فرمائیے یہ ایمان افروز عبارت:

مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت ﷺ کے لئے فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی۔ جو کوئی آپ ﷺ سے لڑا اس کو مارا اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہوگئی چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں جھیل رہا تھا اس لیے درمیان میں بطور جملہ معترضہ و انت حل بهذا البلد فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا، اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی ۸ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔“

(تنبیہ) بعض نے وَ اَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ کے معنی و انت نازل کے لئے ہیں یعنی اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔ (تفسیر عثمانی)



آیاتِ جہاد کی چار فہرستیں

- ۱ مدنی سورتوں میں آیاتِ جہاد
- ۲ مدنی سورتوں میں اشاراتِ جہاد
- ۳ مکی سورتوں میں اشاراتِ جہاد
- ۴ مزید اشاراتِ جہاد حضرت لاہوریؒ کے نزدیک



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بقرہ ۳۵	ال عمران ۶۲	نساء ۴۲	مائدہ ۲۰	انفال ۷۵	توبہ ۱۲۹	حج ۱۷	نور ۲۴	احزاب ۳۳	محمد ۳۸
۱۰۹	۱۲	۸۵۲۶۹	۲	کھل سورۃ	کھل سورۃ	۲۳۲۱۹	۵۳	۲۷۲۹	کھل سورۃ
۱۱۴	۱۳	۹۱۲۸۸	۳			۳۱۲۳۸	۵۳	۶۰	
۱۵۷۲۱۵۳	۲۸	۱۰۳۲۹۳	۱۳۲۱۱			۵۵	۵۵	۶۱	
۱۷۷	۱۱۳۲۱۱۰	۱۲۷۲۱۳۸	۲۶۲۲۰			۶۲۲۵۸	۶۲	۶۲	
۱۹۵۲۱۹۰	۱۲۹۲۱۱۸		۳۵			۷۸			
۲۰۷	۱۷۵۲۱۳۹		۵۶۲۵۱						
۲۱۸۲۲۱۳	۲۰۰۲۱۹۳		۸۲						
۲۳۹									
۲۵۲۲۲۳									
۲۶۱									
۲۶۲									
۲۷۳									
۲۸۶									

مدنی آیات جہاد

کل آیات ۵۵۸

فتح ۲۹	حجرات ۵	حدید ۳	مجادلہ ۹	حشر ۱۷	ممتحنہ ۱۳	صف ۱۳	منافقون ۱۱	تحریم ۱	عادیات ۸	نصر ۳
کھل سورۃ	۶	۱۰	۲۲۲۱۳	۱۷۲۱	کھل سورۃ	کھل سورۃ	کھل سورۃ	۹	۸۲۱	کھل سورۃ
	۹	۱۱								
	۱۰	۱۹								
	۱۳	۲۵								
	۱۵									

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مدنی اشاراتِ جہاد

کل آیات ۳۱

مائدہ ۸	ال عمران ۱۸	بقرہ ۵
۵۷	۱۴	۳۰
۵۸	۱۵	۳۶
۵۹	۱۹	۵۸
۶۰	۲۷، ۲۶	۵۹
۶۱	۵۵	۸۹
۶۲	۵۶	
۶۳	۸۱	
۶۷	۱۰۳، ۱۰۰	
	۱۳۳، ۱۳۰	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفتح ۳	الاعراف ۱	یونس ۱	ہود ۲	نحل ۲	بنی اسرائیل ۳	کہف ۱۶	مریم ۱
۵ ۶ ۷	۱۲۹	۳۶	۸۱ ۱۱۶	۱۱۰ ۱۲۶	۸ ۵۵ ۸۱	۹۸۵۸۳	۷۵
انبیاء ۳	المؤمنون ۱	<p>مکی قصص و اشارات جہاد</p> <p>کل آیات ۹۳</p>				فرقان ۱	الشعراء ۱
۱۸ ۲۴ ۱۱۲	۷۷					۵۲	۶۸
نمل ۲۲	قصص ۱	عنکبوت ۶	روم ۸	سبا ۱	فاطر ۱	صافات ۶	ص ۲
۲۳۵۲۳	۸۵	۲ ۳ ۵ ۶ ۵۳ ۶۹	۷۵۱ ۳۷	۱۱	۱۲	۱۷۵۵۱۷۱ ۱۷۷	۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴
مؤمن ۲	الشوری ۱	الدخان ۱	طور ۱	القمر ۲	مزل ۱	بلد ۱	
۵۱ ۵۵	۳۹	۱۶	۲۷	۲۴ ۲۵	۲۰	۲	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بقرہ	ال عمران	نساء	مائدہ	نور	عنکبوت	روم	حجرات	حدید
۵	۷	۳	۱	۱	۶۹	۲۰	۱۸	۲۹
۱۱۰	۱۳	۸۵	۳۲	۵۷	کامل سورۃ	کامل سورۃ	کامل سورۃ	کامل سورۃ
۱۸۷	۱۵	۱۱۰						
۱۹۶	۱۳۰	۱۵۰						
۲۱۹	۱۳۱							
۲۲۰	۱۳۲							
	۱۳۳							
	۱۳۴							

اشاراتِ جہاد
حضرت لاہوری رحمہ اللہ
کل آیات ۱۹۳

فہرست

سُورَةُ الْفَتْحِ

صفحہ نمبر	
۶	ابتدائیہ
۷	سورۃ مبارکہ کا نام، تین بڑے واقعات، بیس اہم مضامین
۸	اہم جہادی مضامین
۱۱	سورۃ الفتح (۱)، خلاصہ
۱۱	غزوہ حدیبیہ، بیعت رضوان، ملاحظہ
۱۲	غزوۃ الحدیبیہ
۱۳	رسول اللہ ﷺ کا خواب
۱۳	منافقین کا چلنے سے انکار، مکہ کی طرف روانگی
۱۴	اہل مکہ کی مقابلے کے لئے تیاری
۱۴	آپ ﷺ کے جاسوس، صحابہ کرامؓ کا جذبہ جہاد
۱۵	صلوۃ الخوف کا حکم
۱۵	حدیبیہ میں پڑاؤ، سفیروں کی روانگی
۱۶	اہل مکہ اور مسلمانوں میں آویزش اور اہل مکہ کے ستر آدمیوں کی گرفتاری
۱۶	بیعت الرضوان
۱۷	مشرکین پر رعب
۱۸	عشق نبویؐ کا مظاہرہ
۱۹	حلیس کی آمد
۲۰	سہیل بن عمرو کی آمد اور معاہدہ
۲۱	شرائط صلح
۲۱	ابوجندلؓ کی مظلومیت
۲۳	صلح نامہ کی تکمیل اور صحابہ کرامؓ کو واپسی کا حکم
۲۳	بشارت کا نزول، صلح کے ثمرات
۲۴	ابولصیرؓ کی تدبیر
۲۵	گوریلا چھاؤنی کا قیام اور مشرکین کی بے بسی
۲۵	عورتوں کی واپسی کی ممانعت

۲۶	صلح کی اقسام اور احکام
۲۸	بیعت کی فضیلت
۲۹	الحاصل
۳۱	بڑی فتح اور ذہنی انقلاب
۳۲	سورۃ الفتح (۱) خلاصہ، چند ضروری مضامین
۳۲	سورۃ الفتح کا سورۃ محمد ﷺ کے ساتھ ربط
۳۳	نکتہ
۳۴	شان نزول
۳۵	کون سی فتح مراد ہے؟، فتح حدیبیہ
۳۷	نکتہ
۳۸	بیعت رضوان بڑی اور کھلی فتح ہے
۳۸	فتح مکہ کھلی اور واضح فتح ہے
۳۹	واقعہ حدیبیہ فتوحات کا دروازہ
۴۰	حقانیت اسلام کی دلیل
۴۱	فتوحات کے اہل
۴۲	حدیبیہ سے فتح تک
۴۵	رسول اللہ ﷺ کی عظیم فتح اور کامیابی
۴۵	قریش مکہ پر مجبور ہوئے، ایک المیہ
۴۶	یہ جہاد کے ذریعہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کی بشارت ہے
۴۷	الفتح (۲) (۳)، خلاصہ
۴۸	دو آیات کے مضامین، فتح اور مغفرت
۴۹	فتح دلیل ہے مغفرت کی
۴۹	یہ شفاعتِ کبریٰ کا وعدہ اور بڑی تسلی ہے
۵۰	ملاحظہ فرمائیے چند عبارتیں
۵۱	اسلام کی تکمیل اور غلبے کا وعدہ، فائدہ
۵۲	صراطِ مستقیم کی ہدایت
۵۳	خلاصہ
۵۳	اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت
۵۴	ایک اشکال کا جواب، عجیب نکتہ

۵۴	ایک جامع عبارت
۵۵	اہم سبق
۵۶	الفح (۴) خلاصہ، سیکنہ بہت بڑی نعمت
۵۸	فائدہ، لہیز دادوا ایمانا مع ایمانہم
۵۹	اللہ تعالیٰ کے لشکر
۶۰	حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے بشارات
۶۱	الفح (۵)، خلاصہ
۶۱	جہاد کا حکم مسلمانوں کی کامیابی کے لئے ہے
۶۲	جہاد میں عورتوں کی کامیابی؟
۶۳	یہ سیکنہ نازل ہونے کا نتیجہ ہے
۶۳	زمینی لشکر استعمال کرنے کی حکمت
۶۳	طلبہ علم کے لئے، شان نزول
۶۴	جنت کی طلب کمال ہے
۶۴	جہاد سراسر کامیابی
۶۵	الفح (۶) (۷) خلاصہ
۶۶	ترکیب
۶۶	جامع تفسیر
۶۶	مسلمانوں کے خاتمے کا خواب
۶۷	ایک منافق کے دل کی حسرت
۶۸	تکرار نہیں
۶۹	الفح (۸) (۹) خلاصہ
۷۰	آپ ﷺ کی نصرت جہاد کے ذریعہ، مختصر تفسیر
۷۰	فائدہ، بیعت رضوان کی تمہید
۷۱	فائدہ
۷۲	الفح (۱۰)، خلاصہ
۷۲	رسول اللہ ﷺ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے
۷۲	جہاد کے لئے تلوار تھا منا اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے
۷۳	آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کا بیان ہے
۷۳	اللہ تعالیٰ کو جان و مال بیچنا، عجیب کیفیات

۷۴	بیعت کی پابندی لازم ہے، فائدہ
۷۵	الفح (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴)، خلاصہ
۷۶	شان نزول
۷۷	منافقین کی نظروں میں مسلمان ہمیشہ کمزور
۷۷	جن کو اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا، منافقین کا خیال بد
۷۸	توبہ کی دعوت، دو فریق
۷۹	الفح (۱۵)، خلاصہ، کلام برکت
۸۰	مخلص اور منافق کا عظیم فرق
۸۰	گھائے کا سودا کرنے والے
۸۰	آیت مبارکہ کی آسان تفسیر
۸۱	ایک اشکال کا جواب
۸۱	حجیت حدیث کی مضبوط دلیل
۸۳	الفح (۱۶)، خلاصہ، مختصر تفسیر
۸۳	آیت مبارکہ کے مضامین، چند اقوال
۸۵	تکتہ، اہم سبق
۸۶	الفح (۱۷)، خلاصہ، شان نزول، جنت کا وعدہ
۸۷	جہاد چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہو جانے والوں پر عذاب
۸۷	معذورا اگر جہاد میں شرکت کریں تو زیادہ اجر کے مستحق
۸۷	دعوت جہاد کا عجیب اسلوب
۸۸	اگر مسلمانوں کا محاصرہ ہو جائے، ایک درد بھری عبارت
۸۹	غزوہ خیبر
۹۰	لفظ خیبر، خیبر شہر، خیبر پر حملے کا حکم
۹۱	حدیبیہ کے غیر حاضرین
۹۱	خیبر کو کوچ اور مدینہ میں قائم مقامی، عامر کی عہدی خوانی
۹۲	عامر کی شہادت کا اشارہ، جنت کا خزانہ
۹۳	آپ ﷺ کی دعاء، آپ ﷺ کا خیبر کے سامنے پڑاؤ
۹۳	اسلامی لشکر کی اچانک آمد پر یہودی بدحواسی
۹۴	حباب کا مشورہ، پڑاؤ میں تبدیلی
۹۵	قلعہ ناعم، قلعہ قموص، سات دن ناکام حملے

۹۵	نبی ﷺ کی زبانی پرچم دینے کا اعلان
۹۵	پرچم کے لئے صحابہؓ کی آرزو
۹۶	مرحب کا خروج، اسد اللہ میدان میں
۹۷	مرحب سے مقابلہ، علیؑ کا جان لیوا وار
۹۷	مرحب کے بھائی یا سر کی للکار، حضرت زبیرؓ مقابلے میں
۹۸	اسود راعی کا اسلام، اسود کا جہاد اور شہادت
۹۹	اسود کا بلند مقام، قلعہ صعّب بن معاذ
۹۹	مسلمانوں کو کھانے کی سختی، آپ ﷺ کی دعاء
۱۰۰	رسد کے زبردست ذخائر، قلعہ صعّب پر شخصی مقابلے
۱۰۰	یہود کا شدید حملہ، مسلمانوں کا جوانی حملہ اور فتح
۱۰۱	حصن قلہ، وطح اور سلام
۱۰۲	حضرت صفیہؓ جنگی قیدیوں میں، حضرت صفیہؓ کا خواب
۱۰۳	شوہر اور باپ کی مار، فتح فذک، فائدہ، مخارہ
۱۰۳	شوہر اور باپ کی مار، فتح فذک، فائدہ، مخارہ
۱۰۴	غنائم خیبر کی تقسیم
۱۰۵	ابو ہریرہؓ کی حاضری
۱۰۵	زہر دینے کا واقعہ، رد مناسخ الانصار
۱۰۶	مسائل و احکام، شہر حرام میں قتال
۱۰۷	تقسیم اراضی، ممنوعات خیبر
۱۰۸	تحریم متعہ
۱۰۹	سورۃ الفتح آیت (۱۸) (۱۹)، خلاصہ
۱۰۹	یادگار لہجہ کی منظر کشی
۱۱۰	رسول اللہ ﷺ کی شان، حضرات صحابہ کرامؓ کی فضیلت
۱۱۰	بیعت علیؑ الجہاد کی فضیلت
۱۱۰	اللہ تعالیٰ کی رضا عظیم ترین نعمت ہے
۱۱۱	زخمی دلوں کا سکون
۱۱۲	بیعت علیؑ الجہاد کی عجیب فضیلت، درخت کے نیچے
۱۱۳	بیعت رضوان کا آغاز
۱۱۵	مبارک مجموعہ

۱۲۹	بیعت علی الجہاد کے عظیم الشان فوائد
۱۲۹	بیعت علی الجہاد کی ضرورت
۱۳۰	جہاد کی سچی نیت
۱۳۱	قریبی فتح
۱۳۲	اموالِ غنیمت کی کثرت، کلامِ برکت
۱۳۳	الفح ۲۰، خلاصہ، فتوحات اور غنیمتیں
۱۳۳	دشمنوں پر رعب، اہل ایمان کے لیے نشانی
۱۳۵	توکل کی نعمت
۱۳۶	خوش نصیبی
۱۳۷	الفح (۲۱)، خلاصہ
۱۳۷	مایوسی دور کرنے والی آیات
۱۳۸	جلدی ملنے والی ایک اور فتح
۱۳۹	اسلام کی برکت سے غلام آقا بن گئے، ایک تفسیری قول
۱۳۹	اسلام اور قرآن کی حقانیت
۱۳۹	اللہ تعالیٰ قادر ہے
۱۴۰	الفح (۲۲) (۲۳)، خلاصہ، آسان تفسیر
۱۴۱	اسلامی فتوحات اتفاق نہیں ہوتیں
۱۴۲	حق کا غلبہ سنتہ اللہ ہے
۱۴۳	برائے طلبہ علم، دلچسپ نکتہ
۱۴۳	بیعت علی الجہاد کی برکت
۱۴۳	الفح (۲۴)، خلاصہ، مختصر تفسیر
۱۴۳	مکہ مکرمہ تکواری کے زور پر فتح ہوا
۱۴۵	فائدہ، کلامِ برکت
۱۴۵	بظاہر جنگ یقینی تھی
۱۴۶	غور فرمائیں
۱۴۷	الفح (۲۵)، خلاصہ
۱۴۸	مختصر تفسیر و کلامِ برکت
۱۴۸	آیت مبارکہ کے مضامین
۱۵۱	الفح (۲۶)، خلاصہ، لڑائی یقینی تھی

۱۵۲	اہم ترین سبق، مختصر تفسیر
۱۵۳	منظوم جماعت میں مسلمانوں کی قیمت اور ان کا تحفظ
۱۵۳	لا الہ الا اللہ کلمہ تقویٰ ہے
۱۵۴	کلمہ تقویٰ کے بارے میں اقوال
۱۵۴	لا الہ الا اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ
۱۵۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم کی برکت
۱۵۵	حکم سننا اور اطاعت کرنا کلمہ تقویٰ ہے
۱۵۶	ترکیب، جنگ پر قدرت کے باوجود تعمیل حکم
۱۵۶	حضرات صحابہ کرامؓ کی منقبت
۱۵۶	سکینہ کی عجیب تفسیر
۱۵۷	سبق، بہت اہم سبق
۱۵۸	الفتح (۲۷)، خلاصہ، مختصر تفسیر
۱۵۹	منافقین کا شور، امن اور بے خوفی
۱۵۹	جب اللہ تعالیٰ چاہے گا
۱۶۰	فعلہ ما لم تعلموا
۱۶۰	فتح قریب
۱۶۱	فائدہ
۱۶۲	عمرة القضاء
۱۶۳	اس نام کا سبب، اس عمرہ کے چار نام ہیں
۱۶۳	کیا عمرہ قضاغزوات میں سے ہے؟
۱۶۳	مکہ کو روانگی
۱۶۴	ہمراہیوں کی تعداد
۱۶۴	مدینہ منورہ میں قائم مقامی، ہتھیار، نظر احتیاط
۱۶۵	مسلم سوار اور قریشی جماعت
۱۶۵	قریش کی گھبراہٹ اور آنحضرت ﷺ کے پاس وفد
۱۶۶	آنحضرت ﷺ کا مکے میں داخلہ
۱۶۶	سواری پر طواف اور کعبہ میں داخلہ
۱۶۷	مہاجرین پر قریش کے تبصرے
۱۶۷	مشرکوں پر رعب کے لیے ریل کا حکم

۱۶۸	● عمرہ کی ادائیگی، قریش کا واپسی کے لیے تقاضہ
۱۶۹	● مدینہ منورہ کو واپسی
۱۷۰	● الفتح (۲۸)، خلاصہ
۱۷۰	● دین کے غلبے سے مراد مسلمانوں کا غلبہ ہے، نکتہ
۱۷۱	● دین الحق، عجیب نکتہ
۱۷۲	● اب دین اسلام ہی سچا دین ہے، ایک عجیب نکتہ
۱۷۳	● ایک عجیب نکتہ
۱۷۴	● الفتح (۲۹)، خلاصہ
۱۷۵	● غلبے کا اصول
۱۷۶	● آیت مبارکہ کے مضامین
۱۸۱	● دعویٰ اور دلیل
۱۸۱	● آیت مبارکہ میں فتوحات اور غلبے کی بشارت ہے
	●



	●
	● سُوْرَةُ الْمَجْرَاتِ
۱۸۳	● ابتدائیہ
۱۸۳	● پانچ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ
۱۸۵	● الحجرات (۶)، خلاصہ
۱۸۵	● آداب جماعت، آپس میں لڑانے والے
۱۸۶	● آیت مبارکہ کا حکم عام ہے
۱۸۷	● آیت مبارکہ پکار رہی ہے
۱۸۷	● مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ روکنا، ہم معاملہ ہے
۱۸۹	● الحجرات (۹) (۱۰)، خلاصہ
۱۹۰	● مختصر اور جامع تفسیر، شان نزول کے واقعات
۱۹۱	● احکامات اور شان نزول
۱۹۱	● مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم آپس میں قتال نہ کرنے کا ہے
۱۹۲	● چند احکام
۱۹۳	● مصالحت عدل کے ساتھ ہو
۱۹۳	● والصلح خیر پر ایک عجیب نکتہ

۱۹۴	ایک مقالہ، اس مقالے کے جوابات	●
۱۹۵	مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں	●
۱۹۶	یہ مسلمان کا کام نہیں	●
۱۹۷	قتال کے فوائد، شان صحابہؓ	●
۱۹۸	الحجرات (۱۴، ۱۵)، خلاصہ، شان نزول	●
۱۹۹	جہاد ایمان کی علامت ہے، کلام برکت	●
۱۹۹	درد مند اندہ درخواست	●
	❁	●

سُورَةُ الْحَدِيدِ

	ابتدائیہ	●
۲۰۱	چار آیات کے مضامین، جہاد کا خلاصہ	●
۲۰۲	سورۃ الحدید (۱۰)، خلاصہ، آسان تفسیر	●
۲۰۳	جہاد میں خرچ کرنا کمال ایمان کی علامت ہے	●
۲۰۴	مال خرچ کرنے کی بہت بلیغ تاکید، کوئی فتح	●
۲۰۵	مشکل حالات، زیادہ ثواب	●
۲۰۵	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	●
۲۰۶	الجہاد، جنت	●
۲۰۶	سورۃ الحدید آیت ۷ کا جہادی مضمون	●
۲۰۸	سورۃ الحدید (۱۱)، خلاصہ، جہاد میں خرچ کرو	●
۲۰۸	دین کی نصرت اور قتال میں مال خرچ کرنے کی تاکید	●
۲۰۹	ترغیب کا عجیب مؤثر انداز، قرض حسنہ کی دس صفات	●
۲۱۱	مجموعہ مبارکہ، سات سو گنا، بڑھتا ہوا اجر	●
۲۱۲	بے شمار اجر و ثواب، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خفیہ خزانے	●
۲۱۳	مجاہدین کو مکمل سامان جہاد دینے کی فضیلت	●
۲۱۳	جنت میں استقبال	●
۲۱۳	جنت کے ہر دروازے سے بلاوا	●
۲۱۴	کچھ نہ کچھ جہاد میں ضرور لگاؤ، بہترین مال کونسا؟	●
۲۱۴	جان، مال اور زبان سے جہاد	●

۲۱۵	اپنا سامان جہاد دوسرے کو دے دو، نفلی حج سے افضل
۲۱۵	جہاد میں خرچ کرنے والوں کے لئے روشن مثال
۲۱۶	مقبول جہاد، سخت مصیبت کی وعید
۲۱۷	افضل دینار، لوگوں میں بہترین
۲۱۸	سورۃ الحمدید (۱۹) بھلاصہ
۲۱۸	آیت میں ”الشہداء“ کا مطلب
۲۱۸	آیت مبارکہ کی ترکیب، مقام شہداء
۲۲۰	الحمدید (۲۵) بھلاصہ
۲۲۰	دنیا اور آخرت میں کامیابی کا نصاب، کامیابی کا مکمل قانون
۲۲۱	آسان تفسیر
۲۲۲	افسوس کہ آجکل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں
۲۲۲	کامیابی اور غلبے کا قانونِ فطرت، جہاد بھی ہدایت کا ذریعہ ہے
۲۲۳	جہاد میں تمہارا اپنا فائدہ ہے، تلوار حجۃ اللہ ہے
۲۲۳	لوہے کی قوت، دفاع اور حملہ
۲۲۳	خاتم النبیین ﷺ کی بعثت تلوار کے ساتھ ہوئی
۲۲۵	مجموعہ مبارکہ، میں تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں
۲۲۵	جنت تلواروں کے سائے میں، آقا ﷺ کی تلوار
۲۲۶	تلواروں کی زینت
۲۲۶	تلوار اٹھانا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے
۲۲۷	تلوار ذریعہ جہاد، تلوار کافروں کیلئے عذاب
۲۲۷	تلوار مجاہد کی زینت
۲۲۷	تلوار اور تلوار اٹھانے والے کیلئے آقا ﷺ کی دعاء
۲۲۸	تلوار کی کمائی، نجات والی کمائی، جنت کی کنجیاں
۲۲۸	اللہ تعالیٰ کافرشتوں کے آگے فخر فرمانا، خرچہ بچا کر اسلحہ خریدو
۲۲۹	قیدیوں کی قیمت سے اسلحہ کی خریداری
۲۲۹	بدل صلح میں اسلحہ تلواریں مہنگی نہ کرو
۲۲۹	نیزہ رکھنا گناہوں سے نجات کا باعث
۲۳۰	نیزہ بازی، پسندیدہ کھیل
۲۳۰	جنگی ٹوپی پہننا آقا ﷺ کی سنت

۲۳۰	تیر اندازی کے فضائل، قوت تیر اندازی ہے	●
۲۳۰	ایک تیر سے تین لوگ جنت میں	●
۲۳۱	غلام آزاد کرنے کا ثواب، ہر تیر پر جنت کا ایک درجہ	●
۲۳۲	تیر اندازی اور قرآن پاک سیکھو	●
۲۳۲	ہدف تک چلنا جنت کے باغ میں چلنا	●
۲۳۲	امن کے زمانے میں بھی تیر اندازی کی مشق جاری رکھو	●
۲۳۲	سب سے پسندیدہ کھیل	●
۲۳۳	کمان سب سے افضل اسلحہ	●
۲۳۳	عربی کمانیں، بانس کے نیزے، فتوحات کے ضامن	●
۲۳۳	غازی کے اسلحہ پر اللہ تعالیٰ کا فخر	●
۲۳۴	جہاد کیلئے اسلحہ بھیجنا، خود اور زرہ تیار رکھنے کا اجر	●
۲۳۴	کمان تیار رکھنے کا فائدہ، فقر سے نجات	●
۲۳۴	تکوار کا کر نماز کی فضیلت	●
۲۳۵	تکوار کا حق، وظیفے میں اسلحہ کا حصہ	●
۲۳۵	سنت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام	●
۲۳۵	دو زرہیں زیب تن فرمانا	●
۲۳۶	تیر اندازی چھوڑنا آقا ﷺ کی نافرمانی	●
۲۳۷	زاد المعاد میں رسول اللہ ﷺ کے اسلحے کی تفصیل	●
۲۳۷	رسول اللہ ﷺ کی نو تکواریں تھیں	●
۲۳۷	آپ ﷺ کی سات زرہیں تھیں، آپ ﷺ کی چھ کمانیں تھیں	●
۲۳۸	خلاصہ سورۃ الحمد ید از حضرت لاہوریؒ	●
۲۴۰	گزارش	●
		●



	سُورَةُ الْمَجَادِلَةِ	●
۲۴۲	ابتدائیہ	●
۲۴۳	نو آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ	●
۲۴۴	المجادلہ (۱۳) تا (۱۹) خلاصہ	●
۲۴۵	دشمنان اسلام سے دوستی رکھنے والے	●

۲۳۵	کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز بتانے والے
۲۳۶	اسلام اور جہاد سے روکنے والے
۲۳۷	جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، بُرا بیچ
۲۳۷	اپنے مفادات کے غلام
۲۳۷	خود کو ہوشیار، چالاک سمجھنے والے
۲۳۸	شیطان کا ان پر مکمل غلبہ
۲۳۸	شیطان کے غالب ہونے کا مطلب
۲۳۹	شیطانی لشکر خسارے میں
۲۵۰	المجادلہ (۲۰) (۲۱) خلاصہ
۲۵۰	منافقین اپنی عزت کی خاطر کافروں سے ملتے ہیں
۲۵۰	دشمنان اسلام اجتہاد رجب کے ذلیل، حقیر اور رسوا لوگ
۲۵۱	رسولوں سے غلبے کا وعدہ
۲۵۳	المجادلہ (۲۲) خلاصہ
۲۵۴	آسان تفسیر
۲۵۵	کافروں سے دوستی ایمان میں خرابی
۲۵۵	دوستی نہیں قتال، شان نزول کے واقعات
۲۵۶	ایمان والوں کی ”روح“ کے ذریعے مدد
۲۵۶	حزب اللہ
۲۵۷	اسلام آفاقی دین، فاسقوں سے تعلق کا حکم
۲۵۸	شدت تو ہوتی ہے
۲۵۸	چند روایات
۲۵۹	آیت مبارکہ کا حکم عام ہے
	❁

سُورَةُ الْحِجْرِ

۲۶۱	ابتدائیہ
۲۶۲	سترہ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ
۲۶۳	(۱) (۲)، خلاصہ
۲۶۳	مسلمانوں کے لئے فتح کا اصول، بنو نضیر

۲۶۴	آسان تفسیر
۲۶۷	جلاوطن کرنے کا حکم، ایک عسکری نکتہ
۲۶۸	جہاد کی منظر کشی
۲۶۹	غزوہ بنی نضیر
۲۷۰	تاریخ غزوہ، اس غزوہ کا سبب
۲۷۱	یہود کو جلا وطنی کا حکم
۲۷۱	منافقوں کی طرف سے یہود کو سہارا
۲۷۱	ابن ابی کی طرف سے مدد کا وعدہ
۲۷۲	یہود کو ڈھارس اور جلا وطنی سے انکار
۲۷۲	ابن مہکم کی حی کو فہمائش
۲۷۲	مسلمانوں کا بنی نضیر کی طرف کوچ
۲۷۳	یہود کا محاصرہ، قبہ پر غزول کی تیر اندازی
۲۷۳	غزول کا سر نیزہ حیدری پر
۲۷۴	اسلامی دستہ یہود کی تلاش میں
۲۷۴	بنی نضیر کے باغات کاٹنے کا حکم
۲۷۴	کھجوریں کٹنے پر یہود کی آہ و بکا
۲۷۴	یہود کی طرف سے امن و انصاف کی دہائی
۲۷۴	جواب میں وحی کا نزول
۲۷۵	ابن ابی کی یہود کو یقین دہانیاں
۲۷۵	ابن ابی کی دعا بازی
۲۷۵	حییٰ کی پشیمانی و بے چارگی
۲۷۵	آخر جلا وطنی پر آمادگی
۲۷۵	سوائے ہتھیاروں کے کل سامان کے ساتھ یہود کی روانگی
۲۷۶	جلا وطنی کا عبرتناک منظر، یہود کی دولت
۲۷۶	مدینے کے بعد خیبر میں یہود کا مسکن
۲۷۶	بنی نضیر کے متعلق سورت قرآنی
۲۷۶	یہود کا اولین حشر
۲۷۷	دوسرا حشر، بنی نضیر سے حاصل شدہ فتنی کا مال!
۲۷۷	نبی ﷺ کا مال مخصوص

۲۷۷	تقسیم مال کے لئے انصار سے مشورہ اور تعریف
۲۷۸	”انصار کے دیئے ہوئے مال کی واپسی کا حکم“
۲۷۹	الحشر (۳) (۴) خلاصہ
۲۷۹	آسان تفسیر
۲۸۱	الحشر (۵) خلاصہ، شان نزول
۲۸۱	آسان تفسیر
۲۸۲	باغیوں اور نافرمانوں کی رسوائی، ایک شرعی مسئلہ
۲۸۳	اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو غیظ و غم میں ڈالنا، قائدہ
۲۸۳	الحشر (۶) خلاصہ، آسان تفسیر
۲۸۵	حضرت عمر کا فرمان، مال لوٹانے کا معنی
۲۸۶	مہاجرین میں تقسیم، تحقیق بھلائی
۲۸۷	الحشر (۷) خلاصہ، آیت مبارکہ کے مضامین
۲۸۸	آسان تفسیر
۲۹۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے
۲۹۱	منکرین حدیث کی تردید
۲۹۲	مال فنی کا نظام اللہ تعالیٰ کی رحمت، جہاد کی برکت
۲۹۲	کلام برکت
۲۹۳	الحشر (۸)، خلاصہ، آسان تفسیر
۲۹۳	وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں
۲۹۳	تفسیر حقانی میں ہے، ایمان اور جہاد میں سچے
۲۹۳	اموال کی تقسیم کا عمدہ ضابطہ
۲۹۵	آیت مبارکہ کے چند دیگر مضامین
۲۹۶	الحشر (۹)، خلاصہ
۲۹۶	ایمان حضرات صحابہ کرام کی قرار گاہ
۲۹۷	مہاجرین کرام سے محبت
۲۹۷	حسد نہیں اپنائیت
۲۹۸	دوسروں کو اپنی جان پر ترجیح دینے والے
۲۹۹	بخل سے نجات بڑی کامیابی
۳۰۰	لا لچ ایک تباہ کن بیماری، لا لچ سے حفاظت کی دعاء

۳۰۲	تقسیم انعام کے وقت اچھے اوصاف کی قدر دانی
۳۰۲	الحشر (۱۰) خلاصہ
۳۰۳	آیت مبارکہ کے مضامین
۳۰۳	آیت مبارکہ سے تمام مسلمان مراد ہیں
۳۰۳	تین کامیاب طبقے
۳۰۴	حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے دعاء
۳۰۵	عروج اور زوال کے اسباب
۳۰۶	الحشر (۱۱) (۱۲)، خلاصہ
۳۰۶	ایک بشارت اور سچی پیشین گوئی
۳۰۷	منافقوں کا نہ کوئی دین نہ کوئی عقیدہ
۳۰۸	الحشر ۱۳ خلاصہ، بیوقوف لوگ
۳۰۸	وقتی مصیبت سے ڈرتے ہیں آخرت کے عذاب سے نہیں
۳۰۹	شجاعت و بہادری کی اصل بنیاد
۳۰۹	فائدہ
۳۱۰	الحشر (۱۴) خلاصہ، مختصر و جامع تفسیر
۳۱۱	بزدل ترین لوگ، پروپیگنڈے کے رستم
۳۱۱	قرآن پاک کا اعجاز
۳۱۳	مجموعہ مبارکہ، قیصر سے لڑنے والا اسلامی لشکر
۳۱۳	یہودیوں سے فیصلہ کن جہاد
۳۱۴	ملک شام میں جہاد کی فضیلت
۳۱۴	اہل کتاب سے جہاد کی فضیلت
۳۱۵	جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کا اخراج
۳۱۵	آپ ﷺ کی تمنا، عیسائیوں سے لڑائی لمبی چلے گی
۳۱۵	قیصر و کسریٰ کی سلطنت کا خاتمہ
۳۱۶	رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت مبارکہ
۳۱۶	آخری زمانے کے قتال کا ایک منظر
۳۱۶	اہل اسلام کی فتوحات
۳۱۷	دجال کا خاتمہ
۳۱۸	غزوہ بنی قینقاع

۳۱۹	بنی قینقاع، یہودی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی	●
۳۱۹	مسلمان عورت کے ساتھ یہودی چھیڑ خانی	●
۳۲۰	مسلمانوں اور یہود میں اشتعال	●
۳۲۰	معاہدہ سے برأت کا اعلان	●
۳۲۰	فائدہ، بنی قینقاع کی کھلی دھمکی	●
۳۲۱	یہود کا محاصرہ	●
۳۲۲	جلا وطن ہونے کی پیشکش، یہود کے لئے ابن ابی کی سفارش	●
۳۲۲	آنحضرت ﷺ پر بے جا اصرار	●
۳۲۳	یہود کی جان بخشی	●
۳۲۳	نبی ﷺ کی دعا کا نتیجہ، منافقین اور یہود کی باہمی محبت	●
۳۲۳	فی اور مال غنیمت، غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ کا انتخاب	●
۳۲۵	الحشر (۱۵) (۱۶) (۱۷)، بنو قینقاع یا مشرکین مکہ	●
۳۲۶	منافقین شیطان جیسے	●
۳۲۶	کفر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ، کلام برکت	●
	❁	●

سُورَةُ الْمُتَحَنِّهِ

	ابتدائیہ	●
۳۲۹	سورة المتحنہ کی تیرہ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ	●
۳۳۰	المتحنہ (۱)؛ خلاصہ، سورة مبارکہ کا موضوع	●
۳۳۱	منافقانہ سیرت نہ اپناؤ، شان نزول	●
۳۳۲	دشمنانِ اسلام سے قطع تعلق کی چار وجوہات	●
۳۳۳	مقام عبرت، اگر تم مجاہد ہو اور مخلص ہو	●
۳۳۵	دشمنانِ اسلام سے نفرت ایمان کے لئے شرط ہے	●
۳۳۵	جاسوس کا حکم	●
۳۳۶	مجاہدین کے لئے اہم سبق	●
۳۳۷	المتحنہ (۲)؛ خلاصہ	●
۳۳۷	دین اور دنیا دونوں کے دشمن	●

۳۳۸	○ الممتحنہ (۳) خلاصہ
۳۳۸	○ اللہ تعالیٰ راضی تو سب کچھ ٹھیک
۳۳۸	○ تمہیں کیا ہو گیا، آج کا ایک بڑا فتنہ
۳۴۱	○ الممتحنہ (۶، ۵، ۴) خلاصہ
۳۴۲	○ بہترین نمونہ، بہترین مثال
۳۴۳	○ یہ جو امر دی قادر مطلق کے بھروسے پر تھی
۳۴۳	○ دنیا خواہ متعصب کہے
۳۴۳	○ کافروں کے سامنے جھکنا ایمان کے خلاف ہے
۳۴۴	○ استغفارِ ابراہیم علیہ السلام
۳۴۴	○ ایک مؤثر اور جامع دعاء
۳۴۵	○ ہم کو کافروں کے لئے فتنہ بنا
۳۴۵	○ گناہوں کی شامت سے بچا
۳۴۶	○ سوچ کافرق، سخت تاکیدی حکم
۳۴۶	○ مجاہدین کے لئے اہم سبق
۳۴۸	○ الممتحنہ (۷) خلاصہ، آسان تفسیر
۳۴۹	○ دینی مضبوطی اور تعلق کا انعام
۳۴۹	○ اللہ تعالیٰ دلوں کو جوڑنے پر قادر ہے، حقوق انسانیت
۳۵۱	○ الممتحنہ (۹ تا ۸) خلاصہ، احسان کرو، دوستی نہیں
۳۵۲	○ اہم نکتہ
۳۵۳	○ کفار میں فرق
۳۵۳	○ الممتحنہ (۱۰)، خلاصہ
۳۵۵	○ مسلمان عورتوں کا اعزاز، عورتوں کا امتحان
۳۵۶	○ الممتحنہ (۱۱) خلاصہ، دو صورتیں
۳۵۷	○ کلام برکت، فائدہ
۳۵۸	○ الممتحنہ (۱۲) خلاصہ، زبانی بیعت
۳۵۹	○ افتراء یعنی بہتان، فتح مکہ کے وقت
۳۶۰	○ الممتحنہ (۱۳) خلاصہ، عجیب مضمون
۳۶۱	○ کونسے کفار مراد ہیں، مالی مفاد کی خاطر یہودیوں سے دوستی
۳۶۲	○ قبروں والے، آخر معارف سورۃ الممتحنہ

سُوْرَةُ الصَّف

۳۶۳	ابتدائیہ
۳۶۵	چودہ آیات میں مضامین جہاد کا خلاصہ
۳۶۶	سورۃ الصف (۱) (۲) (۳) (۴) ، خلاصہ
۳۶۶	سورۃ مبارکہ کے شان نزول کا واقعہ
۳۶۷	جہاد بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کی طرح ہے
۳۶۸	جہاد سے پیچھے ہٹنے پر سخت وعید
۳۷۰	ایک جامع عبارت
۳۷۰	اے زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والو
۳۷۱	فقہی و اصلاحی احکامات ، ربط
۳۷۱	ایک روشن مثال
۳۷۲	بنیان مرصوص ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے طریقہ قتال کی تعلیم
۳۷۲	ایک مؤمن کو اور کیا چاہیے
۳۷۲	مجموعہ مبارکہ
۳۷۲	قتال فی سبیل اللہ قیامت تک جاری
۳۷۲	اہل حق کی ایک علامت قتال فی سبیل اللہ
۳۷۲	ہمیشہ غالب
۳۷۵	قتال فی سبیل اللہ کا وجوب
۳۷۵	قتال اللہ تعالیٰ کے کلمے کی سربلندی کا ذریعہ
۳۷۵	قتال فی سبیل اللہ پر جنت کی بشارت
۳۷۶	مستقبل کے قتال کی بشارت
۳۷۵	اسلام قبول کرتے ہی قتال کا حکم
۳۷۶	عجمیوں سے قتال کی بشارت
۳۷۶	قتال فی سبیل اللہ کی صف
۳۷۷	انٹھوا اور قتال کرو
۳۷۷	قتال کرنے اور اس میں مقتول ہونے کی تمنا
۳۷۷	قتال کی صف میں کھڑے ہونے کی فضیلت
۳۷۷	جہاد کو کوئی نہیں بند کر سکتا
۳۷۸	قتال کی صف دنیا و ما فیہا سے بہتر

۳۷۸	اللہ پاک کے محبوب
۳۷۸	ڈٹ کر لڑنے والوں کی فضیلت
۳۷۸	صف قتال میں دعاء کی قبولیت
۳۷۹	ملک شام کے قتال کی بشارت
۳۷۹	غزوہ ہند کی بشارت
۳۸۰	القصف (۵) بخلاصہ، مضامین جہاد کا ربط
۳۸۱	ایسے فساد ی لوگ قتال کے مستحق ہیں
۳۸۱	دو اشارے
۳۸۲	القصف (۶) بخلاصہ، جہادی ربط
۳۸۳	آیت مبارکہ کے بعض مضامین
۳۸۵	القصف (۷) بخلاصہ
۳۸۵	جہادی ربط
۳۸۵	اہل کتاب مراد ہیں
۳۸۵	سب کا فرجموٹے
۳۸۷	القصف (۸) بخلاصہ
۳۸۷	آسان تفسیر
۳۸۷	ایک پیشین گوئی
۳۸۷	کفار کی بے بسی کا مذاق
۳۸۷	اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا
۳۸۸	صدیوں کی تاریخ گواہ ہے
۳۸۹	القصف (۹) بخلاصہ
۳۸۹	دلائل نبوت میں سے ایک روشن دلیل
۳۹۰	دو غلبے
۳۹۱	سورۃ القصف (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) بخلاصہ
۳۹۲	اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل
۳۹۲	نجات کا قطعی حصول
۳۹۲	جہاد کی ترغیب اور اس کے دو ثمرات، تجارت کرو
۳۹۳	آسان تفسیر
۳۹۳	قربانی کی ترغیب

۳۹۴	ایک لشکر کی تیاری	●
۳۹۵	مجموعہ مبارکہ	●
۳۹۵	لوگوں میں سب سے افضل	●
۳۹۵	مجاہد کے لئے کامیابی کی چکی ضمانت	●
۳۹۶	مجاہد خیر الناس	●
۳۹۶	مجاہد کے لیے جہنم سے نجات	●
۳۹۶	مجاہد کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد	●
۳۹۷	جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں	●
۳۹۷	اللہ تعالیٰ کا محبوب	●
۳۹۷	جہاد مسلسل عبادت	●
۳۹۸	کامیاب زندگی، مجاہد کا ایک دن، ہزار برابر	●
۳۹۸	بے شمار نیکیاں	●
۳۹۹	ایمان کامل	●
۴۰۰	القصف (۱۴) خلاصہ، دعوت جہاد کی تاکید	●
۴۰۱	احب الاعمال الی اللہ	●
۴۰۱	آئندہ حالات کی بشارت ہے، حواری	●
۴۰۲	اہل اسلام کے لئے فتح کی بشارت	●
۴۰۳	ایک جامع عبارت	●
۴۰۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ہیں	●
	❁	●

سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ

		●
۴۰۵	ابتدائیہ	●
۴۰۶	سورۃ المنافقون کی گیارہ آیات کے مضامین کا خلاصہ	●
۴۰۷	سورۃ المنافقون (۱) (۲) (۳) خلاصہ	●
۴۰۷	شان نزول	●
۴۰۸	فائدہ، جہاد سے روکنے والے	●
۴۰۹	انتہائی نقصان دہ لوگ، محرومی کی وجہ	●
۴۱۰	سورت کے شان نزول پر بخاری شریف کی روایت	●

۴۱۱	غزوہ مزیلین یا بنی النضیر
۴۱۲	ناگہانی حملہ، ام المؤمنین حضرت جویریہ
۴۱۳	صحابہ کا عشق رسول
۴۱۳	منافقین کی شرارت
۴۱۴	فائدہ جلیلہ
۴۱۷	صحابہ کرام کی اسلامی اصول پر بینظیر ثابت قدمی اور مقام بلند
۴۱۹	المنافقون (۴) خلاصہ، منافقین کا نقشہ، مختصر تفسیر
۴۲۰	کافروں کو مسلمانوں کے راز پہنچانے والے
۴۲۰	زرے ڈھول ہیں، مسلمانوں کے لئے بے ثمر
۴۲۱	جذبات سے عاری، ایک عجیب نکتہ
۴۲۱	کلام برکت
۴۲۲	المنافقون (۵) (۶) خلاصہ
۴۲۲	منافقین، آسان تفسیر
۴۲۳	شان نزول، فائدہ
۴۲۳	المنافقون (۷) خلاصہ، آسان تفسیر
۴۲۵	اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے
۴۲۵	کوئی خود کسی کو کچھ نہیں دے سکتا
۴۲۵	منافق کا نظریہ
۴۲۶	المنافقون (۸) خلاصہ، آسان تفسیر
۴۲۷	منافقین کا وہم
۴۲۷	مسلمانوں کی عزت اسلامی فتوحات
۴۲۸	ایک غریب مسلمان خاتون کا فرمان
۴۲۸	مسلمانوں کے لئے بڑا اعزاز
۴۲۸	عزت و ذلت کا حتمی قانون
۴۲۹	خرچ نہ کرنے میں اپنا نقصان
۴۲۹	اہم سبق
۴۳۰	المنافقون (۹) (۱۰) (۱۱)، خلاصہ
۴۳۰	منافقوں کی عادات سے بچو
۴۳۱	منافق کی خصوصیات، ذکر اللہ سے مراد

۴۳۲	مال اور اولاد کے غلام، مختصر تفسیر	●
۴۳۳	منافقین کے بارے میں آیات کی فہرست	●
	❁	●

	سُورَةُ التَّحْرِيمِ	●
۴۳۷	ابتدائیہ	●
۴۳۸	التحریم (۹)، خلاصہ	●
۴۳۸	کفار اور منافقین کے خلاف جہاد	●
۴۳۸	کفار منافقین کے ساتھ سختی واجب ہے	●
۴۳۹	اہم سبق	●
	❁	●

	سُورَةُ الْعَادِيَاتِ	●
۴۴۱	ابتدائیہ	●
۴۴۲	العا دیات (۸۳۱)، خلاصہ، مجاہدین کے گھوڑے	●
۴۴۳	عجیب نکتہ، یہ مجاہدین کی قسم ہے	●
۴۴۴	اے غافل انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ	●
۴۴۴	جامع تفسیر	●
۴۴۶	فائدہ، آگ کی چنگاریاں	●
۴۴۷	جہاد کی آگ، اسباق	●
۴۴۸	جہادی گھوڑے اور اسے پالنے کے فضائل	●
۴۴۹	مجموعہ مبارکہ	●
	❁	●

	سُورَةُ النَّصْرِ	●
۴۵۴	ابتدائیہ	●
۴۵۵	تین آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ	●
۴۵۶	غزوہ فتح مکہ	●
۴۵۷	فتح مکہ مکرمہ	●

۴۵۹	مدد کا وعدہ، قریش کے نام پیغام
۴۵۹	تجدید معاہدہ کے لئے مکہ سے ابوسفیان کی روانگی
۴۶۰	غیرت ایمانی، سفارش کی تلاش
۴۶۱	نا کام واپسی، قصہ حاطب بن ابی بلتعہؓ
۴۶۲	اہل بدر کی خاص فضیلت
۴۶۳	حاطب کے خط کا مضمون
۴۶۳	مدینہ منورہ سے روانگی
۴۶۳	حضرت عباسؓ کی آمد اور جہاد میں شرکت
۴۶۳	ام المؤمنینؓ کی سفارش
۴۶۶	جہاد کے لیے روزہ کا افطار
۴۶۷	مقام مر الظہیران میں پڑاؤ اور سردارانِ قریش کی گرفتاری
۴۶۸	حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی
۴۶۸	ابوسفیان کا اسلام، معافی کا اعلان
۴۶۹	لشکرِ اسلام کا نظارہ
۴۷۱	مکہ مکرمہ میں داخلہ
۴۷۲	فاتحانہ تواضع، صلوة الفتح
۴۷۳	قتال کی اجازت، مسجد حرام میں داخلہ اور بت شکنی
۴۷۴	باب کعبہ پر خطبہ
۴۷۵	حجابت و سقایت، باب کعبہ پر اذان
۴۷۶	مکہ کے والی، مکہ کے مؤذن
۴۷۷	انصار کا عشق رسول ﷺ
۴۷۸	مردوں اور عورتوں سے بیعت
۴۷۹	دوسرا خطبہ، ترجمہ
۴۸۰	مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ
۴۸۰	گستاخان رسول ﷺ جہاں ملیں قتل کر دو
۴۸۲	الحیصل
۴۸۷	ابوقافہؓ
۴۸۸	صفوان بن امیہؓ، سہیل بن عمرو
۴۸۹	عتبہ و عتبہؓ پسرانِ ابی لہب

۴۹۰	معاویہؓ، ابوسفیانؓ بن حرب	○
۴۹۰	بت خانوں کی تخریب کے لئے سرایا کی روانگی	○
۴۹۱	ہدم عززی، ہدم سواع، ہدم مناة	○
۴۹۲	النصر (۳۲۱)، خلاصہ، جامع تفسیر	○
۴۹۳	نصرت اور فتح، فتح مکہ مراد ہے	○
۴۹۳	کامل نازل ہونے والی آخری سورت	○
۴۹۴	تسبیح کے دو معنی، استغفار کے معنی	○
۴۹۴	آپ ﷺ کا عمل مبارک	○
۴۹۵	مکہ مکرمہ قوت اور جنگ سے فتح ہوا، فتح کے آداب	○
۴۹۶	دینی کام کی حفاظت کے لئے	○
	✽	○

	کلامِ برکت	○
۴۹۸	ابتدائیہ، فائدہ	○
۴۹۹	البقرہ (۱۰)	○
۴۹۹	منافقین کو مسلمانوں کی ترقی سے تکلیف ہوتی ہے	○
۵۰۰	البقرہ (۸۹)	○
۵۰۱	البقرہ (۲۵۶)	○
۵۰۲	البقرہ (۲۵۷)	○
۵۰۳	ال عمران (۵۵)	○
۵۰۴	ال عمران (۱۰۳ تا ۱۰۹)	○
۵۰۶	ال عمران (۱۳۰ تا ۱۳۸)	○
۵۰۹	ال عمران (۱۷۶)	○
۵۱۰	سورۃ الرعد (۱۷)	○
۵۱۴	الرعد (۳۱)	○
	✽	○

	مزید دو مدنی آیات	○
۵۱۴	سورۃ البقرہ آیت ۲۵۴، ربط	○

۵۱۴	جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم	○
۵۱۵	سورۃ الحمد آیت ۲۱، خلاصہ	○
	✽	○

	کئی سورتیں اور اشارات جہاد	○
۵۱۷	سورۃ الفاتحہ ۳ تا ۷، خلاصہ	○
۵۱۸	سورۃ الاعراف آیت ۱۲۹	○
۵۱۹	سورۃ یونس آیت ۳۶	○
۵۲۰	سورۃ ہود آیت ۸۱	○
۵۲۱	سورۃ ہود آیت ۱۱۶	○
۵۲۲	سورۃ النحل آیت ۱۱۰	○
۵۲۳	سورۃ النحل آیت ۱۲۶	○
۵۲۴	بنی اسرائیل آیت ۸	○
۵۲۵	سورۃ بنی اسرائیل ۵۵	○
۵۲۶	سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۱	○
۵۲۷	سورۃ الکہف ۸۳ تا ۹۸	○
۵۲۸	سورۃ مریم آیت ۷۵	○
۵۳۰	سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۸	○
۵۳۱	سورۃ الانبیاء آیت ۴۴	○
۵۳۲	سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۲	○
۵۳۳	سورۃ المؤمنون آیت ۷۷	○
۵۳۴	سورۃ الفرقان آیت ۵۲	○
۵۳۵	سورۃ الشعراء آیت ۶۸	○
۵۳۶	سورۃ النمل آیت ۲۳ تا ۴۴	○
۵۳۷	سورۃ القصص آیت ۸۵	○
۵۳۸	سورۃ العنکبوت آیت ۳۰، ۲	○
۵۴۰	سورۃ العنکبوت آیت ۶، ۵	○
۵۴۱	سورۃ العنکبوت آیت ۵۳	○
۵۴۲	سورۃ العنکبوت آیت ۶۹	○

۵۴۳	سورة الروم آیات ۱ تا ۷	●
۵۴۵	سورة الروم آیت ۴۷	●
۵۴۶	سورة سبا آیت ۱۱	●
۵۴۷	سورة فاطر آیت ۱۲	●
۵۴۸	سورة الصافات آیات ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰	●
۵۴۹	سورة الصافات آیات ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰	●
۵۵۰	سورة الصافات آیت ۱۷۷	●
۵۵۱	سورة ص آیات ۳۱، ۳۲، ۳۳	●
۵۵۲	سورة ص آیت ۳۳	●
۵۵۳	سورة المؤمن آیات ۵۱	●
۵۵۴	سورة المؤمن آیات ۵۵	●
۵۵۵	سورة الشوری آیات ۳۹	●
۵۵۶	سورة الدخان آیات ۱۶	●
۵۵۷	سورة الطور آیات ۴۷	●
۵۵۸	سورة القمر آیات ۴۳، ۴۴	●
۵۵۹	سورة المزمل آیات ۲۰	●
۵۶۱	سورة البلد آیات ۲	●
		●

